ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے (القرآن)

موت کی تیاری کیسے کریں؟

ایک ایسی کتاب جو نہ صرف دُنیا میں اپنا محاسبہ سکھائے گی بلکہ دربارِ خداوندی میں حساب کتاب میں آسانی وکامیابی کا سامان بھی فراہم کرے گی، لہٰذا اپنی موت کی فکر کے لیے، آخرت کی تیاری کے لیے، آخروی زندگی کو خوشحال بنانے کے لیے اِس کا مطالعہ ضرور کیجیے





تالیف
مفتی محمد طلحہ نظامی
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی



ناشر
مکتبہ عثمانیہ
راولپنڈی

موت کی تیاری

کیسے کریں ؟

مرتب

مفتی محمد طلحہ نظامی

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

مکتبہ عثمانیہ راولپنڈی

اقبال مارکیٹ اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی

0333-5141413

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب : موت کی تیاری کیسے کریں ؟

مؤلف : مفتی محمد طلحہ نظامی (فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی)

ناشر : مکتبہ عثمانیہ ...... اقبال مارکیٹ، اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی

ہماری مطبوعات ملنے کے پتے :

اسلام آباد	مکتبہ طیبہ	جامع مسجد الرحمٰن بلیو ایریا۔ اسلام آباد
	مکتبہ فریدیہ	ای سیون اسلام آباد
راولپنڈی	اسلامی کتاب گھر	خیابان سرسید راولپنڈی
	کتب خانہ رشیدیہ	راجہ بازار راولپنڈی
لاہور	اسلامی کتب خانہ	فضل الٰہی مارکیٹ چوک اردو بازار لاہور
	مکتبہ سید احمد شہید	الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور
	عمر پبلی کیشنز	اردو بازار لاہور
	کتب خانہ شان اسلام	راحت مارکیٹ اردو بازار لاہور
	مکتبہ عمرو بن العاص	غزنی اسٹریٹ اردو بازار لاہور
	مکتبہ الحرمین	الحمد مارکیٹ غزنی اسٹریٹ اردو بازار لاہور
فیصل آباد	مکتبہ العارفی	نزد جامعہ امدادیہ ستیانہ روڈ فیصل آباد
ملتان	مکتبہ حقانیہ	ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
	ادارہ اشاعت الخیر	بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
کراچی	قدیمی کتب خانہ	آرام باغ۔ کراچی
	مکتبہ عمر فاروق	شاہ فیصل کالونی۔ نزد جامعہ فاروقیہ کراچی
	ادارۃ الرشید	علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
	ادارۃ المعارف	دراحاطہ جامعہ دارالعلوم کراچی
حضرو	مکتبہ حمادیہ	مدرسہ اشاعت القرآن حضرو (ضلع اٹک)
اکوڑہ	مکتبہ علمیہ	متصل جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک

بات کچھ اس طرح ہے............!!

موت کی تیاری کے موضوع پر مطالعہ کرنے کا شوق پیدا ہوا.....تو دل میں یہ بات آئی کہ اکابر علماء کرام کے بیانات کا مطالعہ کیا جائے ..... چنانچہ اس سلسلے میں سب سے پہلے شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کے بیان کا مطالعہ کیا تو دل باغ باغ ہو گیا اور دل فکر آخرت کی طرف متوجہ ہوا ..... کافی عرصہ تک اس موضوع پر مطالعہ جاری رہا.....مطالعہ کے بعد یہ بات واضح ہوئی کہ موضوع ایک ہے .....تو ہر عالم کا بیان دوسرے سے ملتا جلتا ہونا چاہئے تھا.....موضوع ایک ہونے کے باوجود ہر عالم کا فکر رساں دوسرے سے مختلف ہے..... ہر عالم کا انداز دوسرے سے مختلف ہے.....اور ہر ایک کا بیان پُراثر اور پُرمغز ہے۔

''ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است''

چنانچہ اپنے زیر ادارت نکلنے والے دینی رسالے..... ''طالبات اسلام''..... میں کچھ بیانات میں نے اپنی ترتیب سے ''موت کی تیاری نمبر'' کے عنوان سے شائع بھی کئے .....مگر رسالے کا حجم قصیر اس موضوع کے بیانات کی وسعت کا متحمل نہیں تھا..... اس لئے اس موضوع سے مواد کو علیحدہ کتاب کی صورت میں شائع کرنے کا ارادہ کرلیا۔

اس کتاب میں دو چند بیانات تو وہی ہیں جو اس رسالے میں شائع ہوئے تھے..... مگر کتابی صورت میں شائع کرنے کے ارادے کے بعد مزید کئی بیانات بھی اس مجموعہ میں شامل کر دیئے .....الحمدللہ یہ مجموعہ ہر خاص و عام ..... چھوٹے بڑے .....حضرات

وخواتین ...... کے لئے مفید ہے ...... اورخصوصاً ...... خطباء ..... واعظین ..... ناصحین کے لئے توانمول تحفہ ہے۔

اس کتاب کی جمع وترتیب میں جن حضرات نے میرے ساتھ کسی بھی طرح کا تعاون کیا میں ان کا تہہ دل سے شکرگزار ہوں ...... خصوصاً برادرمکرم مولانا محمد طیب صاحب کا کہ انہوں نے ہر موڑ پر مفید مشوروں سے نوازا ..... نیز مفتی محمد عامر صاحب اور مفتی امجد وسیم صاحب کا بھی شکرگزار ہوں، جنہوں نے مسودے پر نظر ثانی وغیرہ کی صورت میں تعاون کیا۔

دعاء ہے اللہ تعالیٰ اس مجموعے کو میرے لئے ...... میرے اساتذہ کے لئے ......اور ان حضرات کے لئے جن کے بیانات اس میں شامل ہیں ..... نجات اخروی کا ذریعہ بنائے۔آمین

محمد طلحہ نظامی

پیش لفظ

تعریف اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اور درود وسلام اس ذات پر جس نے موت کے لئے زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھایا۔

اس دنیا میں جو شخص بھی آیا ہے..... وہ رہنے کے لئے نہیں ..... بلکہ محض جانے کے لئے ہی آیا ہے..... گویا کہ اس دنیا میں انسان کے آنے کا مقصد یہاں سے جانا ہی ہے..... یہ دنیاوی زندگی مقصدِ زیست نہیں بلکہ اخروی زندگی ہی مقصدِ زیست ہے۔

مقصد اصلی ''اخروی زندگی'' ہے.....تو ..... پھر انسان کو اس زندگی کے لئے اسی طرح مکمل تیاری کرنی چاہئے ..... جس طرح کسی دور علاقے میں جانے کے لئے مکمل تیاری کرتا ہے..... انسان کو موت کے لئے اسی طرح تیاری کرنی چاہئے..... جس طرح دنیا میں ملازمت پر جانے کے لئے تیاری کرتا ہے۔

انسان موت اور آخرت کی زندگی سے اس قدر غافل ہے کہ متوجہ کرنے کے باوجود متوجہ نہیں ہوتا ..... بیچارہ انسان موت پر کامل یقین رکھتا ہے ... اور دل ہی دل میں یہ بھی چاہتا ہے کہ اس کی موت اچھی حالت میں آئے ..... آخری وقت کلمہ نصیب ہو ..... ایمان کی حالت میں خاتمہ ہو .... لیکن یہ سب کچھ کیسے اور کیونکر ممکن ہوگا ؟

جی ہاں ! ..... یہ اسی وقت ممکن ہوگا ..... جب انسان ..... موت سے پہلے موت کا مراقبہ کرے ..... جب انسان مرنے سے پہلے موت کی تیاری کرے ..... اللہ تعالی کے سامنے حساب وکتاب سے پہلے اپنا محاسبہ کرے .. تو انشاء اللہ .. انسان کی موت اچھی حالت میں آئے گی ..... انسان کو آخری وقت کلمہ نصیب ہوگا ..... اور ..... انسان کا خاتمہ ایمان پر ہوگا .....

لیکن !

۱) انسان موت سے پہلے موت کی تیاری کیسے کرے ؟ اس کا کیا طریقہ ہے؟

۲)...... انسان مراقبۂ موت کیسے کرے؟ اس کا کیا طریقہ ہے؟
۳)...... اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے سے پہلے انسان اپنا محاسبہ کیسے کرے؟ اور اس کا کیا طریقہ ہے؟

انسان موت پر یقین بھی رکھتا ہے......اور ساتھ ساتھ اچھی موت مرنے کی خواہش بھی کرتا ہے......مگر......اس کے ذہن میں یہ تین مشکل سوالات ہیں۔

جناب عالی ! اگر آپ انسان ہونے کے ناطے سے واقعتاً ان تین مشکل سوالات سے مشکل میں گرفتار ہیں......یا...... پریشان ہیں......یا......حیران ہیں......یا......ان کی وجہ سے آپ کی زندگی اجیرن ہو چکی ہے......یا......ان کی وجہ سے آنکھیں نور کے باوجود بے نور ہو چکی ہیں......تو......پھر

جلدی کیجئے ! اس کتاب کا مطالعہ کرنا شروع کر دیجئے ......اور اس پر عمل شروع کر دیجئے ...... یہ کتاب نہ صرف موت کی تیاری کا شوق دلائے گی ...... بلکہ...... یہ کتاب موت کی مکمل تیاری بھی کروائے گی......

یہ کتاب پڑھتے وقت صرف آنکھوں سے آنسو نہیں جاری کرے گی ...... بلکہ......موت کے وقت زبان پر کلمہ جاری کرنے کے اسباب بھی مہیا کرے گی......

یہ کتاب صرف دنیا میں اپنا محاسبہ نہیں سکھائے گی ...... بلکہ...... دربار خداوندی میں حساب و کتاب میں آسانی و کامیابی کا سامان بھی مہیا کرے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

تو......بس......اب ......اپنی موت کی فکر کے لئے ......آخرت کی تیاری کے لئے ...... اور اخروی زندگی کو خوش و خرم بنانے کے لئے کتاب کا مطالعہ کیجئے ......اور اپنے لئے ...... میرے لئے ...... میرے والدین کیلئے ...... میرے تمام اساتذہ کے لئے ......اور خصوصاً ان صاحبان علم کے لئے جن کے بیانات اس مجموعہ میں شامل ہیں ......حسن خاتمہ کی دعا کرتے رہئے۔

والسلام

محمد طلحہ نظامی
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

۲۰ / مارچ ۲۰۱۰ء

فہرست مضامین

(۱)...... موت ایک حقیقت (مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی)

(۲)......موت سے پہلے موت کی تیاری کیجئے (مفتی محمد تقی عثمانی صاحب)

(۳)......اپنی موت کو یاد رکھئے (مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب)

(۴)......آخر موت ہے خطیب ایشیا حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب

(۵)......فکر آخرت (حضرت مولانا محمد طیب صاحب)

(۶)......تعمیر وطن آخرت (حکیم محمد اختر صاحب)

(۷)......موت (حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری)

(۸)......مراقبہ موت (حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب)

(۹)......موت کی یاد (صاحبزادہ حضرت مولانا طارق محمود صاحب)

(١٠)......موت اور قیامت کا منظر (مولانا محمد طارق جمیل صاحب)

(۱۱)......موت کی تیاری (پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی)

(۱)

موت ایک حقیقت

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم العالی
صدر جامعہ دارالعلوم کراچی

موت ایک حقیقت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ﴾ وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ "اَکْثِرُوْا ذِکْرَ ھَادِمِ اللَّذَّاتِ اَلْمَوْتِ". (مشکوۃ / کتاب الجنائز)

ایک افسوناک پہلو :

ہمارے معاشرے کا ایک افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ لوگ مسائل کو صرف جاننے کی حد تک محدود رکھتے ہیں، انہیں عملی زندگی میں لانے کی فکر نہیں کرتے، کس کو نہیں معلوم کہ رشوت لینا دینا حرام ہے؟ مگر لے دے رہے ہیں، کس کو نہیں معلوم کہ ناپ تول میں کمی کرنا حرام ہے؟ لیکن ایسا ہو رہا ہے، کس کو نہیں معلوم کہ سود لینا حرام ہے؟ مگر پھر بھی سود کا بازار گرم ہے، کسے نہیں معلوم کہ کام چوری ناجائز اور حرام ہے؟ لیکن ہمارے ملک میں کام چوری کا دور دورہ ہے، ادارے سرکاری ہوں یا پرائیویٹ، ہر جگہ کام چوری عام ہے۔

صرف مسئلہ جان لینے سے کام نہیں بنے گا:

اس سے معلوم ہوا کہ برائی کے ختم ہونے کے لئے صرف مسئلہ جان لینا کافی نہیں، کیونکہ لوگوں کو مسائل معلوم ہیں، اس کے باوجود گناہ ہو رہے ہیں، حرام کا ارتکاب ہو رہا ہے، فرائض کو چھوڑا جا رہا ہے، ظلم عام ہے، اللہ کے عذاب کو دعوت دی جا رہی ہے، غور کریں، تو معلوم ہوگا کہ ان گناہوں کی وجہ سے ہم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آ چکا ہے، ہمارے دن رات کا چین اٹھ چکا

ہے، کسی کی جان، مال اور آبرو محفوظ نہیں، لوگ وطن چھوڑ چھوڑ کر دوسرے ممالک میں جارہے ہیں، وہاں جا کر طرح طرح کی تکالیف برداشت کرتے ہیں، مگر یہاں نہیں آنا چاہتے، ان کا کہنا یہ کہ یہاں ان کی جان، مال اور آبرو محفوظ نہیں۔

مسائل کے علم کے باجود گناہ کیوں ہو رہے ہیں؟

پھر ایک اہم پہلو یہ ہے کہ سب گناہ جان بوجھ کر ہو رہے ہیں، بھول چوک سے نہیں ہو رہے، اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ سب گناہ کیوں ہو رہے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم سب آخرت کو بھول گئے ہیں، اپنی قبر کو فراموش کر بیٹھے ہیں، وہ قبر جو ہماری انتظار اور تاک میں ہے، اسے بھول چکے ہیں۔

قبر کی پکار :

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کی قبر کی جگہ پہلے سے متعین ہے، اللہ رب العزت نے تقدیر میں اسے لکھ دیا ہے، اللہ رب العزت کے علاوہ کسی اور کو معلوم نہیں کہ فلاں انسان کہاں مرے گا؟ اور کہاں دفن ہوگا؟ حتی کہ اپنے بارے میں بھی کسی کو یہ معلوم نہیں کہ اسے کہاں موت آئے گی؟؟ اور کہاں کی مٹی اس کی قبر بنے گی؟ لیکن قبر کو معلوم ہے کہ میرے پاس کون آئے گا؟

امام غزالی" احیاء العلوم میں نقل کرتے ہیں کہ قبر کی جگہ اپنے اندر آنے والے کو آواز دیتی رہتی ہے کہ اے فلاں میں تاریکیوں اور اندھیروں کا گھر ہوں، میں تیرے انتظار میں ہوں، میرے اندر رہنے والے بچھو اور سانپ بھی تیرے منتظر ہیں اور اللہ کی رحمتیں بھی منتظر ہیں، میرے پاس تیاری کر کے آ، اگر تیاری کر کے آئے گا، تو میری باہیں تیرے لئے کھل جائیں گی، تاریکی روشنی سے بدل جائے گی، تنگی وسعت میں تبدیل ہو جائے گی اور اللہ کے عذاب کے بجائے اس کی بے پناہ رحمتیں تیرا استقبال کریں گی، لیکن اگر تو تیاری کئے بغیر آگیا، تو یاد رکھ میرے بچھوؤں اور سانپوں کے ذریعے تیرے اوپر دردناک عذاب مسلط کیا جائے گا۔

قبر کو یاد رکھنے کا فائدہ اور اثر:

قبر ہماری انتظار میں ہے، لیکن ہم قبر کو بھول چکے ہیں، اسی قبر اور آخرت کو بھولنے کی وجہ سے

انسان گناہوں پر جرأت کرتا ہے اور اگر قبر سامنے ہو اور میدان قیامت کا منظر اور آخرت کا عذاب یاد رہے، تو انسان گناہ کرتے ہوئے ڈرتا ہے، اس کے سامنے یہ تصور جمنے لگتا ہے، کہ دنیا تو چند روزہ ہے، معلوم نہیں کہ کتنے دن کتنے گھنٹے کتنے منٹ بلکہ کتنے سیکنڈ میں ختم ہو جائے گی، اس تصور کے ہوتے ہوئے گناہ یا تو ہوتے نہیں، اگر ہوں تو بہت کم ہوتے ہیں اور ان میں بھی اکثر چھوٹے ہوتے ہیں اور کبھی بڑا گناہ سرزد ہو جائے، تو توبہ کئے بغیر چین نہیں آتا۔

ایسے آدمی سے دوسروں پر ظلم اور سختی نہیں ہوتی، کیونکہ ظلم کرنے سے پہلے اسے اپنی قبر یاد آجاتی ہے، آخرت کا منظر آنکھوں کے سامنے گھومنے لگتا ہے اور یہ خیال آجاتا ہے کہ اگر ذرہ برابر بھی ظلم کیا، تو قیامت کی روز اس کا حساب چکانا پڑے گا، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ﴾

(سورة الزلزال)

جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی، وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بھی برائی کی، وہ اسے دیکھ لے گا۔

اور جسے اپنی قبر یاد نہ رہے، موت یاد نہ رہے، میدان حساب کا تصور ماند پڑ جائے، پل صراط سے گذرنے کا منظر یاد نہ رہے، وہ گناہ پہ گناہ کرتا جاتا ہے اور مسلسل گناہوں کی طرف بڑھتا جاتا ہے، توبہ کی توفیق بھی نہیں ہوتی، یہاں تک کہ اچانک ملک الموت (موت کا فرشتہ) آکر پکڑ لیتا ہے

خدا تعالیٰ کی طرف مہلت اور پھر پکڑ:

قرآن مجید میں ہے: ﴿ وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ﴾ (سورة الاعراف:۱۸۳)

میں اپنے نافرمان بندوں کو ڈھیل دیتا رہتا ہوں، میری تدبیر بہت مضبوط ہے۔

جب آدمی نافرمانی میں حد سے بڑھنے لگتا ہے، تو بعض مرتبہ اسے ڈھیل دی جاتی ہے، دیکھنے میں تو اس کے مال و اسباب میں اضافہ ہوتا ہے، عہدے بھی ملتے رہتے ہیں، ظاہری عزت بھی ملتی رہتی ہے، ان چیزوں کی وجہ سے وہ گناہوں میں اور مست ہو جاتا ہے، حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل ہوتی ہے اور یہ ڈھیل اس لئے دی جاتی ہے کہ ان سب گناہوں کے بدلے ایک ہی مرتبہ پکڑ لیا جائے اور اللہ کی پکڑ ایسی سخت ہے کہ اسے کوئی توڑ نہیں سکتا۔

لہٰذا اگر ایک شخص گناہوں کے باوجود ڈرنے کے بجائے خوش ہوتا ہے اور مزید آگے بڑھتا ہے، تو سمجھو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل ہے، جسے یہ یاد رہے کہ کل بھی زندہ رہوں گا یا نہیں؟ تو وہ آج کے لئے اتنے لوگوں سے کیوں جھگڑے گا، لوگوں پر ظلم کیسے کرے گا؟ حرام کیوں کھائے گا؟ وہ تو یہ دیکھے گا کہ اگر میں نے حرام کھالیا اور کل میں رخصت ہوگیا، تو کس کے کام آئے گا، کیونکہ دنیا سے جاتے وقت تو سب مال واسباب یہیں چھوڑ کر جانا ہے، وہ میرے کام نہیں آئے گا، بلکہ دوسروں کے استعمال میں آئیگا، بیوی بچوں کے کام آئے گا، رشتہ دار وارثوں کے کام آئے گا، حرام کھانے کی وجہ سے ان کی بھی دنیا خراب ہوگی کہ حرام کھائیں گے اور اس مرنے والے کی آخرت برباد ہوجائے گی، معلوم ہوا کہ سارے گناہوں کی اصل بنیاد موت کو بھولنا ہے، اس لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"أَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ"

(لذتوں کو توڑ دینے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو)

واقعہ بھی یہ ہے کہ موت کے آتے ہی دنیا کی ساری لذتیں دھری کی دھری رہ جائیں گی، سب سامان عیش وراحت یہیں رہ جائے گا، خود انسان اکیلا چل بسے گا۔

موت کی سختی:

پھر موت کی سختی بھی اس قدر شدید ہے کہ انسانی برداشت سے باہر ہے، چنانچہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہ گار انسان کی روح اس طرح قبض کی جاتی ہے، جیسے زندہ جانور کی کھال کتر کتر کر اتاری جائے، تو جس طرح ایسے جانور کو تکلیف ہوتی ہے، اسی طرح کی تکلیف گناہگار انسان کو موت کے وقت ہوتی ہے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تکلیف اس قدر شدید ہوتی ہے، جیسے کانٹے دار جھاڑی پر مَلْمَل کا باریک کپڑا ڈال دیا جائے اور پھر اس کپڑے کو جو جھاڑی میں پوری طرح پھنس چکا ہو کھینچا جائے، تو اس باریک کپڑے پر جو بیتا ہی پھیلتی ہے، وہ حالت گناہگار انسان کی ہوتی ہے۔

ابتدائی تخلیق کے مراحل:

یہ روح جو ہمارے جسموں میں ہے، یہ اس وقت ہمارے اندر آگئی تھی، جب ہمیں ماں کے

پیٹ میں آئے ہوئے صرف چار مہینے ہوئے تھے، اس سے قبل انسان ماں کے جسم میں پہلے ایک نطفہ تھا، نطفے کو جمے ہوئے خون کے لوتھڑے میں تبدیل کیا گیا، پھر اس لوتھڑے کو گوشت بنایا، پھر اس گوشت کے اندر ہڈیاں بنائیں، پھر ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا گیا، جب یہ جسم پورا بن گیا (اور یہ ساری کارروائی چار مہینے میں ہوئی) تو پھر اس میں روح ڈال دی گئی۔ قرآن حکیم نے یہ ساری تفصیل اس طرح بیان کی ہے:

﴿ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ﴾ (سورۃ المؤمنون)

پھر بنایا اس بوند سے جما ہوا لہو، پھر بنائی اس جمے ہوئے لہو سے گوشت کی بوٹی پھر بنائیں اس بوٹی سے ہڈیاں پھر پہنایا ان ہڈیوں پر گوشت، پھر اٹھا کھڑا کیا، اس کو ایک نئی صورت میں۔

خَلْقًا آخَرَ سے مراد روح ڈالنا ہے، گویا اس سے پہلے صرف مادہ کے اندر کارروائی ہو رہی تھی، اب اس مادے میں روح بھی پڑ چکی ہے، روح آنے کے بعد اس سے زندگی کے افعال سرزد ہونے لگتے ہیں، چنانچہ اب بچہ سانس بھی لیتا ہے، ماں کی غذا کے ساتھ غذا بھی کھاتا ہے، ماں کے پینے کے ساتھ پانی بھی پیتا ہے، یہ ساری کارروائی تین پردوں کے اندر ہو رہی ہے، پھر پانچ ماہ تک مزید ماں کے پیٹ کے اندر رہنے کے بعد وہ باہر کی دنیا میں آتا ہے، ادھر وہ باہر آیا ادھر ماں کی چھاتیوں میں دودھ آ گیا، اس سے پہلے ماں کی چھاتیوں میں دودھ نہیں تھا، کیونکہ اس سے پہلے اسے ماں کی چھاتی کے دودھ کی ضرورت نہ تھی، اب جونہی یہ باہر پہنچا، تو اس کی غذا کا مسئلہ پیدا ہوا، تو رب کریم نے اس کی ماں کی چھاتیوں کو دودھ سے بھر دیا، یہ اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت ہے۔

چوتھے ماہ کے بعد سے آنے والی روح کسی کے جسم سے چھ ماہ بعد نکال لی جاتی ہے، کسی سے چھ سال بعد جدا کر لی جاتی ہے اور کسی کے اندر ستر سال تک رہتی ہے، جو دن اور سانس وہ اپنے ساتھ لایا تھا، ان کے پورے ہونے پر یہ روح اس کے جسم سے نکال لی جاتی ہے۔

مرنے کے بعد انسان لاش بن گیا:

جب آدمی مر جاتا ہے، تو اس کا جسم ایک ڈھانچے کی طرح رہ جاتا ہے، موت کے بعد اگرچہ

اس کے جسم کے کسی عضو میں بال برابر بھی کمی نہیں آئی، ذرہ برابر وزن کم نہیں ہوا، لیکن وہ انسان نہیں رہا، لاش بن گیا، یہ آدمی نہیں رہا، مردہ بن گیا، اس کی ملکیت میں جو مال و دولت اور جائیداد تھی، وہ سب اس کی ملکیت سے نکل گئی، دنیا کے تمام قوانین یہی کہتے ہیں کہ اب اس کی ملکیت میں کچھ بھی باقی نہیں رہا، جو کچھ کمایا تھا، اب وہ اس کا نہیں رہا، دستخط تو وہ کر ہی نہیں سکتا، انگوٹھا بھی خود نہیں لگا سکتا، لیکن اگر کوئی دوسرا شخص اس کا انگوٹھا لیکر کسی کاغذ پر لگا دے اور تاریخ بھی ڈال دے تو یہ نشان بھی دنیا کی کوئی عدالت تسلیم نہیں کرے گی، کیونکہ یہ وہ نہیں رہا جو پہلے تھا، معلوم ہوا کہ انسان جسم اور روح دونوں کے مجموعہ کا نام ہے، جب تک یہ دونوں ہیں، تو انسان انسان ہے، اس کے بعد وہ ایک لاشہ ہے۔

موت کی سختی سے پناہ مانگنے کی تلقین:

تو وہ روح جو ایک عرصہ تک ہمارے جسموں کے اندر رہتی ہے، جسم کی رگ رگ میں سمائی ہوتی ہے، ریشے ریشے میں پیوست ہوتی ہے، جب یہ جدا ہوتی ہے، تو تکلیف بہت ہوتی ہے، اس لئے اس تکلیف سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مرض الموت میں یہ دعا فرماتے تھے:

''اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَسَکَرَاتِ الْمَوْتِ''

اے اللہ میں موت کی سختیوں اور تکلیفوں سے پناہ مانگتا ہوں۔

روح جسم سے بالکلیہ لاتعلق نہیں ہوتی:

لیکن روح جدا ہونے کے بعد جسم سے بالکل غیر متعلق نہیں ہو جاتی، جب انسانی جسم کو قبر میں رکھا جاتا ہے، تو روح کا تعلق پھر اس سے قائم ہو جاتا ہے، جسم کو جو عذاب ہوتا ہے، اس کی تکلیف روح کو بھی محسوس ہوتی ہے اور روح پر جو تکلیف آتی ہے، اس کے اثرات جسم پر بھی ظاہر ہوتے ہیں اور اگر انعامات ہوں، تو اس کا تعلق بھی جسم اور روح دونوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

یہاں جو بھی آیا جانے کے لئے آیا:

یہ سارا منظر ہم میں سے ہر ایک کے ساتھ پیش آنے والا ہے، جب یہ منظر انسان کی نظروں

سے اوجھل ہو جاتا ہے، تو آدمی شیطان بن جاتا ہے، چنگیز خان بن جاتا ہے، درندہ بن جاتا ہے، بچھو اور سانپ بن جاتا ہے، انسانیت کے جامے سے نکل جاتا ہے اور اگر یہ منظر سامنے رہے، تو وہ اسے یہ سبق دیتا رہتا ہے کہ اس عارضی زندگی کی خاطر آخرت کی دائمی زندگی کو برباد نہ کرو، اصل زندگی تو موت کے بعد شروع ہونے والی ہے، یہاں پر تم چند دنوں کے لئے آئے ہو۔

یہاں جو بھی آیا ہے جانے کے لئے آیا ہے، رہنے کے لئے نہیں آیا، اگر موت سے کوئی مستثنیٰ کیا جاتا، تو انبیاء کرامؑ اس دنیا سے رخصت نہ ہوتے، سید المرسلین امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دنیا سے تشریف نہ لے جاتے، لیکن موت نے نہ کسی بادشاہ کو چھوڑا اور نہ کسی فقیر کو، نہ کسی نبی کو اور ولی کو چھوڑا اور نہ کسی عام انسان کو، نہ کسی پہلوان کو چھوڑا اور نہ کسی کمزور کو، موت کسی کو بھی نہیں چھوڑتی، یہ ہر حال میں آکر رہے گی۔

حضرت سلیمانؑ کے ایک ساتھی کا واقعہ:

امام غزالیؒ نے یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ تشریف فرما تھے، ایک اجنبی آیا اور حاضرین میں سے ایک کو بار بار گھورنے لگا، کچھ دیر بیٹھا رہا اور عرض کیا کہ وہ شخص مجھے گھور رہا تھا، جس کی وجہ سے میں بہت پریشان ہو چکا ہوں، میں زیادہ دیر یہاں ٹھہر نہیں سکتا، اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے ہوا کو مسخر کر رکھا ہے، براہ کرم آپ ہوا کو حکم دیں کہ وہ مجھے اڑا کر ہندوستان کے آخری کنارے پہنچاوے (سلیمانؑ ملک شام میں ہوتے تھے) آپ نے ہوا کو حکم دیا اور وہ اسے اڑا کر ہندوستان کے آخری کنارے چھوڑ آئی۔

اگلے دن وہ اجنبی پھر آیا، سلیمان علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ کل تم ہمارے ایک ساتھی کو گھور رہے تھے، کیا بات تھی؟ وہ بولے کہ میں ملک الموت (موت کا فرشتہ) ہوں، کل جب یہاں آیا، تو مجھے یہ دیکھ کر بہت حیرت ہوئی کہ یہ شخص یہاں (ملک شام میں) بیٹھا ہوا ہے اور مجھے آج آدھی رات کے وقت ہندوستان کے آخری کنارے پر اس کی روح قبض کرنی ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے یہ حکم ملا ہے کہ وہ مجھے ہندوستان کے آخری کنارے پر ملے گا، وہاں میں اس کی روح قبض کرلوں، اس حیرت کی وجہ سے میں اسے گھور رہا تھا، لیکن جب میں وہاں پہنچا، تو وہ وہیں موجود تھا۔

موت ایک یقینی چیز ہے:

موت کا وقت تو بہرحال مقرر اور طے شدہ ہے اور اس طے شدہ وقت میں ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے کے بقدر تاخیر نہیں ہوسکتی اور جلدی بھی نہیں ہوسکتی اور یہ اتنی یقینی چیز ہے کہ دنیا کے کسی مذہب کو اس سے اختلاف نہیں، کسی فلسفے اور سائنس کو اس سے انکار نہیں اور کوئی بھی شخص اس کا منکر نہیں، لیکن اس سب کے باوجود اکثر لوگ اسے بھولے ہوئے ہیں، اپنے پیاروں کو کندھا دیتے ہیں، لیکن یہ بھول جاتے ہیں کہ ایک روز انہیں بھی کندھا دیا جائے گا، کتنوں کی نماز جنازہ میں شریک ہوتے ہیں، لیکن یہ تصور جاگزیں نہیں ہوتا کہ ایک روز ان کی نماز جنازہ بھی ادا کی جائے گی، ہم نے کتنوں کو اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتارا ہے، کتنوں کی قبر پر مٹی ڈالی ہے، ان کے مرنے پر ہفتوں مہینوں بلکہ برسوں تک بھی روتے ہیں، لیکن پھر اس موت کو بھول جاتے ہیں، جو ہمارے پاس بھی آنے والی ہے اور اسی بھول کی وجہ سے سارے جرائم واقع ہوتے ہیں، اگر یہ موت یاد رہے، تو دنیا میں امن وامان قائم ہوجائے گا، قتل وغارت گری کا خاتمہ ہوجائے گا، ظلم وستم مٹ جائے گا، لوگوں کو ان کے حقوق ملیں گے، کوئی کسی کا حق نہیں مارے گا، اگر کبھی مارے گا بھی، تو زیادہ نہیں مارے گا، دیر تک نہیں مارے گا، بالآخر اسے واپس کرنے کی توفیق ہوگی۔

مراقبۂ موت:

حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ موت کا مراقبہ کیا کرو، موت کے مراقبے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی موت کا تصور جمایا کرو، اس کا طریقہ بھی ذکر فرمایا، وہ یہ کہ روزانہ کسی وقت (مثلاً رات کو لیٹتے وقت یا صبح اٹھنے کے وقت یا بیچ کسی فرصت کے وقت) دو چار منٹ اپنی موت کا تصور کیا کرو (تین چار منٹ بھی بہت ہیں، اس لئے کہ تصور کی رفتار بہت تیز ہے، اس کے برابر کوئی رفتار ابھی تک دریافت نہیں ہوئی، روشنی کی رفتار سے بھی زیادہ تیز ہے) اور تصور اس طرح کرو کہ یہ سوچو کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے، جب میری موت قریب ہوگی، میرے رشتہ دار عزیز واقارب بہن بھائی ماں باپ بیوی بچے میری زندگی سے مایوس ہوچکے ہوں گے اور وہ

بے کسی کے عالم میں مجھے دیکھ کر رو رہے ہوں گے، اسی حالت میں میری روح نکال لی جائے گی، ملک الموت میری روح میرے جسم کے ریشے ریشے سے نکالیں گے، پورے گھر میں ایک سوگ ہوگا، لوگوں کو اطلاع دی جائے گی، نہلانے والے غسل دیں گے، پھر کفن دیا جائے گا، کفن میں لپیٹ کر میرا جنازہ اٹھایا جائے گا، جس طرح اب تک میں دوسرے جنازوں کو کندھے دیتا رہا ہوں، اسی طرح آج دوسرے لوگ میرے جنازے کو بھی کندھا دے رہے ہوں گے، میرے بھائی، میرے والد، میرے بیٹے، میرے دوست، میرے عزیز واقارب سب مجھے کندھوں پر لے آرہے ہوں گے، نماز جنازہ ہوگی، پھر مجھے اس گڑھے میں لے جایا جائے گا، جو میرے انتظار میں ہے، وہاں نہ روشنی ہے اور، نہ تکیہ ہے اور نہ کوئی ساتھی ہے اور نہ ہی کھانے پینے کا سامان ہے، وہ مجھے لٹا کر اور منوں مٹی میرے اوپر ڈال کر واپس چلے جائیں گے، اس کے بعد میں ہوں گا، میری قبر ہوگی اور میرا عمل ہوگا، جیسا عمل ہوگا ویسے ہی وہ قبر میرے لئے ہو جائے گی

مراقبۂ موت کے ثمرات:

اگر ہم روزانہ یہ مراقبہ کرنے لگیں (اور یہ صرف دو تین منٹ کا عمل ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی بھی تعمیل ہو جائے گی کہ لذتوں کو توڑنے والی چیز کا کثرت سے ذکر کیا کرو اور چند ہی دنوں میں آپ محسوس کریں گے کہ آپ کی زندگی میں خوشگوار تبدیلی آرہی ہے، آپ کے والدین، بہن بھائی اور بیوی بچے محسوس کریں گے کہ آپ کے اندر ایک انقلاب رونما ہو چکا ہے اور آپ ایک عظیم اور محبوب انسان بنتے جارہے ہیں، آپ کی ہر دلعزیزی بڑھتی جارہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی قبر کی تیاری اور گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

(۲)

موت سے پہلے موت کی تیاری کیجئے

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی
شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی

موت سے پہلے موت کی تیاری کیجئے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا وَحَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا .

(کشف الخفاء: ۲/۲۰۲)

یہ ایک حدیث ہے، جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ مرنے سے پہلے مرو اور قیامت کے روز جو حساب و کتاب ہونا ہے، اس سے پہلے اپنا حساب اور اپنا جائزہ لو۔

موت یقینی چیز ہے:

موت ضرور آنے والی ہے اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں اور موت کے مسئلہ میں آج تک کسی کا اختلاف نہیں ہوا اور نہ کسی نے اس کے آنے کا انکار کیا، انکار کرنے والوں نے نعوذ باللہ خدا کا انکار کر دیا، کہ ہم اللہ کو نہیں مانتے، رسولوں کا انکار کر دیا، مگر موت کا انکار نہیں کر سکے۔
ہر شخص یہ بات مانتا ہے کہ جو شخص اس دنیا میں آیا ہے، وہ ایک نہ ایک دن ضرور موت کے منہ میں جائے گا اور اس بات پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں، ہوسکتا ہے کہ ابھی موت آجائے، ایک منٹ کے بعد آجائے، ایک گھنٹہ کے بعد آجائے، ایک دن کے بعد آجائے، ایک ہفتہ کے بعد آجائے، ایک ماہ کے بعد آجائے، یا ایک سال کے بعد آجائے، کچھ پتہ نہیں، آج سائنس کی تحقیقات کہاں سے کہاں بام عروج تک پہنچ گئیں، لیکن سائنس یہ نہیں بتا سکی کہ کونسا انسان کب مرے گا؟

موت سے پہلے مرنے کے دو مطلب:

لہذا یہ یقینی بات ہے کہ موت ضرور آئے گی اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ موت کا وقت متعین نہیں، اب اگر انسان غفلت کی حالت میں دنیا سے چلا جائے، تو وہاں پہنچ کر خدا جانے کیا حالات پیش آئیں، کہیں ایسا نہ ہو، کہ وہاں پہنچ کر اللہ کے غضب اور اس کے عذاب کا سامنا کرنا پڑے، اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ اس حقیقی موت کے آنے سے پہلے مرو، کس طرح مرو؟ موت سے پہلے مرنے کا کیا مطلب؟ علماء کرام نے اس کے دو مطلب بیان فرمائے ہیں۔

نفسانی خواہشات کو ماردو:

ایک مطلب یہ ہے کہ حقیقی موت کے آنے سے پہلے تم اپنی وہ نفسانی خواہشات جو اللہ تعالی کے حکم کے معارض اور مقابل ہیں اور تمہارے دل میں گناہ کرنے کے اور ناجائز کام کرنے کے، اللہ تعالی کی معصیت اور نافرمانی کرنے کے جو داعیے اور تقاضے دل میں پیدا ہوتے رہتے ہیں ان کو کچل دو اور فنا کردو اور ماردو۔

اپنی موت کا دھیان رکھو:

دوسرا مطلب علماء نے یہ بتایا کہ مرنے سے پہلے اپنے مرنے کا دھیان کرلو، کبھی کبھی یہ سوچا کرو، کہ ایک دن اس دنیا سے جانا ہے اور اس دنیا سے خالی ہاتھ جاؤں گا، نہ پیسے ساتھ جائیں گے، نہ اولاد ساتھ جائے گی، نہ کوٹھی بنگلے ساتھ جائیں گے، نہ دوست احباب ساتھ جائیں گے، بلکہ اکیلا خالی ہاتھ جاؤں گا، اس کو ذرا سوچا کرو۔

واقعہ یہ ہے کہ اس دنیا میں ہم سے جو ظلم، نافرمانیاں، جرائم اور گناہ ہوتے ہیں، ان کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ انسان نے اپنی موت کو بھلا دیا ہے، جب تک جسم میں صحت اور قوت ہے اور یہ ہاتھ پاؤں چل رہے ہیں، اس وقت تک انسان یہ سوچتا ہے کہ ہم چوں ما دیگرے نیست (یعنی ہم جیسا کوئی نہیں) اور زمین و آسمان کے قلابے ملاتا ہے، اس وقت تکبر بھی کرتا ہے، شیخی

بگاڑتا ہے، دوسروں پر ظلم بھی کرتا ہے، دوسروں کے حقوق پر ڈاکے بھی ڈالتا ہے، صحت اور جوانی کی حالت میں یہ سب کام کرتا رہتا ہے اور یہ دھیان اور خیال بھی نہیں آتا کہ ایک دن مجھے بھی اس دنیا سے جانا ہے، اپنے ہاتھوں سے اپنے پیاروں کو مٹی دیکر آتا ہے، اپنے پیاروں کا جنازہ اٹھاتا ہے، لیکن اس کے باوجود یہ سوچتا ہے کہ موت کا واقعہ اس کے ساتھ پیش آیا ہے، میرے ساتھ تو پیش نہیں آیا، اس طرح غفلت کے عالم میں زندگی گزارتا ہے اور موت کی تیاری نہیں کرتا

دو عظیم نعمتوں سے غفلت:

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنا خوبصورت جملہ ارشاد فرمایا کہ:

"نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيهِمَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ اَلصِّحَّةُ وَالْفِرَاغُ"

(صحیح بخاری: کتاب الرقائق باب ماجاء فی الصحۃ والفراغ)

یعنی اللہ تعالیٰ کی دو نعمتیں ایسی ہیں، جن کی طرف سے بہت سے انسان دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں، ایک صحت کی نعمت اور ایک فراغت کی نعمت۔

صحت کی نعمت:

یعنی جب تک صحت کی نعمت حاصل ہے، اس وقت تک اس دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں، کہ یہ صحت کی نعمت ہمیشہ باقی رہے گی اور صحت کی حالت میں اچھے اور نیک کاموں کو ٹلاتے رہتے ہیں، کہ چلو یہ کام کل کرلیں گے، کل نہیں تو پرسوں کرلیں گے، لیکن پھر ایک زمانہ ایسا آتا ہے کہ صحت کا وقت گزر جاتا ہے۔

فراغت کی نعمت:

دوسری نعمت ہے فراغت، یعنی اس وقت اچھے کام کرنے کی فرصت ہے، وقت ملتا ہے، لیکن انسان اچھے کام کو یہ سوچ کر ٹال دیتا ہے کہ ابھی تو وقت ہے، بعد میں کرلیں گے، ابھی تو جوانی ہے اور وہ اس جوانی کے عالم میں بڑے بڑے پہاڑ ڈھو سکتا ہے، بڑے سے بڑے مشقت کے کام انجام دے سکتا ہے، اگر چاہے تو جوانی کے عالم میں خوب عبادت کرسکتا ہے، ریاضتیں اور

مجاہدات کرسکتا ہے، خدمت خلق کرسکتا ہے، اللہ تعالی کو راضی کرنے کے لئے اپنے نامہ اعمال میں نیکیوں کا ڈھیر لگا سکتا ہے، لیکن دماغ میں یہ بات بیٹھی ہے، ابھی تو میں جوان ہوں، ذرا زندگی کا مزہ لے لوں، عبادت کرنے اور نیک کام کرنے کے لئے بہت عمر پڑی ہے، بعد میں کرلوں گا، اس طرح وہ نیک کاموں کو ٹالتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جوانی ڈھل جاتی ہے اور اس کو پتہ بھی نہیں چلتا، یہاں تک کہ صحت خراب ہو جاتی ہے اور اس کو پتہ بھی نہیں چلتا، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اب جوانی کے جانے کے بعد عبادت اور نیک کام کرنا بھی چاہتا ہے، تو جسم میں طاقت اور قوت نہیں ہے، یا فرصت نہیں ہے، اس لئے کہ اب مصروفیت اتنی ہو گئی ہے کہ وقت نہیں ملتا۔

موت سے غفلت کا سبب اور اس کا ازالہ:

یہ سب باتیں اس لئے پیدا ہوئیں کہ انسان موت سے غافل ہے، موت کا دھیان نہیں، اگر روزانہ صبح وشام موت کو یاد کرتا کہ ایک دن مجھے مرنا ہے اور مرنے سے پہلے مجھے یہ یہ کام کرنا ہے، تو پھر موت کی یاد اور اس کا دھیان انسان کو گناہ سے بچاتا ہے اور نیکی کے راستے پر چلاتا ہے، اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ مرنے سے پہلے مرو۔

حضرت بہلولؒ کا نصیحت آموز واقعہ:

ایک بزرگ گزرے ہیں، حضرت بہلول مجذوبؒ، یہ مجذوب قسم کے بزرگ تھے، بادشاہ ہارون رشید کا زمانہ تھا، ہارون رشید حضرت مجذوبؒ سے ہنسی مذاق کرتا رہتا تھا، اگرچہ وہ مجذوب تھے، لیکن بڑی حکیمانہ باتیں کیا کرتے تھے، ہارون رشید نے اپنے درباریوں سے کہہ دیا تھا کہ جب یہ مجذوب میرے پاس ملاقات کے لئے آنا چاہیں، تو ان کو آنے دیا جائے، ان کو روکا نہ جائے، چنانچہ جب ان کا دل چاہتا دربار میں پہنچ جاتے، ایک دن یہ دربار میں آئے، اس وقت ہارون کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، ہارون رشید نے حضرت مجذوب کو چھیڑتے ہوئے کہا کہ: بہلول صاحب آپ سے میری ایک گزارش ہے۔

بہلولؒ نے پوچھا کیا ہے؟

ہارون رشید نے کہا کہ میں آپ کو یہ چھڑی بطور امانت کے دیتا ہوں اور دنیا کے اندر آپ کو اپنے سے زیادہ کوئی بیوقوف آدمی ملے، اس کو یہ چھڑی میری طرف سے ہدیہ میں دینا۔

بہلول نے کہا بہت اچھا، یہ کہہ کر چھڑی رکھ لی۔

بادشاہ نے بطور مذاق کے چھیڑ چھاڑ کی تھی اور بتانا یہ مقصود تھا کہ دنیا میں تم سب سے زیادہ بے وقوف کوئی نہیں ہے، بہرحال بہلول وہ چھڑی لیکر چلے گئے، اس واقعہ کو کئی سال گزر گئے۔

ایک روز بہلولؒ کو یہ پتہ چلا کہ ہارون رشید بہت سخت بیمار ہیں اور بستر سے لگے ہوئے ہیں اور علاج ہورہا ہے، لیکن کوئی فائدہ نہیں ہورہا ہے، یہ بہلولؒ مجذوب بادشاہ کی عیادت کے لئے پہنچ گئے اور پوچھا کہ امیر المؤمنین کیا حال ہے؟

بادشاہ نے جواب دیا کہ حال کیا پوچھتے ہو؟ سفر درپیش ہے۔

بہلول نے پوچھا کہاں کا سفر درپیش ہے؟

بادشاہ نے جواب دیا کہ آخرت کا سفر درپیش ہے۔ دنیا سے اب جارہا ہوں۔

بہلول نے سوال کیا کہ کتنے دن میں واپس آئیں گے؟

ہارون نے کہا کہ بھائی یہ آخرت کا سفر ہے، اس سے کوئی واپس نہیں آیا کرتا۔

بہلول نے کہا اچھا آپ واپس نہیں آئیں گے، تو آپ نے سفر کے راحت اور آرام کے انتظامات کے لئے کتنے لشکر اور فوجی آگے بھیجے ہیں؟

بادشاہ نے جواب میں کہا تم پھر بیوقوفی والی باتیں کررہے ہو، آخرت کے سفر میں کوئی ساتھ نہیں جایا کرتا، نہ باڈی گارڈ جاتا ہے، نہ لشکر، نہ فوج اور نہ سپاہی جاتا ہے، وہاں تو انسان تنہا ہی جاتا ہے۔

بہلول نے کہا کہ اتنا لمبا سفر کہ وہاں سے واپس بھی نہیں آنا ہے، لیکن آپ نے کوئی فوج اور لشکر نہیں بھیجا، حالانکہ اس سے پہلے آپ کے جتنے سفر ہوتے تھے، اس میں انتظامات کے لئے آگے سفر کا سامان اور لشکر جایا کرتا تھا، اس سفر میں کیوں نہیں بھیجا؟

بادشاہ نے کہا کہ نہیں یہ سفر ایسا ہے کہ اس سفر میں کوئی لاؤ لشکر اور فوج نہیں بھیجی جاتی۔

بہلول نے کہا بادشاہ سلامت آپ کی ایک امانت بہت عرصے سے میرے پاس رکھی ہے، وہ ایک چھڑی ہے، آپ نے فرمایا تھا کہ مجھ سے زیادہ کوئی بے وقوف تمہیں ملے، تو اس کو دیدینا،

میں نے بہت تلاش کیا، لیکن مجھے اپنے سے زیادہ بیوقوف آپ کے علاوہ کوئی نہیں ملا، اس لئے کہ میں یہ دیکھا کرتا تھا کہ اگر آپ کا چھوٹا سا بھی سفر ہوتا تھا، تو مہینوں پہلے سے اس کی تیاری ہوا کرتی تھی، کھانے پینے کا سامان، خیمے، لاؤ لشکر، باڈی گارڈ، سب کچھ پہلے سے بھیجا جاتا تھا اور اب یہ اتنا لمبا سفر جہاں سے واپس بھی نہیں آنا ہے، اس کے لئے کوئی تیاری نہیں ہے، آپ سے زیادہ دنیا میں کوئی بے وقوف نہیں ملا، لہذا آپ کی یہ امانت آپ کو واپس کرتا ہوں۔

یہ سن کر ہارون رشید رو پڑا اور کہا بہلول تم نے سچی بات کی، ساری عمر ہم تم کو بے وقوف سمجھتے رہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ حکمت کی بات تم نے ہی کہی، واقعتاً ہم نے اپنی عمر ضائع کر دی اور اس آخرت کے سفر کی کوئی تیاری نہیں کی۔

عقلمند کون اور بے وقوف کون ؟

درحقیقت حضرت بہلول نے جو بات کی، وہ حدیث ہی کی بات ہے، حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ." (ترمذی : باب صفة القيامة)

اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا کہ عقلمند کون ہوتا ہے؟ آج کی دنیا میں عقلمند اس شخص کو کہا جاتا ہے، جو مال کمانا خوب جانتا ہو، دولت کمانا اور پیسہ سے پیسہ بنانا خوب جانتا ہو، دنیا کو بے وقوف بنانا خوب جانتا ہو، لیکن اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عقلمند انسان وہ ہے، جو اپنے نفس کو قابو کرے اور نفس کی ہر خواہش کے پیچھے نہ چلے، بلکہ اس نفس کو اللہ کی مرضی کے تابع بنائے اور مرنے کے بعد کے لئے تیاری کرے، ایسا شخص عقلمند ہے، اگر یہ کام نہیں کرتا، تو وہ بے وقوف ہے، کہ ساری عمر فضولیات میں گنوا دی، جس جگہ ہمیشہ رہنا ہے، وہاں کی کچھ تیاری نہیں کی۔

ہماری حالت زار:

جو بات بہلول نے ہارون رشید کے لئے کہی، اگر غور کریں گے، تو یہ بات ہم میں سے ہر شخص پر صادق آ رہی ہے، اس لئے کہ ہم میں سے ہر شخص کو دنیا میں رہنے کے لئے ہر وقت یہ فکر

سوار رہتی ہے کہ مکان کہاں بناؤں؟ کس طرح بناؤں؟ اس میں کیا کیا راحت و آرام کی اشیاء جمع کروں؟ اگر دنیا میں کہیں سفر پر جاتے ہیں، تو کئی دن پہلے سے بکنگ کراتے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں سیٹ نہ ملے، کئی دن پہلے سے اس سفر کی تیاری شروع ہو جاتی ہے، جس جگہ پہنچنا ہے، وہاں پر پہلے سے اطلاع دی جاتی ہے، ہوٹل کی بکنگ کرائی جاتی ہے، پہلے سے یہ سب کام کئے جاتے ہیں اور سفر صرف تین دن کا ہوتا ہے، لیکن جس جگہ ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے، جہاں کی زندگی کی کوئی انتہاء نہیں ہے، اس کے لئے یہ فکر نہیں کہ وہاں مکاں کیسا بناؤں؟ وہاں کے لئے کس طرح بکنگ کراؤں؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ عقلمند شخص وہ ہے جو مرنے کے بعد کے لئے تیاری کرے، ورنہ وہ بے وقوف ہے، چاہے وہ کتنا ہی بڑا مالدار اور سرمایہ دار کیوں نہ بن جائے اور آخرت کی تیاری کا راستہ یہ ہے کہ موت سے پہلے موت کا دھیان کرو کہ ایک دن مجھے اس دنیا سے جانا ہے۔

موت اور قبر کا تصور کرنے کا طریقہ:

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ دن میں کوئی وقت تنہائی کا نکالو، پھر اس وقت میں ذرا اس بات کا تصور کیا کرو، کہ میرا آخری وقت آ گیا ہے، فرشتہ روح قبض کرنے کے لئے پہنچا گیا، اس نے میری روح قبض کر لی، میرے عزیز و اقارب نے میرے غسل کفن دفن کا انتظام شروع کر دیا، بالآخر مجھے غسل دیکر کفن پہنا کر اٹھا کر قبرستان لے گئے، نماز جنازہ پڑھ کر مجھے ایک قبر میں رکھا، پھر اس قبر کو بند کر دیا اور اوپر سے منو مٹی ڈال کر وہاں سے رخصت ہو گئے، اب میں اندھیری قبر میں تنہا ہوں، اتنے میں سوال وجواب کے لئے فرشتے آ گئے، وہ مجھ سے سوال وجواب کر رہے ہیں۔

آخرت کا تصور کرنے کا طریقہ:

اس کے بعد آخرت کا تصور کرو کہ مجھے دوبارہ قبر سے اٹھایا گیا، اب میدان حشر قائم ہے، تمام انسان میدان حشر کے اندر جمع ہیں، وہاں شدید گرمی لگ رہی ہے، پسینہ بہہ رہا ہے، سورج بالکل قریب ہے، ہر شخص پریشانی کے عالم میں ہے اور لوگ جا کر انبیاء علیہم السلام سے سفارش

کرار ہے ہیں کہ اللہ تعالی سے درخواست کریں کہ حساب وکتاب شروع ہو، پھر اسی طرح حساب وکتاب، پل صراط اور جنت وجہنم کا تصور کرے، روزانہ فجر کی نماز کے بعد تلاوت مناجات مقبول اور اپنے ذکر واذکار سے فارغ ہونے کے بعد تھوڑا سا تصور کرلیا کرو، کہ یہ وقت آنے والا ہے اور کچھ پتہ نہیں کہ کب آجائے؟ کیا پتہ آج ہی آجائے؟ یہ تصور کرنے کے بعد دعا کیا کرو کہ یا اللہ میں دنیا کے کاروبار اور کام کاج کے لئے نکل رہا ہوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ ایسا کام کرگزروں جو میری آخرت کے اعتبار سے میری ہلاکت کا باعث ہو، روزانہ یہ تصور کرلیا کرو، جب ایک مرتبہ موت کا دھیان اور تصور دل میں بیٹھ جائے گا، تو ان شاء اللہ اپنی اصلاح کرنے کی طرف توجہ اور فکر ہو جائے گی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی نعم کا آخرت کی تیاری کا طریقہ:

ایک بہت بڑے بزرگ اور محدث گزرے ہیں، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی نعمؒ، ان کے زمانے میں ایک شخص کے دل میں یہ خیال آیا کہ میں مختلف محدثین علماء، اور فقہاء اور بزرگان دین سے یہ سوال کروں، کہ اگر آپ کو یہ پتہ چل جائے کہ کل آپ کی موت آنے والی ہے اور آپ کی زندگی کا صرف ایک دن باقی ہے، تو آپ وہ ایک دن کس طرح گزاریں گے؟ اور کن کاموں میں یہ دن گزاریں گے؟ سوال کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اس سوال کے جواب میں یہ بڑے بڑے محدثین، علماء، بزرگان دین بہترین کاموں کا ذکر کریں گے اور اس دن کو بہترین کاموں میں خرچ کریں گے، اس طرح مجھے بہترین کاموں کا پتہ چل جائے گا اور میں آئندہ اپنی زندگی میں وہ بہترین کام انجام دونگا، اس خیال سے انہوں نے بہت سے بزرگوں سے یہ سوال کیا، اب اس سوال کے جواب میں کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ کہا۔

لیکن وہ شخص جب حضرت عبدالرحمٰن بن ابی نعمؒ کے پاس آیا اور یہ سوال کیا، تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں وہی کام کروں گا، جو روزانہ کرتا ہوں، اس لئے کہ میں نے پہلے دن سے اپنا نظام الاوقات اور اپنے معمولات اس خیال کو سامنے رکھ کر بنایا ہے کہ شاید یہ دن میری زندگی کا آخری دن ہو اور آج مجھے موت آجائے، اس نظام الاوقات کے اندر اتنی گنجائش نہیں

ہے کہ میں کسی اور عمل کا اضافہ کرسکوں، جو عمل روزانہ کرتا ہوں، آخری دن بھی وہی عمل کروں گا، یہ اس حدیث کا مصداق ہے کہ: "مُوْتُوْا قَبْلَ أَنْ تَمُوْتُوْا" انہوں نے موت کا دھیان اور اس کا استحضار کر کے اپنی زندگی کو اس طرح ڈھال لیا، کہ ہر وقت مرنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں، جب (موت) آنا چاہے آجائے۔

اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق:

اسی کے بارے میں حدیث شریف میں فرمایا کہ:

"مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ أَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهُ". (صحیح بخاری: کتاب الرقاق)

جو اللہ تعالیٰ سے ملنا پسند کرتا ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ سے ملنے کا شوق ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کو بھی اس سے ملنے کا شوق ہوتا ہے، ایسے لوگ تو ہر وقت موت کی انتظار میں بیٹھے ہیں اور زبان حال سے یہ کہہ رہے ہیں کہ

غَدًا نَلْقَى الْأَحِبَّةَ   مُحَمَّدًا وَّحِزْبَهٗ

کل اپنے دوستوں سے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے ملاقات ہوگی، اسی موت کے دھیان کے نتیجے میں زندگی شریعت اور اتباع سنت کے اندر ڈھل جاتی ہے اور ہر وقت موت کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، بہرحال تھوڑا سا وقت نکال کر موت کا تصور کیا کرو، کہ موت آنے والی ہے، اس کے لئے میں نے کیا تیاری کی ہے۔

آج ہی اپنا محاسبہ کرلو !

اس حدیث کے دوسرے جملے میں ارشاد فرمایا: "حَاسِبُوْا قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوْا" اپنا حساب کرلیا کرو، قبل اس کے کہ تمہارا حساب کیا جائے، آخرت میں تمہارے ایک ایک عمل کا حساب لیا جائے گا:

﴿ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴾

(سورۃ الزلزال)

یعنی تم نے جو اچھا کام کیا ہوگا، وہ بھی سامنے آجائے گا اور جو برا کام کیا ہوگا، وہ بھی سامنے

آجائے گا، کسی نے خوب کہا ہے۔

تم آج ہوا سمجھو جو روز جزا ہوگا

قیامت کے روز جو حساب لیا جائے گا، تم اس سے پہلے ہی اپنا حساب لینا شروع کردو، یعنی روزانہ رات کو حساب لو، کہ آج جو میرا سارا دن گزرا، اس میں کونسا عمل ایسا ہے، کہ اگر اس عمل کے بارے میں قیامت کے روز مجھ سے پوچھا گیا، کہ تو نے یہ عمل کیوں کیا تھا؟ تو میں اس کا کیا جواب دوں گا، روزانہ اس طرح کرلیا کرو۔

اصلاح نفس کیلئے امام غزالی کا نسخہ اکسیر "مشارطہ" :

امام غزالیؒ نے اصلاح کا ایک عجیب وغریب طریقہ تجویز فرمایا ہے، اگر ہم لوگ اس طریقے پر عمل کرلیں، تو وہ اصلاح کے لئے نسخہ اکسیر ہے، اس سے بہتر کوئی نسخہ ملنا مشکل ہے، فرماتے ہیں کہ روزانہ چند کام کرلیا کرو:

صبح سے شام تک نفس کیساتھ معاہدہ کرلو:

۱)...... مشارطہ کا پہلا کام یہ ہے کہ جب تم صبح کو بیدار ہو، تو اپنے نفس سے ایک معاہدہ کرلیا کرو، کہ آج کے دن میں صبح سے لیکر رات کو سونے تک کوئی گناہ نہیں کروں گا اور میرے ذمے جتنے فرائض وواجبات اور سنتیں ہیں، ان کو بجالاؤں گا اور جو میرے ذمے حقوق اللہ اور حقوق العباد ہیں، ان کو پورے طریقے سے ادا کروں گا، اگر غلطی سے اس معاہدہ کے خلاف کوئی عمل ہوا، تو اے نفس اس عمل پر تجھے سزا دوں گا، یہ معاہدہ ایک کام ہوا، جس کا نام مشارطہ یعنی آپس میں شرط لگانا۔

ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی صاحبؒ امام غزالیؒ کی اس پہلی بات پر تھوڑا اضافہ کرتے ہوئے فرمایا کرتے کہ یہ معاہدہ کرنے کے لئے اللہ تعالی سے کہو، کہ یا اللہ میں نے یہ معاہدہ کرلیا ہے، کہ آج کے دن گناہ نہیں کروں گا اور فرائض وواجبات سب ادا کروں گا، شریعت کے مطابق چلوں گا، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پابندی کروں گا، لیکن یا اللہ آپ کی توفیق کے بغیر میں اس معاہدے پر قائم نہیں رہ سکتا، اس لئے جب میں نے یہ معاہدہ کرلیا ہے، تو

آپ میرے اس معاہدے کی لاج رکھ لیجئے اور مجھے اس معاہدے پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمایئے اور مجھے عہد شکنی سے بچا لیجئے اور مجھے اس معاہدے پر پوری طرح عمل کرنے کی توفیق عطا فرما دیجئے، یہ دعا کرلو۔

پورے دن اپنے ہر عمل اور کام کی نگرانی کرو:

۲)......دعا کرنے کے بعد زندگی کے کاروبار کے لئے نکل جاؤ، اگر ملازمت کرتے ہو، تو ملازمت پر چلے جاؤ، اگر تجارت کرتے ہو، تو تجارت کے لئے نکل جاؤ، اگر دوکان پر بیٹھتے ہو، تو وہاں چلے جاؤ، وہاں جا کر یہ کرو کہ ہر کام شروع کرنے سے پہلے ذرا سوچ لیا کرو کہ یہ کام میرے اس معاہدے کے خلاف تو نہیں ہے، یہ لفظ جو زبان سے نکال رہا ہوں، یہ اس معاہدے کے خلاف تو نہیں ہے؟ اگر خلاف نظر آئے، تو اس سے بچنے کی کوشش کرو، اس کو مراقبہ کہا جاتا ہے، یہ اس معاہدہ کا دوسرا کام ہے۔

سونے سے پہلے اپنا محاسبہ کرلیا کرو :

۳)......تیسرا کام رات کو سونے سے پہلے کیا کرو، وہ ہے محاسبہ، اپنے نفس سے کہو کہ تم نے صبح یہ معاہدہ کیا تھا کہ کوئی گناہ کا کام نہیں کروں گا اور ہر کام شریعت کے مطابق کروں گا، تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کروں گا، اب بتاؤ کہ تم نے کونسا کام اس معاہدے کے مطابق کیا اور کونسا کام اس معاہدے کے خلاف کیا؟ اس طرح اپنے پورے دن کے تمام اعمال کا جائزہ لو، صبح جب میں گھر سے باہر نکلا تھا، تو فلاں آدمی سے کیا بات کہی تھی؟ جب میں ملازمت پر گیا، تو وہاں اپنے فرائض میں نے کس طرح ادا کئے؟ تجارت میں نے کس طرح کی؟ حلال طریقے سے کی یا حرام طریقے سے کی؟ اور جتنے لوگوں سے ملاقات کی، ان کے حقوق کس طرح ادا کئے؟ بیوی بچوں کے حقوق کس طرح ادا کئے؟ ان سب معاملات کا جائزہ لو، اس کا نام محاسبہ ہے۔

اللہ کا شکر کرو یا پھر توبہ کرلو:

اس محاسبہ کے نتیجے میں اگر یہ بات سامنے آئے کہ تم نے صبح جو معاہدہ کیا تھا، اس میں

کامیاب ہو گئے، تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، کہ یا اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے اس معاہدے پر قائم رہنے کی توفیق دی: "اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ"

اس شکر کا نتیجہ وہ ہوا، جس کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ: "لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ" اگر تم نعمت پر شکر ادا کرو گے، تو اللہ تعالیٰ وہ نعمت اور زیادہ دیں گے، لہٰذا جب تم نے اس معاہدے پر قائم رہنے کی نعمت پر شکر ادا کیا، تو آئندہ اس نعمت میں اور اضافہ ہوگا اور اس پر ثواب ملے گا اور اگر محاسبہ کے نتیجے میں یہ بات سامنے آئے کہ فلاں موقع پر اس معاہدے کی خلاف ورزی ہوگئی، فلاں موقع پر یہ بھٹک گیا اور پھسل گیا اور اپنے اس عہد پر قائم نہ رہ سکا، تو اس وقت فوراً توبہ کرو اور یہ کہو کہ یا اللہ میں نے یہ معاہدہ تو کیا تھا، لیکن نفس و شیطان کے جال میں آکر میں اس معاہدے پر قائم نہیں رہ سکا، یا اللہ میں آپ سے معافی مانگتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں، آپ مجھے معاف فرما دیجئے۔

خلاف ورزی کی صورت میں نفس پر سزا جاری کیا کرو :

۴)...... توبہ کرنے کے ساتھ اپنے نفس کو کچھ سزا بھی دو، اور اپنے نفس سے کہو کہ تم نے اس معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے، لہٰذا تمہیں اب آٹھ رکعت نفل پڑھنے ہوں گے، یہ سزا صبح کو معاہدہ کرتے وقت ہی تجویز کرلو، لہٰذا رات کو اپنے نفس سے کہو کہ تم نے اپنی راحت اور آرام کی خاطر اور تھوڑی سی لذت حاصل کرنے کی خاطر مجھے عہد شکنی کے اندر مبتلا کیا، اس لئے اب تمہیں تھوڑی سزا ملنی چاہئے، لہٰذا تمہاری سزا یہ ہے کہ اب سونے سے پہلے آٹھ رکعت نفل ادا کرو، اس کے بعد سونے کے لئے بستر پر جاؤ، اس سے پہلے سونا بند۔

نفس پر سزا کیسی ہونی چاہئے؟

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ایسی سزا مقرر کرو، جس میں نفس پر تھوڑی مشقت بھی ہو، نہ بہت زیادہ ہو، نفس بدک جائے اور نہ اتنی کم ہو، کہ نفس کو اس سے مشقت ہی نہ ہو، جیسے ہندوستان میں جب سر سید مرحوم نے علی گڑھ کالج قائم کیا، اس وقت طلبہ پر یہ لازم کر دیا تھا کہ تمام طلبہ پنج وقتہ نمازیں مسجد میں باجماعت ادا کریں گے اور جو طالب علم نماز سے غیر حاضر ہوگا،

اس کو جرمانہ ادا کرنا پڑے گا اور ایک نماز کا جرمانہ شاید ایک آنہ مقرر کردیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ طلبہ صاحب ثروت تھے، وہ پورے مہینے کی تمام نمازوں کا جرمانہ اکٹھا پہلے ہی جمع کرادیا کرتے تھے، کہ یہ جرمانہ ہم سے وصول کرلو اور نماز کی چھٹی۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اتنا کم اور معمولی جرمانہ بھی نہ ہو، کہ آدمی اکٹھا جمع کرادے اور نہ اتنا زیادہ ہو کہ آدمی بھاگ جائے، بلکہ درمیانہ اور معتدل جرمانہ مقرر کرنا چاہئے، مثلاً آٹھ رکعت نفل پڑھنے کی سزا مقرر کرنا، ایک مناسب سزا ہے۔

اصلاح نفس کے لئے ہمت کی ضرورت ہے:

بہرحال اگر نفس کی اصلاح کرنی ہے، تو تھوڑے بہت ہاتھ پاؤں ہلانے پڑیں گے، کچھ نہ کچھ مشقت برداشت کرنی پڑے گی، کچھ نہ کچھ ہمت تو کرنی ہوگی اور اس کے لئے عزم اور ارادہ کرنا ہوگا، ویسے ہی بیٹھے بیٹھے، تو نفس کی اصلاح نہیں ہوجائے گی، لہذا یہ طے کرلو کہ جب بھی نفس غلط راستے پر جائے گا، تو اس وقت آٹھ رکعت نفل ضرور پڑھوں گا، جب نفس کو پتہ چلے گا کہ یہ آٹھ رکعت پڑھنے کی ایک نئی مصیبت کھڑی ہوگئی، تو آئندہ کل کو وہ نفس تمہیں گناہ سے بچانے کی کوشش کرے گا، تاکہ اس آٹھ رکعت نفل سے جان چھوٹ جائے، اس طرح وہ نفس آہستہ آہستہ ان شاء اللہ سیدھے راستے پر آجائے گا اور پھر تمہیں نہیں بہکائے گا۔

امام غزالی کے نسخہ (مشارطہ) کا خلاصہ:

امام غزالیؒ کی نصیحت کا خلاصہ یہ ہے کہ چار کام کرلو:

۱)...... صبح کے وقت معاہدہ۔ ۲)...... ہر عمل کے وقت مراقبہ۔

۳)...... رات کو سونے سے پہلے محاسبہ۔

۴)...... اگر نفس بہک جائے تو سونے سے پہلے معاقبہ یعنی اس کو سزا دینا۔

نسخہ کی تاثیر کے لئے ضروری شرط:

ایک بات اور یاد رکھنی چاہئے کہ دو چار روز یہ عمل کرنے کے بعد یہ مت سمجھ لینا کہ بس اب

ہم پہنچ گئے اور بزرگ بن گئے، بلکہ یہ عمل تو مسلسل کرنا ہوگا اور اس میں یہ بھی ہوگا کہ کسی دن تم غالب آجاؤ گے اور کسی دن شیطان غالب آجائے گا، لیکن ایسا نہ ہو کہ اس کے غالب آنے سے تم گھبرا جاؤ اور یہ عمل چھوڑ دو، اس لئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت و مصلحت ہے، ان شاء اللہ اس طرح گرتے پڑتے، ایک دن منزل مقصود تک پہنچ جاؤ گے اور اگر یہ عمل کرنے کے بعد پہلے دن ہی منزل مقصود پر پہنچ جاؤ گے، تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دماغ پر یہ خناس سوار ہو جائے گا کہ میں تو جنید اور شبلی بن گیا، اس لئے کبھی اس عمل کے ذریعہ کامیابی ہوگی اور کبھی ناکامی ہوگی، جس دن کامیابی ہو جائے گی، تو اس پر شکر ادا کرو اور جس دن ناکامی ہو جائے، اس دن توبہ واستغفار کرو اور اپنے نفس پر سزا جاری کرو اور اپنے برے فعل پر ندامت اور شکستگی کا اظہار کرو، یہ ندامت اور شکستگی انسان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے۔

حضرت معاویہؓ کے ساتھ شیطان کا مکالمہ:

حضرت تھانویؒ نے حضرت معاویہؓ کا قصہ لکھا ہے کہ آپ روزانہ تہجد کی نماز کے لئے بیدار ہوا کرتے تھے، ایک دن آپ کی آنکھ لگ گئی اور تہجد قضا ہو گئی، سارا دن روتے روتے گزار دیا اور توبہ واستغفار کی، کہ یا اللہ آج میری تہجد کا ناغہ ہو گیا، اگلی رات جب سوئے، تو تہجد کے وقت ایک شخص آیا اور اس نے آپ کو تہجد کے لئے بیدار کیا، آپ نے بیدار ہو کر دیکھا کہ یہ بیدار کرنے والا کوئی اجنبی معلوم ہوتا ہے، آپ نے پوچھا کہ تم کون ہو؟

اس نے کہا کہ میں ابلیس (شیطان) ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ اگر تو ابلیس ہے، تو تہجد کی نماز کے لئے اٹھانے سے تجھے کیا غرض؟

وہ شیطان کہنے لگا، بس اٹھ جائیے اور تہجد پڑھ لیجئے۔

حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ تم تو تہجد سے روکنے والے ہو، تم اٹھانے والے کیسے بن گئے؟

شیطان نے جواب دیا کہ بات دراصل یہ ہے کہ گذشتہ رات میں نے آپ کو تہجد کے وقت سلا دیا اور آپ کی تہجد کا ناغہ کرا دیا، لیکن سارا دن آپ تہجد چھوٹنے پر روتے رہے اور استغفار کرتے رہے، جس کے نتیجے میں آپ کا درجہ اتنا بلند ہو گیا کہ تہجد پڑھنے سے بھی اتنا بلند نہ ہوتا، اس سے اچھا تو یہ تھا کہ آپ تہجد ہی پڑھ لیتے، اس لئے آج میں خود آپ کو تہجد کے لئے اٹھانے

آیا ہوں، تا کہ آپ کا درجہ مزید بلند نہ ہو جائے۔

ندامت اور توبہ واستغفار کے ذریعے درجات کی بلندی:

بہرحال اگر انسان کو اپنی غلطی پر صدق دل سے ندامت ہو اور آئندہ اس کی طرف نہ لوٹنے کا عزم ہو، تو اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس بندے کے درجات بلند فرما کر اس کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتے ہیں، ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی بندہ غلطی کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور معافی مانگتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس بندے سے فرماتے ہیں کہ تجھ سے جو یہ غلطی ہوئی، اس غلطی نے تمہیں ہماری ستاری، ہماری غفاری اور ہماری رحمت کا مورد بنا دیا اور یہ غلطی بھی تمہارے حق میں فائدہ مند بن گئی۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب عید الفطر کا دن آتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اپنی عزت اور جلال کی قسم کھا کر فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ آج یہ لوگ یہاں جمع ہو کر فریضہ ادا کر رہے ہیں اور مجھے پکار رہے ہیں، مجھ سے مغفرت طلب کر رہے ہیں اور اپنے مقاصد مانگ رہے ہیں، میری عزت اور میرے جلال کی قسم میں ضرور آج ان کی دعائیں قبول کروں گا اور ان کی برائیوں کو بھی حسنات اور نیکیوں میں تبدیل کر دوں گا، اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ گناہ اور یہ برائیاں کس طرح نیکیوں میں تبدیل ہو جائیں گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب انسان سے غفلت اور نادانی سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا اور اس کے بعد وہ ندامت اور افسوس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے کہ یا اللہ غفلت اور نادانی سے یہ گناہ ہو گیا، معاف فرما دیجئے، تو اللہ تعالیٰ اس کی ندامت کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ گناہ معاف فرما دیتے ہیں، بلکہ اس کی بدولت اس کے درجات بھی بلند فرما دیتے ہیں اور اس طرح وہ گناہ بھی درجات کی بلندی کا سبب بن جاتا ہے اور اس کے حق میں خیر بن جاتا ہے، قرآن کریم میں فرمایا:

﴿ فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ﴾. (الفرقان : ۷۰)

یعنی اللہ تعالیٰ ان کی سیئات کو حسنات میں تبدیل فرما دیتے ہیں۔

ایسی تیسی مرے گناہوں کی :

ہمارے ایک بزرگ گزرے ہیں، حضرت بابا نجم احسن صاحبؒ حضرت تھانویؒ کے مجاز

صحبت تھے، بہت اونچے مقام کے بزرگ تھے، وہ شعر بھی کہا کرتے تھے، ان کا ایک شعر مجھے بہت پسند ہے اور بار بار یاد آتا ہے، وہ یہ کہ ؎

دولتیں مل گئیں ہیں آہوں کی ...... ایسی تیسی مرے گناہوں کی

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں گناہوں پر ندامت اور عجز و نیاز اور آہ و بکا عطا فرمادی اور ہم دعا بھی کررہے ہیں، کہ یا اللہ میرے اس گناہ کو معاف فرمادیجئے، مجھ سے غلطی ہوگئی، تو اب گناہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے، یہ گناہ بھی اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے اور اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز حکمت سے خالی پیدا نہیں کی، لہذا گناہ کے پیدا کرنے میں بھی حکمت اور مصلحت ہے، وہ یہ کہ گناہ ہونے کے بعد جب توبہ کروگے اور ندامت کے ساتھ آہ و بکا کروگے اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم کروگے، تو اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ تمہیں کہاں سے کہاں پہنچادیں گے۔

نفس اور شیطان سے دائمی دشمنی اور لڑائی:

لہذا جب رات کو پورے دن کا محاسبہ کرتے وقت پتہ چلے کہ آج گناہ سرزد ہوگئے ہیں، تو اب توبہ واستغفار کرو اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو اور مایوس مت ہوجاؤ، اس لئے کہ یہ زندگی ایک جہاد اور لڑائی ہے، جس میں مرتے دم تک نفس اور شیطان سے لڑائی اور مقابلہ کرنا ہے اور مقابلے کے اندر یہ تو ہوتا ہے کہ کبھی تم نے گرادیا، کبھی دوسرے نے گرادیا، لہذا شیطان تمہیں گرادے، تو اس وقت ہمت ہار کر پڑے مت رہنا، بلکہ نئے عزم اور ولولے کے ساتھ کھڑے ہوجاؤ اور پھر شیطان کے مقابلے کے لئے تیار ہوجاؤ اور یہ تمہارے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر تم ہمت نہیں ہاروگے، بلکہ دوبارہ مقابلے کے لئے کھڑے ہوجاؤگے اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے رہو، تو انشاء اللہ بالآخر فتح تمہاری ہوگی، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے:

﴿ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾. (سورة القصص: ۸۳)

انجام متقیوں کے ہاتھ میں ہے فتح تمہاری ہوگی۔

کوشش کرکے قدم بڑھاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں تھام لیں گے:

ایک اور جگہ پر ارشاد فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ (سورة العنكبوت: ٦٩)

جن لوگوں نے ہمارے راستے میں جہاد کیا، یعنی تم نے نفس و شیطان کے ساتھ اس طرح لڑائی کی کہ وہ شیطان تمہیں غلط راستے پر لے جارہا ہے اور تم اس سے مقابلہ کر رہے ہو اور کوشش کر کے غلط راستے سے بچ رہے ہو، تو پھر ہمارا وعدہ ہے کہ ہم ضرور بالضرور مقابلہ کرنے اور کوشش کرنے والوں کو اپنے راستے کی ہدایت دیں گے، حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ میں اس آیت کا ترجمہ یہ کرتا ہوں کہ جو لوگ ہمارے راستے میں کوشش کرتے ہیں، تو ہم ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے راستے پر لے چلتے ہیں، پھر ایک مثال کے ذریعہ اس آیت کو سمجھاتے ہوئے فرماتے تھے کہ جب بچہ چلنے کے قابل ہو جاتا ہے، تو اس وقت ماں باپ کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ بچہ چلے، چنانچہ اس کو چلنا سکھاتے ہیں اور اس کو تھوڑی دور کھڑا کر دیتے ہیں اور پھر اس بچے کو اپنے پاس بلاتے ہیں کہ بیٹا ہمارے پاس آؤ، اگر بچہ وہیں کھڑا رہے اور قدم آگے نہ بڑھائے، تو ماں باپ بھی دور کھڑے رہیں گے اور اس کو گود میں نہیں اٹھائیں گے، لیکن اگر بچے نے ایک قدم بڑھایا اور دوسرے قدم پر وہ گرنے لگا، تو اب ماں باپ اس کو گرنے نہیں دیتے، بلکہ آگے بڑھ کر اس کو تھام لیتے ہیں اور گود میں اٹھا لیتے ہیں، اس لئے کہ بچے نے قدم بڑھا کر، اپنی طرف سے کوشش کر لی، اسی طرح جب انسان اللہ تعالیٰ کے راستے میں چلتا ہے، تو کیا اللہ تعالیٰ اس کو بے یار و مددگار چھوڑ دیں گے اور اس کو نہیں تھامیں گے؟ ایسا نہیں کریں گے، بلکہ اس آیت میں وعدہ ہے کہ جب تم چلنے کی کوشش کرو گے، تو ہم آگے بڑھ کر تمہیں گود میں اٹھا کر لے جائیں گے، اس لئے آگے قدم بڑھاؤ، ہمت کرو کوشش کرو، مایوس ہو کر مت بیٹھو۔

سوئے مایوسی مرو امیدھا است ...... سوئے تاریکی مرو خورشیدھا است

ان کے دربار میں مایوسی اور تاریکی کا گزر نہیں ہے، لہٰذا نفس و شیطان سے مقابلہ کرتے رہو، اگر غلطی ہو جائے، تو پھر امید کا دامن مت چھوڑو، مایوس مت ہو جاؤ، بلکہ کوشش جاری رکھو، انشاء اللہ تم ایک دن ضرور کامیاب ہو جاؤ گے، خلاصہ یہ ہے کہ تم اپنے حصے کا کام کر لو، اللہ تعالیٰ اپنے حصے کا کام ضرور کریں گے، یاد رکھو تمہارے حصے میں جو کام ہیں، اس میں نقص اور کمی ہو سکتی ہے، اللہ تعالیٰ کے حصے کے کام میں نقص اور کمی نہیں ہو سکتی، لہٰذا جب تم قدم بڑھاؤ گے، تو تمہارے لئے راستے کھلیں گے، انشاء اللہ، اسی کی طرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں

اشارہ فرمایا: " مُوتُوْا قَبْلَ أَنْ تَمُوْتُوْا وَحَاسِبُوْا قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوْا "

یعنی مرنے سے پہلے مرو اور آخرت کے حساب سے پہلے اپنا محاسبہ کرلو

یہ سوچو کہ دربار خداوندی میں جواب کیا دو گے ؟

ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ محاسبہ کا ایک طریقہ یہ ہے کہ یہ تصور کرو، کہ آج تم میدان حشر کے اندر کھڑے ہو اور تمہارا حساب وکتاب ہو رہا ہے، نامہ اعمال پیش ہو رہے ہیں، تمہارے نامہ اعمال کے اندر جو تمہارے برے اعمال درج ہیں، وہ سب سامنے آرہے ہیں اور اللہ تعالیٰ تم سے سوال کر رہے ہیں کہ تم نے یہ برے اعمال اور گناہ کیوں کئے تھے؟ کیا اس وقت تم اللہ تعالیٰ کو وہی جواب دو گے، جو آج تم مولویوں کو دیتے ہو؟

آج جب تم سے کوئی مولوی یا مصلح یہ کہتا ہے کہ فلاں کام مت کرو، نگاہ کی حفاظت کرو، سود سے بچو، غیبت اور جھوٹ سے بچو، ٹی وی کے اندر جو فحاشی اور عریانی کے پروگرام آرہے ہیں، ان کو مت دیکھو، شادی بیاہ کی تقریبات میں بے پردگی سے بچو، تو ان باتوں کے جواب میں تم مولوی صاحب کو یہ کہہ دیتے ہو کہ ہم کیا کریں، زمانہ ہی ایسا خراب ہے، ساری دنیا ترقی کر رہی ہے، چاند پر پہنچ گئی ہے، کیا ہم ان سے پیچھے رہ جائیں اور دنیا سے کٹ کر بیٹھ جائیں اور آج کے اس معاشرے میں یہ سب کام کئے بغیر آدمی کا گزارہ نہیں ہے، یہ وہ جواب ہے جو آج تم مولویوں کے سامنے دیتے ہو، کیا اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی یہی جواب دو گے؟ کیا یہ جواب وہاں اللہ تعالیٰ کے سامنے کافی ہوگا؟ ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر سوچ کر بتاؤ؟ اگر یہ جواب وہاں نہیں چلے گا، تو پھر آج دنیا میں بھی یہ جواب کافی نہیں ہوسکتا؟

بہانے مت بناؤ اللہ سے ہمت مانگو:

اور اگر تم اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ جواب دو گے کہ یا اللہ ماحول اور معاشرے کی وجہ سے میں گناہ کرنے پر مجبور تھا، تو اللہ تعالیٰ یہ سوال کریں گے کہ اچھا یہ بتاؤ کہ تم مجبور تھے یا میں مجبور تھا؟

تم یہ جواب دو گے کہ یا اللہ میں ہی مجبور تھا، آپ مجبور نہیں تھے۔

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جب میں مجبور نہیں تھا، تو تم نے مجھ سے اپنی اس مجبوری کو دور کرنے کی دعا کیوں نہیں کی؟ اور کیا میں تمہاری اس مجبوری کو دور کرنے پر قادر نہیں تھا؟ اگر میں قادر تھا،

تو مجھ سے مانگتے اور کہتے کہ یا اللہ یہ مجبوری پیش آگئی ہے، یا تو آپ اس مجبوری کو دور فرما دیجئے، یا پھر مجھ سے مواخذہ مت کیجئے گا اور مجھے اس پر سزا مت دیجئے گا۔

بتایئے ! اب کیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کے اس سوال کا جواب ہے؟ اگر جواب نہیں ہے، تو پھر آج زندگی کے اندر ایک کام کرلو، وہ یہ کہ جن کاموں کے کرنے پر تم اپنے آپ کو مجبور پا رہے ہو، خواہ واقعتاً مجبور ہو، یا معاشرے کی وجہ سے مجبور ہو، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے روزانہ دعا کرلو کہ یا اللہ یہ مجبوری پیش آگئی ہے، اس کی وجہ سے میرے اندر اس سے بچنے کی ہمت نہیں ہو رہی ہے، آپ قادر مطلق ہیں، اس مجبوری کو بھی دور کر سکتے ہیں اور اس بے ہمتی کو بھی دور کر سکتے ہیں، اس مجبوری کو دور کر دیجئے اور اس گناہ سے بچنے کی ہمت اور حوصلہ عطا فرما دیجئے۔

اللہ کی نوازشوں میں تو کوئی کمی نہیں:

بہرحال اللہ تعالیٰ سے مانگو، یہ تجربہ ہے کہ جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح مانگتا ہے، تو اللہ تعالیٰ ضرور عطا فرما دیتے ہیں، اگر کوئی مانگے ہی نہیں، تو اس کا کوئی علاج نہیں، ہمارے حضرت (ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی) یہ شعر پڑھا کرتے تھے کہ

کوئی حسن شناسِ ادا نہ ہو کیا علاج ...... ان کی نوازشوں میں تو کوئی کمی نہیں

لہٰذا مانگنے والا ہی نہ ہو، تو اس کا کوئی علاج نہیں، ان کا دامن رحمت کھلا ہے۔

بہرحال ..... آج ہم نے صبح و شام چار کام کرنے کا جو نسخہ پڑھا ہے، اگر ہم اس پر کاربند (پابند) ہو جائیں، تو انشاء اللہ اس حدیث پر عمل کرنے والے بن جائیں گے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی مغفرت فرمائے اور ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

(۳)

اپنی موت کو یاد رکھئے

مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم العالی
خلیفہ مجاز مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالی
نائب مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

اپنی موت کو یاد رکھئے

الحمدلله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به و نتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات أعمالنا من يهده الله فلامضل له ومن يضلله فلا هادى له ونشهد أن لا اله الا الله وحده لاشريك له ونشهد أن سيدنا وسندنا ومولانا محمدا عبده رسوله صلى الله تعالى عليه وعلى آله واصحابه وبارك وسلم تسليما كثيرا كثيرا امابعد فاعوذبالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم ولقد آتينا لقمن الحكمة أن اشكر لله ومن يشكر فانما يشكر لنفسه ومن كفر فان الله غنى حميد .صدق الله العظيم .

یہ سورہ لقمان کی آیت ہے، اس سورہ میں اللہ تعالی نے اپنے نیک اور مقبول بندے حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحتیں بیان فرمائی ہیں، مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلوی صاحبؒ نے حضرت لقمان علیہ السلام کا ایک قول نقل کیا ہے، وہ قول یہ ہے کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے چار ہزار پیغمبروں کی خدمت اور صحبت میں رہ کر جو کچھ ان سے سنا اور جو ان کی تعلیمات حاصل کیں، ان کا خلاصہ یہ آٹھ نصیحتیں ہیں:

۱)...... پہلی نصیحت یہ ہے کہ جب تم نماز میں ہو، تو اپنے دل کی حفاظت کرو۔

۲)...... دوسری نصیحت یہ ہے کہ جب تم دسترخوان پر بیٹھو، تو اپنے حلق کی حفاظت کرو۔

۳)...... تیسری نصیحت یہ ہے کہ جب تم لوگوں کے درمیان بیٹھو، تو اپنی زبان کی حفاظت کرو۔

۴)...... چوتھی نصیحت یہ ہے کہ جب تم کسی کے گھر جاؤ، تو اپنی نظر کی حفاظت کرو۔

۵)...... پانچویں نصیحت یہ ہے کہ ہمیشہ موت کو یاد رکھو۔

۶)...... چھٹی نصیحت یہ ہے کہ ہمیشہ اللہ کو یاد رکھو۔

۷)...... ساتویں نصیحت یہ ہے کہ ہمیشہ احسان کر کے بھول جاؤ۔

۸)...... آٹھویں نصیحت یہ ہے کہ دوسروں کی بدسلوکی بھول جاؤ۔

موت یاد رکھنے کی چیز ہے:

حضرت لقمان حکیم نے فرمایا کہ دو باتوں کو ہمیشہ یاد رکھو اور دو باتوں کو ہمیشہ کے لئے بھول

جاؤ، جن دو باتوں کو ہمیشہ یاد رکھو، ان میں سے ایک موت ہے اور دوسری اللہ تعالیٰ کی یاد، لہٰذا موت ہر وقت یاد رکھنی کی چیز ہے، اس کو بھولنا نہیں چاہئے، وجہ یہ ہے کہ عام طور پر انسان اس دنیا میں آ کر آخرت کو بھول جاتا ہے اور دنیا کی محبت اس کے دل میں اتر جاتی ہے اور دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے، اس لئے کہ دنیا کی محبت سے غفلت پیدا ہوتی ہے اور غفلت میں انسان ہر قسم کے گناہ کر لیتا ہے، اب جس درجے کی غفلت ہوگی، اسی درجے کے گناہ اس سے صادر ہوں گے اور جیسے جیسے غفلت بڑھتی چلی جاتی ہے، ویسے ویسے انسان آخرت سے دور، دین سے دور، اللہ سے دور اور شیطان سے قریب اور گناہوں کے اندر مبتلا ہوتا چلا جاتا ہے، اس غفلت کو دور کرنے والی اور دنیا کی محبت دل سے نکالنے والی چیز موت ہے، جس کے دل میں جتنا اپنی موت کا استحضار ہوگا، اتنی ہی اس کے دل میں دنیا کی محبت کم ہوگی اور اتنے ہی اس سے گناہ کم ہوں گے اور اس کے نتیجے میں وہ کامیاب ہوتا چلا جائے گا۔

موت دنیا کی لذتوں کو ختم کرنے والی ہے:

اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے ارشادات میں موت کو یاد کرنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے، چنانچہ مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **أَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ اَلْمَوْتِ** ۔ (ترمذی۔ باب صفۃ القیامۃ)

یعنی تم لذتوں کو توڑنے اور ختم کرنے والی چیز موت کو کثرت سے یاد کرو، موت کو کثرت سے یاد کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دنیا کی نعمتیں اور لذتیں جن کے استعمال کرنے سے انسان کا دل غافل ہو جاتا ہے، موت کے تذکرے سے یہ غفلت ختم ہو جائے گی اور یہ لذتیں جائز حد تک رہ جائیں گی، بلکہ ایک اور حدیث میں ان الفاظ کے بعد ایک جملہ کا اور اضافہ ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر تم مال کی فراوانی کے وقت میں موت کا تذکرہ کرو گے، تو باوجود مال زیادہ ہونے کے، وہ مال تمہارے لئے کم ہو جائے گا اور اگر مال کی کمی کی حالت میں موت کو یاد کرو گے، تو باوجود کم ہونے کے وہ مال تمہارے لئے زیادہ ہو جائے گا، یعنی مال تو بہت ہوگا، لیکن دل میں نہیں ہوگا اور اگر مال دل کے اندر نہ ہو، بلکہ باہر ہو تو پھر روئے زمین کے برابر یوں نہ ہو، وہ بھی کوئی نقصان نہیں کرے گا اور خدانخواستہ اگر مال دل کے اندر ہے اور اس کی محبت دل کے

اندر ہے، تو مال وبال ہے، اللہ تعالیٰ بچائے، تو موت کی یاد ایسی ہے کہ اگر بادشاہ کو بھی نصیب ہو جائے، تو اس کی سلطنت بھی اس کا بھی کچھ نہیں بگاڑے گی، اگر کسی کے پاس مال کم ہو اور اس حالت میں وہ موت کا مراقبہ کرے، موت کو یاد کرے، تو وہ مال اس کے حق میں بہت بن جائے گا۔ اس لئے کہ جب وہ یہ سوچے گا کہ مرنے کے بعد میرا کیا انجام ہونے والا ہے؟ اور وہاں جا کر مجھے اس مال کا بھی حساب دینا ہے، تو وہ قناعت اختیار کرے گا اور جو تھوڑا مال ہے، اسی کو بہت سمجھے گا کہ بس اسی کا حساب ٹھیک ٹھیک ہو جائے، تو غنیمت ہے اور وہ یہ سوچے گا کہ لوگ جب آخرت میں پہنچیں گے، تو جن لوگوں کے پاس مال نہیں ہوگا اور وہ فقیر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہوں گے، تو وہ نافرمان مالداروں کے مقابلے میں پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے اور مالدار اپنے حساب کتاب میں لگے ہوئے ہوں گے، لہٰذا کم مال والا غریب آدمی جب موت کو یاد کرے گا، تو وہ مال اس کے حق میں کافی ہو جائے گا۔

موت کو یاد رکھنے کے طریقے:

بہر حال یہ موت ایسی چیز ہے، جو دل سے دنیا کی محبت کو کھینچتی ہے، اس سے دنیا کی محبت نکلتی ہے، اس سے بڑا فائدہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ بہر حال موت کی یاد بہت کام کی چیز ہے، اس لئے ہر انسان اپنی موت کو یاد رکھے، اس کا تذکرہ کرتا رہے اور اس کو سوچتا رہے، پھر اس موت کو یاد رکھنے کے بہت سے طریقے ہیں۔

موت کو یاد رکھنے کا پہلا طریقہ : قبرستان جانا

پہلا طریقہ یہ ہے کہ انسان قبرستان جایا کرے، قبرستان جانے سے انسان کو موت بھی یاد آتی ہے اور انسان کے دل سے غفلت بھی دور ہوتی ہے، دنیا کی محبت نکلتی ہے اور آخرت کی فکر پیدا ہوتی ہے، وہاں جانے سے ہر قبر انسان کو یہ درس عبرت دیتی ہے کہ دیکھ ہمارے اندر جو لوگ لیٹے ہوئے ہیں، وہ تمہاری طرح ایک دن دنیا میں چلا پھرا کرتے تھے، کاروبار کرتے تھے، وہ بھی شادی بیاہ والے تھے، ان کی بھی اولاد تھی، ان کے بھی ماں باپ تھے، ان کے بھی دوست احباب تھے، لیکن آج بے یار و مددگار، تن تنہا اپنی اپنی قبروں میں لیٹے ہوئے ہیں اور نہ جانے

کس حال میں ہیں؟

قبرستان جانے کا طریقہ اور ادب:

قبرستان جانے کا طریقہ اور ادب بھی یہی ہے کہ جو شخص قبرستان جائے، اس کو چاہئے کہ وہ خاص طور پر قبروں کی زیارت کے لئے اور دنیا کی محبت دل سے نکالنے کے لئے اور موت کی یاد تازہ کرنے کی نیت سے جائے، یا کسی جنازے کے ساتھ جائے، تو اب وہاں جا کر بلاضرورت دنیا کی باتیں کرنے میں نہ لگ جائے، بلکہ وہاں جا کر اپنے مرنے کو سوچے اور اسی جنازے کو سوچے، جو ہمارے کندھوں پر ہے اور جس کو ہم قبر میں اتار رہے ہیں، کہ کل تک یہ زندہ تھا اور آج ہم اس کو قبر میں اتارنے کے لئے لے جا رہے ہیں، اب اس کو قبر میں دفنا کر واپس چلے جائیں گے، اسی طرح ایک دن مجھے بھی قبرستان لایا جائے گا اور اسی طرح قبر میں اتارا جائے گا اور مجھے دفنا کر لوگ چلے جائیں گے، اس وقت میرا نہ جانے کیا حال ہوگا؟ اس وقت قبرستان میں سینکڑوں مسلمان مدفون ہیں، اپنی اپنی قبروں میں ہیں، ان کا کچھ پتہ نہیں کہ کیا حال ہے؟ ایک دن مجھے بھی اس دنیا کو چھوڑ کر قبر میں آنا ہے۔

اک دن مرنا ہے آخر موت ہے..... کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

موت کو یاد رکھنے کا دوسرا طریقہ: اپنی موت کو سوچنا

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ چوبیس گھنٹے میں سے دس منٹ نکالیں، صبح کے وقت یا رات کو سونے سے پہلے، پھر اس وقت اپنے ذہن کو تمام خیالات سے خالی کر کے اور اپنے آپ کو تمام مصروفیات سے فارغ کر کے اپنے مرنے کو سوچیں، مثلاً پہلے اپنے بیمار ہونے کو سوچیں، پھر اپنی جان نکلنے کو سوچیں، پھر یہ سوچیں کہ اب مجھے غسل دیا جا رہا ہے اور کفن پہنایا جا رہا ہے اور گہوارے میں ڈال کر نماز جنازہ کے لئے لے جایا جا رہا ہے، اب میری نماز ہو رہی ہے، اب لوگ مجھے اٹھا کر قبرستان لیجا رہے ہیں، اب مجھے قبر میں اتارا جا رہا ہے، اب سلیپ رکھی جا رہی ہے اور گارے سے سلیپ بند کئے جا رہے ہیں اور مٹی ڈالی جا رہی ہے اور لوگوں کی باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی ہیں، اب سورہ بقرہ کا اول و آخر میری قبر پر پڑھا جا رہا ہے، اب لوگ واپس

جارہے ہیں اور میں اکیلا قبر میں پڑا ہوا ہوں، فرشتے آ کر مجھ سے سوال وجواب کررہے ہیں اور مجھ سے جواب نہیں دیا جارہا، قبر میں تنگی ہے، اندھیرا ہے، سانپ اور بچھو چاروں طرف سے نکل کر میرے جسم سے لپٹ رہے ہیں اور مجھے عذاب ہورہا ہے، بس یہ سوچیں۔

اس سوچنے میں بڑی عجیب وغریب تاثیر ہے، وہ تاثیر یہ ہے کہ اس کے ذریعہ دل سے دنیا کی محبت نکل جائے گی، ہمارے دل میں دنیا کے بارے میں جو بڑے بڑے منصوبے ہیں اور ایک ختم نہ ہونے والا سلسلہ ہمارے ذہن میں موجود ہے، تمناؤں اور خواہشات کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے، اس سوچ سے یہ سب لہریں ختم ہوجائیں گی، خواہشات کی موجیں ٹھنڈی پڑ جائیں گی اور یہ سب منصوبے سرد پڑ جائیں گے اور آخرت کے منصوبے اس کے ذہن میں آنے لگیں گے، آخرت کی تمنائیں اور آرزئیں اس کے دل میں پیدا ہونے لگیں گی اور وہاں کے اجروثواب کی قدروقیمت اس کے دل میں آنے لگے گی، اب اس کا دل یہ سوچنے لگے گا کہ میں یہ نیک کام کرلوں، فلاں گناہ سے بچوں اور فلاں گناہ سے توبہ کرلوں، یہ ہے اس کا عظیم فائدہ اور تاثیر۔

لہذا صرف دس منٹ نکال کر اپنی موت کو سوچا کریں، ان شاء اللہ یہ دس منٹ ہمارے چوبیس گھنٹے کے لئے چابی کا کام کریں گے، اس کے ذریعہ ہمارے دل میں چابی بھر جائے گی، پھر جہاں بھی جائیں گے، ان شاء اللہ یہ موت ہمیں یاد رہے گی، شروع میں تو اس کا زیادہ فائدہ محسوس نہیں ہوگا، لیکن جب مسلسل ہم موت کا مراقبہ کریں گے، تو ایک وقت ایسا آئے گا کہ ہم چاہے بازار میں ہوں، یا دکان میں ہوں، یا گھر میں ہوں، مگر موت ہمیں یاد رہے گی اور جتنی موت کی یاد رہے گی، اتنا ہی گناہ سے بچنا آسان ہوگا، فوراً موت آ کر کہے گی کہ تمہیں مرنا ہے، قبر میں تمہیں یہ عذاب ہوگا، ایسا کام نہ کرو کہ کل اس کا بدلہ دینا پڑے، بس جس شخص کے اندر یہ فکر پیدا ہوگئی کہ کل مجھے مرنا ہے اور مر کر جواب دینا ہے، بس وہ سب سے بڑا عقلمند ہے، وہی سب سے بڑا ہوشیار اور سمجھدار ہے۔

سب سے زیادہ عقلمند کون ؟

ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ سرکار دوعالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی

نے پوچھا کہ سب سے زیادہ عقلمند اور ہوشیار کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جو موت کو یاد کرے اور موت کے بعد کی تیاری کرے، وہ سب سے زیادہ ہوشیار اور عقلمند ہے، یہی لوگ ہیں جو دنیا کی نیک بختیاں لیں گے اور آخرت کی بزرگی اور شرافت انہوں نے پائی ہے۔ لہٰذا موت کو یاد کرنے میں دنیا کی بھی کامیابی ہے، مرنے کے بعد کی کامیابی بھی اسی میں پوشیدہ ہے، اس لئے انسان موت کو جتنا یاد کرے گا، اتنا ہی اس کو حساب کتاب کا دھڑکا لگا رہے گا، اس کو یہ فکر رہے گی کہ کہ جو کچھ کرنا ہے سوچ سمجھ کر کرنا ہے، مجھے کل اپنی قبر میں جانا ہے، میں کسی کی خاطر اپنی قبر کیوں خراب کروں؟ زبان سے کچھ بولے گا تو سوچ سمجھ کر بولے گا، ہاتھ پیر چلائے گا، تو احتیاط سے چلائے گا، بات کرے گا تو احتیاط سے بات کرے گا، لین دین کرے گا، تو احتیاط سے کرے گا اور اس طرح خود بخود اس کے تمام معاملات میں درستی، تہذیب اور شائستگی آجائے گی۔

اللہ سے شرم کیجئے :

ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت پیاری بات ارشاد فرمائی ہے، جو یاد رکھنے کی بات ہے، ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے جس طرح حیاء کرنے کا حق ہے، تم اس طرح اللہ تعالیٰ سے حیاء کرو، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حیاء کرتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ تم لوگ جو حیاء کرتے ہو، وہ یہاں مراد نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ سے حیاء کرنے کا جو حق ہے، اس سے مراد کچھ اور ہے اور وہ یہ ہے کہ تمہارا سر اور جو کچھ تمہارے سر میں ہے، اس کی حفاظت کرو اور جو کچھ تمہارے پیٹ میں ہے اور اس کے ساتھ جو اعضاء ہیں ان کی حفاظت کرو اور تم اپنی موت کو اور موت کے بعد ریزہ ریزہ ہو جانے اور اپنی ہڈیوں کے بوسیدہ ہو جانے کو یاد کرو، جب تم یہ کام کرنے لگو گے، تو اللہ تعالیٰ سے حیاء کرنے کا جو حق ہے، وہ ادا ہو جائے گا۔

سر کی حفاظت کا کیا مطلب ؟

اس حدیث میں جو فرمایا کہ اپنے سر کی اور جو کچھ سر میں ہے، اس کی حفاظت کرو، تو سر کی

حفاظت کے دو مطلب ہیں: ایک یہ کہ اپنے سر کو اللہ تعالی کے علاوہ دوسرے کے سامنے مت جھکاؤ دوسرے یہ کہ اپنے سر کو تکبر کی وجہ سے اتنا اونچا نہ کرو، جو متکبر ہوتا ہے، وہ اکڑ کر چلتا ہے، گردن کو ذرا اونچی کر کے چلتا ہے، ٹوپی بھی بہت اونچی پہنتا ہے، تا کہ وہ لوگوں میں بڑا معلوم ہو، اس لئے فرمایا کہ تکبر کی وجہ سے اپنے سر کو اونچا مت کرو اور اللہ تعالی کے علاوہ کسی کے سامنے مت جھکاؤ، اس سر کو صرف اللہ تعالی کے سامنے عاجزی کے ساتھ جھکانا چاہئے، جب چلیں تو عاجزی کے ساتھ سر جھکا کر چلیں، بیٹھیں تو عاجزی سے بیٹھیں۔

سر کی چار چیزوں کی حفاظت:

سر میں جو چیزیں جمع ہیں، وہ کل چار ہیں، تین ظاہر ہیں اور ایک اندر ہے، ایک کان، دوسرے آنکھ، تیسرے زبان اور جو اندر وہ دماغ ہے، مطلب یہ ہے کہ زبان سے کوئی گناہ کی بات نہ کرو، جھوٹ نہ بولو، غیبت نہ کرو، کسی پر الزام نہ لگاؤ، فضول باتیں نہ کرو، گانے نہ گاؤ، کسی پر تہمت نہ لگاؤ، جھوٹی گواہی مت دو، کسی کو دھوکہ مت دو، زبان کو زبان کے گناہ سے بچاؤ اور آنکھ کو آنکھ کے گناہوں سے بچاؤ، مثلا بدنگاہی اور بدنظری مت کرو، ایسی جگہ مت دیکھو، جس کا دیکھنا ممنوع ہے، کان کو گناہ کی باتیں سننے سے بچاؤ، کانوں سے گانا نہ سنو، غیبت نہ سنو، کسی کی برائی نہ سنو۔

دماغ کی حفاظت:

اسی طرح انسان کا دماغ بھی بہت سے گناہ سوچتا رہتا ہے، جتنے خیالات اور تصورات آتے ہیں، وہ سب دماغ کے اندر آتے ہیں اور دماغ اندر ہی اندر ان کا منصوبہ بناتا ہے، تمہارے دماغ میں جتنے ناجائز منصوبے اور غلط خیالات آتے ہیں، اپنے دماغ سے ان کو نکال دو، ان خیالات کو اپنے دماغ میں مت ٹھہراؤ، ایک طرف سے یہ خیالات آئیں، تو دوسری طرف سے ان کو نکال دو، اس لئے کہ نفس وشیطان یہ برے برے خیالات دماغ میں ڈالتے ہیں، لیکن وہ صرف ڈالتے ہیں، وہ خیالات ہوا کے جھونکوں کی طرح آتے ہیں اور جاتے ہیں۔

اگر کسی نے ان خیالات کو دماغ میں ٹھہرا لیا، تو پھر گناہوں میں مبتلا ہوتا چلا جائے گا، اس لئے کہ اگر وہ خیال دل میں ٹھہر گیا، تو وہ کچھ کر دا کر جائے گا اور اگر خیال آیا اور چلا گیا، تو پھر اس

خیال کے نتیجے میں عمل کچھ نہیں ہوگا، لہذا جیسے ہی گناہوں اور برائیوں کے خیالات دل میں آئیں، تو فوراً ان کو رخصت کردو، ان خیالات کے آنے سے کوئی گناہ نہیں ہوتا، البتہ ان کے تقاضوں پر عمل کرنے سے گناہ ہوتا ہے، لہذا دماغ کو بھی گناہوں سے بچاؤ، آنکھوں کو بھی گناہ سے بچاؤ، کانوں کو بھی گناہوں سے بچاؤ اور زبان کو بھی گناہ سے بچاؤ، یہ سر کی حفاظت ہے۔

پیٹ کی حفاظت کا کیا مطلب؟

یہ جو فرمایا کہ پیٹ کی حفاظت کرو، تو اس کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ حرام سے اپنے پیٹ کو بچاؤ اور مشتبہ چیزوں سے اپنے آپ کو بچاؤ اور پھر پیٹ کے ساتھ اور بھی بہت سے اعضاء ہیں، یہ دونوں ہاتھ بھی پیٹ کے ساتھ ہیں، یہ دونوں پاؤں بھی پیٹ کے ساتھ ہیں، انسان کا ستر اور شرمگاہ بھی پیٹ کے ساتھ ہیں۔ لہذا اپنے ہاتھ کو بھی گناہوں سے بچاؤ، پیر کو بھی گناہوں سے بچاؤ اور اپنے ستر اور شرمگاہ کو بھی گناہوں سے بچاؤ، اس طرح پیٹ اور اس کے ساتھ جو اعضاء ہیں، ان کی حفاظت ہو جائے گی۔

سر اور پیٹ کو گناہوں سے بچانے کا طریقہ:

تیسری بات جو اس حدیث میں بیان فرمائی، وہ ان دونوں کو گناہ سے بچانے کا طریقہ ہے وہ یہ کہ اپنی موت کو یاد کرو اور مرنے کے بعد اپنے جسم کے مٹی ہو جانے اور ہڈیوں کے بوسیدہ ہو جانے کو یاد کرو اور جو شخص جتنا اپنی موت کو یاد کرے گا اور اپنے جسم کے ریزہ ریزہ ہو جانے کو یاد کرے گا، اس کے لئے سر کی حفاظت آسان ہو جائے گی اور پیٹ کی حفاظت بھی آسان ہو جائے گی۔

غفلت کے مرض سے بچیں:

بہرحال یہ موت کا تذکرہ بڑی کارآمد چیز ہے، اس وقت ہمارا سب سے بڑا مرض اللہ تعالی کی نافرمانی ہے، جو بڑے پیمانے پر ہو رہی ہے اور اسکی وجہ ہماری غفلت ہے اور اس غفلت کی وجہ دنیا کی محبت ہے اور دنیا کی محبت کی جڑ موت کی یاد سے کٹتی ہے، اس لئے موت کا جتنا تذکرہ

ہوگا، اتنی ہی ہماری غفلت دور ہوگی اور جتنی غفلت دور ہوگی، اتنی ہی اطاعت کے جذبات ابھریں گے۔

مراقبہ موت کے چند اشعار:

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ نے ایک مراقبہ اردو میں لکھا ہے، اس کا نام ہے مراقبہ موت، یہ مراقبہ موت بہت آسان اشعار کے اندر لکھا گیا ہے، اگر کوئی اس کو پڑھ لے، تو وہ بھی موت کی یاد دلانے کے لئے نہایت کافی وشافی ہے، اس کے ایک دو شعر مجھے یاد آ رہے ہیں، وہ آپ کو سنا دیتا ہوں۔

تجھے پہلے بچپن نے برسوں کھلایا......جوانی نے پھر تجھ کو مجنوں بنایا
بڑھاپے نے پھر آ کے کیا کیا ستایا......اجل تیرا کردے گی بالکل صفایا
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے......یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

☆☆☆☆☆☆☆

یہی تجھ کو دھن ہے رہوں سب سے بالا......ہو زینت نرالی ہو فیشن نرالا
جیا کرتا ہے کیا یونہی مرنے والا......تجھے حسن ظاہر نے دھوکہ میں ڈالا
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے......یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

☆☆☆☆☆☆

جو کھیلوں میں تو نے لڑکپن گنوایا......تو بدمستیوں میں جوانی گنوائی
جو اب غفلتوں میں بڑھاپا گنوایا......تو بس یوں سمجھ کہ زندگی گنوائی
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے......یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

☆☆☆☆☆☆☆

یہ اشعار ایسے آسان ہیں کہ بچے بھی سمجھ لیں، اگر یہ باتیں ہمارے ذہن میں بیٹھ جائیں، تو ہماری زندگی جلدی سے صحیح رخ پر آجائے، بہرحال موت کو ہر وقت یاد رکھنا چاہئے۔

اللہ تعالی ہم سب کو اپنی موت یاد رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(۴)

آخر موت ہے

خطیب ایشیا مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحبؒ

آخر موت ہے

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّىْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ، أَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِىْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ﴾ .

ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا ہے...... اے انسانوں تم جہاں کہیں بھی ہو، خواہ تم مضبوط اور بلند گنبد کے اندر ہی بند ہو کر چھپ جاؤ، مگر موت تم کو پالے گی اور تم موت کے آہنی پنجوں سے ہرگز ہرگز نہ بچ سکو گے۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

﴿إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾

کوئی شخص بھی اپنی موت سے ایک گھڑی آگے پیچھے نہیں ہو سکے گا۔

حضرات گرامی ! موت ایسا موضوع ہے، ایسا عنوان ہے اور ایسا مسئلہ ہے، جو اختلاف سے بالاتر ہے، دنیا میں ہر مسئلہ، ہر نظریے، ہر فلسفے پر اختلافات موجود ہیں، مگر دنیا کے کسی خطے اور کسی فلسفے اور نظریے میں موت پر کوئی اختلاف نہیں ہے، ہر شخص، ہر قوم، ہر گروہ اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ کسی نہ کسی دن اس عمر ناپید کو ختم ہونا ہے، زندگی کے یہ تمام منصوبے دھرے کے دھرے رہ جائیں گے، موت آئے گی اور تمام منصوبوں کو خاک میں ملا کر رکھ دے گی۔

موت ایک ناقابل تردید حقیقت ہے اور اٹل اور نہ بدلنے والا فیصلہ ہے، جو کسی صورت بھی اپنے وقت سے ادھر ادھر نہیں ہو سکتا ہے، اس لئے جو لوگ موت کے اس ناقابل تنسیخ لمحے سے باخبر ہیں، وہ موت کے بعد آنے والی زندگی کے لئے کچھ نہ کچھ تیاری کرتے رہتے ہیں اور انہیں یہ فکر دامن گیر رہتی ہے کہ کسی طرح ان کی زندگی کے وہ لمحات بھی قیمتی بن جائیں، جو موت کے بعد آنے والے ہیں۔

یہ فکر صرف ان لوگوں کو ہے، جو کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر ایمان لائے ہیں اور آخرت اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں، جن کا یہ عقیدہ ہے کہ موت کے بعد ایک ابدی زندگی آئے گی اور اس ابدی زندگی کو تابندہ اور درخشندہ بنانے کے لئے اس دنیاوی زندگی کو سنہری اور قیمتی بنانا ہے۔

موت کا ذکر قرآن حکیم نے مختلف انداز سے مختلف مقامات پر فرمایا ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ حضرات کے سامنے موت کا ذکر اس ترتیب سے کروں، جو آسانی سے آپ کو سمجھ آسکے، اللہ تعالی مجھے شرح صدر سے بیان کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

موت کا تعارفی خاکہ:

موت اپنا تعارف خود کراتی ہے:

☆...... أَنَا الْمَوْتُ ...... أَنَا الْمَوْتُ......أَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ أُفَرِّقُ بَیْنَ الْبَنَاتِ وَالْأُمَّهَاتِ .

میں موت ہوں، میں موت ہوں، میں وہی موت ہوں، جو ماؤں اور بیٹیوں کے درمیان جدائی ڈالتی ہوں۔

☆...... أَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ أُفَرِّقُ بَیْنَ الْأَخِ وَالْأَخَوَاتِ.

میں وہی موت ہوں، جو بھائی اور بہنوں کے درمیان جدائی ڈالتی ہوں۔

☆......أَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ أُفَرِّقُ بَیْنَ کُلِّ حَبِیْبٍ .

میں وہی موت ہوں، جو دوستوں کو دوستوں سے جدا کرتی ہوں۔

☆......أَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ أُفَرِّقُ بَیْنَ الزَّوْجِ وَالزَّوْجَةِ.

میں وہی موت ہوں، جو میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈالتی ہوں

☆...... أَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ أُخَرِّبُ الدِّیَارَ وَالْقُصُوْرَ.

میں وہی موت ہوں، جو محلات اور گھروں کو ویران کرتی ہوں۔

☆...... أَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ أُعَمِّرُ الْقُبُوْرَ

میں وہی موت ہوں، جو قبرستان آباد کرتی ہوں۔

☆......اَنَا الْمَوْتُ اَلَّذِیْ لَایَبْقٰی مَخْلُوْقٌ اِلَّا یَذُوْقُنِیْ

میں وہی موت ہوں کہ مخلوق کا کوئی طبقہ میری دسترس سے باہر نہیں رہ سکے گا۔

حضرات محترم ! اگر صرف موت کے اسی تعارفی خاکے کو ہی پیش نظر رکھ لیا جائے، تو زندگی کا پورا نقشہ سامنے آجائے گا، گھربار، بنگلے، کاریں، کارخانے، فیکٹریاں، زمینداری اور تجارت رات دن کی بھاگ دوڑ اور نمائش، یہ رونقیں اور رعنائیاں، بادشاہتیں اور اقتدار، یہ سب کچھ موت کے ایک حملے سے تہس نہس ہو جائیں گے، ویرانی چھا جائے گی، کوئی چیز بھی موت کو مؤخر نہیں کر سکے گی۔

موت بہرحال آنی ہے:

﴿قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلَاقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ .(سورۃ الجمعه)

فرما دیجئے ! جس موت سے تم فرار اختیار کرتے ہو، وہ تمہیں ضرور ملے گی اور تمہیں اس کی طرف لوٹنا ہے، جو سب ظاہر و باطن کا علم رکھتا ہے اور تمہارے اعمال سے تمہیں متنبہ کرے گا۔

حضرات گرامی ! موت آپ سے اجازت لیکر نہیں آئے گی ......جس وقت موت کے آنے کا وقت آ گیا، وہ آ جائے گی، نہ تو اسے بادشاہوں کے قلعے روک سکیں گے اور نہ ہی بلند و بالا دیواریں اس کی راہ میں حائل ہوں گی، موت آئے گی:

نبی ہے......تو......موت آئے گی۔ ولی ہے......تو......موت آئے گی۔
قطب ہے......تو......موت آئے گی۔ ابدال ہے......تو......موت آئے گی۔
بادشاہ ہے......تو......موت آئے گی۔ فقیر ہے......تو......موت آئے گی۔
وزیر ہے......تو......موت آئے گی۔
مومن ہے......تو......موت آئے گی۔
کافر ہے......تو......موت آئے گی۔

موت آئے گی، تو سب کے لئے، مگر اس کا سلوک ہر ایک سے مختلف ہوگا۔

موت انبیاء علیہم السلام کے دروازے پر:

جب موت انبیاء علیہم السلام کے دروازے پر آئے گی، تو اس کا انداز نیازمندانہ ہوگا، ادب واحترام سے حاضری دے گی اور اجازت طلب کرے گی اور نہایت ادب واحترام سے پیش آئے گی اور پھر قدرت کا وہ فیصلہ نافذ ہو جائے گا، جو صادر ہو چکا ہوگا۔

موت اولیاء اللہ اور مومنین کے دروازے پر

موت اولیاء اللہ اور مومنین کے دروازے پر بھی آئے گی، مگر اس کا انداز یہاں بھی ادب واحترام کا ہوگا، مومن نے جو زندگی بھر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے وقت گزارا ہوگا!

عبادت میں...... خدا کی رضا۔ ریاضت میں...... خدا کی رضا۔

سخاوت میں...... خدا کی رضا۔ گفتار میں...... خدا کی رضا۔

رفتار میں...... خدا کی رضا۔ خلوت میں...... خدا کی رضا۔

جلوت میں...... خدا کی رضا۔

آج جب مومن پر موت آئے گی، تو اعمال کے اچھے اثرات سامنے آجائیں گے، اس کی زندگی بھر کی پونجی اور سرمایہ کام آئے گا، اللہ تعالیٰ کے دربار سے اس مومن کی روح قبض کرنے کے لئے خوبصورت نورانی شکل والے فرشتوں کو بھیجا جائیگا، ملائکہ کی ٹیم بھی ایسی ہوگی، جو حسن خاتمہ کی دلیل ہوں گے، ان کے روشن چہرے ہی روشن مستقبل کے ضامن ہوں گے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ملک الموت جب کسی نیک بندے اور صالح بندے کی روح قبض کرنے کے لئے تشریف لاتے ہیں، تو اس شان کے ساتھ آتے ہیں کہ ان کے ساتھ خوبصورت اور حسین چہرے والے فرشتوں کی ایک مقدس جماعت ہوتی ہے، یہ فرشتے جنتی کفن اور بہشتی خوشبو لیکر آتے ہیں اور ملک الموت اپنے نرم اور شیریں لہجے میں یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

أُخْرُجِیْ أَیَّتُهَا النَّفْسُ الطَّیِّبَةُ الَّتِیْ كَانَتْ فِی الْجَسَدِ الطَّیِّبِ أُخْرُجِیْ حَمِیْدَةً وَأَبْشِرِیْ بِرَوْحٍ وَرَیْحَانٍ وَرَبٍّ غَیْرِ غَضْبَانٍ .

یعنی نکل اے پاک جان، جو پاک بدن میں تھی، نکل، تو قابل تعریف ہے اور تو راحت اور خوشبو اور اس رب کی بشارت حاصل کر، جو تجھ سے کبھی ناراض نہیں ہوگا۔

موت ہر ایک کے لئے آتی ہے، مگر خدا کے مقبول بندے ہنستے کھیلتے موت کا استقبال کرتے ہیں، اقبال نے عجیب انداز سے اس مضمون کو اپنے ایک شعر میں سمو دیا، اقبال کہتے ہیں کہ:

نشان مرد مؤمن با تو گویم ..... چوں مرگ آید تبسم بر لب او

یعنی مرد مومن کی ایک نشانی تمہیں بتاتا ہوں کہ جب اس کو موت آتی ہے، تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہو جاتی ہے اور ہنستے ہوئے موت کا استقبال کرتا ہے۔

چوں مرگ آید تبسم بر لب او:

موت آنے پر مرد مومن کے ہونٹوں پر تبسم کیوں آئے گا؟ اس لئے تبسم آئے گا کہ مومن کے سامنے اپنی کمائی ہوئی دولت کے ثمرات آجائیں گے، قرآن کی بشارتیں سامنے آجائیں گی، خدا اور رسول کے سچے وعدے اس کے سامنے ایک ایک کر کے آموجود ہوں گے، اس کو کہا جائے گا کہ:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَنْ لَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ، نَحْنُ أَوْلِيَاءُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيْ أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيْمٍ ﴾.

یعنی جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ اسی عقیدے پر مرتے دم تک قائم رہے، تو ان پر (موت کے وقت) فرشتے اترتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ تم نہ ڈرو، نہ غم کرو، اس جنت پر خوشی مناؤ، جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا، ہم تمہارے دوست ہیں، دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور تمہارے لئے اس جنت میں ہر وہ چیز ہے، جس کو تمہارا جی چاہتا ہے اور تمہارے لئے اس جنت میں ہر وہ شے ہے، جسے تم مانگو، کیونکہ ہر جنتی غفور رحیم کا مہمان ہوگا۔

مرد مومن کے لئے مسرت کی گھڑیاں:

☆ ...... مرد مومن ...... مستقبل کی بشارتیں۔

☆......مرد مومن کے لئے تبسم کے اسباب۔

☆......تم پر اب کوئی خوف نہیں۔

☆......تم پر اب کوئی غم نہیں۔

☆......تمہارے لئے جنت کی بشارت ہے، جس کا تمہارے ساتھ وعدہ تھا۔

☆......ہم تمہارے دنیا میں بھی دوست تھے اور اب آخرت میں بھی دوست ہیں۔

☆...... جنت میں اب تمہاری خواہشات کے مطابق انعامات دیئے جائیں گے۔

☆...... جنت میں اب تمہارے ساتھ وعدوں کی تکمیل ہوگی۔

☆......تم جنت میں غفور رحیم کے مہمان ہوگے۔ سبحان اللہ

جب یہ تمام انعامات کی فہرست مومن کے سامنے آئے گی، تو پھر یہی سماں اس کے سامنے ہوگا کہ نشان مرد مؤمن با تو گویم...... چوں مرگ آید تبسم بر لب او

☆...... جنت میں مومن مہمان ہوگا...... خدا میزبان ہوگا

☆......میزبان اپنی شان کے مطابق مہمان نوازی کرے گا

☆......جس قدر میزبان اعلیٰ وارفع ہے، اسی قدر اس کی مہمان نوازی بھی اعلیٰ وارفع ہوگی

☆......مہمان کی فرمائشیں بھی پوری کی جائیں گی: وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيٓ أَنفُسُكُمْ اس لئے...... چوں مرگ آید تبسم برلب او

☆...... جب فرشتے مومن کی روح قبض کرتے وقت اس کو پاکیزہ روح اور جسد قرار دیدیں گے اور اس کے لئے جنت کی دائمی بشارت سنادیں گے، تو اب اس کے لئے خوشی اور مسرت کے سوا اور کیا باقی رہ جاتا ہے۔

روح وریحان :......کی بشارت موت کے وقت مرنے والے کو تمام خوشیوں سے مالا مال کردے گی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان سعادتوں سے مالا مال فرمائے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر جب موت کا وقت آئے گا، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے اس قدر آسانیاں پیدا کردی جائیں گی، کہ یہ وقت ان کا نہایت آسانی سے گزر جائے گا اور پہلے مرحلے میں ہی کامیابی حاصل کرلیں گے۔

حضرت بلالؓ کے آخری وقت کا واقعہ:

اس مقام پر میں آپ حضرات کے سامنے صرف ایک واقعہ سیدنا بلال حبشیؓ کا بیان کرنا چاہتا ہوں، جو مولانا جلال الدین رومیؒ نے مثنوی شریف میں بیان فرمایا ہے، جس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ مومن کے لئے موت کسی غم اور پریشانی کا باعث نہیں ہوتی، بلکہ مومن موحد نہایت خوشی اور مسرت سے موت کا استقبال کرتا ہے، مولانا رومیؒ بیان فرماتے ہیں کہ:

چوں بلال از ضعف شد ہم چوں ہلال
رنگ برگ افتاد برروئے بلال

جب حضرت بلالؓ کمزوری اور نقاہت سے پہلی رات کے چاند کی طرح دبلے ہوگئے اور موت کے آثار حضرت بلال کے چہرے پر نمودار ہوگئے، تو اس پر ان کی اہلیہ محترمہ کو نہایت صدمہ ہوا اور انہوں نے فرمایا کہ:

جفت رو دیدش بگفتا واحرب
پس بلالش گفت نے نے واطرب

یعنی اس کی بیوی نے جب یہ منظر دیکھا، تو شدت اضطراب سے بے قرار ہوگئیں اور بے اختیار ہوگئیں، منہ سے یہ لفظ نکل گیا کہ

وَاحَرَبَاهُ ! یعنی ہائے اے میری مصیبت

بیوی کی زبان سے یہ لفظ سن کر تڑپ کر جلال میں آگئے اور فرمایا کہ

لَا تَقُوْلِیْ وَاحَرَبَاهُ بَلْ قُوْلِیْ وَاطَرَبَاهُ أَلْقِیْ غَدًا الْأَحِبَّةَ مُحَمَّدً وَّصَحْبَهٗ

یعنی اے بیوی! تم یہ مت کہو کہ ہائے اے میری مصیبت، بلکہ تم یہ کہو واطرباہ واہ اے میری شادمانی ...... اے بیوی اس سے بڑھ کر شادمانی اور مسرت کا اور کون سا موقع اور مقام ہوگا کہ میں کل وفات پاکر اپنے محبوبوں یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں سے ملاقات کا شرف حاصل کروں گا، غرضیکہ اللہ کے نیک بندے نہ تو موت سے ڈرتے ہیں اور نہ ہی انہیں کوئی پشیمانی لاحق ہوتی ہے، وہ تو ہنستے کھیلتے موت کا استقبال کرتے ہیں:

اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ

یعنی موت تو دراصل ایک پل ہے کہ اس پل سے گزر کر ایک حبیب دوسرے حبیب تک پہنچ جاتا ہے

آج پھولے نہ سمائیں گے کفن میں آسی
قبر کی رات ہے اس گل سے ملاقات کی رات
ہے زمانے کا وہی تیرے امام برحق
تجھ کو جو حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کی شکل میں دکھلا کے تجھے چہرہ دوست
زندگی اور بھی تیرے لئے دشوار کرے

دین کے دشمنوں سے موت کا سلوک:

حضرات محترم ! آپ نے دیکھا کہ اللہ تعالی کے نیک بندوں سے موت کس طرح پیش آتی ہے اور موت کے فرشتے کس احترام اور توقیر سے ان کی روح قبض کرتے ہیں اور پھر ان کے کے لئے کس طرح کی بشارات اور خوشخبریاں ہوتی ہیں، اللہ تعالی انہیں طرح طرح کی نوازشات سے سرفراز فرماتے ہیں۔

آیئے !اب ان لوگوں کا حشر بھی دیکھیے ،جن لوگوں کا عقیدہ ٹھیک نہیں ہوتا ، جو خدا کی توحید اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وختم نبوت اور اصحاب رسول کے منکر ہوتے ہیں، موت جب ان کے دروازے پر آتی ہے،تو ان کی روح قبض کرنے کے لئے ایسے فرشتے آتے ہیں، جو اصحاب شمال کہلاتے ہیں ،جن کی شکلیں ڈراؤنی ہوتی ہیں، جن کے چہرے ہی خوفناک ہوتے ہیں، جن کو دیکھ کر ہی مرنے والا ایک خوفناک صورتحال سے دوچار ہو جاتا ہے ،عقیدے کی غلاظت سامنے آجاتی ہے،توحید سے بیزاری اور رسالت کا انکار اور صحابہ پر کیچڑ اچھالنے کی توتیں سامنے آجاتی ہیں، ہاتھ ملتا ہے، مگر اس اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہے، فرشتے اس سے نفرت انگیز لہجے میں کہتے ہیں :

أَخْرُجِيْ أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيْثَةُ الَّتِيْ كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الْخَبِيْثِ أُخْرُجِيْ ذَمِيْمَةً وَأَبْشِرِيْ بِحَمِيْمٍ وَغَسَّاقٍ وَآخَرَ مِنْ شَكْلِهِ أَزْوَاجٌ .(مشکوۃ) .

یعنی نکل اے خبیث جان، جو خبیث بدن میں تھی، نکل، تو لائق مذمت ہے، تجھ کو گرم گرم پانی اور جہنمیوں کے پیپ اور اسی طرح کے قسم قسم کے عذابوں کی بشارت ہے۔

پھر عذاب کے فرشتے اس روح کو جہنمی ٹاٹ میں لپیٹ کر آسمانوں کا رخ کرتے ہیں، تو اس کے آسمانوں کے دروازے نہیں کھولے جاتے اور آسمانوں کے فرشتے اس روح کو یہ کہہ کر دھتکارتے اور پھٹکارتے ہیں کہ اے خبیث جان جو خبیث بدن میں تھی، ہم تیرے لئے خوش آمدید نہیں کہتے، تو واپس لوٹ جا، تو قابل مذمت ہے، اس لئے تیرے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور تو اس قابل نہیں کہ دربار الٰہی تک تیری رسائی اور باز یابی ہو سکے۔

بے ایمانوں کی موت کا فرشتہ:

اللہ تعالیٰ نے جس طرح ایمانداروں کی موت کی کیفیات کو قرآن مجید کے کئی مقامات پر بیان فرمایا ہے، اسی طرح ان لوگوں کی موت کی منظر کشی کی ہے، جو زندگی بھر خدا اور اس کے رسول کا مذاق اڑاتے رہے ہیں اور عمر بھر ان کا یہی محبوب مشغلہ رہا کہ دین اور شعائر دین کی توہین کرتے رہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

﴿ وَلَوْتَرٰى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ .(سورہ انعام)

یعنی کاش (اے محبوب) آپ وہ منظر دیکھتے، جس وقت ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے ہاتھ پھیلائے ہوئے یہ کہہ رہے ہوں گے کہ نکالو اپنی جانیں آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا، یہ تمہارے ان جرموں کا بدلہ ہوگا کہ تم لوگ پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔

موت کے دو الگ الگ روپ:

موت کے دو الگ الگ روپ اور رنگ آپ نے سماعت فرمائے اور آپ اس حقیقت سے باخبر ہو گئے ہوں گے کہ انسان اپنی زندگی جس سانچے میں ڈھالے گا، موت اس کے ساتھ اسی قسم کا سلوک کرے گی۔

نتیجہ معلوم ہو گیا:

انسان کو چاہئے کہ اپنی زندگی خدا اور رسول کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق گزارے، اگر اس کی زندگی قرآن وسنت کے اصولوں کے مطابق گزرے گی، تو موت اس کے لئے خیر وبرکت بن کر آئے گی اور اگر اس کی زندگی خدا اور رسول کی بغاوت میں گزرے گی، تو موت اس کے لئے نہایت کٹھن اور دشوار گزار گھاٹی بن کر آئے گی، جو طرح طرح کے دکھ صدمے رنج غم اور مصائب لے کر آئے گی: اعاذنا اللہ تعالی

موت کی وارننگ:

حضرات گرامی! آپ کو معلوم ہی ہے کہ جب امتحان کے دن ہوتے ہیں، تو استاد طلباء کو محنت کی تلقین کرتا ہے، جب مریض ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے، تو ڈاکٹر مریض کو پرہیز کی تلقین کرتا ہے، جب افسر اپنے عملے کو احکامات صادر کرتا ہے، تو ان کی تعمیل کے لئے انہیں تاکید کرتا ہے، لیکن یہ تمام طبقے اگر سستی اور غفلت سے کام لیتے ہیں، تو استاد شاگرد کو، ڈاکٹر مریض کو اور افسر ماتحت کو وارننگ دیتے ہیں، کہ دیکھو تمہاری غفلت کی، بدپرہیزی کی، کام چوری کی شکایات مل رہی ہیں، تمہیں خبردار کیا جاتا ہے کہ سنبھل جاؤ اور اپنی بے اعتدالی کو خیر باد کہہ دو، ورنہ نتائج انتہائی خطرناک ہو سکتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالی نے بھی نظام کائنات میں بندے کے لئے طرح طرح کی وارننگ کے اشارے کنائے دے رکھے ہیں، جن سے انسان کی دنیا کی بے ثباتی کا احساس ہو جاتا ہے۔

☆...... ایک بستی سیلاب کی زد میں آکر صفحہ ہستی سے مٹ گئی .... دیکھنے والوں کو

وارننگ ہے کہ تمہارا حشر بھی یہی ہوسکتا ہے، خیال کرنا۔

☆ ......زلزلے سے ہزاروں انسان پیوند زمین ہو گئے، دیکھنے والوں کو وارننگ ہے کہ تمہارا حشر بھی یہی ہوسکتا ہے، خیال کرنا۔

☆ ......ایک ہوائی حادثہ میں بڑے بڑے بادشاہ، وزیر، جرنیل آناً فاناً دنیا سے رخصت ہو گئے، ان کے جسم کا کوئی حصہ بھی نہ مل سکا...... دیکھنے والوں کے لئے وارننگ ہے، کہ تمہارا حشر بھی یہی ہوسکتا ہے، خیال کرنا۔

☆ ......گھر سے ہنستے کھیلتے ایک بارات خوشی کے شادیانے بجاتی ہوئی روانہ ہوتی ہے، مگر موت نے راستہ میں ہی آلیا...... والدین کے ہاں بھی کہرام مچ گیا...... سسرال والوں کے ہاں بھی کہرام بپا ہے...... کیا ہوا ایکسیڈنٹ ہوگیا اور بارات کے اہم لوگ لقمہ اجل بن گئے...... انا للہ وانا الیہ راجعون...... دیکھنے والوں کے لئے وارننگ ہے، کہ دیکھنا تمہارا بھی یہی حشر ہوسکتا ہے، خیال کرنا۔

یہ سب قدرت کی طرف سے تنبیہات تھیں...... ہمیں سمجھایا گیا تھا...... ہمیں وارننگ دی گئی تھی...... جس نے احتیاط کی اور سنبھل گیا، وہ بچ گیا اور نجات پا گیا۔ اور جس نے خدا کی ان تنبیہات پر بھی توجہ نہ دی، وہ تباہ ہوگیا اور بازی ہار گیا۔

جنازت عبرت کا سامان:

مساجد کے لاؤڈ اسپیکر پر اعلان ہو رہا ہے کہ حضرات آج شہر کے فلاں ٹرانسپورٹر، فلاں لینڈ لارڈ، فلاں تاجر، فلاں عالم، فلاں چودھری، فلاں پیر انتقال کر گئے ہیں، ان کی نماز جنازہ دس بجے ادا کی جائے گی، سب حضرات شریک ہوکر ثواب دارین حاصل کریں۔

دس بجے لوگ سینکڑوں کی تعداد میں جمع ہو گئے، وہ دیکھو کیا شور ہے؟ چند آدمی کہہ رہے ہیں کہ جی دیر ہوگئی...... دس بجے کا اعلان تھا، سوا دس بج گئے ہیں، جن افسر کے ملنے کے لئے گھنٹوں اس کے ویٹنگ روم میں بیٹھے رہتے تھے، کبھی تاخیر کا شکوہ نہیں کیا تھا، کبھی ماتھے پر بل نہیں ڈالا تھا، کبھی چیں بجبیں نہیں ہوتے تھے، آج اس نے آنکھیں بند کی ہیں، تو اس کے دوست نے بھی

آنکھیں پھیر لی ہیں، انا اللہ اس قدر خود غرضی ...... چند منٹ اگر جنازے میں دیر ہوگئی ہے، تو شور کیوں برپا ہے؟ صرف اس لئے کہ یہ تعلقات مفادات کے تھے، اغراض کے تھے، اس لئے اغراض ختم، تعلقات ختم، یہی ہے دوستی، یہی ہیں تعلقات۔

جنازے کے اس ہنگامے نے ہمیں وارننگ دی ..... کہ دیکھو کبھی یہ وقت تم پر بھی آئے گا، اس لئے وہ رویہ اختیار کرو، جو تمہاری عاقبت بھی سنوار دے، اس کی رخصتی اچھے انداز سے کرو اور اس کو نہایت اخلاص بھری مسنون دعاؤں سے رخصت کرو۔

وہ دیکھو ...... میت پر بچے غمزدہ کھڑے ہیں ..... بیوی ہے کہ اس کو بار بار غش آرہے ہیں ...... ماں ہے کہ اس کو ہوش ہی نہیں آرہا ..... بھائی ہیں کہ رورو کر نڈھال ہورہے ہیں ...... وہ جنازہ اٹھنے لگا ہے ..... ایک بچی نے چارپائی کے بازو پکڑ لیا ہے کہ میں اپنے ابو کو نہیں جانے دوں گی، لوگ اس سوگوار ماحول میں اپنے آنسوں پر قابو نہیں پا سکے ...... بچی کی غمزدہ آواز کو سن کر ہر شخص آنسو بہا رہا ہے ..... مگر کچھ نہیں کر سکتا، کوئی اس دکھ بھرے ماحول میں جنازے کو نہیں روک سکا، جنازہ اپنی منزل کی طرف رواں ہے، سڑک پر بسیں، رکشے، کاریں، سائیکل، پیدل اپنی اپنی منزل کی طرف رواں ہیں، یہ تمام منظر آپ کے لئے میرے لئے عبرت کا سامان ہے، ہمارے لئے وارننگ ہے کہ دیکھو یہ وقت تم سب پر آنے والا ہے، اس لئے سنبھل جاؤ اور اس گھر کی تیاری کرو، جس کی طرف یہ سفید چادر لپیٹے ہوئے شخص چارپائی پر جارہا ہے، مگر افسوس؟ ہم یہ تمام وارننگیں سن رہے ہیں، جنازے جارہے ہیں، ان کے قریب سے خاموشی سے گزر جاتے ہیں، مگر ان سے کوئی اثر نہیں لیتے، حالانکہ یہ دن ہم پر بھی آئے گا اور موت ہمیں بار بار یاد دلا رہی ہے اور موت ہمیں بار بار وعظ کہہ رہی ہے، موت ہمیں بار بار آخرت کی تیاری کی ترغیب دے رہی ہے اور بقول شاعر۔

لَنَا مَلَکٌ یُنَادِیْ کُلَّ یَوْمٍ
لِدُوْا لِلْمَوْتِ وَابْنُوْا لِلْخَرَابِ

ہمیں فرشتہ ہر روز پکار پکار کر کہتا ہے کہ ہر بچہ اس لئے آتا ہے کہ اس کو جانا ہے اور ہر مکان اس لئے بنتا کہ اس کو ایک دن پیوند زمین ہونا ہے۔

یاد رکھ ہر آن آخر موت ہے
مت تو بن انجان آخر موت ہے
مرتے جاتے ہیں ہزاروں آدمی
عاقل و ناداں آخر موت ہے

موت کی تیاری کیجئے !

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو گاہے بگاہے موت کے اندوہناک وقت کی یاد دلاتے رہتے تھے، ایک دن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ حاضر ہوئے، تو آپؐ نے ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ:

كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ. (مشکوۃ)

دنیا میں ایسی زندگی بسر کر، جیسے تو غریب الوطن پردیسی راہ گیر ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ہی ایک مرتبہ فرمایا کہ:

" إِذَا أَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ وَإِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ .

جب تجھے شام میسر ہو، تو صبح کا انتظار نہ کرنا، جب تجھے صبح ملے، تو شام کا انتظار نہ کرنا، اپنی صحت کے وقت اپنی مرض کا سامان کر اور زندگی میں موت کا سامان کر۔

قبروں کے نشان عبرت کے سامان:

حضرات گرامی ! قرآن ہے، تو اس نے موت کی تیاری کے لئے کہا...... اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کی تیاری کے لئے ارشاد فرمایا...... دن رات کے آنے جانے نے موت کے قریب ہونے کے اشارے دیئے ...... جنازے اور مرنے والے کے چھوڑے ہوئے محلات نے ہمیں موت یاد دلائی ۔

آیئے ! ذرا چند منٹوں کے لئے قبروں کے نشان دیکھتے ہیں...... ذرا شہر خموشاں چلتے ہیں

...... یہ دیکھئے سینکڑوں ہزاروں قبروں کے ڈھیر ہیں ......ان میں بادشاہ بھی ہیں ......امیر بھی ہیں ،غریب بھی ...... عالم بھی ہیں، جاہل بھی ...... عادل بھی ہیں ظالم بھی۔

مگر توجہ سے سنیں کسی کی کوئی آواز سنائی دے رہی ہے ......کوئی قہقہے لگا رہا ہے......کوئی شور کوئی ہنگامہ، کچھ بھی نہیں مکمل خاموشی ہے ...... سناٹا ہے ...... سکوت ہے، ہر طرف ہو کا عالم طاری ہے ...... یہ سب کیا ہے؟ ...... یہ ہماری ہنگامہ خیز مجلسوں کی طرح نہیں ...... یہ ہماری خوش گپیوں کی مجالس کی طرح نہیں ...... بس خاموش ہیں ...... بادشاہ جیسا دربار نہیں ...... چہل پہل نہیں ...... ہزاروں آوازیں دیں، کوئی جواب نہیں، دوست ہیں ...... بے تکلف احباب ہیں، مگر خاموش ...... یہ کیا ہے ؟

یہ قبروں کے نشان ہمارے لئے واعظ ہیں ...... ہمارے لئے عبرت ہیں ...... ہمارے لئے مستقل اسباق ہیں ...... ہمارے لئے درس عبرت ہیں ...... یہاں دو چار گھنٹے گزاریئے تو سہی ......ایک رات ذرا ان کے ساتھ بھی گزار کر دیکھئے ؟

یہی والدین تو ہیں، جن کے بغیر پل بھر آپ نہیں گزار سکتے تھے ...... یہ وہی دوست تو ہیں، جن سے آپ نے پیمان باندھ رکھے تھے کہ اکٹھے جئیں گے اور اکٹھے مریں گے، یہ عہد بے شک پورا نہ کریں، صرف ایک رات ان کے ساتھ شہر خموشاں میں گزار لیں۔

نہیں ......نہیں ......آپ کا تو مارے خوف کے دم گھٹ رہا ہوگا ......آپ کا تو خوف سے پسینہ چھوٹ گیا ہوگا ......آپ نہیں ٹھہریں گے اور اپنا وعدہ نہیں نبھائیں گے۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ تمہاری دوستی اور تمہارے وعدے کا کوئی اعتبار نہیں ہے ......کیا تمہیں دیکھ کر قبر بزبان حال کہتی ہوگی:

مقبرے کو دیکھنے والے سن
ٹھہر ہم پہ گزرنے والے سن
ہم بھی اک دن زمین پر چلتے تھے
باتوں میں ہم مچلتے تھے
اے زمین پہ مچلنے والے دیکھو

کبر و نخوت سے چلنے والے دیکھو
وعظ ہے قبر کا نشان میری
گرچہ خاموش ہے زبان میری
دل کے کانوں سے سن فغان میری
درس عبرت ہے داستاں میری
جانے والے تو جا کے پھیلا دے
میری آواز سب کو پہنچا دے

اگر عقل ہے...... شعور ہے...... اور سوچنے کا کوئی مادہ ہے، تو قبر کی ڈھیری سے، قبر کی مٹی سے سبق حاصل کیجئے ! ...... اور اس ہولناک وقت میں آسانیاں پیدا کرنے کے لئے شب و روز محنت کیجئے...... مولی کریم سخی ہیں...... غفور رحیم ہیں...... وہ یقیناً اپنی نوازش اور بندہ پروری سے اس مشکل وقت کو آسان فرمادیں گے۔

کسی شاعر نے ہم سب کے لئے ایک عبرت آموز رباعی کہی ہے، جس میں پوری تقریر کا خلاصہ موجود ہے:

کل پاؤں ایک کاسہ سر پر جو جا پڑا
یکسر وہ استخوان شکستہ سے چور تھا
کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر
میں بھی کبھی کسی کا سر پرغرور تھا

(۵)

فکرِ آخرت

حضرت مولانا محمد طیب صاحب
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی
خطیب جامع مسجد الرحمٰن، بلیوایریا، اسلام آباد

فکرِ آخرت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَاتِمِ الْاَنْبِيَاءِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ○ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ○ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ○ فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ○ ﴾ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ "سَيَاْتِيْ زَمَانٌ عَلٰى اُمَّتِيْ يُحِبُّوْنَ خَمْسًا وَيَنْسَوْنَ خَمْسًا ، يُحِبُّوْنَ الدُّنْيَا وَيَنْسَوْنَ الْعُقْبٰى . يُحِبُّوْنَ الدُّوْرَ وَيَنْسَوْنَ الْقُبُوْرَ ، يُحِبُّوْنَ الْمَالَ وَيَنْسَوْنَ الْحِسَابَ . يُحِبُّوْنَ الْعِيَالَ وَيَنْسَوْنَ الْحُوْرَ . يُحِبُّوْنَ النَّفْسَ وَيَنْسَوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ، اَنَا مِنْهُمْ بَرِئٌ وَهُمْ مِنِّيْ بَرِيْئُوْنَ ". صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ .

سورۃ الدھر کی تین آیات کریمہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد پاک تلاوت کیا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے نیک لوگوں کی کچھ صفات کا ذکر کیا ہے، جو خیر القرون قرنی کے لوگ ہیں اور حدیث پاک میں امت پر جب اعمال کے اعتبار سے کمزوری کا زمانہ آئے گا، اس کا ذکر فرمایا ہے، جو آیت کریمہ آپ کے سامنے تلاوت کی ہے، فرمایا :

﴿ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ﴾

یہ صحابہ کرامؓ باوجود خود ضرورت مند ہونے کے مسکینوں کو کھانا کھلاتے ہیں، یتیموں کو کھانا کھلاتے ہیں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ پھر کھانا کھلا کر کہتے ہیں۔

﴿ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ﴾

ہم کھانا اس لئے کھلا رہے ہیں تمہیں، کہ اللہ رب العزت کی رضا مطلوب ہے، نہ ہم تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں، نہ شکر گزاری چاہتے ہیں۔

﴿ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ○ ﴾

ہم اس لئے یہ کام کر رہے ہیں کہ ایک دن سے ہم ڈرتے ہیں، جو بڑا سخت دن ہے، بڑا مشکل دن آرہا ہے، یعنی حساب وکتاب والا دن، اس سے ڈر کی وجہ سے ہم یہ نیک کام کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا﴾

ہم نے ایسے لوگوں سے مشکل اور سختی پریشانی دور کردی، محفوظ کرلیا ان کو اس دن کی سختی سے، بچالیا ان کو اس کی سختی سے اور اس دن ہم ان کے چہروں پر بھی تروتازگی لے آئیں گے، خوشی لے آئیں گے، پھر فرمایا:

﴿ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ۝﴾

یہ دنیا میں ایک اعمال کرتے رہے، صبر کرتے رہے، تو اس کے بدلے میں ہم آج ان کو جنت دے رہے ہیں، لباس عمدہ دے رہے ہیں۔

لوگ پانچ چیزوں کو پسند کریں گے اور پانچ کو بھول جائیں گے:

حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب میری امت پر ایسا وقت آنے والا ہے، کہ لوگ پانچ چیزوں کو پسند کریں گے اور پانچ چیزوں کو بھول جائیں گے، جب کہ اس کے برعکس ہونا چاہئے تھا:

پسند اور ناپسند کا پہلا جوڑا:

"يُحِبُّوْنَ الدُّنْيَا وَيَنْسَوْنَ الْعُقْبٰى"

پہلی بات یہ ہے کہ دنیا کو اپنا محبوب بنالیں گے اور عقبیٰ (آخرت) کو بھول جائیں گے۔

پسند اور ناپسند کا دوسرا جوڑا:

"يُحِبُّوْنَ الدُّوْرَ وَيَنْسَوْنَ الْقُبُوْرَ"

دوسری بات یہ ہے کہ گھروں کے ساتھ اپنا دل لگائیں گے، ایک گھر بنایا، دوسرا بنایا، تیسرا بنایا، اب اس علاقے میں بنایا، لیکن قبروں کو بھول جائیں گے۔

پسند اور ناپسند کا تیسرا جوڑا:

"یُحِبُّوْنَ الْمَالَ وَیَنْسَوْنَ الْحِسَابَ"

مال سے محبت کریں گے، اور اس بات کو بھول جائیں گے کہ اس کا حساب بھی دینا ہے اور چیزوں کا بھی حساب دینا ہے اور مال کا بھی حساب دینا ہے۔

پسند و ناپسند کا چوتھا جوڑا:

"یُحِبُّوْنَ الْعِیَالَ وَیَنْسَوْنَ الْحُوْرَ"

اہل وعیال کے ساتھ خوب محبت کریں گے، لیکن وہ آخرت کی نعمتوں کو بھول جائیں گے۔

پسند و ناپسند کا پانچواں جوڑا:

"یُحِبُّوْنَ النَّفْسَ وَیَنْسَوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ"

اپنے نفس کے ساتھ بہت محبت کریں گے، لیکن اللہ کو بھول جائیں گے اور اللہ کے رسول کو بھول جائیں گے، اللہ اور اللہ کے رسول کے احکام اور ہدایات کو بھلا دیں گے۔

سخت وعید:

فرمایا کہ

"اَنَا مِنْھُمْ بَرِیْءٌ وَ ھُمْ مِنِّیْ بَرِیْئُوْنَ"

یعنی جب یہ لوگ ایسے بن جائیں گے، تو میں ان سے بری ہوں، یہ مجھ سے بری ہیں، یعنی ناراضگی کا جملہ ارشاد فرمایا کہ ایمان والے کو ایسا نہیں ہونا چاہئے تھا، جو یوں بن گیا، جب انسان کو دو تین چیزوں کی فکر لگ جائے، حساب کی فکر، قبر کی فکر، آخرت کی فکر، اور یہ سمجھ میں آجائے کہ یہ دنیا میں جتنے لوگ اب ہیں، یا سابقہ دور میں گزرے ہیں، وہ سارے کے سارے نہیں رہے، اب بھی جو ہم ہیں، نہیں رہیں گے اور بعد میں جو آئیں گے وہ بھی نہیں رہیں گے، تو پھر دنیا کے ساتھ کبھی بھی دل نہیں لگے گا۔

فکر آخرت پر مبنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت:

ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد نصیحت فرمائی صحابہ کرام کو، فرمایا کہ اس وقت جتنے لوگ موجود ہیں، آج کی تاریخ سے سو سال کے اندر اندر تم جتنے بھی موجود ہو کوئی بھی نہیں رہے گا، سب چلے جائیں گے، آج کی تاریخ سے آنے والے سو سال کے اندر اندر تم میں سے کوئی بھی نہیں رہے گا، ان آبادیوں میں کوئی اور لوگ آباد ہوں گے، اب کسی کی اس وقت عمر تیس سال، کسی کی بیس سال، کسی کی چالیس سال، کسی کی پچاس سال، تو اب مزید سو سال (تو اس امت کی تو عمر بھی ساٹھ ستر سال ہے تو) کوئی نہیں رہے گا اور جہاں ہمیشہ کے لئے رہنا ہے، جس کی نعمتیں ہمیشہ کے لئے ہیں اور اللہ محفوظ فرمائے کہ سزا بھی دائمی، لہذا اس جہاں کی فکر کرنی چاہئے۔

سلیمان بن عبدالملک اور محدث ابو حازم کا واقعہ:

سلیمان بن عبدالملک ایک بادشاہ گزرا ہے، اسی زمانہ میں ایک تابعی تھے، ابو حازم، مدینہ طیبہ میں یہ آئے، بادشاہ صاحب کو لوگ ملنے کے لئے آئے، کہا کہ کیا کوئی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا شاگرد اور صحبت یافتہ ہے، تو لوگوں نے بتایا کہ حضرت ایک بزرگ محدث ہیں، مدینہ طیبہ میں مقیم ہیں، ابو حازم نام ہے ان کا، تو وہ ملنے کے لئے نہیں آئے، بلایا گیا، تو بادشاہ نے کہا کہ آپ نے بے وفائی کی ہے، کیوں ملنے نہیں آئے؟ سب لوگ ملنے آئے، تو ابو حازم نے فرمایا کہ یہ بے وفائی نہیں ہے، ہماری دوستی کب تھی؟ ہماری ملاقات آپس میں کب ہوئی کہ دوستی ہوتی، پھر میں بے وفائی کرتا، آپ سے پہلے کبھی ملاقات نہیں ہوئی، کبھی تعارف نہیں ہوا، تو کوئی ضرورت بھی نہیں تھی آنے کی، دوسروں لوگوں نے ابو حازم کی بات کی تصدیق کی، تو سلیمان بن عبدالملک نے ابو حازم سے سوال کیا کہ ہمیں قبر سے، آخرت سے ڈر لگتا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ تو فرمایا اس لئے کہ آپ نے آخرت اور قبر کو ویران کیا ہوا ہے اور دنیا کو آباد کیا ہوا ہے، تو جس جگہ کو آپ نے آباد کیا ہوا ہے، اس میں آپ کا دل لگا ہوا ہے اور جس کو ویران کیا ہوا ہے، تو ظاہر ہے کہ ویرانوں سے ڈر لگتا ہے، صحراؤں ویرانوں جہاں کوئی آبادی نہ ہو

وہاں بڑے سے بڑا بہادر بھی ڈر جاتا ہے، آخرت کو آپ نے ویراں کیا ہوا ہے، آخرت کی آبادیاں اللہ کی یاد سے ہیں، توحید سے ہیں، اعمال سے ہیں، ذکر اذکار سے ہیں، تلاوت سے ہیں، حقوق اللہ اور حقوق العباد کو بجالانے سے ہیں۔

تو بات یہ ہے کہ جب آخرت کی انسان کو فکر لگ جائے، تو دنیا کا یہ گزران بڑا آسان ہو جاتا ہے اور اگر آخرت کی فکر نہیں لگی، خوف خدا نہیں آیا اور صبح وشام اسی دھن میں لگا ہوا ہے، تو اس میں کیا سکون ملنا ہے؟ آخرت بھی بے سکون ہو جائے گی، دنیا کی زندگی پرسکون گزارنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان کو فکر آخرت لگے، تو سارے کام صحیح ہو جائیں گے، اعمال صحیح ہو جائیں گے، کیوں کہ حساب کے لئے حاضر ہونا ہے اور کسی پر ظلم وستم نہیں ہوگا، زیادتی نہیں ہوگی، دھوکہ نہیں ہوگا، کسی سے ناجائز مال نہیں لے گا، کیونکہ ڈر لگا ہوا ہے کہ اس کا حساب دینا ہے۔

اہل بیت کی سخاوت وایثار کا سبق آموز واقعہ:

سورۃ الدھر کی جو آیت کریمہ تلاوت کی، مفسرین نے اس کا شان نزول لکھا ہے، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن اور حضرت حسین بیمار ہو گئے، جیسے موسمی اعتبار سے بیماری آتی رہتی ہے، تو بیماری کچھ لمبی ہو گئی، والدین کو جیسے فکر ہوتی ہے، اولاد کے ساتھ والدین کی بے پناہ شفقت ہوتی ہے، جو الفاظ اور گنتیوں میں نہیں آسکتی، تو والدین ہر طرح کی دعائیں کرتے ہیں، ہر طرح کے حکیم سے دوائیاں لاتے ہیں، دوائیوں کا انتظام، دعاؤں کا اہتمام، تو دونوں نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ نے نذر مانی کہ اللہ رب العزت ہمارے بچوں کو شفا عطا فرمائے، تو ہم تین روزے رکھیں گے، تو دونوں کو اللہ تعالیٰ نے شفا عطا فرمائی۔

اب نذر پوری کرنے کے لئے روزے رکھتے ہیں، لیکن سحری کا کوئی انتظام نہیں ہے، کہا کوئی بات نہیں، پانی سے ہی سحری کر لیتے ہیں اور دن کو شام کے لئے کھانے کا کوئی بندوبست کر لیں گے، کھانا گھر میں ہے نہیں، حضرت فاطمہ نے یہ مشورہ دیا کہ کسی سے سوت کاتنے کے لئے کچھ لے آؤ، میں اتنا کام کرلوں گی کہ ایک صاع جو مل جائے گا، اس کے بدلے میں شام کو کھانا پکا لیں گے۔

مدینہ کے کسی شخص سے سوت لیا، جو تین قسطوں پر اس کو کاتنا تھا، ایک دن جتنا کاتا، واپس دیدیا اور اس نے ایک صاع جو دے دیئے، چکی خود پیسی حضرت فاطمہ نے اور پانچ روٹیاں بنالیں، دو اپنی، دو بیٹوں کی اور ایک خادمہ کی، شام کے وقت جب افطاری ہو رہی ہے، اب کھانا تناول فرمانے لگے ہیں، دسترخوان بچھ گیا ہے، تو ایک سائل نے دروازے پر دستک دیکر عجیب الفاظ سے سوال کیا کہ اے گھرانہ رسول! میں مسکین، تنگ دست، بھوکا ہوں کئی دن سے، اور سوال ہے آپ سے کہ مجھے کھانے کے لئے کچھ دے دیں، اللہ رب العزت آخرت کا کھانا آپ کو کھلائیں گے، حضرت علی نے اپنی بیوی سے مشورہ کیا کہ کیا کریں، کہا دے دو، کوئی بات نہیں، افطاری پانی سے کرلیں گے، سب روٹیاں اس سائل کو دیدیں، پانی سے افطار کرلیا۔

اب رات ہوگئی، پھر جب صبح ہوئی، تو دوسرا روزہ رکھنا ہے، نذر ہے تین روزوں کی، دوسرا روزہ بھی یوں ہی رکھ لیا، پانی سے ہی اور دن کو کچھ سوت کاتا، اتنے جو مل گئے اور پھر کھانا پکایا، جیسے ہی کھانا کھانے لگے، تو دروازے پر دستک دی، ایک یتیم نے کہا اے گھرانہ رسول ! میں ایک یتیم ہوں اور یتیم کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرنے سے جنت مل جاتی ہے، میں بھوکا ہوں اور میرے ساتھ جو دوسرے بہن بھائی وہ بھی بھوکے ہیں، کھانا کھلادیں، اللہ تعالی آپ کو آخرت کی، جنت کی نعمتیں عطا فرمائیں گے، وہی کھانا پانچ کی پانچ روٹیاں، اس یتیم کو دیدیں، اس مرتبہ بھی افطاری ہوئی پانی کے ساتھ۔

اب تیسرے دن کی سحری بھی پانی کے ساتھ اور تیسرے دن کا سوت جو حضرت فاطمہ نے کاتا، تو پھر ایک صاع مل گیا، یہ دو دن سے نیکی ہو رہی ہے اور لوگوں سے نیکی چھپائی جا رہی ہے، کہ کہیں یہ ضائع نہ ہو جائے، یہ ایثار جو ہو رہا ہے اپنی جانوں پر، یہ جفا جو ہو رہی ہے اپنے نفوس پر، اللہ کی رضا کی خاطر، یہ کسی کو پتا نہ چلے، تیسرے دن بھی روزے کی ترتیب بن گئی اور وہ کھانا پک گیا، ایک قیدی رہا ہوا اور وہ بھوکا تھا، اس نے آکر دستک دی اور یہی الفاظ اس نے بھی دہرائے کہ گھرانہ رسول !اے رسول اکرم کے داماد اور بیٹی ! بھوکا ہوں، کئی دن بعد قید سے رہا ہوا ہوں، کھانا کھلادیں، اللہ تعالی آپ لوگوں کو کھانا کھلائے، یہی کھانا اس قیدی کو دے دیا۔

اب جب روزے کی حالت میں تیسرے دن حضرت علی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ نے دیکھا کہ حضرت علی پہ کمزوری سی محسوس ہو رہی ہے، عرض

کیا کہ حضرت میں روزے میں ہوں اور اس کی پوری کہانی سنا دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چلتے ہیں، گھر تشریف لے گئے اور اپنی بیٹی کو نماز کی حالت میں پایا، نماز کے بعد جب دیکھا، تو اس پر بھی اسی طرح کے اثرات محسوس ہو رہے ہیں، جیسے آنکھوں پر ایک کمزوری محسوس ہو رہی ہوتی ہے، اسی دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے اثرات شروع ہو گئے، تھوڑی دیر بعد وہ خاص حالت وحی کے وقت والی ختم ہوتی ہے، تو آپ نے پسینہ صاف کیا اور یہ آیات تلاوت فرمائیں سورہ الدھر کی، فرمایا:

﴿ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا O اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا O اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًاO فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا﴾

پہلے دن مسکین کو دے دیا اور دوسرے دن یتیم کے حوالے کر دیا اور تیسرے دن قیدی کو دیدیا تم مسکینوں کو، یتیموں کو کھانا کھلا رہے ہو کہ ہمارا معبود راضی ہو جائے، اس لئے نہیں کھلا رہے کہ ہمیں تم کوئی بدلہ دے اور ہمارے حق میں شکرانے کے کوئی الفاظ بول دو۔

﴿ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًاO ﴾

اس لئے اپنی جان پر قربانی کر کے،، اپنا کھانا غریبوں کے حوالے کر رہے ہیں کہ اس دن کے خوف سے ڈر لگ رہا ہے، جس دن ہر کسی پر کپکپی طاری ہوگی۔

﴿ فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا﴾

ان کی یہ ادا، یہ قربانی اور سخاوت، یہ فکر آخرت اللہ رب العزت نے پسند کی، بچا لیا ان کو جہنم سے، محفوظ کر دیا ان کو آخرت کی سختیوں سے اور عمدہ عمدہ نعمتیں، سرخروئی، شادابی میدان حشر میں ان کے چہرے پر رکھ دیں گے۔

﴿ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًاO ﴾

ہم آخرت میں ایسے نیک لوگوں کو ایسا بدل دیں گے کہ ریشمی لباسوں میں ملبوس ہوں گے، ہر طرح کے باغات ملیں گے، ہماری رضا بھی ملے گی، تو یہ آیت نازل ہوئی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں اور ان کے گھرانے کے بارے میں۔

عرض کر رہا تھا کہ فکر آخرت جب انسان کو لگ جائے کہ ایک لمبا عرصہ آنے والا ہے، میرے

لئے دنیا میں جوانی بھی گزاری، پھر بڑھاپا بھی آیا، جوانی بھی آئے، تو اس دنیا سے چلے جانا ہے اور سب چلے گئے۔

منصور بن عمار بصری کا واقعہ:

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے بصرہ کے ایک بزرگ منصور بن عمار بصری کا ایک واقعہ لکھا ہے، یہ بہت بڑے بزرگ ہیں، صاحب نسبت بزرگ ہیں، ایک دن بازار میں گئے، تو ایک فقیر مانگ رہا ہے، بس کشف ہوا یا چہرہ دیکھ کر سمجھ گئے کہ یہ واقعتاً مستحق ہے، اس فقیر کو کہا خاموش ہو جاؤ، حضرت منصور نے خود اعلان کیا، جو شخص اس فقیر کو چار درہم دے گا، میں اس کو چار دعائیں دوں گا، لوگ سن رہے ہیں، بازار گرم ہے بصرہ کا، عربی کتابوں میں بصرہ اور کوفہ کی سیر کی مثالیں دی جاتی ہیں، یہ اس زمانے میں بصرہ اور کوفہ بڑے پر رونق شہر تھے، جیسے اب جگمگا رہا ہے ایورپ، اسی طرح کوفہ و بصرہ کی حالت تھی، بازار میں منصور نے اعلان کیا کہ اس فقیر کو کوئی چار درہم دے، چار دعائیں دے دوں گا، کاش کہ اس بازار کے تاجروں کو یہ سعادت حاصل ہو جاتی، لیکن محروم ہو گئے، تاجر سوچتے ہیں بڑا حساب کرتے ہیں، چائے پلا کر بھی سوچتے ہیں کہ اس سو میں پانچ روپے کم ہو گئے ہیں، سچی بات ہے تجارت کر کے دیکھو، پھر اندازہ ہو جائے گا کہ کس طرح گن گن کر رکھتے ہیں؟ سوچتے ہیں، بھرا ہوا بازار بصرہ کا، لیکن کسی کو نصیب نہیں ہوا، ایک غلام آ رہا تھا، آقا بڑا شرابی کبابی تھا، اس غلام کا، اور اس نے اپنے دوستوں کی مجلس بلائی ہوئی تھی، اس طرح کے گناہ کی اور غلام کو چار درہم دیئے کہ فروٹ لے آؤ، یہ غلام اس فقیر کی صدا سننے لگ گیا کہ یہ کیا کہہ رہا ہے؟ چار دعائیں دونگا جو چار درہم دے، اتفاق سے اس آقا نے غلام کو چار ہی درہم دیئے تھے کہ فروٹ لے آؤ، اس نے وہ چار درہم دے دیئے، اب آپ چار دعائیں دیدیں۔

حضرت منصور بصریؒ نے فرمایا کیا دعا کرنی ہے، بتاؤ کہا کہ حضرت میں غلام ہوں، دعا یہ کرنی ہے کہ مجھے میرا آقا آزاد کر دے، فرمایا اللہ رب العزت آپ کو آزاد فرما دیں گے۔

دوسری دعا یہ ہے کہ مجھے درہم مل جائیں، کہا اللہ رب العزت کئی گنا عطا کریں گے۔

تیسری دعا بتاؤ کہا حضرت تیسری دعا یہ ہے کہ میرا آقا بڑا گندہ انسان ہے، ہے تو مسلمان

،مگر بڑا گندہ انسان ہے، اللہ اس کو توبہ کی توفیق دیدے، نیک بنا دے، کہا اللہ رب العزت ہدایت دیدیں گے۔

چوتھی دعا یہ ہے کہ اس کی غلط مجلس میں اس کے کئی ساتھی بیٹھے ہیں، ان سب کی مغفرت کی دعا فرمادیں، کہا دعا کردی۔

وہ غلام واپس آگیا، تو اب ڈر رہا ہے، لیکن دل مضبوط ہے کہ کوئی بات نہیں، آقا مارے گا ہی نا، وہ تو ویسے بھی مارتا رہتا ہے، اتنے بڑے بزرگ کی اتنی دعائیں ملی ہیں، کوئی تو قبول ہو جائے گی، دل میں یقین پیدا ہو گیا۔

حدیث میں آتا ہے: ''لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ میرا نیک بندہ، میرا محبوب و مقبول بندہ جب میرے بارے میں قسم کھالے کہ اللہ یوں کریں گے، تو اللہ تعالیٰ اس کو حانث نہیں ہونے دیتے، اس کی قسم کو پورا کر دیتے ہیں، دل مضبوط ہوا، اس کا آقا غصے میں بے وقوف دیر بھی لگائی اور لایا بھی کچھ نہیں، اس نے کہا کہ حضرت ایک درخواست سن لیں، ایک بات سن لیں، ایسی بات ہوگئی ہے ۔عجیب بزرگ تھے، ان کو دیکھ کر آخرت یاد آتی تھی، موت یاد آتی تھی، حساب و کتاب سامنے آتا تھا، تو وہ یوں آواز لگا رہے تھے بصرہ کے سارے تاجران کو بے وقوف سمجھ رہے تھے، میرے دل پر اللہ رب العزت نے ایسی چوٹ لگائی کہ دے دوں چار درہم اس کو، آقا سے درخواست کرلوں گا معافی کی اور پھر اس نے چار دعائیں دیں، آقا نے پوچھا کیا دعائیں دی ہیں؟ کہا حضرت نے دعائیں یہ دی ہیں:

پہلی دعا میں نے یہ کرائی ہے کہ غلامی مشکل چیز ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ مجھے آزاد کر دے، آزادی دلادے، تو آقا نے فرمایا کہ چل تجھے آزاد کر دیا ہے۔

دوسری دعا اس بزرگ نے یہ دی ہے کہ یہ چار درہم آقا کا قرضہ ہے، یہ چار درہم مجھے مل جائیں تاکہ قرضہ ادا کردوں۔

تیسری دعا بزرگ نے یہ دی ہے کہ میرے آقا کو اللہ توبہ کی توفیق عطا فرمائے، اس نے اپنے تمام مٹکے توڑ دیئے، کہا میں تائب ہو گیا ہوں اپنے سابقہ گناہوں سے اور آئندہ گناہ نہیں کروں گا

چوتھی دعا بزرگ نے یہ دی کہ اللہ رب العزت ہماری تمام مجلس کے جتنے یہ لوگ ہیں، سب کو

معاف کردے، سب کے گناہوں کو معاف کردے، تو آقا نے کہا ہمارے اختیار میں جو تھا وہ ہم نے کردیا ہے، سب کے گناہوں کو معاف کردینا میرے اختیار کی بات نہیں، یہ اللہ رب العزت کے اختیار میں ہے، سوگیا رات کو خواب آئی اور کہا گیا کہ تین چیزیں تمہارے اختیار میں تھیں اور تم نے کرلیں اور جو تمہارے اختیار میں نہیں تھا، میرے اختیار میں تھا، وہ میں نے کرلیا ہے، تم سب کی مغفرت کردی۔

جاہ ومنصب موت کو نہیں روک سکتے:

آخرت کی فکر کسی نیک شخص کے ساتھ ملنے سے، کچھ دین حاصل کرنے سے، کچھ نیکی کی طرف رغبت کرنے سے ملے گی، تو تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں، ورنہ بڑے بڑے بادشاہ، کروفر والے، بڑے بڑے ایوانوں والے، بڑے بڑے عہدوں والے سب چلے گئے، سب چلے جائیں گے۔

ہم نے دیکھے ہیں ایسے ہزاروں کہ جن کا معطر بدن تھا مشین چلن تھا، ہم نے دیکھے ایسے ہزاروں جن کی کرسیاں بڑی مضبوط ہوا کرتی تھیں اور بڑے بادشاہت کے ایوانوں میں اپنی تقریر سنایا کرتے تھے، کہاں گئے وہ کروفر والے؟ کہاں گئے وہ وڈیرے؟

ہم نے دیکھے ہیں ایسے ہزاروں کہ جن کا معطر بدن تھا مشین چلن تھا
قبر ان کی کھودی تو نہ عضو بدن تھا نہ تار کفن تھا

جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث تلاوت کی فرمایا کہ ایک زمانہ میری امت پر ایسا آئے گا: "يُحِبُّوْنَ خَمْسًا وَّيَنْسَوْنَ خَمْسًا"

پانچ کے ساتھ محبت کریں گے اور پانچ کو بھول جائیں گے۔

دنیا سے محبت کرنے آخرت کو بھول جانے کا مطلب:

پہلی بات يُحِبُّوْنَ الدُّنْيَا وَيَنْسَوْنَ الْعُقْبٰى ...... کہ دنیا کو اپنا محبوب بنائیں گے اور عقبی کو بھول جائیں گے، دنیا کو محبوب کیسے بنانا ہوتا ہے؟ اہل تصوف نے ایک جملے میں اس کا خلاصہ لکھا ہے کہ ہر وہ دنیا جو حق اللہ اور حق العباد کے بجالانے میں رکاوٹ ہو، وہ دنیا مضر ہے، وبال

جان ہے اور ذریعہ معاش کمار ہا ہے اللہ کے حقوق اللہ کے رسول کے حقوق دیگر حقوق العباد بجالا رہا ہے، یہ دنیا اس کے لئے بہتر ہے، معتر نہیں، تو پہلی چیز کہ وہ دنیا کو محبوب بنائیں گے اور آخرت کو بھول جائیں گے، اب ایک شخص آخرت کو یاد رکھے بیٹھا ہے، نماز کا پابند نہیں، حرام مال سے بچتا نہیں، غیبت، بدنظری گناہوں سے بچتا نہیں، تو یہ کیسا آخرت سے ڈرتا ہے؟ آخرت سے ڈرنے کا مفہوم یہ ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو بجالا رہا ہے، بے شک کمائی کر رہا ہے، کچھ بھی کر رہا ہو، رزق حلال حلال طریقے سے کما رہا ہے، مفید ہے۔

گھروں سے محبت کرنے اور قبروں کو بھول جانے کا مطلب:

دوسری چیز...... يُحِبُّوْنَ الدُّوْرَ وَيَنْسَوْنَ الْقُبُوْرَ گھروں کو سجائیں گے اور اپنے محلات بنائیں گے، لیکن قبروں کو بھول جائیں گے، یہ بڑے بڑے سیکٹروں والے جب گزرتے ہیں H8 کے قبرستان سے تو سی ڈی اے نے دیواریں لگا دی، یہ مکین افسر کہیں قبروں کو دیکھ کر ہارڈ اٹیک کے شکار نہ ہو جائیں، ان کو قبروں سے گزار کران کے لئے مغفرت کی دعا کیا کرو اور اسے اپنا ٹھکانہ سمجھو کہ میں نے بھی اسی میں جانا ہے۔

"يُحِبُّوْنَ الدُّوْرَ وَيَنْسَوْنَ الْقُبُوْرَ"

اپنے گھروں کو سجایا، اتنا بنایا، اتنا مرصع کیا، اتنا مزین کیا، جب ان میں اس ریٹائر ہونے والے افسر کے گزران کا وقت آیا، تو آگئے عزرائیل، چل بابا تیرا دنیا میں رہنے کا وقت اب ختم ہو گیا، اب چلو قبرستان کی طرف۔

مال سے محبت کرنے اور حساب کو بھول جانے کا مطلب:

تیسری چیز...... يُحِبُّوْنَ الْمَالَ وَيَنْسَوْنَ الْحِسَابَ مال کو اپنا محبوب بنائیں گے اور آخرت کے حساب کو بھول جائیں گے کہ یہ مال جو ہم آج کما رہے ہیں، کل اس کا حساب دینا ہوگا، اللہ تعالیٰ کے سامنے میزان عدل قائم ہوگا اور وہاں حساب و کتاب سے گزرنا پڑے گا۔

﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ الَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ اَيَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ﴾

ہلاک ہوگیا چغلی کرنے والا ، عیب لگانے والا ، ہلاک ہوگیا ، کون ہے چغلخور عیب لگانے والا ؟ جو مال کو جمع کرتا ہے اور پھر گن گن کر رکھتا ہے ، پھر سرہانے کے پاس نوٹ رکھ کر سوتا ہے ، گن گن کر اس مال کو اپنا محبوب بنا کر اس لئے رکھ رہا ہے ، خیال یہ ہے اس کا کہ یہ مال اس کے پاس ہمیشہ رہے گا ، اے بابا جی تو نہیں ہمیشہ رہے گا ، تیرا مال کیسے رہے گا ؟

اہل وعیال سے محبت کرنے اور نعمتوں کو بھولنے کا مطلب:

چوتھی چیز ...... يُحِبُّوْنَ الْعِيَالَ وَيَنْسَوْنَ الْحُوْرَ النِّعْمَةَ بھول جائیں گے آخرت کی نعمتوں کو ، اہل وعیال سے حد سے زیادہ محبت کرنے والے بن گئے ، ہر قسم کا مال رطب ویابس حلال وحرام جائز وناجائز اور بچوں کو خوش رکھیں گے ، بڑے بڑے محلات اور زیرو میٹر کاریں کرولا اور پجارو لاکر اپنی کوٹھیوں کو سجائیں گے ، ، خوشی کریں گے ، اپنے اہل وعیال سے حد درجے کی محبت کریں گے ، جو ہمیشہ کی زندگی کے لئے میں نے نعمتیں تیار کر کے رکھی ہیں ، ان نعمتوں کو یہ بھول جائیں گے ۔

فتنے سے محبت ، حق کو ناپسند اور بن دیکھے گواہی دینے کا واقعہ:

حضرت عمر فاروق کی خلافت کا دور ہے ، ایک شخص پاس سے گزرا ، سلام کیا تو کہا کہ کیا حال ہے ؟ ویسے حضرت عمر رعب ووقار میں تو مشہور تھے اور کیوں نہ ہوں ، رسول اکرم نے بشارت دی تھی کہ عمر جس گلی سے عمر گزرتا ہے ، شیطان بھاگ جاتا ہے ، منافقین بھی بھاگ جاتے تھے ، وہ بھی شیطان ہی ہوتے ہیں ، ڈر لگ جاتا ہے ، ابھی عمر آرہے ہیں ، ایک دوست سے حال پوچھا دوست کیا حال ہے ؟ کہا فتنے سے محبت کرتا ہوں ، حق کو ناپسند کرتا ہوں ، جس کو نہیں دیکھا اس کے بارے میں گواہی دیتا ہوں ۔

حضرت عمر نے فرمایا عجیب آدمی ہو ، فتنوں سے محبت کرتے ہو ، حق کو ناپسند کرتے ہو اور جس کو نہیں دیکھا اس کے بارے میں گواہی دیتے ہو ، کہا اس کو جیل میں ڈال دو ۔

حضرت علیؓ سن رہے تھے ۔ أَقْضَاهُمْ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ لقب ہے ، رسول اللہ نے دیا تھا ، کہ سب سے عمدہ فیصلہ کرنے والے حضرت علی ہیں ، ان میں بڑی صلاحیت تھی ، کہا

امیرالمومنین یہ صحیح کہہ رہا ہے، کہا کیسے درست کہہ رہا ہے؟ کہا قرآن مجید نے فرمایا

﴿ اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ﴾

فتنے سے اس کی مراد مال و دولت ہے، کہ میں مال و دولت اور اولاد سے محبت کرتا ہوں۔ حق کو ناپسند کرتا ہوں، اس حق سے اس کی مراد موت ہے۔ تیسری بات یہ کہ جس کو نہیں دیکھا اس کے بارے میں گواہی دیتا ہوں، یہ شخص تابعی ہے، اس نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر گواہی دے رہا ہے، یہ مطلب ہے اس کا۔

تو حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ وہ بڑا ذہین تھا، جس نے یہ جملے بولے اور ان جملوں کو سمجھنے والے کو بھی اللہ رب العزت نے بڑا ذہن عطا فرمایا تھا ورنہ عمر نے تو فیصلہ کر دیا تھا۔

نفس سے محبت کرنے اور اللہ و رسول کو بھول جانے کا مطلب:

پانچویں چیز...... يُحِبُّوْنَ النَّفْسَ وَيَنْسَوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ کہ اپنے نفس کو بڑا محبوب بنایا اور ہر طرح کے حلال و حرام کے ذریعے اس کو راحت پہنچائیں گے، لیکن اللہ اور رسول کو بھول جائیں گے، اگر ایسے لوگ میری امت کے ہوئے، تو میں ان سے بری ہوں اور وہ مجھ سے بری ہیں۔

اللہ تعالیٰ صحیح معنی میں دین کی سمجھ اور عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

(۶)

تعمیر وطن آخرت

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا **حکیم محمد اختر** صاحب مدظلہم العالی
خانقاہ اشرفیہ/اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی

تعمیر وطن آخرت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ. (سورۃ الملک : پ ۲۹)

حضرات سامعین ! اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ کئی برس سے امریکہ کے لئے ہمارے دوست عبدالرزاق جمانی کوشش کرتے رہے، لیکن لمبی مسافت کی وجہ سے ہمت نہیں ہو رہی تھی، اس دفعہ یہ کراچی آئے اور میرے ساتھ آزاد کشمیر کا سفر بھی کیا اور کافی محبت کا دباؤ ڈالا، تو محبت ایسی چیز ہے کہ اپنی کرامت دکھا ہی دیتی ہے کہ اس عمر میں ضعف کے باوجود میں آ گیا۔

علامہ محمود آلوسیؒ بغدادی فرماتے ہیں کہ محبت کا لفظ نکلتا ہی نہیں، جب تک دونوں ہونٹوں کی ملاقات نہ ہو، کتنا بڑا قاری بیٹھا، دونوں ہونٹ کو الگ کر کے لفظ محبت ادا کر دے، ناممکن ہے۔

علامہ سید محمود آلوسیؒ بغدادی بڑے زبردست عالم گزرے ہیں، فرماتے ہیں کہ میں بچپن میں بہت غریب تھا، میرے پاس پیسے نہیں تھے کہ چراغ کے لئے تیل کا انتظام کروں، تو چاند کی روشنی میں کتابیں پڑھا کرتا تھا، لیکن گدڑی میں لعل بھی ہوتا ہے، اس لئے کسی گدڑی کو حقیر مت سمجھو، اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنا بڑا مفسر بنایا کہ علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے تھے کہ عربی زبان میں تفسیر روح المعانی جیسی تفسیر نہیں، تفسیر بیان القرآن میں حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے بارہ آنہ تفسیر اسی سے لی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے وہ دن بھی دکھایا کہ کہاں تو اتنے غریب تھے اور کہاں امیروں نے ان کی جوتیاں اٹھانی شروع کر دیں، جب علم کی دولت آتی ہے اور انسان اللہ والا بنتا ہے اور اللہ پر فدا ہوتا ہے، پھر سارا جہاں اس پر فدا ہونے لگتا ہے۔

جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری
اگر اک تو نہیں مرا تو کوئی شے نہیں میری

اللہ والوں کی باطنی سلطنت:

اور اللہ والوں کو کیا نعمت ملتی ہے؟ آپ کہیں گے کہ صاحب ان کے پاس نہ تو فیکٹری ہے، نہ خزانہ ہے، نہ دولت ہے، نہ سلطنت ہے، لیکن خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ فرماتے ہیں کہ میں بتاتا ہوں کہ ان کے پاس کیا سلطنت ہوتی ہے۔ ؎

خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہو کر
تو اپنا بوریہ بھی پھر ہمیں تخت سلیماں تھا

اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کے قلب کو اپنی محبت کی دولت عطا فرماتے ہیں، جو اللہ سورج اور چاند میں روشنی پیدا کرتا ہے، وہ اپنے عاشقوں کے دل میں کیسی روشنی پیدا کرتا ہے، جو اللہ وزیروں کو وزارت اور بادشاہوں کو تخت وتاج کی بھیک دے سکتا ہے، وہ اللہ جس کے دل میں آئے گا، تو اس کی سلطنت کے عالم کا کیا عالم ہوگا؟ جو اللہ سمندروں میں موتی اور پہاڑوں میں سونا چاندی پیدا کرتا ہے، وہ خالق زر جب دل میں آتا ہے، تو دل کی کیفیت کا کیا عالم ہوگا!

ایک بزرگ سے کسی نے کہا کہ لوگ آپ کو شاہ صاحب کہتے ہیں، تو آپ کے پاس کتنا سونا ہے، بزرگ نے جواب دیا ؎

بخانہ زر نمی دارم فقیرم
ولے دارم خدائے زر امیرم

میرے گھر میں سونا نہیں ہے، فقیر آدمی ہوں، ہاں میں سونے کا خالق رکھتا ہوں، اس لئے امیر ہوں، آہ! کیا درویش تھا؟ کیا زبردست جواب دیا۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

اے مبدل کردہ خاکے را بہ زر
خاک دیگر را نمودہ بوالبشر

اثبات قیامت کی عجیب دلیل:

مٹی سے انسان کیسے بنتا ہے؟ مٹی سے جو غلہ بنتا ہے، اس میں مٹی کا جزو بھی ہوتا ہے، ورنہ زمین میں ایک دانہ ڈال کر سو دانے کیسے نکلتے؟ مٹی ہی سے تبدیل اور استحالات ہوتے ہوتے،

پھر بہت سے گندم ہو جاتے ہیں، جس جس غذا سے جس انسان کو بننا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، لہٰذا ان غذاؤں کو اللہ تعالیٰ ماں باپ تک پہنچاتے ہیں، ماں باپ وہ غذا کھاتے ہیں، بلوچستان کی بکری کا گوشت کھاتے ہیں، کبھی آسٹریلیا کا گندم کھاتے ہیں اور کبھی کسی ملک کا سیب کھاتے ہیں، حج میں زمزم اور کھجور کھاتے ہیں، سارے عالم میں جہاں جہاں غذا منتشر ہوتی ہے، جہاں جہاں مادہ تخلیق پوشیدہ ہوتا ہے، ان ساری غذاؤں کو اللہ تعالیٰ ماں باپ تک پہنچاتے ہیں، پورے عالم میں انسانیت کی جو مٹی بکھری پڑی تھی، اللہ تعالیٰ غذاؤں کی صورت میں اس کو ماں باپ تک پہنچاتے ہیں، اب ماں باپ نے کھایا، اس سے خون بنا، پھر خون سے ایک حصہ مادہ تخلیق، مادہ منویہ بنا، پھر اس میں سے بھی صرف ایک قطرہ کو ماں کے رحم میں پہنچا کر انسان بناتے ہیں۔

لہٰذا جب ایک کافر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اس انسان کو دوبارہ کیسے پیدا کرے گا؟ جب کہ انسان کی ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی اور اس کافر نے ایک بوسیدہ ہڈی کو چٹکی سے ریزے ریزے کر کے ہوا میں اڑا دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گستاخانہ کہا:

﴿ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴾ . (پ۲۳ سورہ یٰسین)

اور ان بوسیدہ ہڈیوں کو کیسے زندہ کرے گا، جب کہ وہ ہوا میں ریزہ ریزہ ہو گئیں؟ اللہ نے اس کا جواب دیا:

﴿ أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴾.

کیا انسان غور نہیں کرتا کہ ہم نے اس کو ایک حقیر نطفہ منی سے پیدا کیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جواب دے دیا کہ اے ناشکرے اور نالائق انسان تو پہلے سارے عالم میں منتشر تھا اور تیرے سارے اجزاء بکھرے ہوئے تھے، تو آسٹریلیا کے گندم میں تھا، تو بلوچستان کی بکریوں میں تھا، تو قندھار کے سیبوں میں اور بصرہ کے کھجوروں میں تھا، میں نے ان سب بکھرے ہوئے اجزاء کو خون بنا کر پھر فلٹر کرتے ہوئے منی بنا کر اس کے ایک خاص جزو سے تجھے بنا دیا، تو اے انسانو! دوبارہ اگر تم منتشر ہو اور میں تمہارے بکھرے ہوئے اجزاء کو جمع کر کے تمہیں دوبارہ پیدا کر دوں، تو اس میں کیا تعجب ہے؟

پہلی بار پیدا کرنا مشکل ہے، یا دوسری بار؟ اور اللہ کے لئے کچھ مشکل نہیں، نہ عدم سے وجود

میں لانا مشکل، نہ وجود کو فنا کر کے اس کو دوبارہ پیدا کرنا مشکل، وہ صاحب قدرت عظیمہ ہے۔

قیامت کی دوسری دلیل:

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ سخت گرمیوں میں گھاس جل جاتی ہے، لیکن جب بارش ہوتی ہے تو دوبارہ اللہ تعالیٰ ان نباتات کو حیات عطا فرما دیتے ہیں، تو جو نباتات کو دوسری مرتبہ بھی حیات دے سکتا ہے، کیا وہ اس پر قدرت نہیں رکھتا کہ انسان کو موت کے بعد دوبارہ زندہ کر دے؟ تو اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کو کیا دیتا ہے؟ اللہ تعالیٰ بندوں کے دلوں میں محبت ڈال دیتا ہے، ایک صاحب نے کہا کہ کیا بات ہے کہ اللہ تعالیٰ مولویوں کے دستر خوان پر مرغیاں خوب دیتا ہے، میں نے کہا بچپن میں مدرسوں میں ان کو مرغا بنایا جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کو رحم آ گیا کہ ہماری راہ میں تو مرغے بنے، اس لئے اب مرغیاں تمہاری طرف دوڑ کر آئیں گی۔

خوشیاں حاصل کرنے کا طریقہ:

دوسری وجہ یہ کہ یہ اپنے نفس کو مرغا بناتے ہیں، نفس چاہتا کہ سینما، ٹیلی ویژن، وی سی آر دیکھیں، گندے کام کریں، مگر یہ زمین پر رہتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ پر نظر رکھتے ہیں کہ جس نے ہمیں پیدا کیا ہے، وہ کس بات سے خوش ہے؟ اپنی خوشیوں کو فدا کرتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ ان کی خوشی کی ضمانت اور کفالت قبول کرتا ہے اور جو اللہ کو ناراض کر کے اپنی خوشی کا خود انتظام کرتا ہے تو شاعر بزرگ خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ فرماتے ہیں

نگاہ اقربا بدلی ، مزاج دوستاں بدلا
نظر اک ان کی کیا بدلی کہ کل سارا جہاں بدلا

اس کو ہر طرف سے پریشانیاں گھیر لیتی ہیں، بہت کما لیا، تو کینسر پیدا ہو گیا، پڑے ہوئے مر رہے ہیں یا فالج ہو گیا، ہزاروں آفتوں میں انسان گھر جاتا ہے، لیکن جو اللہ تعالیٰ کو خوش کر لیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ﴾ (پ۱۴، سورۃ نحل ایت ۹۷)

لام تاکید بانون ثقیلہ ہے کہ ضرور بالضرور ہم تمہیں بالطف زندگی دیں گے۔

وہ مالک جو سارے عالم کا مالک ہے، وہ جس کی خوشی کی ذمہ داری قبول کرے، وہ راستہ بہتر ہے یا ہم خود اپنی خوشیوں کا انتظام کریں، یہ بہتر ہے؟ چھوٹا بچہ اگر اپنے ابا کو چھوڑ کر اپنی خود خوشی کا انتظام کرے، تو ابا کیا کہے گا ارے تو ہم کو خوش رکھ، ہماری جان و مال جائیداد سب تجھ پر فدا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم ہمیں خوش رکھو، ہم تمہاری خوشیوں کا ذمہ لیتے ہیں

غم پروف دل:

اور کبھی کسی مصلحت کے پیش نظر، مثلاً تمہاری ترقی کے لئے یا تمہاری خطاؤں کو معاف کرنے کے لئے، تم کو غم بھی دیں گے، تو بھی ہم تمہارے دل میں غم نہیں گھسنے دیں گے، اگر سوئزرلینڈ اور مغربی ممالک واٹر پروف گھڑیاں بنا سکتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے عاشقوں کے قلب کو غم پروف کر سکتے ہیں، چاروں طرف غم ہوگا، لیکن ان کے دل میں نہیں گھسے گا، شاعر بزرگ فرماتے ہیں:

دل گلستان تھا تو ہر شے سے ٹپکتی تھی بہار
دل بیاباں کیا ہوا عالم بیاباں ہوگیا

اللہ والوں کو اللہ تعالیٰ دل میں خوشی دیتے ہیں، جب دل میں خوشی ہوتی ہے، تو سارے عالم میں خوشی معلوم ہوتی ہے اور جب دل غمگین ہوتا ہے، تو سارے عالم میں غم ہی غم نظر آتا ہے، یہ آنکھیں دل کے تابع ہیں، جیسا دل ہوتا ہے، ویسا ہی آنکھوں سے نظر آتا ہے۔

دنیا کی محبت اور اللہ کی محبت کا امتزاج:

ایک دفعہ میں کانپور ہوتے ہوئے باندہ مولانا صدیق صاحب کے یہاں جارہا تھا، تو ایک جگہ کانپور کے تاجر حضرات جمع ہوگئے، مجلس میں جامع العلوم کے مفتی منظور صاحب بھی تھے، تو ان لوگوں نے مفتی صاحب کو وکیل بنایا کہ آپ مسئلہ پوچھیں کہ یہ کہتے ہیں کہ دنیا کو لات مارو، دنیا سے محبت مت کرو، تو بغیر محبت کے ہم کیسے کارخانے اور فیکٹریاں چلا سکتے ہیں؟ اگر محبت نہ ہو تو راتوں کو جاگنا، یونین سے نپٹنا، مال منگوانا بڑا مشکل ہے، خاصی مشغولی ہوتی ہے تاجر کو، تو میں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ بیوی بچوں ماں باپ کارخانوں اور تجارت کی جائز محبت سے منع نہیں

کرتے، بلکہ ان کی شدید محبت بھی جائز ہے، لیکن اللہ تعالیٰ بس یہ چاہتے ہیں کہ اس کی محبت دنیا کی تمام محبتوں پر غالب ہو جائے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا أَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ ﴾ (پ ۲ سورہ بقرہ آیت ۱۶۵)

اگر ماں، باپ، بیوی، بچوں تجارت اور فیکٹریوں کی محبت ففٹی پرسنٹ (پچاس فیصد) ہے، تو اللہ کی محبت ففٹی ون (اکیاون فیصد) کرلیں، ایک پرسنٹ اللہ کی محبت زیادہ کرلو، بس کامل مومن ہو جاؤ گے، قرآن کریم نے اشد فرمایا اور اشد اور شدید کی نسبت علماء سے پوچھ لیجئے۔

امتحانِ محبت:

مگر اشد اور شدید کا امتحان ہوگا، کیسے معلوم ہوگا کہ اس پر اللہ کی محبت غالب ہے یا مال و دولت کی؟ امتحان کے موقع پر اس کا پتہ چلے گا، جیسے دو آدمی الیکشن کے لئے کھڑے ہو جائیں اور دونوں آپ کے دوست ہوں، تو دونوں آپ کے پاس آئیں گے، اب کیسے پتہ چلے گا کہ کس کی محبت آپ کے دل میں زیادہ ہے، تو جس کی محبت غالب ہوگی، اسی کو آپ ووٹ دیں گے، اسی طرح جب اللہ کی خوشی اور ہماری خوشیوں کا مقابلہ ہو، اس وقت امتحان ہوگا کہ اپنی خوشی پر چلتے ہو یا اللہ کی خوشی پر، تب پتہ چلے گا کہ اللہ کی محبت زیادہ ہے یا اپنے نفس کی محبت۔

محبت کی مقدارِ مطلوبہ:

اسی لئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی کہ اے اللہ مجھے آپ اپنی محبت اتنی دے دیجئے کہ آپ میری جان سے زیادہ محبوب ہو جائیں اور اہل و عیال سے زیادہ محبوب ہو جائیں اور شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی کے پینے میں جو مزہ آتا ہے کہ ہر گھونٹ میں ایک نئی زندگی معلوم ہوتی ہے، اے اللہ آپ اس ٹھنڈے پانی سے زیادہ مجھے محبوب ہو جائیں، رمضان کا مہینہ ہو اور جون جولائی ہو، تو روزہ میں شام کو ہر گھونٹ میں نئی حیات معلوم ہوتی ہے، اسی طرح اللہ کے عاشقوں کو ہر اللہ کہنے میں نئی زندگی معلوم ہوتی ہے، تو جو زندگی خالق زندگی پر فدا ہوتی ہے، وہ خالق حیات اس پر بے شمار حیات برسا دیتا ہے اور وہ ہر وقت مست رہتے ہیں:

کوئی جیتا کوئی مرتا ہی رہا
عشق اپنا کام کرتا ہی رہا

اہل اللہ کے غم کی مثال:

اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کے دل کو کبھی پریشانی نہیں آتی، اگر کبھی وہ بظاہر غمگین بھی نظر آئیں، مگر ان کا دل پریشان نہیں ہوتا، ان کی پریشانی کی مثال ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جیسے کوئی شخص مرچ والا کباب کھا رہا ہے اور سوسو بھی کر رہا ہو، آنکھوں سے آنسو بھی جاری ہوں، لیکن اگر کوئی اس سے پوچھے کہ آنجناب کسی مصیبت میں مبتلا معلوم ہوتے ہیں، جو رو رہے ہیں، لائیے یہ غم میں اٹھالوں، تو وہ کیا کہے گا، تم بے وقوف ہو، یہ خوشی کے آنسو ہیں، غم کے نہیں۔

اللہ تعالیٰ سے محبت اشد کی عقلی دلیل:

اب اگر کوئی یہ پوچھے کہ اللہ کی محبت زیادہ ہونی چاہیے، اس کی کیا دلیل ہے؟ دلیل یہ ہے کہ یہ ساری نعمتیں کون دیتا ہے؟ اللہ، تو نعمت کی محبت زیادہ ہونی چاہیے یا نعمت دینے والے کی، آپ اپنی عقل سے فیصلہ کیجئے، بین الاقوامی عقل کا تقاضا یہ ہے کہ نعمت دینے والے کی محبت نعمت سے زیادہ ہونی چاہیے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ذکر کو شکر پر مقدم فرمایا:

﴿ فَاذْكُرُوْنِىْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِىْ وَلَا تَكْفُرُوْنَ . ﴾

(پ ۲ سورہ بقرہ آیت ۱۵۲)

تم مجھ کو یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا، اس پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو سب کو یاد رکھتے ہی ہیں، وہ کبھی بھول سکتے ہیں؟ بھولنے والا کبھی خدا نہیں ہوسکتا، اللہ تعالیٰ کی شان خطاء ونسیان سے پاک ہے۔

آیت ﴿ فَاذْكُرُوْنِىْٓ اَذْكُرْكُمْ ﴾ کی تفسیر:

چنانچہ مفسرِ عظیم حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم مجھ کو یاد کرو اطاعت سے، "اُذْكُرُوْنِىْ بِالطَّاعَةِ اَذْكُرْكُمْ بِالْعِنَايَةِ" ہم

تمہیں یاد کریں گے عنایت سے، یاد تو ہم کافروں کو بھی رکھتے ہیں، مگر کسی کو یاد رکھتے ہیں غضب سے اور کسی کو یاد رکھتے ہیں عنایت سے، جیسے عدالت میں جج پھانسی کا حکم دے رہا ہے اور پھانسی والا سامنے ہے، قریب بھی ہے، اسی طرح عدالت میں پیش کار اور خصوصی عملہ بھی سامنے ہے، جج کی نظر دونوں پر ہے، لیکن پھانسی والے پر نظر غضب ہے اور دوسروں پر نظر عنایت ہے۔

حرام خوشیوں کا انجام تلخ زندگی:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تم نے میری ناخوشی کی راہ سے حرام خوشیوں کو امپورٹ کیا، راستہ چلتے اگر دوسروں کی بہو بیٹیوں کو دیکھا، سینما وی سی آر ننگی فلمیں ویڈیو وغیرہ چیزوں سے تم نے خوشی حاصل کی، تو یاد رکھو میرا اعلان

﴿ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا ﴾. (سورہ طٰہٰ)

جو میری یاد سے اعراض کرے گا، میں اس کی زندگی تلخ کر دوں گا۔

شیطان بعض بے وقوفوں کو بہکاتا ہے۔

آج تو عیش سے گزرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے

نقد نرائن کرلو اور حسینوں کے ہر ڈیزائن کو دیکھ لو اور کسی کو ریزائن نہ کرو، تو ایسا شخص پھر اللہ کے خزائن سے محروم رہتا ہے اور جوان مختلف ڈیزائنوں کو اللہ کے لئے ریزائن دیدے تو اللہ کے خزائن اس پر برس جائیں گے اور اگر ان کے ڈیزائن کو ریزائن نہ کرو گے، تو رام نرائن ہو جاؤ گے، وہ پتھر کے بتوں کو پوجتے ہیں، ہم اگر زندہ بتوں کو پوجنے لگیں، تو بتاؤ کیا فرق ہوا؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میری ناراضگی کا اقدام کرتا ہے، تو میری نافرمانی کا زیرو پوائنٹ (نقطۂ آغاز) میرے عذاب اور پریشانی کا نقطۂ آغاز ہے:

﴿ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ ﴾

آہ! جو مجھے ناراض کرتا ہے اور چوری چھپے حرام مزے لوٹتا ہے، تو اے دنیادار! سمجھ کہ میں تجھے دیکھ رہا ہوں، میرا شعر ہے ؎

جو کرتا ہے تو چھپ کے اہل جہاں سے
کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

میرے دستو! دو چیزیں پیش کرتا ہوں، اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ اگر تم فرمانبردار بن جاؤ، نیک بن جاؤ، تو ہم دنیا ہی میں تم کو بالطف زندگی دیں گے، لہذا جنت کو ادھار مت کہو۔

دو جنت اور دو دوزخ:

محدث عظیم ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی اپنے بندوں کو دو جنت دیتا ہے

" جَنَّةٌ فِی الدُّنْیَا بِالْحُضُوْرِ مَعَ الْمَوْلٰی "

دنیا میں ہر وقت ان کو جنت کا مزہ ہے کہ مولی ان کے ساتھ ہے، خالق حقیقی ان کے ساتھ ہے اور " وَجَنَّةٌ فِی الْعُقْبٰی بِلِقَاءِ الْمَوْلٰی "

مرنے کے بعد تو جنت ہے ہی، ہاں اللہ تعالی کی ملاقات ہوگی اور اگر اللہ کو ناراض کیا، تو سمجھ لو کہ اللہ تعالی خالق جہنم بھی ہے، ہر وقت دوزخی کی طرح پریشان رہو گے، لاکھوں ڈالروں اور لاکھوں پاؤنڈ میں کوئی سکون نہیں ملے گا۔

﴿ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا ﴾. (سورہ طٰہٰ)

مجھ کو ناراض کرنے کے بعد نقد جہنم تم کو یہ ملے گا کہ تمہاری زندگی کو تلخ کردوں گا اور ادھار دوزخ تو آخرت میں ہے ہی۔

اس لئے اللہ کی محبت اللہ والوں سے سیکھو، اللہ کے عاشقوں سے سیکھو، پھر تمہاری یہ تجارت بھی جنت ہو جائے گی، نعمت ملنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نعمت دینے والے کو بھول جاؤ۔

کیا دنیا اور آخرت جمع ہو سکتی ہیں؟

دنیا اور آخرت کیسے جمع ہو سکتی ہے؟ دنیا کو چھوڑنے کا حکم نہیں ہے، نہ لات مارنے کا حکم ہے، کیونکہ اگر تین دن کھانے کو نہ ملے، تو لات بھی نہ اٹھے گی دنیا کو مارنے کے لئے، مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ دنیا میں اس طرح رہو کہ جیسے دریا میں کشتی چلتی ہے، پانی کشتی کو چاہئے یا نہیں؟ پانی ضروری ہے، لیکن وہی پانی اگر کشتی میں گھسنے لگے، تو کشتی ڈوب جائے گی، اسی طرح دنیا

بہت ضروری ہے، لیکن اگر دل کے اندر گھس گئی، تو پھر خیریت نہیں ہے، آخرت کی کشتی کو ڈبو کر رکھ دے گی، دنیا ہاتھ میں ہو، جیب میں ہو اور اردگرد ہو، بس دل میں نہ ہو، جس کی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار رہو، نافرمانی میں مبتلا نہ ہو، تو سمجھ لو کہ دنیا آخرت جمع ہوگئی۔

دنیا بہترین پونجی کیسے بنتی ہے؟

یہی دنیا سبب آخرت بن جائے ،تو دنیا بہترین پونجی ہے، اسی طرح کہ کرنسی ٹرانسفر کرتے رہو، روزہ نماز کرتے رہو، بھئی نماز فجر کے بعد سے ظہر تک فیکٹری چلاؤ، کون منع کرتا ہے، کتنا فاصلہ رکھا ہے، ہر وقت تو نمازی نہیں بنایا، ظہر کے بعد سے عصر تک کتنا فاصلہ رکھا؟ پھر سال میں ایک مہینہ کا روزہ رکھ لو، اگر فرض ہو جائے ،تو زندگی بھر میں ایک مرتبہ حج کرلو، سال میں ایک لاکھ کا نفع ہوا تو ڈھائی ہزار زکوۃ نکال دو، اب حال یہ ہے کہ ڈھائی ہزار اور ایک لاکھ کو للچائی نظروں سے دیکھ رہے ہیں اور ساڑھے ستانوے ہزار اور ساڑھے ستانوے لاکھ پر نظر نہیں جاتی، اس پر ایک شعر یاد آیا ڈاکٹر عبدالحیؒ کا ۔

قدم سوئے مرقد ، نظر سوئے دنیا
کدھر جا رہا ہے ، کدھر دیکھتا ہے

ہر قدم قبر کی طرف بڑھ رہا ہے اور نظر دنیا کی طرف ہے، جاتا کدھر ہے اور دیکھ رہا ہے دوسری طرف، ساڑھے ستانوے ہزار ملے، اس کا شکر یہ ادا نہیں کر رہا ہے اور ڈھائی ہزار پر نظر جارہی ہے، اسی طرح ساڑھے ستانوے لاکھ اللہ تعالیٰ نے نفع دیا، اس پر نظر نہیں ہے، ڈھائی لاکھ نکالنے پر نظر جارہی ہے، اور پھر اللہ تعالیٰ براہ راست خود نہیں لیتے ، بلکہ اپنے ہی بندوں پر اسے تقسیم کروادیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کو حاجت نہیں، دنیا میں اللہ کے بن کے رہو اور دنیا کو اللہ کی مرضی کے مطابق خرچ کرو، تو یہ دنیا بہترین پونجی ہے اور محبت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ محبوب کی مرضی پر چلے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ دین تو محبت کی بنیاد پر ہے، وہ ظالم ہے جو دین کو ڈنڈا اور سزا سمجھتا ہے، میرے شیخ شاہ عبدالغنیؒ نے ثابت کیا کہ دین سراسر محبت ہے، میرے شیخ عالم بھی تھے، عاشق بھی تھے، جب اللہ کہتے تو آنسو نکل کر رخسار پر ٹھہر جاتا، آٹھ آٹھ گھنٹے عبادت اور تلاوت کرتے تھے

اور جنگل میں گھر بنایا تھا، قصبہ سے باہر اور اختر نے ان کے ساتھ پندرہ برس گزارے ہیں، ایک مرتبہ جنگل کے سناٹے میں تلاوت کرتے کرتے، یہ مصرع پڑھا اور اللہ سے عرض کیا ؎

آجا میری آنکھوں میں ، سما جا میرے دل میں

تجلی سے شکستگی کوہ طور کی، مثنوی میں عاشقانہ توجیہ:

کوہ طور پر جو تجلی وارد ہوئی تھی، تو تمام مفسرین نے تو یہ کہا کہ طور اللہ تعالیٰ کی تجلی کو برداشت نہیں کر سکا، اس لئے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، لیکن مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ ایک راز میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے ڈالا کہ کوہ طور اس لئے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا کہ اگر وہ سالم رہتا، تو اللہ تعالیٰ کی تجلی اوپر ہی اوپر رہتی، اس لئے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تا کہ اللہ تعالیٰ کی تجلی اندر بھی داخل ہو جائے، نور اندر پہنچ جائے، یہ تھا اس کے پارہ پارہ ہونے کا راز، وہ پہاڑ بھی عاشق مزاج تھا۔

دل شکستہ کی قیمت:

اسی لئے دل کے ٹوٹنے کا راز بھی سمجھ میں آجانا چاہئے، کبھی کبھی اللہ تعالیٰ ناموافق حالات پیدا کر دیتے ہیں، صدمہ و غم دیتے ہیں اور یہی کیا کم مجاہدہ ہے کہ نظر بچانے میں دل ٹوٹتا ہے اور اللہ تعالیٰ دل کیوں توڑتے ہیں؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو ٹوٹا ہوا دل پسند ہے، حدیث قدسی میں ہے:

أَنَا عِنْدَ الْمُنْكَسِرَةِ قُلُوْبُهُمْ .(التشرف بمعرفة التصوف : ۱۶۲)

میں ٹوٹے ہوئے دلوں میں اپنا گھر بناتا ہوں، ٹوٹا ہوا دل اللہ کے قابل ہوتا ہے، ڈاکٹر عبدالحی صاحبؒ فرماتے ہیں۔ ؎

آرزوئیں خون ہوں یا حسرتیں پامال ہوں
اب تو اس دل کو ترے قابل بنانا ہے مجھے

دین سراسر محبت ہے:

تو ہمارے شیخ نے فرمایا کہ اسلام پورا کا پورا محبت ہے، وہ کس طرح؟ میں آپ سے سوال کرتا ہوں (جیسا کہ مجھ سے میرے شیخ نے سوال کیا تھا) کہ یہ بتاؤ کہ جس سے محبت ہوتی ہے،

اس سے بات کرنے میں مزہ آتا ہے یا نہیں؟ تو اللہ جو ہمارے رب ہیں، پیدا کرنے والے اور پالنے والے ہیں، ان سے بات کرنے میں کیوں لطف نہیں آئے گا؟

نماز محبوب حقیقی سے گفتگو ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے عاشقو ! میں تم پر نماز فرض کرتا ہوں، تاکہ تم وضو کر کے میرے پاس آجایا کرو اور مجھ سے بات کرلیا کرو اور نماز میں اللہ تعالیٰ سے بات ہوتی ہے

اِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا قَامَ یُصَلِّیْ اِنَّمَا یُنَاجِیْ رَبَّهٗ فَلْیَنْظُرْ کَیْفَ یُنَاجِیْهِ

(جامع صغیر:۱/۸۶)

نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے، ذرا سورہ فاتحہ کا ترجمہ دیکھ لو۔

﴿اِیَّاکَ نَعْبُدُ﴾ میں کیا ہے؟ اے اللہ ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں۔

﴿وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ﴾ اور ہم تو آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ آگے بندہ کہتا ہے۔

﴿اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ﴾

ہمیں سیدھا راستہ دکھائیے، نیک بندوں کا راستہ دکھائیے، یہ کیا ہے؟ بندہ کی گفتگو ہے رب العالمین سے، اس لئے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کے بھی دو ترجمے ہیں ایک لغت کا ترجمہ ہے کہ آؤ نماز پر اور ایک ترجمہ عاشقانہ اور محبت کا ہے وہ یہ کہ موذن اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہہ رہا ہے کہ اے میرے غلامو! جلدی جلدی وضو کر کے تیاری کرلو مولائے کریم اپنے غلاموں کو یاد فرما رہے ہیں آہ یہ ترجمہ عشق ہے۔

مولانا رومیؒ نے فرمایا کہ لاکھ عقل ہو وہ معرفت کی کتنی ہی شرح کرے مگر اللہ تعالیٰ کی محبت اور عشق کی بات ہی اور ہوتی ہے، تو ثابت ہوگیا کہ نماز عشق و محبت کی چیز ہے، آخر ایک دن تو اپنے اللہ کے پاس جانا ہے، تو اللہ میاں سے بات کرنے میں بندہ کو مزہ آنا چاہیئے یا نہیں اور پھر نماز کے بعد دعا میں جو مزہ آتا ہے۔

سلام پھیرنے کے بعد اپنے رب سے اپنی سب بگڑی کہہ دی اور مطمئن ہوگیا اور جو ظالم نماز نہیں پڑھتا، وہ اپنے رب سے کیا کہے گا، اس کو دعا میں بھی مزہ نہیں آئے گا، جیسے یتیم بچہ بے نمازی یتیم کی طرح ہے، وہ کس سے کہے گا اور جس کا باپ ہو، اس کو اگر محلہ میں کسی نے ستایا فوراً

آ کر اپنے ابا سے کہہ دے گا کہ آج محلہ میں فلاں نے مجھے ستایا ہے، مارا ہے، ابا کہے گا اچھا بیٹا گھبراؤ مت میں انتقام لوں گا، ایسے ہی نمازی نماز کے بعد اپنے رب سے سب کچھ کہہ دیتا ہے، اس پر مجھے اپنا ایک شعر یاد آیا ؎

کیا ہے رابطہ آہ وفغاں سے
زمیں کو کام ہے کچھ آسماں سے

تو نماز میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوتی ہے اور نماز کے بعد لذت مناجات ہوتی ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے لذت مناجات عطا فرمائی، اس کے ہاتھ جب اٹھ جاتے ہیں، تو پھر اٹھے ہی رہتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ سے باتیں ہی کرتا رہتا ہے، اسی لئے آپ نے دیکھا کہ کسی ولی اللہ نے آج تک خودکشی نہیں کی، لیکن کافروں نے خودکشی کی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

﴿ ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَامَوْلٰى لَهُمْ ﴾۔(محمد :۱۱)

یعنی مسلمانوں کا مولی اللہ ہے اور یہ کافر تو بے مولی لوگ ہیں ان کا کوئی سہارا نہیں ہے۔

روزہ بندگی کی ادائے عاشقانہ ہے:

اب آپ کہیں گے کہ خیر نماز میں تو مولی سے ملاقات ہے، مگر روزہ میں اللہ تعالیٰ کیوں صبح سے شام تک بھوکا رکھتے ہیں؟ تو میں عرض کرتا ہوں کہ آپ نے بھی اپنے دوست سے کہا ہوگا کہ یار آج تم سے مل کر اتنا مزہ آیا کہ میں کھانا ہی بھول گیا، میری تو بھوک ہی ختم ہوگئی، ایسے واقعات بھی پیش آتے ہیں ؎

محبت میں کبھی ایسا زمانہ بھی گزرتا ہے
کہ آنسو خشک ہوجاتے ہیں طغیانی نہیں جاتی

تو اللہ تعالیٰ نے سال بھر میں ایک مہینہ ایسا مقرر کردیا ہے کہ تم اپنے عشق ومحبت کی یہ ادائیں بھی پیش کردو، صبح سحری خوب کھاؤ اور پھر افطاری بھی سیر ہوکر کھاؤ، دہی بڑے کھاؤ، لیکن جب تک اللہ بڑا ہے کی آواز نہ آجائے، یعنی جب تک اللہ اکبر کی آواز مؤذن سے نہ سن لینا دہی بڑے کھانا جائز نہیں، اگرچہ وہ دہی بڑا ہے، مگر اللہ اکبر اللہ دہی بڑا سے بڑے ہیں، مؤذن کا انتظار کرو، جب اذان ہو پھر کھاؤ۔

زکوۃ حق محبت ہے:

تیسرا حکم ہے زکوۃ کا، یہ بھی محبت کی چیز ہے، اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ ہے، تو اس کے غریب بندوں کو ڈھائی فیصد دے دو، مجنوں لیلیٰ کی گلی کے فقیروں کو روٹی دیا کرتا تھا، جس سے محبت ہوتی ہے، اس سے ادنیٰ نسبت رکھنے والوں پر بھی عاشق خرچ کرتا ہے، محبوب حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہیں، لہذا ان سے نسبت رکھنے والے غریب مسلمانوں پر خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کی محبت کا حق ہے، اللہ کا شکر ہے کہ جن لوگوں کو بزرگوں کی صحبت اور تعلق نصیب ہے، وہ پابندی سے زکوۃ ادا کرتے ہیں اور ان کی تجارت میں اللہ اتنی برکت ڈالتا ہے کہ جس کی حد نہیں، پھر ہم جو دیتے ہیں، وہ ہم سے جاتا نہیں، بلکہ یہ کرنسی اللہ کے ہاں جمع ہو جاتی ہے، جہاں انسان کو ہمیشہ رہنا ہے، مثلاً اگر ابھی امریکی صدارت سے اعلان ہو کہ جو غیر ملکی ہیں ان کو ہم یہاں نہیں رہنے دیں گے اور ادھر سعودی حکومت سے اعلان ہو کہ جو یہاں آنا چاہے، اسے ہم مکہ اور مدینہ کے درمیان کی زمیں میں سے کہیں دیدیں گے، تو لوگ جلدی جلدی اپنے ڈالروں کو ریالوں سے تبدیل کر دیں گے، اس پر مجھے حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ کا ایک شعر یاد آیا، جس کو ذرا سی ترمیم کے ساتھ پڑھتا ہوں ؎

کسی کو آہ فریب کمال نے مارا
میں کیا کہوں مجھے فکر ریال نے مارا

تو خلاصہ یہ کہ زکوۃ بھی کرنسی کو ٹرانسفر کرنا ہے، عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جہاں ہمیشہ رہنا ہے، وہاں اپنی کرنسی ٹرانسفر کرے اور اس حکم کی بنیاد میں بھی محبت کارفرما ہیں۔

حج بندگی کی عاشقانہ شان:

آگے حج کا حکم ہے یہ بھی محبت کی بنیاد پر ہے، جس سے محبت ہوتی ہے، اس کے گھر کا چکر لگانے کو دل چاہتا ہے یا نہیں؟ مجنوں کہتا ہے ؎

أَمُرُّ عَلَى الدِّيَارِ دِيَارِ لَيْلَى
أُقَبِّلُ ذَا الْجِدَارِ وَذَا الْجِدَارِ

میں لیلی کے گھر کا چکر لگاتا ہوں اور لیلی کے گھر کا بوسہ بھی لیتا ہوں، کیوں؟

وَمَا حُبُّ الدِّيَارِ شَغَفْنَ قَلْبِيْ
وَلٰكِنْ حُبُّ مَنْ سَكَنَ الدِّيَارَ

گھر کی محبت نے مجھے پاگل نہیں کیا، لیکن گھر میں رہنے والے کی محبت نے مجھے پاگل کیا ہے، تو بیت اللہ یعنی اللہ کے گھر کی محبت اللہ کے لئے ہے، اللہ ہی کی محبت کے لئے ہے، ان کے گھر کے سات چکر لگانا، ملتزم سے چمٹنا، لپٹ کر دعا مانگنا، جس میں سارے نبیوں کے سینے لگے ہوئے ہیں، اگر ہمارا سینہ وہاں لگ جائے، تو کیا یہ نعمت نہیں ہے؟ جس مطاف میں تمام نبیوں کے اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم چلے ہیں، اسی مطاف میں ہم جیسے گنہ گاروں کے قدم ہوں، یہ کتنی بڑی خوش قسمتی ہے، حجر اسود کو یمین اللہ فرمایا گیا جس پر تمام انبیاء اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک لگے، اس حجر اسود کو ہم جیسے ناپاکوں کا بوسہ دینا کیا یہ اللہ تعالی کا کرم نہیں ہے؟ صفا مروہ کی جن پہاڑیوں کے درمیان حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے مبارک قدم دوڑے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدم وہاں دوڑے ہیں اور تمام صحابہ کرام اور اولیاء امت ان مقامات مقدسہ پر حاضر ہوئے ہیں، آج ہم جیسے نالائقوں کے قدم بھی وہاں پہنچ جائیں کیا یہ اس کریم مالک کا احسان نہیں ہے؟ بلکہ میں تو ایک مراقبہ اور کرتا ہوں کہ صحن حرم سے آسمان کے چاند کے جس حصہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ مبارک کی شعاعیں پڑی تھیں، ہم اپنی قسمت پر کتنا شکر کریں کہ آج ہماری نگاہیں بھی چاند کے اس حصہ پر پڑ رہی ہیں۔

جب پہلا حج مجھے نصیب ہوا، تو طواف کرتے ہوئے، میں نے ایک شعر پیش کیا، جس میں اللہ تعالی سے خطاب کیا ہے ۔

کہاں یہ میری قسمت یہ طواف تیرے گھر کا
میں جاگتا ہوں یا رب یا خواب دیکھتا ہوں

جب انسان کوئی بڑی نعمت پا جاتا ہے، جس کا وہ اپنے کو اہل نہیں سمجھتا، تو وہ سوچتا ہے کہ میں کہیں خواب تو نہیں دیکھ رہا ہوں، جس جگہ سارے نبی، سارے صحابہ، سارے اولیاء کے قدم پڑے ہیں، وہاں ہمارا قدم بھی پڑ جائے، یہ کتنی بڑی خوش قسمتی ہے، معلوم ہوا کہ حج بھی اللہ کی محبت وعشق کا ظہور ہے، جس میں مسلمان کی وضع قطع لباس و جملہ احکام تمام تر عاشقانہ ہیں۔

جہاد محبت کی انتہا:

اب آخری بات اور رہ گئی کہ بعض وقت محبت اتنی تیز ہو جاتی ہے کہ آدمی کہتا ہے ۔

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

اللہ تعالیٰ نے جہاد فرض کر دیا کہ جب تمہارا عشق اتنا تیز ہے، تو جب فتویٰ جہاد کا آجائے، تب جہاد کرلو اور مجھ پر جان کی بازی لگا دو۔

میدان جہاد میں سید احمد شہیدؒ کی عاشقانہ شان:

سید احمد شہیدؒ جب جہاد بالاکوٹ میں مصروف تھے، تو ایک مسلمان فوجی نے لاہور سے خط بھیجا کہ سکھوں کی بہت بڑی فوج آرہی ہے، میری درخواست ہے کہ آپ روپوش ہو جائیں، آپ ولی اللہ ہیں، آپ کی زندگی مجھے پیاری ہے، جب یہ خط پہنچا، اس وقت سید احمد شہید جہاد کا لباس پہن چکے تھے، تلوار لٹکا چکے تھے اور دو رکعت اشراق کی پڑھ چکے تھے، اس خط کا جواب لکھا کہ مومن کی شان یہ ہے کہ میدان میں اترنے کے بعد وہ پھر نہ بھاگے، آج یا تو لاہور فتح ہوگا یا میں اپنے اللہ سے ملوں گا اور مولانا علی میاں نے ان کی شہادت کے حال پر یہ شعر لکھا ہے۔

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

جنگ احد میں صحابہ کی شہادت کا راز:

جنگ احد میں ستر صحابہ شہید ہوئے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ شکست نہیں، بلکہ ہم نے قصداً شہادت کا درجہ ان کو دیا۔

﴿ وَيَتَّخِذَ مِنكُمْ شُهَدَآءَ ﴾ (سورہ آل عمران)

ہم نے تمہیں شہید بنانے کا انتظام کیا ہے۔

حسن کا انتظام ہوتا ہے
عشق کا یوں ہی نام ہوتا ہے

ورنہ اللہ تعالیٰ چاہتا، تو ایک فرشتہ بھیج دیتا، وہ ایک چیخ مارتا اور سارے کافر مر جاتے، مگر اللہ نے چاہا کہ جہاں نبیین وصدیقین وصالحین ہیں، وہاں شہداء بھی بنائے، ورنہ کفار قرآن پر اعتراض کرتے کہ منعم علیہم نبیین صدیقین شہداء وصالحین کو بتایا گیا ہے، لیکن شہداء کے طبقے کا وجود نہیں، پس اللہ تعالیٰ کی محبت وعظمت کی گواہی شہداء کے خون سے دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی محبت وعظمت کا کون احاطہ کرسکتا ہے؟ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ کَلِمٰتُ اللّٰهِ﴾. (سورہ لقمان)

اگر دنیا بھر کے درخت قلم بن جائیں اور یہ جو سمندر ہے اس کے علاوہ سات سمندر اس میں اور شامل ہو جائیں، تو اللہ تعالیٰ کے کمالات کی حکایت ختم نہیں ہو سکتی، پس جب سارے کائنات کے درختوں کے قلم اور سات سمندروں کی روشنائی اللہ تعالیٰ کی تاریخ عظمت لکھنے کے لئے ناکافی ہوگئی، تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے خون مبارک سے اپنی عظمت کی تاریخ لکھوا دی، اللہ تعالیٰ بہت بڑے ہیں، ان کی تاریخ محبت انبیاء وصحابہ کے خون مبارک سے لکھی جاتی ہے، جب ستر شہداء کے جنازے رکھے گئے، تو ہر شہید کی زبان حال سے یہ شعر نشر ہوا

ان کے کوچہ سے لے چل جنازہ مرا
جان دی میں نے جن کی خوشی کے لئے
بے خودی چاہئے بندگی کے لئے

آج ہم سے نماز نہیں پڑھی جاتی، اللہ والوں نے جام شہادت نوش کر کے جانیں دیدیں، سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے، سر مبارک سے خون بہہ کر نعلین مبارک تر ہو گئے، جس اللہ کی محبت پر نبیوں کا یہ حال ہوا، آج وہی اسلام چونکہ آسانی سے ہمیں مل گیا، باپ دادا سے مل گیا، اس لئے ہمیں اس کی کوئی قدر نہیں، جیسے تاجروں کے لڑکے جو مفت میں مال پا جاتے ہیں، وراثت میں، پھر اس کو صحیح طریقہ سے خرچ کرنے والے کم ہوتے ہیں، لیکن اپنی کمائی اور پسینہ سے جو چیز ملتی ہے، قدر اسی کی ہوتی ہے، آج بھی جن کو اسلام خون پسینہ سے

ملا، جیسے بعض نومسلم ہوتے ہیں، وہ عجیب وغریب اپنی داستانیں سناتے ہیں، انہیں اسلام کی قدر ہوتی ہے۔

اللہ کی محبت کیسے پیدا ہو؟

تو دوستو ! یہ پانچوں حکم محبت ہی محبت ہے، سب کی بنیاد میں محبت ہے، مگر یہ محبت کیسے؟ دین کتابوں سے، لٹریچوں سے نہیں آتا، اکبر الہ آبادی جج ہو کر کیا شعر کہتا ہے۔

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

جن رئیسوں اور مالداروں نے بھی اللہ والوں کی صحبت اٹھائی، ان کا دین دیکھ لو، مال ودولت بے شمار ہے، لیکن اللہ کی محبت غالب ہے، اسی کو جگر شعر میں کہتا ہے۔

میرا کمال عشق بس اتنا ہے اے جگر
وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانہ پہ چھا گیا

اللہ کی محبت سیکھو، پھر دیکھو کیا ہوتا ہے؟ یہ اللہ والے آپ کی دنیا نہیں چھینیں گے، بلکہ اور زیادہ پرسکون رہو گے، اچانک اپنا ایک شعر یاد آ گیا، آہ عجیب درد بھرا شعر ہے۔

جان دے دی میں نے ان کے نام پر
عشق نے سوچا نہ کچھ انجام پر

اللہ تعالیٰ جان مانگیں، تو جان فدا کر دو، نماز کیا چیز ہے۔

اللہ سے ہماری غفلت کا اصل سبب:

لیکن چونکہ ہمیں اللہ والوں کی صحبت نہیں ملی، ہم کرگسوں میں رہے اور کرگس (گدھ) کیا کام کرتا ہے؟ مری ہوئی بھینس تلاش کرتا ہے، کوئی مردہ ہو اس کو کھاتا ہے، ہم چونکہ دنیائے مردار میں پھنسے ہوئے ہیں، ہم کو نفس کی فطرت نے بھی گندگی دکھائی، اس لئے اس سے چپٹے رہے، ذرا شاہی بازوں کے ساتھ رہو، اللہ والوں کے ساتھ رہو، تو آپ کی دنیا بھی برکت والی ہو گی اور سکون بھی ملے گا، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے نماز پڑھو، روزہ رکھو، بیوی کے حقوق ادا کرو۔

بیویوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی سفارش:

بیویوں کے حقوق حسن سلوک سے ادا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی سفارش ہے:

﴿ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾

اپنی بیویوں کو محبت سے رکھو بھلائی سے رکھو، ذرا ذرا سی بات میں ان پر سختی نہ کرو، مٹھائی کھلاؤ، کھٹائی مت کھلاؤ، انڈا کھلاؤ، ڈنڈا مت کھلاؤ، اسے معاف کردو، ایک آدمی نے اپنی بیوی کے سالن میں نمک تیز کرنے سے اسے معاف کردیا، اللہ تعالیٰ نے اس عمل پر اس کے سارے گناہ معاف کردیئے، گھر میں آؤ، تو غصہ کی شکل مت بناؤ، لوگ گھر میں داخل ہوتے ہیں، دو شکلوں سے، بہت دیندار ہیں تو آنکھ بند کرکے مراقبہ کرکے آئیں گے گویا عرش اعظم سے اتر رہے ہیں اور اگر دنیا دار ہے اور دفتر یا یونین سے لڑکر آرہا ہے، تو آنکھوں میں خون برس رہا ہے اور بیوی سے خفا ہو رہا ہے کہ دیکھ مجھ سے بات مت کرنا، آج موڈ خراب ہے۔

ایک بھولی ہوئی سنت کو ادا کیجئے:

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں عشاء کے بعد تشریف لاتے، تو مسکراتے ہوئے تشریف لاتے، یہ سنت ہے، اس وقت مسکرانے ہی سے اللہ خوش ہوں گے، اللہ کا بھی حق ادا کرو اور بندوں کا بھی حق ادا کرو، اسلام ایسا مذہب نہیں کہ بس عرش پر بٹھائے رکھے اور مخلوق کے حقوق سے بے پرواہ کردے۔

ماں باپ کا ادب اور ان کے حقوق:

اسی طرح ماں باپ کا ادب ہے، حدیث میں ہے کہ جس نے ماں باپ کو خوش کردیا، اس نے اپنے رب کو خوش کردیا اور جس نے ماں باپ کو ناراض کیا، اس نے اپنے رب کو ناراض کردیا۔

"رِضَى الرَّبِّ فِيْ رِضَى الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِي سَخَطِ الْوَالِدِ".

(ترمذی: ابواب البر والصلة)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس نے ماں باپ کو ناراض کیا، تو اور گناہوں کی سزا تو آخرت میں ملے گی، مگر ماں باپ کو ستانے کی سزا دنیا میں بھی ملے گی اور جب تک وہ سزا نہیں پا جائے گا، موت نہیں آئے گی، مشکوٰۃ شریف میں یہ روایت موجود ہے۔ (مشکوٰۃ: باب البر والصلۃ)

باپ کو ستانے کا ایک عبرتناک واقعہ:

اور میرے شیخ فرماتے تھے کہ جس نے ماں باپ کو ستایا، اس کی اولاد بھی اس کو ستائے گی اور اس پر ایک قصہ سنایا کہ ایک شخص نے اپنے باپ کی گردن میں رسی باندھ کر اسے بنسواڑہ تک کھینچا (بنسواڑہ گھر کا صحن، جہاں بانس کے درخت ہوتے ہیں) تو باپ نے کہا کہ دیکھو بس اس درخت تک کھینچنا، اس سے آگے نہ کھینچنا، ورنہ ظالم ہو جاؤ گے، تو لڑکے نے کہا، ابا یہاں تک جو کھینچا تو ظالم نہیں ہوا؟ باپ نے کہا، یہاں تک تم ظالم نہیں ہو، اس لئے کہ میں نے بھی اپنے باپ کو یہاں تک کھینچا تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بہت زیادہ ڈرو، مالک کو ناراض مت کرو، اکثریت اور میجورٹی مت دیکھو کہ دنیا میں لوگ اس طرح رہتے ہیں، اس لئے ہم بھی اس طرح رہیں۔

معاشرہ کی اکثریت سے نہیں اللہ سے ڈریں:

ساؤتھ افریقہ کے جنگل میں مجھے افریقی دوست واحباب لے گئے، تین سو کلومیٹر کا لمبا جنگل، شیروں کو کھلے دیکھا، ہاتھی ایک دو نہیں پچاس پچاس ہاتھی دوڑے جا رہے ہیں، ہزاروں کی تعداد میں بندر دیکھے، معلوم ہوتا ہے کراچی کا بندر روڈ یہیں آ گیا ہے، لومڑیاں، بے شمار ہرن، میں نے کہا کہ اگر شیر سیاح سے کہہ دے کہ تمہیں یہ کرنا ہے، میرے مشورہ پر چلنا اس جنگل میں، میں جنگل کا بادشاہ ہوں، مگر بندروں اور لومڑیوں نے مخالفت کی کہ شیر کی بات مت ماننا، شیر اقلیت میں ہے اکثریت ہمارے ساتھ ہے، الیکشن کرالو، ہمارے ووٹ زیادہ ہیں، تو سیاح کیا کہے گا اے بندرو! اے لومڑیو! اکثریت اور جمہوریت کو تسلیم کرتا ہوں، لیکن شیر کا ایک ہی ووٹ کافی ہے، اگر شیر ایک چیخ مارے، تو تم سب کی ہوا نکل جائے گی، بلکہ تم میں سے بعض کے ابھی جنازے نکل جائیں گے۔

تو سوچو زندگی اور موت کس کے قبضہ میں ہے؟ اللہ کے، اور میدان قیامت کا فیصلہ کس کے قبضہ میں ہے؟ اتنی بڑی طاقت والے کو ہم ناراض کئے ہوئے ہیں، روزہ نماز سب غائب اور ہائے دنیا، ہائے دنیا، بتاؤ یہ عقل مندی ہے یا بے عقلی؟ اس لئے اکثریت کو مت دیکھو۔

سارا جہاں خلاف ہو پرواہ نہ چاہئے
پیش نظر مرضی جاناں چاہئے
پھر اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہئے کیا کیا نہ کرنا چاہئے

اگر ابو بکر صدیقؓ یہ فرماتے ہیں کہ یارسول اللہ میں آپ کی نبوت تو تسلیم کرتا ہوں، مگر سارا مکہ تو کافر ہے، اتنی بڑی اکثریت کے سامنے میں کیسے اسلام لاؤں؟ تو آج ہم لوگ رام پرشاد اور رام نرائن ہوتے، اسلام ہم تک نہ پہنچتا، ایک صحابی سارے عالم کو چیلنج کرتا تھا، ایمان کا تقاضا ہی یہ ہے کہ سارے عالم کو چیلنج کرو، ساری دنیا میں کوئی مومن نہ ہو، تو آپ تنہا اللہ پر جان دے دیں، ایک صاحب نے ڈاڑھی رکھی، تو بہت سے لوگوں نے مذاق اڑایا، انہوں نے حکیم الامت تھانویؒ کو لکھا کہ میری ڈاڑھی رکھنے پر بہت لوگ ہنس رہے ہیں، حضرت نے لکھا لوگوں کو ہنسنے دو، تم کو قیامت کے دن رونا نہیں پڑے گا، آہ کیا جملہ فرمایا ہے

جی اٹھے مردے تری آواز سے

اللہ والوں کی گفتگو میں اللہ نور دیتا ہے اور پھر ایک جملہ اور لکھا کہ آپ لوگوں سے کیوں ڈرتے ہیں، آپ بھی تو لوگ ہیں، لگائی (عورت) تو نہیں۔

کراچی میں ایک نوجوان نے ڈاڑھی رکھ کر مجھ سے کہا، سب ہنس رہے ہیں، میں نے کہا، جو ہنسے، اسے یہ شعر سنادو

اے دیکھنے والو مجھے ہنس ہنس کے نہ دیکھو
تم کو بھی محبت کہیں مجھ سا نہ بنا دے

خواجہ صاحب کے حالات رفیعہ:

خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کلکٹر تھے، لوگ ان کی ڈاڑھی اور کرتا پائجامہ دیکھ دیکھ کر

ہنستے تھے، کہ یہ ڈپٹی کلکٹر ہیں یا کسی مسجد کے مؤذن ہیں؟ نعوذ باللہ گویا مؤذنی کوئی خراب کام ہے، حالانکہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اگر مجھے سلطنت کا کام نہ ہوتا، تو میں کسی مسجد میں مؤذنی کرتا، اللہ کا نام بلند کرنا، یہ تو عزت کی بات ہے، نعوذ باللہ یہ کوئی توہین کی بات ہے؟ بہرحال خواجہ صاحب کو جب ستایا، تو انہوں نے آسمان کی طرف دیکھا اور یہ شعر اللہ سے عرض کیا

ساری دنیا کی نگاہوں سے گرا ہے مجذوب
تب کہیں جا کے ترے دل میں جگہ پائی ہے

تھے ڈپٹی کلکٹر مگر اتنے بڑے شیخ ہوئے کہ علماء ان سے بیعت ہوئے۔

صحبت اہل اللہ کا کرشمہ:

اللہ والوں کی صحبت کے بغیر عمل کی توفیق اور ہمت نہیں ہوتی، آدمی کمزور اور بزدل رہتا ہے، خواجہ صاحب کے یہاں ایک مرغا تھا، جو آدمیوں کو کاٹ لیتا تھا، خود ڈپٹی کلکٹر تھے، چپڑاسی کو بھیجا کہ مرغا بیچ آؤ اور اس سے کہا اس میں عیب ہے، وہ خریدار کو بتا دینا، پھر یہ سوچا کہ پتہ نہیں چپڑاسی عیب بتائے یا نہیں؟ قیامت کے دن اللہ مجھ سے پوچھے گا کہ تم نے عیب بتایا تھا کہ نہیں؟ چپڑاسی سے نہیں پوچھے گا، اس لئے ہاتھ میں خود مرغا دبایا اور لکھنؤ کے نخاس بازار میں جہاں کبوتر چڑیاں اور پرندے فروخت ہوتے ہیں، پہنچ گئے

نہ لو نام الفت کا جو خوداریاں ہیں
بڑی ذلتیں ہیں بڑی خواریاں ہیں

مگر......

عشق کی ذلت بھی عزت ہوگئی
لو فقیری بادشاہت ہو گئی

ڈپٹی کلکٹر ہو کر فٹ پاتھ پر بیٹھ گئے، یہ تھا صحبت اہل اللہ کا کرشمہ، کہ ڈپٹی کلکٹر اللہ کے خوف سے فٹ پاتھ پر بیٹھا ہوا ہے، اب جو آتا ہے، اس سے کہتے ہیں کہ بھائی اس مرغے میں عیب ہے، قیمت اس کی اتنی ہے، مگر میں کم میں دے دوں گا، بیچ کر آگئے، آج ان کے تذکرے عزت سے ہو رہے ہیں کہ اللہ کے نام پر اپنے آپ کو فدا کر دیا، عزت اللہ کے لئے ہے، جب اس پر

عزت فدا کرو گے، تو تمہیں بھی عزت مل جائے گی۔

دنیا کا عارضی قیام:

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ایک دن اس دنیا سے جانا ہے یا نہیں؟ یا کہیں ایسا سوپ یا ایسا کوئی وٹامن یا کوئی آب حیات تو نہیں پیا کہ جانا ہی نہ ہو، پھر جب جائیں گے، تو ہم اپنے ساتھ کیا کیا لے جائیں گے؟ ٹیلی ویژن کے کون کون سے پروگرام لے جائیں گے اور وی آر کے کتنے سیٹ لے جائیں گے اور موبائل فون بھی لے جائیں گے، کچھ نہیں لے جاؤ گے، کچھ نہیں لے جاؤ گے، کتنے ہی فیکٹری کے بڑے مالک بن جاؤ، کروڑ پتی بن جاؤ، مگر جانا ہے، تو صرف کفن لے جاؤ گے، موت آنے سے پہلے ہی جب موت کی بیہوشی آتی ہے، اسی وقت سے فیکٹری مالکان اپنی فیکٹریوں سے بے خبر ہو جاتے ہیں، ان کا اکاؤنٹینٹ آکر بتاتا ہے کہ ابھی ابھی ایک کروڑ کا نفع ہوا، مگر سیٹھ صاحب سنتے ہی نہیں، کیونکہ موت کی بیہوشی طاری ہے، آکسیجن لگی ہوئی ہے، اکبرالہ آبادی جج ہونے کے باوجود کیا پیارا شعر کہتا ہے۔

قضا کے سامنے بیکار ہوتے ہیں حواس اکبر
کھلی ہوتی ہیں گو آنکھیں مگر بینا نہیں ہوتیں

یعنی موت آتی ہے، تو زندگی ہی میں حواس بیکار ہو جاتے ہیں، کان سے کچھ سنائی نہیں دیتا، آنکھ موجود ہے، مگر دکھائی نہیں دیتا، نوٹ کی گڈیاں گن نہیں سکتا، شامی کباب اور پاپڑ نہیں کھا سکتا

حسن فانی دل لگانے کے قابل نہیں:

اس لئے اللہ کی محبت سیکھنے کے لئے اللہ والوں کی صحبت اختیار کرو، اللہ والوں کے ناز اٹھاؤ، آج کل یہ نوجوان بچے بے پردہ اور ان انگریز (کرسچن) لڑکیوں کے چکر میں آکر ماں باپ کی محبت کم کر دیتے ہیں اور ان چکروں میں پڑ جاتے ہیں میں ان سے پوچھتا ہوں، کہ ان کے چہرہ کا جغرافیہ بدلے گا یا نہیں؟ آج اگر بیس سال کی لڑکی ہے، تو ساٹھ سال کی بڈھی ہوگی، تب اپنا مصنوعی دانت نکال کر برش کر رہی ہوگی، بال کی چٹیا سفید ہوگئی ہوگی اور گردن بھی ہل رہی ہو گی، کمر جھک رہی ہوگی، تو آپ کو عالم شباب پر رونا آئے گا یا نہیں؟ اب میرا سنئے

کمر جھک کے مثل کمانی ہوئی
کوئی نانا ہوا کوئی نانی ہوئی

اور

ان کے بالوں پر غالب سفیدی ہوئی
کوئی دادا ہوا کوئی دادی ہوئی

اور

یوں تو دنیا دیکھنے میں کس قدر خوش رنگ تھی
قبر میں جاتے ہی دنیا کی حقیقت کھل گئی

اب آیت کریمہ کی تشریح عرض کرتا ہوں، اللہ تعالی فرماتے ہیں

﴿تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾

اللہ تعالی بہت برکت والے ہیں

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کے نام کی برکت کا عالم یہ ہے کہ جو ان کا نام لیتا ہے، اس کی زبان میں بھی برکت ڈال دیتے ہیں، ایک بے عمل آدمی پڑھ کر دم کرے اور ایک اللہ والا دم کرے دیکھو، کتنا فرق ہو جاتا ہے، ان کے گھر میں بھی اور جانماز میں بھی برکت آجاتی ہے۔

یہاں تک کہ بخاری شریف میں واقعہ ہے کہ ایک شخص سے سو قتل ہوئے، پھر ایک عالم ربانی سے پوچھا، اس نے کہا کہ نا امیدی کی کوئی بات نہیں ہے، ہم گناہ کرتے کرتے تھک سکتے ہیں، اللہ معاف کرتے کرتے نہیں تھک سکتے، جب بھی ان کے در پر سر رکھو گے، اللہ کو رحم آجائے گا، سبحان اللہ کہنے سے زیادہ وہ گنہگاروں کی آہ وزاری سے خوش ہوتے ہیں۔

گنہگاروں کی گریہ وزاری کی محبوبیت:

سورۃ انا انزلنا کی تفسیر میں ایک حدیث قدسی ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ جب میرے بندے اپنے گناہوں کو یاد کر کے روتے ہیں، تو ان کا رونا مجھے سبحان اللہ کی آوازوں سے زیادہ پیارا ہے۔

اے جلیل اشک گناہگار کے اک قطرہ کو
ہے فضیلت تری تسبیح کے سو دانوں پر

حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ گنہگار کے آنسو کے ایک قطرہ کو شہید کے خون کے برابر وزن کرتا ہے، جس نے ایک مرتبہ آہ کرلی، اللہ اس کی ساری زندگی کے گناہوں کو معاف ہی نہیں کرتا بلکہ اپنا محبوب بھی بنالیتا ہے، گناہوں کی کثرت کو مت دیکھو، ایک کروڑ گناہوں کو معاف کرنا ان کے لئے ایسا ہی ہے جیسے ایک معمولی خطا کو معاف کرنا، ڈاکٹر عبدالحی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ کراچی میں ایک کروڑ انسانوں کا پیشاب پاخانہ گٹرلائن سے سمندر میں گرتا ہے، سمندر کی ایک موج آتی ہے اور وہ سب ختم ہو جاتا ہے، پانی ویسا ہی پاک ہو جاتا ہے، جب یہ سمندر محدود کار ہے، تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سمندر تو غیر محدود ہے۔

بستی صالحین اور مغفرت:

تو اس قتل کے مجرم سے اس عالم ربانی نے کہا کہ یہاں اللہ والوں کی ایک بستی ہے (اس کا نام نصرہ ہے اور جہاں گناہ کیا تھا اس بستی کا نام کفرہ تھا۔ فتح الباری) اس بستی میں جا کر توبہ کرو اللہ تعالیٰ قبول کرلیں گے، معلوم ہوا کہ جس مٹی پر اللہ والوں کے آنسو گرتے ہیں، جہاں وہ سر رکھتے ہیں، سجدہ کرتے ہیں، اس زمین کو اللہ نے یہ عزت دی کہ تم وہاں جاؤ، ہم وہاں تمہاری خطا معاف کردیں گے، راستہ میں اچانک اسے موت آگئی، لیکن مرتے مرتے بھی اس نے اپنا سینہ ذرا سا نیک بندوں کی زمین کی طرف کھینچ دیا، اللہ تعالیٰ کو اس ادا پر پیار آگیا کہ جتنا ہو سکا، اتنا اس نے کیا، جنت وجہنم کے فرشتے آگئے، جنت کے فرشتوں نے کہا کہ اس کو ہم لے جائیں گے، اس لئے کہ موت اس کے اختیار میں تو نہیں، یہ نیکی کی طرف جارہا تھا، لیکن دوزخ کے فرشتوں نے کہا، وہاں گیا تو نہیں، اس لئے ہم اسے دوزخ لے جائیں گے، اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ پیمائش کرلو، اگر نیک بندوں کی بستی قریب ہے، تو اس کو جنت والا فرشتہ لے جائے اور اگر گناہوں والی بستی قریب ہے، تو دوزخ میں لے جاؤ، ادھر پیمائش کا حکم ہوا، ادھر اللہ نے زمین صالحین کو حکم دیا، تقربی تو قریب ہو جا اور گنہگاروں کی زمین کو فرمایا تباعدی تو دور ہو جا۔

فضل بہ صورت عدل:

اب اشکال یہ ہوا کہ جب پیائش کا حکم دیا، جس کا نام عدل ہے، تو پھر زمین کو خاموشی سے قریب ہونے کا حکم کیوں دیا؟ تو محدثین نے اس کا جواب دیا کہ یہ عدل کی صورت میں فضل ہے، یعنی صورۃً تو عدل معلوم ہو رہا ہے، مگر درحقیقت اللہ تعالیٰ کا فضل کام کر رہا تھا۔

حسن کا انتظام ہوتا ہے
عشق کا یو نہی انجام ہوتا ہے

ایک اشکال اور اس کا جواب:

دوسرا اشکال یہ ہے کہ بندوں کا حق تو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتے، اس نے سو قتل کئے، نہ دیت دی، نہ وارثین سے معافی مانگی، پھر اس کی مغفرت کیسے فرمادی؟ اس کا پیارا جواب ابن حجرؒ نے دیا۔

" اِنَّ اللّٰہَ اِذَا رَضِیَ عَنْ عَبْدِہٖ وَ قَبِلَ تَوْبَتَہٗ تَکَفَّلَ بِرَضَا خُصُوْمِہٖ وَأَرْضٰی عَنْہُ خُصُوْمَہٗ "

اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ سے خوش ہو جاتے ہیں اور اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں، تو اس کے تمام فریقوں کو جن جن کا حق ہوگا، قیامت کے دن خود ادا فرمائیں گے اور دنیا میں بھی ایسا ہوتا ہے کہ اگر کسی کا بیٹا نالائق ہو اور اس کی فیکٹری فیل ہوگئی اور مقروض ہوگیا، مگر وہ ابا کو جا کر راضی کرلے، معافی مانگ لے، اب قرضے والے اس کو پریشان کر رہے ہیں، تو ابا جان کہے گا کہ خبردار میرے بیٹے کو کچھ نہ کہو، اس نے مجھے خوش کرلیا، معافی مانگ لی، بتاؤ کتنا قرضہ ہے؟ چیک بک لائے گا اور سب کا قرض ادا کردے گا، تو جب ابا کی رحمت میں یہ جوش ہے، جو اللہ کی رحمت کا ایک بٹا سو ہے اور ننانوے رحمت اللہ نے قیامت کے دن کے لئے رکھی ہوئی ہے، مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:

مادراں را مہر من آموختم
چوں بود شمعے کہ من افروختم

اے دنیا والو! اور ماؤں کی محبت پر ناز کرنے والو! ماؤں میں محبت تو میں نے پیدا کی ہے، یہ میری ادنیٰ بھیک ہے، ماؤں کی محبت تو میری محبت کا سوواں حصہ ہے اور وہ بھی آدمؑ سے قیامت تک تقسیم ہو رہی ہے، پھر میری رحمت پر کیوں ناز نہیں کرتے؟ میری رحمت کا سورج جب نکلے گا، تب دیکھنا، مایوس مت ہو۔

تو بتایا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے خوش ہوتے ہیں، تو اس کے حقوق العباد خود ادا کرتے ہیں، لیکن اپنی طرف سے پوری کوشش کرے ادا کرنے کی ہو، مجبوری ہو جائے اور ادا کرنے کی کوئی صورت امکان میں نہ رہے، تو یہ دعا کرے:

"اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَتَکَفَّلْ بِرِضَا خُصُوْمِنَا"

اے اللہ ہم نے بہت کوشش کی قرضہ ادا کرنے کی، مگر قرضہ ادا نہیں ہوا، اب آپ مجھے بخش دیجئے اور مجھ پر جس جس کا حق ہے، قیامت کے دن اس کے کفیل ہو جائے، اللہ تعالیٰ کے یہاں ناامیدی نہیں ہے، امید کے سینکڑوں سورج چمک رہے ہیں۔

تفسیر آیت ﴿تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ﴾:

تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ تمام مملکت کا مالک اللہ ہے، جس کو چاہتا ہے، بادشاہ بناتا ہے اور جب چاہتا ہے اس کی سلطنت ختم ہو جاتی ہے، علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے شان والے ہیں کہ انسان کو مٹی سے پیدا کر کے آداب سلطنت سکھا دیتے ہیں، ایک انسان آج بادشاہ بنا، اب اس کو آداب سلطانی بھی سکھا دیئے، ایسے ہی جب اللہ چاہتا ہے، آدمی کو اپنا ولی بنا دیتا ہے، اسی دن اس کے خیالات بدل جاتے ہیں، ادھر اللہ تعالیٰ کی محبت اسے محسوس ہونے لگتی ہے۔ ؎

نہ میں دیوانہ ہوں اصغر، نہ مجھ کو ذوق عریانی
کوئی کھینچے لئے جاتا ہے خود جیب و گریباں کو

ایک بھک منگے کا واقعہ:

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے وعظ میں ہے کہ ایک بھک منگے کو اللہ تعالیٰ نے سلطنت دی،

اس طرح کہ رات کو بادشاہ مر گیا اور اس کے کوئی جانشین اولاد نہیں تھی، تو پارلیمنٹ میں یہ طے ہوا کہ صبح صبح ہی محل کے دروازہ پر جو سب سے پہلے انسان آئے گا، اسی کو بادشاہ بنادیں گے، بس صبح ایک بھک منگا پہنچ گیا، جو سات پشت سے بھک منگا چلا آ رہا تھا کہا، اللہ کے نام پر روٹی دو، بس کیا کہنا تھا، سب سپاہیوں نے پکڑ لیا، یہ پہلے تو بہت گھبرایا کہ کون سا جرم کیا، مگر جب نہلا دھلا کر اس کو شاہی لباس پہنایا، تب وہ سمجھا کہ ارے اللہ تعالیٰ نے مجھ بھک منگے کو بادشاہ بنادیا، بس فورا مزاج بدل گیا، اللہ تعالیٰ نے آداب سلطنت سکھا دیئے اور سارے فیصلے صحیح کر دیئے، فرامین شاہی جاری کر دیئے، اس کے بعد دو وزیروں سے کہا ارے وزیرو ! میری بغل میں ہاتھ لگا کر مجھے اٹھاؤ اور جیسے اپنے بادشاہ کو لے چلتے تھے، مجھے لے چلو۔

ایک نے کہا، حضور اب تو آپ بادشاہ ہیں، اگر جان بخش دیں، تو ایک سوال کروں ؟ کہا معاف ہے، وزیر نے کہا آپ تو سات پشت سے بھک منگے تھے، یہ شاہی فیصلے آپ نے کیسے کئے؟ اور یہ آداب سلطانی آپ کو کیسے معلوم ہوئے؟ آپ نے تو بادشاہوں کو کبھی دیکھا بھی نہیں، اس نے کہا کہ جو خدا ایک بھک منگے کو سلطنت عطا کر سکتا ہے، وہ آداب سلطنت بھی سکھا سکتا ہے، اسی طرح جو اللہ کسی کو ولی بناتا ہے، تو آداب ولایت بھی اس کو سکھا دیتا ہے ۔

محبت تجھ کو آدابِ محبت خود سکھا دے گی

اللہ تعالیٰ جب اپنا بناتا ہے، تو اپنے دوستوں کو اخلاق و ایمان و یقین خود دیدیتا ہے، پہلے ڈپٹی کمشنر کا سلیکشن ہوتا ہے، بنگلہ بعد میں ملتا ہے، سرکاری موٹر، سرکاری جھنڈا، سیکورٹی پولیس بعد میں ملتی ہے، اسی طرح اللہ کے یہاں فیصلہ پہلے ہوتا ہے کہ مجھے اس کو اپنا ولی بنانا ہے، اسی لئے کہتا ہوں اللہ کے یہاں فیصلہ کرالو، دعا مانگ لو کہ اے اللہ میرے بارے میں اپنا ولی بنانے کا فیصلہ کر دیجئے، جب فیصلہ ہو جائے گا، باقی نعمتیں ولایت کے بعد خود مل جائیں گی۔

﴿ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾...... اللہ ہر چیز پر قادر ہے

موت کو حیات پر مقدم فرمانے کا راز:

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ :...... جس نے موت وحیات پیدا کی، جب میرے شیخ نے مجھے اس کی تفسیر پڑھائی، تو مجھ سے ایک سوال کیا کہ پہلے موت آتی ہے یا زندگی؟ میں نے

عرض کیا کہ حضرت موت تو بعد میں آتی ہے، پہلے زندگی ملتی ہے، حضرت نے فرمایا کہ پھر اللہ تعالی نے پہلے موت کا ذکر کیوں کیا؟ میں نے عرض کیا، آپ ہی فرمائیں، فرمایا اس میں راز ہے کہ جو انسان اپنی زندگی کے سامنے موت کو رکھے گا، وہ دنیا کی مشغولیوں کے ساتھ ساتھ وطن آخرت کی تعمیر میں بھی لگا رہے گا، ورنہ پردیس کی رنگینیوں میں پھنس کر دائمی وطن کو ہمیشہ تباہ کرلے گا، اس لئے اللہ تعالی نے موت کو پہلے بیان فرمایا، تاکہ دھیان رہے کہ تم یہاں کے نیشنل نہیں ہو، پچاس سال ساٹھ سال ستر سال، ایک دم تم کو آنا ہے ہمارے پاس، تمہاری زندگی کا جہاز میری ہی طرف ڈیپارچر کرے گا، کتنا ہی تم رن وے سے چپکے رہو، مگر آخر ایک دن اڑنا ہے۔ایک شعر ہے اور یہ وہ شعر ہے جس کو حکیم الامت نے اپنے کمرہ میں لگا رکھا تھا، اتنے بڑے ولی اللہ بلکہ اولیاء کے شیخ ہو کر

رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے
جو بشر آتا ہے دنیا میں ، یہ کہتی ہے قضا
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

آخرت کی کرنسی:

باپ دادا کو دفن کرنے والے دوستو ! سوچ لو، ایک دن ہماری بھی باری آنے والی ہے اور وہاں یہ ڈالر کی کرنسی کام نہیں دے گی، وہاں نماز روزہ عبادت کام دے گی، ماں باپ کی محبت کام دے گی، اپنی بیویوں کو آرام سے رکھنا کام دے گا، سچ بولنا کام دے گا، مالک کو یاد رکھنا کام دے گا، نیک کاموں میں مال خرچ کرنا کام دے گا، یہ آخرت کی کرنسی ہے، جو زندگی میں اس دنیا سے ٹرانسفر کی جاتی ہے، ہر ملک کے بدلنے سے کرنسی بدل جاتی ہے، پاکستانی نوٹ کی یہاں امریکہ میں قدر ہے؟ نہیں، جب دنیا کے ملک بدلنے سے کرنسی بدلتی ہے، تو آخرت کی کرنسی کیوں نہیں بدلے گی، آخرت میں دنیا کے کسی ملک کی کوئی کرنسی کام نہیں آئے گی۔

دنیا اور آخرت کے کاموں میں کیا نسبت ہونی چاہئے:

اس لئے ایک بزرگ سے کسی نے عرض کیا کہ مجھے کوئی مختصر نصیحت کر دیجئے فرمایا دو نصیحت کرتا ہوں:

۱)......ایک یہ کہ "اِعْمَلْ فِیْ الدُّنْیَا بِقَدْرِ مَقَامِکَ فِیْهَا" دنیا میں اتنی محنت کرو، جتنا دنیا میں رہنا ہے۔

۲)......دوسرا یہ "وَاعْمَلْ لِلْآخِرَةِ بِقَدْرِ مَقَامِکَ فِیْهَا" آخرت کے لئے اتنی محنت کرو، جتنا آخرت میں تمہیں رہنا ہے، دونوں زندگیوں کا بیلنس نکالو اور اگر بیلنس نہ نکالا اور آخرت کی زندگی کا خیال نہیں کیا، تو بیلنس میں لفظ بیل بھی ہے، بیل ہو جاؤ گے، اگر وہاں کے لئے کچھ نہ بھیجا، تو دنیا سے بالکل خالی ہاتھ اور قلاش جاؤ گے۔

رنگ رلیوں پہ زمانہ کی نہ جانا اے دل
یہ خزاں ہے جو باندازِ بہار آئی ہے

لذاتِ دنیویہ کی فنائیت:

......کالے بالوں سے سکون لینے والو ! یہ بال سفید ہوں گے یا نہیں؟

......چمکدار دانتوں سے سکون لینے والو! یہ منہ سے باہر آئیں گے یا نہیں؟

......اور سیدھی کمر سے سکون لینے والو! یہ کمر ٹیڑھی ہوگی یا نہیں؟ بڑھاپا آنے والا ہے

بس سمجھ لو دنیا کی کسی چیز کا کوئی بھروسہ نہیں بھروسہ ہے، تو صرف اللہ کا اللہ ہی ہے، جو زمین کے اوپر کام آتا ہے اور ہماری غریبی حالت میں کام آتا ہے اور زمین کے نیچے بھی کام آئے گا اور میدان قیامت میں بھی۔

مقصدِ حیات کا تعین خالقِ حیات کی طرف سے:

اللہ تعالیٰ آگے فرماتے ہیں کہ ہم نے تم کو زندگی کس لئے دی ہے؟ آپ بتایئے کہ امریکہ روس، جرمنی، جاپان اور ساری دنیا فیصلہ کر دے کہ ہماری زندگی کا فلاں مقصد ہے تو یہ صحیح ہوگا یا

جس نے ہمیں زندگی دی ہے، جس نے ہمیں پیدا کیا ہے، وہ ہمارا مقصد زندگی قرآن میں بیان کردے، وہ صحیح ہوگا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، میں نے تم کو کس لئے پیدا کیا؟

﴿ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ﴾

تمہیں دیکھیں کہ تم میں سے کون اچھا عمل کرتا ہے اور کون دنیا کی حرام لذتوں میں پھنس کر ہمیں بھولتا ہے، یہ امتحان روم ہے، پرچہ کچھ نہ کچھ تو مشکل ہوتا ہے، بالکل آسانی سے تو حل نہیں ہوتا۔

تفسیر آیت ﴿ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ﴾:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تین تفسیریں فرمائی ہیں، جس کو علامہ آلوسیؒ نے روح المعانی میں نقل کیا ہے، جس پر یہ آیت نازل ہوئی، ان کی زبان مبارک سے اس آیت کی تفسیر سنئے!

پہلی تفسیر: عقل وفہم کی آزمائش:

لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَتَمُّ عَقْلًا وَفَهْمًا ......اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتے ہیں کون عقلمند ہے؟ جو پردیس میں رہ کر اپنا ضروری کام بھی کر لیتا ہے اور دیس اور وطن کی تعمیر میں بھی لگا ہوا ہے، وقت آیا، نماز پڑھ لی، وقت آیا، روزہ رکھ لیا، زکوۃ کے وقت میں زکوۃ دے دی، خلاصہ یہ کہ اپنی تعمیر آخرت سے غافل نہیں ہوا۔

دوسری تفسیر: تقویٰ وورع کی آزمائش:

لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَوْرَعُ عَنْ مَحَارِمِ اللهِ ......اللہ تعالیٰ آزمانا چاہتے ہیں کہ تم میں سے کون ہے؟ جو اللہ کی حرام کی ہوئی اور غضب والی چیزوں سے بچتا ہے، میری حرام کی ہوئی خوشیوں سے تو اپنی خوشی درآمد نہیں کرتا، جان دے دیتا ہے مگر اللہ کو ناخوش کر کے اپنا دل خوش نہیں کرتا، لہٰذا نظر بچانے میں جان بھی چلی جائے، تو جان دیدے، جان دینے کے لئے ہی اللہ نے پیدا کی ہے، جن خوشیوں کو انسان اللہ تعالیٰ پر فدا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی خوشی کا ذمہ دار ہوتا ہے اور ایسی خوشی دیتا ہے کہ بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں، دنیا داروں کو بھی نصیب نہیں،

رومانٹک دنیا میں پھنسنے والوں کو نصیب نہیں۔

حکیم الامتؒ فرماتے ہیں اگر اس آیت

﴿اَلَا بِذِکْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾

اللہ کی یاد ہی سے دلوں کو چین ملتا ہے، پر یقین نہ آئے، تو دس دن بادشاہوں کے پاس رہ لو، دس دن رومانٹک دنیا والوں کے پاس رہ لو، جو ہر وقت حسینوں اور ریڈیوں اور فلمی گانوں کے چکر میں رہتے ہیں اور دس دن تاجروں کے پاس بھی رہ لو، ان کو ڈالروں کی گڈیاں گنتے ہوئے دیکھ لو اور دس دن کسی اللہ والے کے پاس بھی رہ لو، تمہارا دل خود فیصلہ کرلے گا کہ سکون اور چین تو اللہ والوں کے پاس ہے۔

اہل اللہ کی امتیازی نعمت:

اب کوئی کہے کہ صاحب تہجد پڑھنے والوں اور اللہ اللہ کرنے والوں کو تو اتنی دولت نہیں ملتی، جتنی اسرائیل والوں کو اللہ نے دی ہے، امریکہ کے کافروں کو دی ہے، یہودیوں کو دی ہے، اس کا جواب میں نے دو شعروں میں پیش کیا ہے۔

دشمنوں کو عیش آب و گل دیا

اللہ نے کافروں کو پانی اور مٹی کے کھلونے دے دیئے، مٹی کی عورتیں، مٹی کا مکان، مٹی کے کباب، مٹی کی بریانیاں، سب مٹی ہے، یقین نہ آئے، تو دفن کر کے دیکھ لو، بریانی اور کباب کو اپنے پیاروں کو، آدمی مٹی میں قبرستان میں دفن کرتا ہے یا نہیں؟ کچھ دن کے بعد کھود کر دیکھ لو، سب مٹی ہو جاتی ہے، تو

دشمنوں کو عیش آب و گل دیا
دوستوں کو اپنا درد دل دیا

اب آپ کہیں گے کہ یہ درد دل لیکر ہارٹ اٹیک ہو کر ہسپتال جائیں گے؟ یہ درد دل وہ درد دل نہیں، جس میں ڈاکٹروں کے پاس جانا پڑتا ہے، یہ وہ درد دل ہے جو نبیوں نے اور ولیوں نے اللہ سے مانگا ہے یعنی اللہ کی محبت کا ایک ذرہ، اگر اللہ کی محبت کا ایک ذرہ ایک پلڑہ میں رکھ دیا جائے اور دوسرے پلڑہ میں ساری دنیا کے خزانے رکھ دو، بادشاہوں کے تخت و تاج رکھ دو،

واللہ اس ذرۂ محبت کی قیمت ساری کائنات ادا نہیں کرسکتی، اس لئے علامہ سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں

ترے غم کی جو مجھ کو دولت ملی
غم دو جہاں سے فراغت ملی

میرا شعر بھی پھر سن لیجئے

دشمنوں کو عیش آب و گل دیا
دوستوں کو اپنا درد دل دیا

اب درد دل لیکر اولیاء اللہ کیا کریں گے؟ اس کا جواب دوسرے شعر میں دیا

ان کو ساحل پر بھی طغیانی ملی
ہم کو طوفانوں میں بھی ساحل دیا

وہ ائرکنڈیشنوں میں بھی خودکشی کررہے ہیں اور اللہ والے طوفانوں میں بھی ساحل پر ہیں کس طرح

زندگی پر کیف پائی گرچہ دل پُر غم رہا
ان کے غم کے فیض سے میں غم میں بھی بے غم رہا

کیا وجہ ہے کہ یورپ کی گھڑیاں واٹر پروف ہوں اور اللہ والوں کے دل غم پروف نہ ہوں، مجھے اپنا ایک اور شعر یاد آیا

ہر لمحہ حیات گزارا ہم نے
آپ کے نام کی لذت کا سہارا لیکر

کوئی غم آیا، دو رکعت پڑھی اور اللہ سے عرض کردیا، اسی وقت نقد سکون مل جاتا ہے، کام چاہے دیر سے ہو، لیکن دل کو سکون اسی وقت مل جاتا ہے، لیکن جن کا تعلق نماز سے نہیں ہے، اللہ سے نہیں ہے، وہ کیسے مناجات کریں گے؟ مصیبت ہی میں رہیں گے، اسی لئے عرض کرتا ہوں کہ نماز بہت بڑا سہارا ہے، پانچوں وقت کی نماز پڑھیئے، سر کا حق یہ ہے کہ اللہ کے سامنے جھکے۔

ایک حاجی اگر آپ کو ٹوپی دیتا ہے، تو آپ اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزا دے، آپ نے مجھے مکہ کی ٹوپی پہنادی، مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ ٹوپی پہنانے والے کا شکریہ تو

ادا کر دیا، لیکن جس سر پر تم نے ٹوپی رکھی ہے، اس سر بنانے والے کا شکریہ کیوں نہیں ادا کرتے ؟ اگر یہ سر نہ ہوتا، تو کیا ٹوپی گردن پر رکھتے، لہذا سر کا شکریہ یہ ہے کہ سجدہ کرو۔

کیفیت سجدہ اہل اللہ:

حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادیؒ فرماتے تھے کہ میں جب سجدہ کرتا ہوں، تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے ہمارا پیار لے لیا، ایسے ہی مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو ہمارے سجدہ کی کیفیت سن لو

لیک ذوق سجدہ پیش خدا
خوشتر آید از دو صد ملکت ترا

خدائے تعالی کے حضور میں ایک سجدہ اتنا مزہ دار ہے کہ دو سو سلطنت سے زیادہ مزہ دار نظر آئے گا، مگر کس کو؟ اللہ تعالی کی معرفت رکھنے والوں کو، لہذا اللہ تعالی کو معرفت اور محبت تو سیکھو، اللہ والوں کی صحبت سے معرفت ملتی ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں

﴿ اَلرَّحۡمٰنُ فَاسۡئَلۡ بِهٖ خَبِيۡرًا ﴾ (پ۱۹ سورہ فرقان آیت ۵۹)

میری معرفت تم کو انہی سے ملے گی، جنہوں نے مجھ کو پہچانا ہوا ہے، نابینا اگر نابینا کے ساتھ رہے گا، تو دونوں اندھے رہیں گے، چاہے ایک دوسرے کی لاٹھی پکڑیں، مگر گریں گے دونوں کھڈے میں، بینا سے تعلق قائم کریں، تب ٹھیک چلیں گے۔

تیسری تفسیر اطاعت وفرمانبرداری کی آزمائش:

تیسری تفسیر "لِيَبۡلُوَكُمۡ اَيُّكُمۡ اَسۡرَعُ اِلٰى طَاعَةِ اللهِ" ......اللہ تعالی آزمانا چاہتے ہیں کہ تم میں کون اللہ تعالی کی اطاعت کی طرف آگے بڑھتا ہے؟ دوستو ! جوانی کو اللہ کے لئے دو یہ، نہ سوچو کہ جوانی میں تو مزہ کرلو، جب بڑھے ہو جائیں گے، تو مولویوں کی بات بھی مان لیں گے، پھر ایک دم مسجد میں بیٹھ کر دے تسبیح اور دے نوافل اور یہ حال ہوگا کہ

رند کے رند رہے ہاتھ سے تسبیح نہ گئی

ایسا نہیں سوچتے، جب آپ گوشت منگاتے ہیں، تو بڈھے بکرے کا گوشت منگاتے ہیں یا جوان بکرے کا؟ جب جوان بکرے کا گوشت اپنے لئے پسند ہے، تو اللہ کو بھی اپنی جوانی دیجئے، ایسا نہ ہو کہ

پاس جو کچھ تھا وہ صرف سے ہوا
اب نہ کیوں مسجد سنبھالی جائے گی

بخاری شریف کی حدیث ہے، جو اپنی جوانی اللہ پر فدا کردے، اللہ قیامت کے دن اس کو عرش کا سایہ نصیب فرمائیں گے، اب بھی موقع کو غنیمت جانیئے، حضرت مفتی شفیع صاحبؒ کا شعر ہے

ظالم ابھی ہے فرصت توبہ، نہ دیر کر
وہ بھی گرا نہیں جو گرا پھر سنبھل گیا

اور زمانہ سے مت ڈرو، فرماتے ہیں

ہم کو مٹا سکے یہ زمانہ میں دم نہیں
ہم سے زمانہ خود ہے زمانہ سے ہم نہیں

آیت شریفہ میں عزیز اور غفور کا ربط:

آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُوْرُ ﴾
اللہ تعالیٰ عزیز یعنی زبردست طاقت والے ہیں۔ عزیز کے معنی ہیں

" اَلْقَادِرُ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ، وَلَا یُعْجِزُہٗ شَیْئٌ فِی اِسْتِعْمَالِ قُدْرَتِہٖ "

ایسا قادرِ مطلق جس کو اپنے استعمالِ قدرت میں پوری کائنات مانع نہ بن سکے، اللہ جس کو جو دینا چاہتا ہے اور ساری دنیا حسد سے جل کر خاک ہو جاتی ہے، مگر اللہ اس کو دے کر رہتا ہے یا نہیں۔ اس آیت میں اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم کو کسی بڑی طاقت کی طرف سے معافی ملے، تو اس کی قدر کرو، میری مغفرت کی بے قدری مت کرنا، اتنا بڑا طاقت والا ہوں کہ جس کو بخش دوں گا، اپنی قدرت سے بخش دوں گا، اس میں کوئی مانع نہیں بن سکتا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے عزیز کو پہلے نازل کیا۔

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دو ناموں میں عزیز کو پہلے اور غفور کو بعد میں اس لئے نازل کیا تا کہ بندے میری مغفرت کی قدر کریں، شیر ناراض ہو جائے اور پھر وہ معاف کردے اور کہہ دے او کے (OK) جایئے کوئی بات نہیں، معاف کر دیا، تو آپ اس کا شکریہ ادا کریں گے کہ جان بچی، لاکھوں پائے ورنہ کم بخت ابھی پھاڑ کھاتا اور ایک آدمی مریض ہے، لیٹا ہوا ہے اور وہ یہ کہے کہ جاؤ معاف کر دیا، آپ اس کی کیا قدر کریں گے کہ سانس تو خود پھولا ہوا ہے، معاف نہ بھی کرتا تو کیا بگاڑ سکتا تھا؟ آپ میں طاقت کیا ہے اور محمد علی کلے معاف کر دے، تو بڑی بات ہے، ورنہ کلے پر ایک باکسنگ مارتا دانت توڑ ڈالتا۔

بس آخر میں ایک نصیحت کرتا ہوں، جس دنیا سے ہمیشہ کے لئے جانا اور لوٹ کر پھر کبھی نہ آنا ایسی دنیا سے دل کا کیا لگانا، مگر کاروبار کو منع نہیں کرتا، کار بھی ہو، کاروبار بھی ہو، مگر دل میں اللہ یار ہو اور اس کی مشق اللہ والوں کے ساتھ رہنے سے ہوگی، صحبت صالحین میں رہنے سے ہوگی۔

امریکہ والوں کے لئے پاکستان، ہندوستان جانا مشکل ہے، تو مشورہ دیتا ہوں کہ یہاں بفیلو میں قریب ہی میں ڈاکٹر اسماعیل صاحب ہیں، جو شیخ الحدیث صاحبؒ کے خلیفہ ہیں، ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہو کر اللہ کی محبت سکھا رہے ہیں، یہ گویا بہت قریبی (ہسپتال) مستشفیٰ ہے۔

دنیا میں مسافر کی طرح رہو:

میں نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ سے محبت کرو، ماں باپ سے محبت کرو، بیوی سے محبت کرو، اللہ والوں سے محبت کرو، اپنی حلال روزی سے محبت کرو، لیکن حرام چیزوں کی طرف نظر بھی مت کرو، ان کو دیکھنے سے کچھ بھی نہیں پاؤ گے، اپنے گھر میں اللہ نے جو بیوی دی ہے، اس پر راضی رہو، اگرچہ حسن میں وہ تم سے کچھ کمتر بھی ہو، مان لو، اماں سے انتخاب کرنے میں غلطی ہوئی، تو یہاں کے دن گزار لو، انہیں پیار کر لو، ماں باپ کی عزت رکھو، طلاق مت دو، اگر تمہاری بیٹی کے ساتھ ایسا ہو جائے کہ داماد زیادہ حسین ہو، تو تم کیا چاہو گے کہ تمہاری بیٹی کو وہ طلاق دیدے؟ پس اگر تم اپنی بیوی کو پیار دو گے، تو اس کی جزا اللہ تمہیں دے گا اور قیامت کے دن ہماری مسلمان بیویوں کو اللہ تعالیٰ حوروں سے زیادہ حسین کر دیں گے، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، روح المعانی میں موجود ہے۔

ہم لوگ پردیس میں ہیں، اسٹیشن پر اعلیٰ درجہ کی چائے مت تلاش کرو، چائے والا ریلوے اسٹیشن پر اعلان کرتا ہے، چائے والا، چائے والا، لیکن وہی گرم پانی دے گا، اس طرح پان بیڑی سگریٹ آپ ہندوستان یا پاکستان کی ریلوے میں سفر کریں، تو ایسی آوازیں ملیں گی، مگر وہ پان نہیں ملے گا، جو آپ کے گھر میں ملے گا، دنیا بھی پلیٹ فارم ہے، جیسی مل جائے، اس پر راضی رہو، کسی کو اذیت مت پہنچاؤ، خاص کر ماں باپ کی عزت کرو، دنیا میں بھی خوش رہو گے اور کبھی کبھی اپنی فیکٹری اور کارخانوں سے وقت نکال کر خانقاہوں میں اللہ والوں کے پاس جاؤ، درد بھرے دل سے کہتا ہوں، یہی چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری آہ و فغاں کو، میری محبت کے درد کو جو اللہ نے بغیر استحقاق اختر کو بخشا ہے، سارے عالم میں اس کے نشر کا انتظام فرمائے اور یہ دولت کہاں سے ملی، دو نصیحتیں کرتا ہوں

مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

زندگی کا مزہ اگر لینا چاہتے ہو، تو اللہ کے عاشقوں میں کچھ دن جینا سیکھ لو

مجھے کچھ خبر نہیں تھی تیرا درد کیا ہے یا رب
ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سنگِ در پہ مرنا

اللہ کے عاشقوں سے سیکھا ہے، ورنہ اختر بھی آج طبیہ کالج سے پڑھ کر آپ کو گل بنفشہ دیتا اور صبح ہی صبح کسی کا قارورہ (پیشاب) دیکھتا، اللہ کا شکر ہے، قارورہ دیکھنے کے بجائے اللہ کی محبت کا درد سارے عالم میں پیش کر رہا ہوں کہ

شاہوں کے سروں میں تاج گراں دے، درد سا اکثر رہتا ہے
اور اہل صفا کے سینوں میں ایک نور کا دریا بہتا ہے
یہی اللہ زمین کے اوپر بھی کام آئے گا زمین کے اندر بھی

سُکھ میں اللہ کو بھولنے کا انجام:

کلفٹن کراچی کے ایک بڑے رئیس نے کہا، ہم روزہ نماز نہیں جانتے، ہمارے پاس اتنی دولت ہے کہ سات پشت تک کھائے گی، بس اس کے بعد ہی اللہ کا غضب آیا، اس کے پیٹ میں

کینسر پیدا کر دیا اور ایک تولہ جو کا پانی نلکی کے ذریعہ دیا جاتا تھا، گلے میں بھی کینسر کا اثر ہوا، کوئی چیز کھا نہیں سکتا تھا اور سوکھ کر ختم ہو گیا۔

سکھ میں اللہ کو یاد رکھنے کا انعام:

میرے دوستو! اللہ سے ڈر کر رہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

" اُذْکُرُوْا اللّٰہَ فِی الرُّخَاءِ یَذْکُرُکُمْ فِی الشِّدَّۃِ"

اللہ کو سکھ میں یاد کرو، تاکہ دکھ میں اللہ تعالیٰ تم کو یاد رکھے گا اور اگر سکھ میں عیش وعیاشی اور بدمعاشی اور اوباشی میں لگے رہے، تو پھر سمجھ لو زندگی ضائع ہو رہی ہے۔

بتاؤ زندگی کی کیا قیمت ہے؟ اگر تم نے زندگی کو مٹی کی عورتوں، مٹی کے سموسے، مٹی کے کباب پر فدا کیا، تو زندگی کی قیمت مٹی ہی رہے گی اور اگر اس مٹی کو اللہ پر فدا کیا، تو اس کی قیمت ہوگی، پھر یہ مٹی قیمتی ہو جائے گا۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں کہ اے فیکٹری والو اور پہلوانو! اور اے وزارت کی کرسیوں پر بیٹھنے والو! تمہاری کوئی قیمت نہیں، قیامت کے دن غلاموں کی قیمت اللہ لگائے گا، پھر یہ شعر پڑھا

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

حسن کی شکلیں بگڑتی رہتی ہیں، ان سے دل نہ لگاؤ، علی گڑھ کے ایک بزرگ کا شعر سنئے

گیا حسنِ خوباں دل خواہ کا
ہمیشہ رہے نام اللہ کا

دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرے اس درس تفسیر کو اور درد بھرے دل سے جو بیان کرایا، اسے قبول فرمائیں، میری زبان کو اور دوستوں کے کان کو قبول فرما کر ہم سب کو پورا مقبول ومحبوب بنائیں

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ



(۷)

موت.....!

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری صاحب مدظلہم العالی

موت......!

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَرَسُوْلِنَا الْکَرِیْمِ☆فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ☆ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ☆

موت کے بارے میں قرآنی آیات:

﴿ أَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ ﴾

(سورۃ النساء:۷۸)

ترجمہ:...... جہاں کہیں تم ہو گے، موت تم کو آ پکڑے گی، اگر چہ تم مضبوط قلعوں میں ہو۔

﴿ قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَإِنَّهٗ مُلٰقِیْکُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ إِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ (سورة الجمعة : ۸)

ترجمہ:...... تو کہہ، موت وہ جس سے تم بھاگتے ہو، سو وہ تم سے ضرور ملنے والی ہے، پھر تم پکڑے جاؤ گے، اس چھپے اور کھلے جاننے والے کے پاس، پھر جتلائے گا تم کو جو تم کرتے ہو۔

﴿ کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُوْرَکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ (سورۃ آل عمران : ۱۸۵)

ترجمہ:...... ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم کو قیامت کے دن تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، تو جو شخص آتش جہنم سے دور رکھا گیا اور بہشت میں داخل کیا گیا، وہ مراد کو پہنچ گیا اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہے۔

﴿ وَأَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ مِّنْ قَبْلِ أَنْ یَّأْتِیَ أَحَدَکُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ

لَوْلَا اَخَّرْتَنِیْ اِلٰی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَکُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰہُ نَفْسًا اِذَا جَاءَ اَجَلُھَا وَاللّٰہُ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾

(سورۃ المنافقون:۱۴)

ترجمہ:......اور جو (مال) ہم نے تم کو دیا ہے، اس میں سے اس (وقت) سے پیشتر خرچ کرلو، تم میں سے کسی کی موت آجائے، تو (اس وقت) کہنے لگے کہ اے میرے پروردگا! تو نے مجھے تھوڑی سی اور مہلت کیوں نہ دی، تا کہ میں خیرات کرلیتا اور نیک لوگوں میں داخل ہوتا اور جب کسی کی موت آجاتی ہے، تو خدا اس کو ہرگز مہلت نہیں دیتا اور جو کچھ تم کرتے ہو، خدا اس سے خبردار ہے۔

موت کے بارے میں احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

﴿ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ ﴾ .(رواہ مسلم)

ترجمہ:......حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے۔

﴿ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَتْبَعُ الْمَیِّتَ ثَلَاثَۃٌ فَیَرْجِعُ اِثْنَانِ وَیَبْقٰی مَعَہٗ وَاحِدٌ یَتْبَعُہٗ اَھْلُہٗ وَمَالُہٗ وَعَمَلُہٗ فَیَرْجِعُ مَالُہٗ وَاَھْلُہٗ وَیَبْقٰی عَمَلُہٗ ﴾ (بخاری ومسلم)

ترجمہ:......حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میت کے ساتھ قبرستان تک تین چیزیں جاتی ہیں، اس کے اہل وعیال اور اس کا مال اور اس کے اعمال، دو چیزیں تو واپس آجاتی ہیں، اہل وعیال اور مال اور صرف اعمال اس کے ساتھ باقی رہ جاتے ہیں۔

﴿ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَیْمُوْنِ الْاَوْدِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لِرَجُلٍ وَھُوَ یَعِظُہٗ اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَکَ قَبْلَ ھَرَمِکَ وَصِحَّتَکَ قَبْلَ سَقَمِکَ وَغِنَاکَ قَبْلَ فَقْرِکَ وَفَرَاغَکَ قَبْلَ

شُغُلِکَ وَحَیٰوتُکَ قَبْلَ مَوْتِکَ ﴾ (رواہ الترمذی)

ترجمہ:...... حضرت عمرو بن میمون اودیؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت فرماتے ہوئے فرمایا کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت شمار کرو، بڑھاپے سے پہلے جوانی کو اور بیماری سے پہلے صحت کو اور افلاس سے پہلے خوشحالی کو اور مشاغل سے پہلے فراغت کو اور موت سے پہلے زندگی کو۔

﴿ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اِرْتَحَلَتِ الدُّنْیَا مُدْبِرَۃً وَارْتَحَلَتِ الْآخِرَۃُ مُقْبِلَۃً وَلِکُلٍّ وَاحِدٍ مِنْھُمَا بَنُوْنٌ فَکُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الْآخِرَۃِ وَلَاتَکُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الدُّنْیَا فَاِنَّ الْیَوْمَ عَمَلٌ وَلَاحِسَابَ وَغَدًا حِسَابٌ وَلَا عَمَلَ ﴾ (رواہ البخاری)

ترجمہ:...... حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ دنیا کوچ کئے ہوئے پشت ادھر کئے ہوئے چلی جارہی ہے اور آخرت منہ ادھر کئے ہوئے چلی آرہی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے بیٹے ہیں (یعنی تابع اور غلام اور رغبت کرنے والے ہیں) پس تم آخرت کے بیٹے بنو، یعنی چاہنے والے آخرت کے بنو اور دنیا کے بیٹے نہ بنو، آج عمل کا دن ہے اور کوئی حساب نہیں اور کل حساب کا دن ہے، وہاں کوئی عمل نہیں۔

﴿ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِمَنْکِبَیَّ فَقَالَ کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا اَمْسَیْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ وَاِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِکَ لِمَرَضِکَ وَمِنْ حَیَاتِکَ لِمَوْتِکَ ﴾ (رواہ البخاری)

ترجمہ:...... حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا مونڈھا پکڑ کر فرمایا، دنیا میں اس طرح رہ، گویا تو مسافر ہے، یا راہ گیر، ابن عمر اس کے بعد فرمایا کرتے اور جب شام ہو جائے تو صبح کا انتظار نہ کر اور جب صبح ہو جائے تو شام کا انتظار نہ کر اور صحت کو بیماری سے غنیمت سمجھو، صحت میں جو عمل کرے گا بیماری میں اس کا ثواب پائے گا اور زندگی کو موت سے غنیمت سمجھ (یعنی زندگی میں عمل کرتا کہ مرنے کے بعد اس کا ثواب پاؤ گے)

﴿ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ ﴾ (رواه الترمذی والنسائی وابن ماجة)

ترجمہ:...... حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت یاد کرو لذتوں کو کھو دینے والی چیز یعنی موت کو۔

موت کا انکار نہیں:

حضرات گرامی قدر! موت ایک اٹل حقیقت ہے، اس کا انکار ممکن نہیں، آپ کو دنیا میں ایسے لوگ مل جائیں گے، جو قرآن کا انکار کرتے ہیں۔

ایسے لوگ بھی مل جائیں گے، جو انبیاء کا انکار کرتے ہیں۔

ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں، جو خدا کا انکار کرتے ہیں۔

ایسے لوگ بھی بے شمار ہیں، جو جزا وسزا اور جنت و دوزخ کا انکار کرتے ہیں، لیکن ایسا کوئی نہیں ملے گا، جو موت کا انکار کرتا ہو، موت سے انکار ہو ہی نہیں سکتا، یہ تو ایک بدیہی حقیقت ہے، جس کا مشاہدہ ہر انسان اپنے سر کی دو آنکھوں سے دن رات اپنے محلے اور گلی کوچوں میں کرتا ہے

جو لوگ قیامت اور دوسری دنیا کو نہیں مانتے، وہ قدرتی طور پر یہ چاہتے ہیں کہ اسی دنیا کو اپنی ابدی خوشیوں کی دنیا بنائیں، انہوں نے اس بات کی بہت تحقیق کی کہ موت کیوں آتی ہے؟ تاکہ اس کے اسباب کو روک کر زندگی کو جاوداں بنایا جا سکے، مگر انہیں اس سلسلے میں قطعی ناکامی ہوئی، ہر مطالعہ نے بالآخر یہی بتایا کہ موت یقینی ہے، اس سے چھٹکارا نہیں۔

موت کیوں آتی ہے؟

اس کے تقریبا دو سو جوابات دیئے گئے ہیں، جسم ناکارہ ہو جاتا ہے، اجزائے ترکیبی صرف ہو چکتے ہیں، رگیں پتھرا جاتی ہیں، متحرک البومن کی جگہ کم متحرک البومن آجاتے ہیں، مربوط کرنے والے نسیں بیکار ہو جاتے ہیں، جسم میں آنتوں کے بیکٹیریا کا زہر دوڑ جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

جسم کے ناکارہ ہونے کی بات بظاہر درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ مشینیں جوتے کپڑے سبھی ایک خاص مدت کے بعد ناکارہ ہو جاتے ہیں، اس لئے ہو سکتا ہے کہ پوستین کی طرح ہمارا جسم

بھی جلد یا بدیر پرانا ہو کر ختم ہو جاتا ہو، مگر سائنس اس کی تائید نہیں کرتی، سائنسی تشریح کے مطابق جسم انسانی نہ پوستین کی طرح ہوتا ہے، نہ مشین سے ملتا جلتا ہے اور نہ چٹان سے مشابہ ہے، اگر اسے تشبیہ دی جاسکتی ہے تو دریا سے جو ہزاروں سال پہلے بھی بہا کرتا تھا اور آج بھی اسی طرح بہہ رہا ہے اور کون کہہ سکتا ہے کہ دریا پرانا ہوتا ہے، ناکارہ ہو جاتا ہے۔

ہماری زندگی کی مسلسل تجدید ہوتی رہتی ہے، ہمارے خلیوں میں البومن کے سالمے بنتے اور ختم ہوتے اور پھر بنتے رہتے ہیں، خلیے بھی (سوائے اعصابی خلیوں کے) برابر تلف ہوتے اور ان کی جگہ نئے بنتے رہتے ہیں، اندازہ لگایا گیا ہے کہ کوئی چار مہینے کے عرصے میں انسان کا خون بالکل ہی نیا ہو جاتا ہے اور چند سال کے عرصے میں انسانی جسم کے تمام ایٹم پوری طرح بدل جاتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی نوعیت ایک ڈھانچے کی نہیں، بلکہ دریا کی سی ہے یعنی وہ ایک عمل ہے، ایسی حالت میں جسم کے پرانے اور ناکارہ ہونے کے تمام نظریئے بے بنیاد ہو جاتے ہیں، وہ تمام چیزیں جو زندگی کے ابتدائی برسوں میں خراب ہو گئی تھیں، زہر آلود اور بے کار ہو چکیں، وہ جسم سے کب کی خارج ہو چکیں، پھر ان کو موت کا سبب قرار دینا کیا معنی؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ موت کا سبب آنتوں، رگوں اور دل میں نہیں، بلکہ اس کا سبب کہیں اور ہے۔

موت سے مفر نہیں:

عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ سائنسدانوں، حکیموں، فلسفیوں اور ڈاکٹروں کی باتیں اور تحقیقات اپنی جگہ، لیکن موت ایک حقیقت ہے، کہ اس کا انکار نہیں ہو سکتا، یورپ نے صحت اور زندگی کی حفاظت کے بے شمار طریقے اور علاج دریافت کئے ہیں اور اسے اپنی طبی تحقیقات اور علاج معالجے کے جدید وسائل اور اسباب پر ناز بہت ہے، مگر اس سب کچھ کے باوجود کیا ایک بھی ایسا سائنسدان یا ڈاکٹر ہے جو یہ دعویٰ کر سکے کہ میں نے موت کا علاج دریافت کر لیا ہے؟ بلکہ بسا اوقات تو ایسا ہوتا ہے کہ ڈاکٹر کو جس مرض کے علاج میں مہارت ہوتی ہے، اسی مرض کی وجہ سے اس کا انتقال ہو جاتا ہے، ماہر امراض قلب کا انتقال ہارٹ اٹیک سے ہو جاتا ہے اور بلڈ پریشر کے معالج کی موت خون کے دباؤ کی وجہ سے ہو جاتی ہے، عربی کا ایک شعر ہے۔

بسل مات ارطاطالیس وافلاطون بافلیج

ولقمان بسرسام وجالینوس مبطونا

مرض سل سے ارسطالیس مرا اور افلاطون فالج سے، لقمان سرسام سے اور جالینوس اسہال سے، حالانکہ انہی امراض میں ان حکماء کو ید طولیٰ اور مرتبہ کمال حاصل تھا۔ دھنتر وید کو سانپ پکڑنے میں انتہائی مہارت تھی، ان کو سانپ نے کاٹا اور مرگیا، غرض یہ کہ سوفنا ہے، یہاں جو آیا ہے، جانے کے لئے آیا ہے، رہنے کے لئے کوئی بھی نہیں آیا۔

پوچھو گے جو فلک سے تم سے یہی کہے گا
نہ رہ گیا جو تھا، جو ہے وہ کیوں رہے گا
ہوں گے حباب ابھر کر یونہی فنا ہمیشہ
موجیں بڑھیں گھٹیں گی دریا یوں ہی بہے گا

ایک شخص نے اپنی اکلوتی بیٹی کے جہیز میں ضروریات زندگی کی تمام اشیاء بہم پہنچائیں، قضائے الٰہی سے وہ لڑکی شادی سے چند روز بعد ہی فوت ہوگئی، الم رسیدہ باپ نے یہ شعر فرط غم میں موزوں کیا

یہ آیا یاد اے آرام جان اس نامرادی میں
کفن دینا تمہیں بھولے تھے سامان شادی میں
اس گلستان میں بہت کلیاں مجھے تڑپا گئیں
کیوں لگی تھیں شاخ میں کیوں بن کھلے مرجھا گئیں

حکایت:

ایک سوداگر نے اپنے دوست سے جو ایک جہاز کا ناخدا تھا پوچھا، تمہارے والد بزرگوار نے کیونکر وفات پائی ؟ اس نے کہا آپ میرے والد کی نسبت خاص کر کیا پوچھتے ہیں ؟ میرے آباؤ واجداد سب ڈوب کر مرتے آئے ہیں، اس واسطے کہ صدہا پشت سے جہاز رانی کا پیشہ ہمارے خاندان میں ہے، سوداگر نے کہا کیا تم کو ڈر نہیں لگتا کہ تم بھی ایک دن باپ دادا کی طرح ڈوب کر ہی مرو گے ؟ ناخدا نے کہا ڈوبنے کا خوف تو ہے، لیکن موت سے گریز کہاں ہوسکتا ہے، بھلا میں

آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کے آباؤ و اجداد کیونکر مرے؟ سوداگر نے جواب دیا گھر میں مرے اور کہاں مرے، ناخدا نے کہا آپ نہیں ڈرتے کہ اسی گھر میں آپ کو بھی مرنا ہوگا۔

قوی شدیم چہ شدیم ، ناتواں شدیم چہ شدیم
چنیں شدیم چہ شدیم یا چناں شدیم چہ شد
ہیچ گونہ دریں گلستان قرارے نیست
تو بہار شدی چہ شد ماخزاں شدیم چہ شد

نتیجہ یہ کہ آدمی خشکی میں رہے، یا دریا میں، موت سے کسی جگہ نجات نہیں۔

پیام مرگ سے اے دل ترا کیوں دم نکلتا ہے
مسافر روز جاتے ہیں یہ رستہ خوب چلتا ہے
مصروف طائران چمن ہیں کلیل میں
صیاد تانت باندھ رہا ہے غلیل میں

موت سے کوئی نہیں بچا سکتا:

حضرت خواجہ حسن بصریؒ جواہرات کی تجارت کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ آپ روم تشریف لے گئے، وہاں وزیر سے ملاقات ہوئی، وزیر نے کہا ہم ایک جگہ جا رہے ہیں، اگر آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں، تو اچھا ہے، آپ بھی راضی ہو گئے اور ان کے ہمراہ جنگل تشریف لے گئے، جنگل میں دیکھا کہ اطلس کا ایک قیمتی خیمہ ایستادہ ہے، وزیر کے پہنچتے ہی سب سے پہلے ایک لشکر جرار نے خیمے کا طواف کیا، پھر حکیموں اور فلاسفروں نے اس خیمے کا طواف کیا، اس کے بعد بے شمار عورتیں زرق برق پوشاک پہنے اور زرو جواہرات کے بھرے طشت لیکر اس خیمے کے گرد طواف کر کے لوٹ آئیں، اس کے بعد بادشاہ اور وزیر اس خیمہ کے اندر گئے اور کچھ دیر بعد باہر آ گئے۔

یہ نظارہ دیکھ کر آپ بہت دیر تک سوچتے رہے، جب کچھ سمجھ میں نہ آیا، تو وزیر سے اس امر کے متعلق دریافت کیا، وزیر نے کہا کہ قیصر روم کا ایک حسین وجمیل نوجوان اکلوتا فرزند فوت ہو گیا، اس خیمہ کے اندر اس کی قبر ہے، ہم لوگ سال بھر کے بعد اسی طرح خیمہ کی زیارت کو آتے

ہیں اور اس قسم کا مظاہرہ کرتے ہیں، صاحب قبر کو یہ بات بتانا چاہتے ہیں کہ اگر تجھ کو زندہ کرنے میں ہمارا ذرہ بھر امکان ہوتا، تو ہم تمام فوج، حکیم، ڈاکٹر، فلاسفر، بزرگ مال و دولت غرضیکہ ہر طرح کوشش کر کے سب کچھ تجھ پر نثار کر دیتے، مگر تیرا معاملہ تو ایسی ذات کے ساتھ ہے، جس کے مقابلہ میں تیرا باپ تو کیا ساری کائنات کی طاقت بالکل ہیچ ہے۔

عام است مہر اجل بر جہانیاں
ایں حکم من و تو تنہا نمی کند

یہ بات سنکر آپ پر اس قدر اثر ہوا کہ اپنا کاروبار چھوڑ کر بصرہ واپس آ گئے اور تمام بیش قیمت جواہرات فی سبیل اللہ غرباء میں تقسیم کر دیئے اور ترک دنیا کی قسم کھا کر گوشہ نشیں ہو گئے اور ستر سال تک ایسی عبادت کی کہ اپنے زمانے کے تمام بزرگوں پر سبقت لے گئے۔

جان لیتا جو شبستانِ فنا کا انجام
صورت شمع ہر ایک بزم میں گریاں ہوتا

ملکہ الزبتھ کی موت کا وقت:

ملکہ الزبتھ اول نے مرتے وقت کہا کہ اگر کوئی ڈاکٹر اب مجھے زندہ رکھے تو میں ایک منٹ کی قیمت ایک لاکھ روپے دینے کو تیار ہوں، مگر یورپ کا کوئی ڈاکٹر بھی اس ملکہ کو زندگی کا ایک سیکنڈ بھی نہ دے سکا۔

نوشیرواں کا حکیمانہ قول:

نوشیرواں کو ایک شخص نے مبارک باد دی، کہ تمہارے ایک جانی دشمن کو خدا نے اٹھا لیا، نوشیرواں نے کہا کیا تم نے یہ بھی سنا کہ خدا مجھے چھوڑ دیگا۔

مختصر زندگی:

کہا جاتا ہے کہ ابتداء میں باری تعالیٰ نے انسانوں کو اس لئے ہزار ہزار سال کی عمر بخشی تھی،

کہ وہ اسے عبادت میں صرف کریں گے، لیکن بڑے بے پرواہ نکلے، انہوں نے خیال کیا کہ جب اتنی لمبی عمر ہے، تو پھر کیوں نہ زندگی کا لطف اٹھایا جائے، اس لئے کافی عرصہ عیش وعشرت کریں، جب بڑھاپا آئے گا، تو اللہ کو یاد کرلیں گے، اس پر انسانی زندگی کی میعاد گھٹا کر ایک سو سال کردی، تاکہ وہ اس حیات چندروزہ کو تو ضرور ذکر، عبادت، اور فکر عاقبت میں گزاریں، لیکن اس کے برعکس انسانوں نے ''کھاؤ، پیو اور مزے اڑاؤ، کل تو فنا ہونا ہی ہے'' کے مقولے پر عمل کیا۔

حضرت جبرئیل نے ایک دن حضرت نوحؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کی عمر سب پیغمبروں سے زیادہ ہوئی، آپ نے دنیا کو کیسا پایا؟ فرمایا مجھے ایسا معلوم ہوا کہ ایک مکان دو دروازے ہیں، ایک میں سے اندر گیا اور دوسرے میں سے نکل گیا۔

جہاں چیست ہمچوں سرائے دو در
ازیں سو بیا ازاں سو گزر

مقام اور کیفیت بھی مقرر ہے:

موت جہاں لکھی ہے، جس حالت میں لکھی ہے، جس وقت لکھی ہے، جس سبب سے لکھی ہے، آکر رہے گی، موت سے بھاگنے والا انسان خود چل کر اس مقام تک جا پہنچے گا، جہاں اسے موت آنی ہے، وہ خود ایسا سبب اختیار کرے گا، جو اسے موت کی وادی میں پہنچا دے گا۔

کراچی کے ایک مزدور کا واقعہ:

مجھے ایک بااعتماد ساتھی نے بتایا کہ یہاں کراچی میں ایک جگہ پانچ منزلہ عمارت تعمیر ہو رہی تھی، ایک مزدور پانچویں منزل سے نیچے آگرا، لیکن خدا کی شان کہ اسے کچھ بھی نہ ہوا، یہاں تک کہ وہ نیچے سے اپنی ٹانگوں پر چل کر اوپر جا پہنچا، وہاں اس کے ساتھیوں نے اس کے حیرت انگیز طریقے سے بچ جانے پر خوشی کا اظہار بھی کیا اور اس سے مٹھائی کا مطالبہ بھی کیا، ٹھیکیدار نے اپنی جیب سے اسے پچاس روپے دیئے اور کہا کہ مٹھائی لاکر اپنے دوستوں میں تقسیم کردو، وہ خوشی خوشی مٹھائی لینے جارہا تھا کہ سڑک پار کرتے ہوئے ایک گاڑی نے اسے ٹکر ماری اور وہیں

اس کا انتقال ہو گیا۔

اس مزدور کی موت چونکہ گاڑی کے ایکسیڈنٹ سے طے شدہ تھی، اس لئے پانچویں منزل سے گرنا بھی اسے کچھ نقصان نہ دے سکا، لیکن عبرت کی بات یہ ہے کہ اتنے بڑے حادثے میں بچ جانے کے باوجود موت سے نہ بچ سکا۔

ایک سادھو کی منڈلی میں کسی نے کہا کہ والی جے پور راجہ امر سنگھ تو مر مر کے بچے ہیں، سادھو نے کہا بچہ بچ بچ کے مریگا، آخر کب تک بچے گا۔

یہ یہاں کیوں بیٹھا ہوا ہے؟

ایک دن سلیمان علیہ السلام کے پاس ملک الموت آدمی کی شکل میں ملاقات کے لئے آئے، اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کا وزیر بھی بیٹھا ہوا تھا، ملک الموت چلے گئے، تو وزیر نے سلیمان علیہ السلام سے پوچھا، اے حضرت یہ کون شخص تھا؟ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا عزرائیل، وزیر نے کہا کہ مجھے کئی بار عزرائیل نے گھورا، اس سے مجھ کو بڑا خوف پیدا ہوا، آپ ہوا کو حکم دیجئے کہ مجھ کو بوماس کے جزیرے میں پہنچادے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہوا کو حکم دیا اور بات کی بات میں وزیر ہوا کے گھوڑے پر سوار کئی ہزار کوس جزیرہ بوماس میں جا داخل ہوا، جونہی ٹاپو میں قدم رکھا، عزرائیل آموجود ہوئے اور وزیر کی روح قبض کی، کئی روز بعد پھر عزرائیل حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں گئے اور حضرت سلیمان نے اپنے وزیر کا قصہ بیان کیا، عزرائیل نے عرض کیا، اس روز جو میں اس شخص کی طرف بار بار دیکھتا تھا، اس کی یہی وجہ تھی، میں حیران تھا کہ اس کی مدت حیات پوری ہو چکی ہے اور دو گھڑی بعد جزیرہ بوماس میں مجھ کو اس کی روح قبض کرنے کا حکم ہے، یہ یہاں کیوں بیٹھا ہوا ہے؟

نتیجہ یہ ہے کہ انسان کا خمیر جہاں کا ہے، وہیں اس کو مرنا ہے

دو چیز آدمی را ستانند بزور
یکے آب و دانہ، دگر خاک گور
سیٹھ جی کو فکر تھی اک اک کو دس کیجئے
آیا ملک الموت بولا جان واپس کیجئے

ادھر سے یا ادھر سے:

ہر جاندار خواہ انسان ہو یا حیوان، اسے اپنی زندگی پیاری ہے اور وہ اپنی زندگی کی حفاظت کے لئے ہر تدبیر اختیار کرتا ہے، اپنے خیال میں وہ موت کے آنے کے تمام دروازے اور تمام روزن بند کر دیتا ہے، لیکن قضاء کا تیر اسے تلاش کر ہی لیتا ہے اور وہ دائیں سے یا بائیں سے، ادھر سے یا ادھر سے، اوپر سے یا نیچے سے آ کر اس کا قصہ تمام کر دیتا ہے۔

ایک ہرن کی آنکھ کسی صدمہ سے جاتی رہی، بے چارہ شکاریوں کے ڈر سے دریا کے کنارے چرا کرتا اور جو آنکھ ضائع ہو چکی تھی دریا کی طرف سے کچھ خطرہ نہ سمجھ کر اس آنکھ کا رخ دریا کی طرف رکھتا، اتفاقاً کوئی شکاری کشتی میں سوار چلا جا رہا تھا، جونہی وہ ہرن کے برابر آیا، گولی ماری اور ہرن کا کام تمام کیا۔

یاد رکھو! زندگی کو ہر طرف سے آفت ہے، کسی حالت میں مطمئن نہیں رہنا۔

یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے
زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے

کوئی بھی محفوظ نہیں:

لوگوں کو یہ شکایت ہے کہ موت اچانک آجاتی ہے، ہم روز اخبار میں پڑھتے ہیں کہ فلاں ناگہانی طور پر انتقال ہو گیا، حالانکہ یہ شکوہ بے جا ہے، کیونکہ دو باتیں ہر شخص جانتا ہے، ایک یہ کہ مجھے ہر حال میں مرنا ہے، دوسرے یہ کہ مرنے کا کوئی وقت معین نہیں، اگر یہ دونوں باتیں معلوم نہ ہوتیں، تو شکایت بجا ہوتی۔

جس موت کے اچانک آجانے کی ہم شکایت کرتے ہیں، وہ تو ہر روز ہمیں ملتی ہے، وہ ہمارے دائیں بھی ہے اور بائیں، وہ اوپر بھی ہے، نیچے بھی، وہ تو ہر جگہ موجود ہے، صحراء کی ویرانیوں میں اور شہر کی محفلوں میں بھی، سمندر کی تلاطم خیز موجوں میں بھی اور خشکی کے سناٹوں میں بھی، موت تو ہر شخص کا تعاقب کرتی ہے، ذکی اور عالم کا بھی، غبی اور جاہل کا بھی، صاحب ثروت کا بھی، مفلس اور قلاش کا بھی، موحد اور مسلم کا بھی، مشرک اور کافر کا بھی، وہ نہ فرعون،

جیسے متکبر کو چھوڑتی ہے، نہ موسیٰ جیسے کلیم کو اور ایوب جیسے صابر کو، وہ نہ نمروز جیسے سرکش کو معاف کرتی ہے، نہ ابراہیم جیسے خلیل اللہ اور اسماعیل جیسے ذبیح اللہ کو، اس کی نظر میں ارسطو اور افلاطون جیسے حکیم اور ابوجہل جیسے نادان برابر ہیں، اس سے نہ ابوبکرؓ وعمرؓ محفوظ رہے، نہ سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

موت لانے والے کو موت:

حتی کہ تمام جانداروں کے لئے موت کا پیغام لیکر آنے والا فرشتہ عزرائیل بھی موت سے نہ بچ سکے گا، مسند ابو یعلی موصلی کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ جب سب مرجائیں گے، تو ملک الموت اللہ تعالی کے پاس آئے گا اور عرض کرے گا، اے پروردگار آسمان وزمین کے تمام لوگ مرگئے، سوائے ان لوگوں کے جن کو تو نے نہیں چاہا، اللہ تعالی فرمائے گا (حالانکہ اسے معلوم ہے کہ کون زندہ بچا ہے) کون باقی رہ گیا ہے؟ تو ملک الموت کہے گا، پس آپ باقی رہ گئے، جن کو کبھی موت نہیں اور آپ کا عرش اٹھانے والے فرشتے باقی رہ گئے اور جبرئیل اور میکائیل باقی رہ گئے اور ایک میں ہوں، پھر اللہ تعالی فرمائے گا، جبرئیل میکائیل بھی مرجائیں، عرش بولے گا، اے آقا جبرئیل ومیکائیل مرجائیں گے؟ تو اللہ تعالی فرمائے گا، تم خاموش رہو، میں نے طے کر دیا ہے، میرے عرش کے نیچے جو بھی ہیں، وہ سب مرجائیں، پھر جبرئیل ومیکائیل بھی مرجائیں گے، اس کے بعد ملک الموت پھر اللہ کے پاس آئے گا اور کہے گا اے آقا جبرئیل ومیکائیل بھی مر گئے، اب صرف میں اور آپ کا عرش اٹھانے والے رہ گئے ہیں، تو اللہ تعالی فرمائے گا، میرا عرش اٹھانے والے بھی مرجائیں، وہ بھی مرجائیں گے اور اس کے بعد اللہ تعالی عرش کو حکم دے گا، وہ اسرافیل سے صور لے لیگا اس کے بعد پھر ملک الموت اللہ تعالی کے پاس آئیگا اور کہے گا آقا آپ کا عرش تھامنے والے مرگئے۔

اللہ تعالی پوچھے گا (حالانکہ اسے معلوم ہے کون بچا) کون بچا؟ ملک الموت کہے گا کہ آقا اب صرف آپ رہ گئے، جن کو کبھی موت نہیں اور میں بچا ہوں، اللہ تعالی فرمائے گا، تم بھی میری مخلوق میں سے ایک مخلوق ہو، تم کو جس کام کے لئے پیدا کیا تھا، تم نے کیا، اب تم بھی مرجاؤ، اس کے

بعد ملک الموت بھی مرجائیں گے، جب اللہ کے سوا، جو اکیلا و غالب و یکتا اور بے مثال ہے، جس کے نہ اولاد ہے اور نہ وہ خود کسی سے پیدا ہوا ہے اور نہ کوئی اس کا ہمسر وہ جیسے پہلے تھا ازل سے تھا، ویسے ہی اب آخر میں ابد میں رہے گا، اس کے سوا کوئی باقی نہ رہے گا، تو زمین وآسمان کتاب کی طرح لپیٹ لئے جائیں گے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو تین مرتبہ پھیلائے گا اور لپیٹے گا اور پھر تین مرتبہ فرمائے گا، میں ہوں زبردست و غالب، پھر وہ خود یہ اعلان فرمائے گا ﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ﴾ آج کس کی حکومت ہے؟

اللہ اکبر ! کیا منظر ہوگا، اعلان ہوگا کہ کس کی حکومت ہے؟ مگر اس سوال کا جواب دینے والا کوئی نہ ہوگا، ہر طرف سناٹا ہوگا اور خاموشی ہوگی، جس انسان کو اپنی دولت پر، اپنے کاروبار پر، اپنی فیکٹری پر، اپنی کار اور کوٹھی پر، اپنی قابلیت اور صلاحیت پر بڑا ناز ہے، بڑا غرور ہے، بڑا فخر ہے وہ بوسیدہ اور گلی سڑی ہڈیوں کے ایک ڈھانچے کی صورت میں خاک میں پڑا ہوگا، اس کی زبان جو ٹرٹر بولتی رہتی تھی، آج جواب دینے کے قابل نہ ہوگی۔

وہ انسان جو بہت بڑے بول بولتا تھا، جو ہر چیز پر اپنا حق جتلاتا تھا، جو میری میری کہتے نہیں تھکتا تھا، جس کا خیال تھا کہ اس کی دولت اور اس کا اقتدار لافانی ہے، قیامت کے دن اس پر ہیبت اعلان کے جواب میں کچھ نہ کہہ سکے گا، فضائے عالم میں بار بار اعلان گونجے گا۔

اور زمین پر خدا بن کر بیٹھنے والو!

اور کمزوروں پر مشق ستم ڈھانے والو!

اور فرعون اور نمرود کے نقش قدم پر چلنے والو!

اور خدا کی زمین کو خدا کے بندوں پر تنگ کرنے والو!

اور رب السموات والارض سے بغاوت کرنے والو!

آج بولتے کیوں نہیں ہو؟ خاموش کیوں ہو؟ جواب کیوں نہیں دیتے ؟

﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ﴾ آج کس کی حکومت ہے؟

تمہاری یا ہماری؟ بندوں کی یا رب کی؟

مخلوق کی یا خالق کی؟ یہ اعلان تین مرتبہ ہوگا

آسمان و زمین اس اعلان سے تھرا رہے ہوں گے۔
مگر کوئی اس اعلان کا جواب نہ دے گا...... پھر اللہ تعالیٰ خود ہی فرمائے گا

﴿لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾

اس اللہ کی حکومت ہے، جو غالب ہے ..... حقیقی حکومت اور ملکیت اسی کی ہے۔
باقی سب جس حکومتیں عارضی اور فانی ہیں...... حقیقی بادشاہ ہے، تو وہی...... حقیقی مالک ہے، تو وہی...... حقیقی خالق ہے، تو وہی ..... حقیقی رازق ہے، تو وہی۔

موت کا اعلان:

غرض یہ کہ موت تو ہر کسی کو آئے گی، مگر ہم دنیا کی ملمع سازیوں سے فریب کھا کر موت کو بھول چکے ہیں، لیکن یاد رکھو! موت ہم کو نہیں بھولی ہے، موت تو ہر وقت اعلان کرتی ہے، مجھے بھول جانے والو!

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اُفَرِّقُ بَیْنَ الْبَنَاتِ وَالْاُمَّهَاتِ.

میں موت ہوں اور وہ موت ہوں، جو ماؤں اور بیٹیوں میں جدائی ڈالدیتی ہوں۔

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اُفَرِّقُ بَیْنَ الْاَخِ وَ الْاَخَوَاتِ.

میں وہ موت ہوں جو بھائی اور بہنوں میں جدائی ڈالدیتی ہے۔

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اُفَرِّقُ بَیْنَ کُلِّ حَبِیْبٍ.

میں وہ موت ہوں، جو دوستوں اور محبوں میں جدائی ڈالدیتی ہے۔

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اُفَرِّقُ بَیْنَ الزَّوْجِ وَالزَّوْجَةِ.

میں وہ موت ہوں، جو خاوند اور بیوی میں جدائی پیدا کرتی ہے۔

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اُخَرِّبُ الدِّیَارَ وَالْقُصُوْرَ.

میں وہ موت ہوں، جو گھروں اور محلوں کو برباد کرتی ہے۔

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اُعَمِّرُ الْقُبُوْرَ.

میں وہ موت ہوں، جو قبروں کو آباد کرتی ہے۔

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اَطْلُبُکُمْ وَاُدْرِکُکُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُشَیَّدَۃٍ.

میں وہ موت ہوں، جو تم کو ڈھونڈتی ہوں اور پالیتی ہوں، خواہ تم قلعوں میں ہو۔

وَلَا یَبْقٰی مَخْلُوْقٌ اِلَّا یَذُوْقُنِیْ.

اور مخلوق میں ایسا کوئی نہ رہے گا، جو میرا ذائقہ نہ چکھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ایک جنازہ کے ساتھ چلے، قبرستان میں پہنچ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ قبر پر کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں وہ نہایت فصیح اور صاف آواز کے ساتھ یہ اعلان نہیں کرتی کہ اے آدم کے بیٹے! تو مجھے بھول گیا، میں تنہائی کا گھر ہوں، اجنبیت کا گھر ہوں، میں وحشت کا گھر ہوں، کیڑوں کا گھر ہوں، میں نہایت تنگی کا گھر ہوں، مگر اس شخص کے لئے جس پر اللہ تعالیٰ شانہ مجھے وسیع بنادے، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر جنت کے باغوں میں ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں ایک گڑھا ہے، قبر کو بھولنے والو ! ہم سب کو ایک روز قبرستان ہی میں جانا ہے۔

پہنچا قبرستان میں اک بادشاہ
دیکھا اک درویش اس جا بیٹھا تھا
پوچھا آبادی میں کیوں آتے نہیں
بولا سب آبادی آتی ہے یہاں

مردے زیادہ:

حیف ہے ہم پر کہ شب و روز جنازے اٹھتے دیکھتے ہیں، مگر ہمیں اپنی موت یاد نہیں آتی، کیا تم نے کبھی سوچا کہ جو کل تھے آج نہیں ہیں؟ جو آج ہیں کل نہیں رہیں گے؟ کسی بھی گھرانے، کسی بھی خاندان سے پوچھلوان کے مرنے والے زیادہ ہوں گے اور زندہ کم ہوں گے۔

کہتے ہیں کہ ایک بیوہ عورت کا اکلوتا بیٹا مرگیا، لیکن فرط محبت سے وہ بیچاری ماممتا کی ماری اس کو زندہ خیال کر کے اس کے علاج کی کوشش میں دربدر پھرتی تھی۔ ہر چند حکماء اس کو سمجھاتے کہ تمہارا لڑکا مر چکا ہے، لیکن جوش محبت میں اندھی ہونے کے باعث اس کو یقین نہیں آتا تھا۔

آخرکار لوگ اس کو مہاتما بدھ کے پاس لے گئے کہ شاید وہ اپنے تدبر و دانائی سے اس عورت کو سمجھا سکیں۔

مہاتما بدھ نے اس سے کہا کہ فی الحقیقت تمہارا لڑکا مر گیا ہے، لیکن میں اس کو زندہ ضرور کر سکتا ہوں، بشرطیکہ تو مجھے ایسے گھر سے پانی کا ایک کٹورا لا کر دے جس گھر میں کبھی کوئی آدمی نہ مرا ہو، تاکہ میں اس پانی پر تیرے بیٹے کو زندہ کرنے کا منتر پھونکوں، اس عورت نے پانی حاصل کرنے کے لئے تمام شہر چھان مارا، لیکن کوئی گھر ایسا نہ ملا، جس میں کوئی نہ مرا ہو، بلکہ بہت سے گھروں سے تو یہ جواب ملا کہ مرے زیادہ ہیں اور زندہ کم ہیں، آخرکار لاچار اور مایوس ہو کر مہاتما بدھ کے پاس واپس آئی اور اپنی اس کوشش میں ناکام رہنے کا ماجرا بیان کیا، مہاتما نے اس سے کہا کہ جب تمام شہر میں تجھے ایک گھر بھی ایسا نہیں ملا کہ جس میں کوئی مرا نہ ہو، تو تو اپنے مرے ہوئے لڑکے کے زندہ ہونے کی کیا امید کر سکتی ہو، اس بات سے اس عورت کو صبر اور اپنے لڑکے کے مر جانے کا یقین آ گیا اور اس کی تجہیز و تکفین پر رضامند ہو گئی۔

نہ رنج رفتگاں کر رفتہ رفتہ
پہنچ جائے گا تو بھی کارواں تک

مسافر خانہ:

دنیا تو حقیقت میں مسافر خانہ ہے، کوئی آ رہا ہے، کوئی جا رہا ہے، اس لئے تو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ ﴾ (بخاری)

دنیا میں ایسے رہو، جیسے کوئی اجنبی یا راہ چلتا مسافر، لیکن انسان کے طور طریقوں سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ یہاں ہمیشہ رہنے کے لئے آیا ہے۔

شاہ بلخ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ تخت شاہی پر بیٹھے ہیں اور دربار لگا ہوا ہے، اچانک ایک اجنبی آدمی دربار میں داخل ہو کر چاروں طرف دیکھ رہا ہے، جب اس سے پوچھا گیا کہ تو کیا دیکھ رہا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ مجھے یہ سرائے پسند نہیں آئی، اس کی یہ بات سن کر شاہ بلخ نے کہا، یہ سرائے نہیں، بلکہ یہ تو محل ہے، اس اجنبی نے کہا، آپ سے پہلے اس محل میں کون تھا؟ شاہ

بلخؒ نے کہا میرا باپ، اس سے پہلے کون تھا؟ کہا میرا دادا، اس سے پہلے کون تھا؟ کہا میرے دادا کا باپ، پھر اجنبی نے کہا اسی لئے تو میں اس کو سرائے کہتا ہوں کہ اس میں کوئی بھی مستقل نہیں رہا ہے، جو بھی آیا ہے، چند روز گزار کر اس سرائے کو خالی کر گیا ہے، ایک دن تو بھی اس مسافر خانہ سے رخصت ہو جائے گا۔

مختصر قیام:

دنیا میں انسان کا قیام مختصر وقت کے لئے ہے، آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب مسلمانوں کے گھر میں بچہ پیدا ہوتا ہے، تو اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر پڑھی جاتی ہے، چونکہ اذان اور تکبیر جماعت سے پہلے ہوتی ہے اور تکبیر اور جماعت کے درمیان بہت مختصر سا وقفہ ہوتا ہے، اس لئے بچے کے کان میں اذان اور تکبیر پڑھ کر اسے یہ بتا دیا جاتا ہے کہ تیرا دنیا میں قیام بہت مختصر وقت کے لئے ہے، تیری اذان بھی ہو چکی ہے اور تکبیر بھی پڑھی جا چکی اور اب جماعت ہونے والی ہے، اس کی تیاری کر لے، یہی وجہ ہے کہ جب میت پر نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے، تو اس وقت اذان اور تکبیر نہیں پڑھی جاتی، اس لئے کہ وہ تو پہلے ہی پڑھی جا چکی ہے۔

چار قسم کے لوگ:

علماء نے لکھا ہے کہ موت کے بارے میں آدمی چار قسم کے ہوتے ہیں:

۱)...... ایک تو وہ لوگ ہیں، جو دنیا میں منہمک ہیں، جن کو موت کا ذکر بھی اس وجہ سے اچھا نہیں لگتا کہ اس سے دنیا کی لذتیں چھوٹ جائیں گی، ایسا شخص موت کو کبھی یاد نہیں کرتا اور اگر کبھی یاد کرتا بھی ہے، تو برائی کے ساتھ، اس لئے کہ دنیا کے چھوٹنے کا اس کو قلق اور افسوس ہوتا ہے۔

۲)...... دوسرا وہ شخص ہے جو اللہ کی طرف رجوع کرنے والا تو ہے، مگر ابتدائی حالت میں ہے، موت کے ذکر سے اس کو اللہ تعالیٰ کا خوف بھی ہوتا ہے اور اس سے توبہ میں پختگی بھی ہوتی ہے، یہ شخص بھی موت سے ڈرتا ہے، مگر نہ اس وجہ سے کہ دنیا چھوٹ جائے گی، بلکہ اس وجہ سے کہ اس کی توبہ تام نہیں ہے، یہ بھی ابھی مرنا نہیں چاہتا، تاکہ اپنے حال کی اصلاح کر لے اور اس کی فکر میں لگا ہوا ہے، تو یہ شخص موت کے ناپسند کرنے میں معذور ہے اور یہ حضور اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم کے اس ارشاد میں داخل نہ ہوگا، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ملنے کو ناپسند کرتا ہے، اللہ تعالیٰ جل شانہ بھی اس کے ملنے کو ناپسند فرماتے ہیں، اس لئے کہ یہ شخص حقیقت میں حق تعالیٰ کی ملاقات سے کراہت نہیں کرتا، بلکہ اپنی تقصیر اور کوتاہی سے ڈرتا ہے، اس کی مثال اس شخص کی سی ہے، جو محبوب کی ملاقات کے لئے اس سے پہلے کچھ تیاری کرنا چاہتا ہو، تاکہ محبوب کا دل خوش ہو، البتہ یہ ضروری ہے کہ یہ شخص اس کی تیاری میں ہر وقت مشغول رہتا ہو، اس کے سوا کوئی دوسرا مشغلہ اس کا نہ ہو، اور اگر یہ بات نہیں ہے، تو پھر یہ بھی پہلے ہی جیسا ہے، یہ بھی دنیا میں منہمک ہے۔

۳)...... تیسرا وہ شخص ہے جو عارف ہے، اس کی توبہ کامل ہے، یہ لوگ موت کو محبوب رکھتے ہیں، اس کی تمنائیں کرتے ہیں، اس لئے کہ عاشق کے لئے محبوب کی ملاقات سے زیادہ بہتر وقت کونسا ہوگا ؟ موت کا وقت ملاقات کا وقت ہے، عاشق کو وصل کے وعدہ کا وقت ہر وقت خود ہی یاد رہا کرتا ہے، وہ کسی وقت بھی اس کو نہیں بھولتا، یہی لوگ ہیں جن کو موت کے جلد آنے کی تمنائیں رہتی ہیں، وہ اسی قلق میں رہتے ہیں کہ موت آ ہی نہیں چکتی کہ اس معاصی کے گھر سے جلد خلاصی ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہؓ کے انتقال کا وقت جب قریب ہوا، تو فرمانے لگے محبوب (موت) احتیاج کے وقت آیا، جو نادم ہو، وہ کامیاب نہیں ہوتا، یا اللہ تجھے معلوم ہے کہ ہمیشہ مجھے فقر غنا سے زیادہ رہا اور بیماری صحت سے زیادہ مرغوب رہی، مجھے جلدی موت عطا کر دے کہ تجھ سے ملوں۔

۴)...... چوتھی قسم جو سب سے اونچا درجہ ہے، ان لوگوں کا ہے، جو حق تعالیٰ شانہ کی رضا کے مقابلہ میں کچھ تمنا نہیں رکھتے، وہ اپنی خواہش سے اپنے لئے نہ موت کو پسند کرتے ہیں، نہ زندگی کو، یہ عشق کی انتہاء میں رضا اور تسلیم کے درجہ کو پہنچے ہوئے ہیں۔

موت کی حکمتیں:

یوں تو موت ایک حادثہ فاجعہ ہے، ایک المناک سانحہ ہے، لیکن چونکہ حکیم کا کوئی فعل حکمت

سے خالی نہیں ہوتا، اس لئے رب الحکمت کا یہ عمل بھی حکمت سے خالی نہیں، اس میں بھی بے حکمتیں ہیں، اگرچہ انسانی سوچ اس کو فراق اور جدائی کے ایک غمناک واقعے سے زیادہ نہیں سمجھتی

جزاوسزا:

موت میں ایک حکمت تو یہ ہے کہ یہ اس دوسری دنیا تک پہنچنے کا ذریعہ ہے، جہاں جزاء وسزا کا عمل ہوگا، دنیا میں بہت سارے چور ڈاکو ظالم اور قاتل ایسے ہیں، جن کو ان کے جرم کی سزا نہیں ملتی اور کتنے ہی عابد وزاہد اور نیک لوگ ایسے ہیں کہ ان کی نیکیوں کا بدلہ ان کو نہیں ملتا، بلکہ بعض اوقات ان کی زندگی کرب والم میں گزرتی ہے، اگر موت نہ ہوتی، تو گنہگاروں کو ان کے گناہوں کی سزا نہ ملتی اور نیکوکاروں کو ان کے حسن عمل کا صلہ بھی نہ ملتا، یوں گناہ سے ڈرنا اور نیکی کرنا مشکل ہو جاتا۔

زمین کی آبادکاری:

موت زمین کی آبادکاری کا ذریعہ بھی ہے، اگر موت نہ ہوتی، تو زمین پر آبادکاری ممکن نہ ہوتی، کیونکہ جب پیدائش اور افزائش نسل کا سلسلہ تو جاری رہتا، مگر انتقال اور ارتحال کا سلسلہ نہ ہوتا، تو انسانوں کا زمین میں سمانا مشکل ہو جاتا۔

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی ساری اولاد کو ملائکہ علیہم السلام کے سامنے پیش کیا، اربوں کھربوں انسان جو قیامت تک آنے والے ہیں، ملائکہ نے انہیں دیکھ کر عرض کیا یا اللہ! یہ زمین میں سمائیں گے کیسے؟ یہ تو تین ارب ہو جائیں گے، تو اسی وقت کہیں گے کہ نسبندی کرو اور فیملی پلاننگ کرو ایک طوفان برپا ہے، اگر وہ پچاس ارب ہو جائیں تو زمین کا کیا حشر ہوگا؟ تو ملائکہ کو یہ خلجان گزرا کہ یہ زمین میں کیسے سمائیں گے؟

حق تعالیٰ نے کہا کہ موت مسلط کر دوں گا، آئیں گے بھی، زمین خالی ہوتی رہے گی، اگلے آتے رہیں گے، پچھلے جاتے رہیں گے، تو میں نے موت کا سلسلہ قائم کیا، تاکہ جانے والے

جائیں اور آنے والے خالی جگہ آکر بستے جائیں۔

اس پر ملائکہ نے عرض کیا جب موت مسلط ہوگی، تو ہر وقت موت کی فکر لاحق ہوگی، ان کی زندگی تلخ ہو جائے گی، نظام دنیا کیسے چلے گا؟ ہر وقت موت کی فکر میں غرق رہیں گے، فرمایا حق تعالیٰ نے کہ امیدیں مسلط کر دوں گا۔

بہترین تحفہ:

اور اگر دنیوی لحاظ سے دیکھا جائے، تو بھی موت ایک عجیب نعمت ہے، حدیث میں فرمایا گیا

"اَلْمَوْتُ تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ"

(موت سب سے بڑا تحفہ ہے مومن کے لئے)

اس سے بڑھ کر اللہ کی طرف سے کوئی نعمت نہیں دی گئی اور کیوں ہے وہ تحفہ؟ اس کی وجہ بھی حدیث میں ہے:

"اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يَصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ"

(موت ایک پل ہے، جس سے گزر کر آدمی اپنے حبیب سے جا ملتا ہے)

تو محبوب حقیقی سے مل جانا، یہ کوئی گھبرانے کی چیز ہے؟ کوئی مصیبت ہے؟ یہ تو عین خوشی کی چیز ہے، بندہ خدا سے جا ملے، یوں جس طرح کسی بندے کی پیدائش پر خوشیاں مناتے ہیں، میں کہتا ہوں، موت بھی خوشی کی چیز ہے (اس پر بھی خوشیاں منانے کا اہتمام کرے) مگر لوگ تو یہ کہیں گے کہ یہ تو بالکل الٹی بات ہے، عقل کے بالکل خلاف، لوگ رونے لگتے ہیں، خوشی کیسے منائیں گے؟

میں کہتا ہوں وہ رنج موت پر نہیں، وہ فراق پر رنج ہوتا ہے، موت کی خوشی ہوتی ہے کہ بندہ اپنے خدا سے جا ملا، اسی لئے کہا کرتے ہیں کہ کسی کی اگر اچھی موت ہو، کہ خدا ایسی موت تو سب کو نصیب کرے، اگر موت خوشی کی چیز نہ ہوتی، تو کیوں کہتے لوگ؟ معلوم ہوا موت گھبرانے کی چیز نہیں، جو روتے ہیں وہ موت پر نہیں روتے، جدائی پر روتے ہیں کہ ایک نعمت ہم سے چھن گئی، ایک چیز ہمارے ہاتھ سے نکل گئی، تو صدمہ فراق پر ہے، موت پر نہیں، موت خوشی کی چیز ہے کہ یہ مصیبت تو نہیں ہے کہ بندہ اپنے اللہ سے جا ملے، یہ تو عین خوشی کی چیز ہے کہ بندہ محبوب حقیقی تک پہنچ گیا۔

صلاحیتوں کا ظاہر ہونا:

موت اس لحاظ سے بھی ایک بڑی نعمت ہے کہ اس کی وجہ سے چھوٹوں کی صلاحیتیں اور کمالات ظاہر ہوتے ہیں، کیونکہ اگر قیامت تک سارے بڑے بیٹھے رہا کرتے، تو چھوٹوں کے جوہر کھلنے کی کوئی صورت نہ ہوتی، چھوٹوں کا نہ علم سامنے آتا، نہ کمال، بس بڑوں کا کمال سامنے رہتا، سب اسی میں لگے رہتے، اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک دنیا میں تشریف رکھتے، تو صحابہ کے جوہر نہیں کھل سکتے تھے، وہ ہر وقت اطاعت اور اطاعت گزاری میں رہتے مستقل ہو کر آگے آکر اپنی طبیعت اور قلب کے جوہر نہ دکھلاتے، نہ صدیق اکبرؓ کے جوہر کھلتے، نہ فاروق اعظمؓ کے جوہر کھلتے، یہ جب ہی ہوا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور یہ قائم مقام بنے، قائم مقامی کا کام انجام دیا، اس میں تمام جوہر کھلے، تو میں کہتا ہوں کہ اس لحاظ سے بھی موت نعمت ہے کہ چھوٹوں کے جوہر کھلنے کا ذریعہ ہے۔

نئی نسل کی تعلیم و تربیت:

موت نہ ہوتی تو نئی نسل کے دین سمجھنے میں دشواری پیش آتی، کیونکہ ہر زمانے کی نفسیات الگ الگ ہوتی ہیں، ہر سو برس بعد نفسیات بدل جاتی ہیں، اسی واسطے حدیث میں وعدہ کیا گیا

"اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا"

ہر قرن پر مجدد کا وعدہ کیا گیا ہے، کہ جاہلانہ طریق پر جو لوگ تاویلیں کر کے دین میں خلط پیدا کر دیں گے، اللہ سو برس کے بعد پھر مجدد پیدا کر دیں گے، وہ دودھ کا دودھ، پانی کا پانی کر دے گا، پھر دین کو نکھار دے گا، اس لئے کہ سو برس میں ایک نسل ختم ہو کر دوسری نسل کا آغاز ہو جاتا ہے اور ہر آئندہ آنے والی نسل کے نظریات الگ ہوتے ہیں، افکار الگ ہوتے ہیں، نفسیات الگ ہوتی ہیں، اس لئے ضرورت پڑتی ہے کہ اس دور کے اہل علم اپنی نفسیات میں ان کو دین سمجھانے والے ہوں، پرانے لوگ اگر ہوتے، تو اپنی نفسیات میں سمجھاتے، تو وہ لوگ دین کو نہ سمجھتے، اس لئے اللہ نے موت کو رکھا، تاکہ نئے لوگ جب آئیں، تو نئے مجدد بھی پیدا ہوں، اسے زمانے کی اصطلاح میں اسی زبان میں اسی ڈھنگ میں دین کو پیش کریں اور سمجھائیں تو موت

اس لحاظ سے بھی بڑی نعمت ثابت ہوتی ہے، کہ وہ ذریعہ تربیت اور اصلاح کے تفنن اور تعدد کا، تاکہ مختلف الوان سے تربیت خداوندی میں داخل ہوں۔

موت کی تمنا نہ کی جائے:

باوجود اس کے کہ موت میں متعدد حکمتیں ہیں، لیکن پھر بھی موت کی تمنا کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"لَايَتَمَنّٰى اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ اَمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهٗ اَنْ يَزْدَادَ خَيْرًا وَاَمَّا مُسِيْئًا فَعَلَّهٗ اَنْ يَسْتَعْتِبَ. (رواه البخاری)

تم میں کوئی شخص موت کی آرزو نہ کرے، اس لئے کہ اگر وہ نیکوکار ہے، تو ممکن ہے کہ اس کے اعمال صالحہ میں زیادتی ہو جائے اور اگر بدکار ہے، تو ممکن ہے، وہ آئندہ خود کو خوش کر سکے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص موت کی آرزو نہ کرے (یعنی دل سے) اور نہ (زبان سے) موت کی دعا کرے، اس لئے کہ جب انسان مرتا ہے، تو اس کی امیدیں ختم ہو جاتی ہیں اور مومن کی عمر میں اضافہ خیر ہی کا باعث ہوتا ہے۔

یہاں یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ بعض اہل اللہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ موت کی تمنا رکھتے تھے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ حقیقت میں موت کی تمنا نہیں کرتے تھے، بلکہ محبوب حقیقی کی ملاقات کا انتظار کرتے تھے اور یہ بات ممنوع نہیں ہے، بلکہ اس بات کو مومن کی نشانی بتایا گیا ہے

حضرت عبادہ بن صامت کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص خدا سے ملاقات کو پسند کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے ملنے کو پسند کرتا ہے اور جو کوئی خدا سے ملاقات میں کراہت محسوس کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر بھی اس کے ساتھ ملاقات کو ناپسند فرماتا ہے۔

حضرت عائشہؓ نے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی اور بیوی نے یہ سن کر عرض کیا یا رسول اللہ ہم موت کو برا سمجھتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بات نہیں ہے کہ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مومن کو جب موت آتی ہے، تو اس کو خوشخبری دیجاتی ہے، کہ خدا اس سے راضی ہے اور اس کو اچھا سمجھتا ہے، پس اس وقت اس کے خیال میں اللہ کی رضامندی اور خدا کی نظر میں اس کی

عظمت سے بہتر کوئی چیز نہیں ہوتی اور پھر یہ ہوتا ہے کہ بندہ مومن خدا سے ملاقات کے لئے بے چین ہو جاتا ہے اور اللہ تعالی بھی اس سے ملاقات کو عزیز سمجھتا ہے اور کافر بندہ کے پاس جس وقت موت کا فرشتہ آتا ہے، تو اس کو عذاب الٰہی اور سزا سے ڈراتا ہے، پس اس کے خیال میں اس وقت موت سے بری چیز کوئی نہیں ہوتی، وہ خدا تعالی سے ملاقات کو برا سمجھتا ہے اور خدا اس سے ملاقات کو برا خیال کرتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مصائب وآلام سے تنگ آکر موت کی تمنا اور دعا کرنے سے منع کیا گیا ہے، لیکن لقائے باری تعالی کی آرزو اور انتظار کرنے سے منع نہیں کیا گیا، جیسا کہ اس حدیث میں بتایا گیا ہے۔

"عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ مِنْ ضَرٍّ أَصَابَهُ فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ أَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيٰوةُ خَيْرًا لِيْ وَتَوَفَّنِيْ إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِيْ. (متفق عليه)

ترجمہ: .... حضرت انسؓ کہتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا جب کسی شخص کو کوئی تکلیف پہنچے، تو وہ مرنے کی آرزو نہ کرے اور اگر اس قسم کی تمنا ضروری ہو، تو یہ کہے "**اَللّٰهُمَّ أَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيٰوةُ خَيْرًا لِيْ وَتَوَفَّنِيْ إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِيْ**"

(یعنی اے اللہ زندہ رکھ مجھ کو اس وقت تک جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہو اور موت دے مجھ کو اس وقت جب میرے لئے مرنا بہتر ہو۔

خودکشی:

موت تو بہر حال ہر شخص کو آئے گی، لیکن اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا اور خودکشی کرنا سخت ترین جرم ہے، جس پر سخت وعید حدیث میں آئی ہے، خودکشی کرنے والا حقیقت میں اللہ تعالی کی رحمت سے مایوسی کا اظہار کرتا ہے، حالانکہ مسلمان کبھی بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتا، خدا کی رحمت سے مایوس ہونا کافر کا شیوہ ہے، مسلمان کا مزاج نہیں۔

خودکشی کرنے والے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنی جان کو ہلاک کیا، قیامت میں اس کو یہی عذاب دیا جائے گا کہ جس طرح اپنی جان کو ہلاک کیا، اسی

طرح دوزخ میں اپنی جان کو ہلاک کرتا رہے گا، جس نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرادیا، وہ پہاڑ سے گرایا جاتا رہے گا اور جس نے زہر پیا، وہ زہر پلایا جاتا رہے گا اور جس نے اپنے آپ کو چھری سے قتل کیا وہ چھری سے ذبح ہوتا رہے گا۔

حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ ایک زخمی آدمی نے اپنے گلے میں تیز تیر بھونک کر خودکشی کر لی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔

حضرت سہل بن سعدؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ کفار سے جہاد کر رہا تھا، آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا ہماری جماعت میں یہ جہنمی ہے، لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کلام پر تعجب ہوا کہ ایک مسلمان جو جہاد میں شریک ہے، جہنمی کیسے ہوگا؟ چنانچہ ایک شخص نہایت خاموشی کے ساتھ اس کی نگرانی کرنے لگا، یہاں تک کہ وہ شخص زخموں سے چور ہو کر زمین پر گر پڑا اور زخموں کی تکلیف نہ برداشت کرتے ہوئے اپنی تلوار سے خود ہی اپنی گردن کاٹ ڈالی، تو وہ جو نگرانی کر رہا تھا، بھاگا ہوا سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ بیان کیا، سرکار نے ارشاد فرمایا آدمی پوری عمر اچھے کام کرتا ہے، لیکن آخر وقت میں اس سے ایسا فعل ہو جاتا ہے (جو جہنم میں جانے کا سبب بن جاتا ہے)۔

اعتزاز اور سزا:

بہر حال مصائب سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنا یا خود اپنی موت کا سامان کرنا، تو جائز نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے، موت کو یاد رکھنا اعتزاز کا سبب ہے اور موت کو بھول جانا قابل سزا جرم ہے۔

لفافؒ فرماتے ہیں جو شخص موت کو بہت یاد رکھے گا، وہ تین چیزوں سے معزز کیا جائے گا، ایک یہ کہ اسے توبہ میں جلدی کرنے کی توفیق نصیب ہوگی، دوسرے یہ کہ اس کے دل میں قناعت پیدا کر دی جائے گی، تیسرے یہ کہ اسے عبادت میں مزا آئے گا اور جو شخص موت کو بھلا رکھے گا، اس کو تین طریقوں سے سزا دی جائے گی، اول یہ کہ وہ توبہ کو ٹالتا رہے گا، دوم یہ کہ دنیا کا لالچ اس کے دل میں بہت ہوگا، سوم یہ ہے کہ وہ عبادت میں سستی کرے گا۔

ام المومنین سیدہ عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کوئی شہدا کیساتھ بھی اٹھے گا، آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا ہاں جو ہر روز رات دن میں بیس دفعہ موت کو یاد کرے۔

اصلاح نفس کے چار طریقے:

بلکہ علماء نے اصلاح نفس کے جو طریقے بیان کئے ہیں، ان میں موت کو بھی شمار کیا ہے۔

علماء کہتے ہیں کہ جب دل سخت ہو جائے اور دلوں پر زنگ چڑھ جائیں، تو چار چیزوں کو لازم کرنے سے زنگ اتر جاتا ہے اور قساوت کے بجائے دلوں میں رقت اور لطافت پیدا ہو جاتی ہے:

اول ایسی مجلسوں میں حاضر ہونا، جن میں مخلوق کی دنیا سے آخرت کی طرف اور گناہ سے طاعت کی طرف رہنمائی ہوتی ہو، کیونکہ ایسی مجلسوں میں شرکت دلوں کو نرم کرتی ہے اور ان میں درد پیدا کرتی ہے۔

اور دوسرے موت کو یاد رکھنا، جو کہ لذتوں کو توڑنے والی اور جماعتوں کو پراگندہ کرنے والی ہے اور بیٹے بیٹوں کو چھڑانے والی ہے۔

اور تیسرے ان لوگوں کو دیکھنا جن کا دم ٹوٹ رہا ہے، کیونکہ دم ٹوٹتے ہوئے کو دیکھنا اور اس کی سکرات اور نزع کا دیکھنا اور مرنے کے بعد اس کی حالت پر غور کرنا، طبیعتوں کو لذتوں سے اور دلوں کو خوشیوں سے الگ کر دیتا ہے اور پلکوں کو نیند اور بدنوں کو آرام سے باز رکھتا ہے اور طاعت پر ابھارتا ہے۔

پس یہ تین طریقے ہیں، جو شخص سخت دل نفس کا قیدی اور گناہوں پر اڑا ہوا ہو، اس کو چاہئے کہ ان چیزوں سے اپنے دل کے علاج میں مدد دے، پس اگر نفع ہو گیا، تو خیر اور اگر دل کے عیب جم گئے اور گناہوں کے اسباب مضبوط ہو گئے ہیں، تو پھر اس میں قبروں کی زیارت اس قدر اثر کرتی ہے، جتنا اول اور ثانی طریقہ بھی اثر نہیں کرتا اور اسی لئے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا قبروں کی زیارت کیا کرو، کیونکہ یہ موت اور آخرت کو یاد دلاتی ہے اور دنیا سے بے رغبت کرتی ہے، کیونکہ اول طریقہ کانوں سے سننے کا ہے اور دوسرا طریقہ دل سے اس انجام کی خبر دینے کا ہے جس کی طرف جانا ہے اور دم ٹوٹتے ہوئے شخص کو دیکھنا اور دفن کئے ہونے کی زیارت میں انجام کار کا معائنہ ہے اور اسی لئے یہ دونوں اول اور ثانی سے بہت نافع ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، سنا ہوا دیکھنے کے برابر نہیں ہوتا۔

موت سے غفلت کا بڑا سبب:

موت تو بہر حال آئے گی، لیکن جس چیز نے مسلمان کو موت سے غافل بنا رکھا ہے، وہ ہے دنیا کی اندھا دھند محبت اور لمبی لمبی آرزوئیں۔

دنیا کا کمانا، یا مالدار ہونا، کوئی بری بات نہیں، بلکہ کسب حلال پر تو بڑی بشارتیں سنائی گئی ہیں اور میں اپنے حقیر سے مطالعہ کی بنیاد پر عرض کرر ہا ہوں کہ دنیا کے کسی دوسرے آسمانی مذہب نے ترک دنیا اور رہبانیت کی اتنی مخالفت نہیں کی، جتنی مخالفت اسلام نے کی ہے، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ دوسرے مذاہب اختیار کرنا فضیلت کی بات اور کمال کی علامت ہے، لیکن اسلام میں یہ قابل مذمت اور قبیح عمل ہے، مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ انسان دنیا کمانے میں اتنا مست ہو کہ اسے یہ بھی یاد نہ رہے کہ:

میں مسلمان ہوں مجھ پر کچھ دینی ذمہ داریاں بھی ہیں۔
میرا ایک خالق ورازق بھی ہے، جو میرے ہر ہر عمل کو دیکھ رہا ہے۔
میری موت کا اک دن معین ہے، جس میں تقدیم وتاخیر نہیں ہو سکتی۔
مجھے قبر منکر نکیر کے سوالوں کا بھی سامنا کرنا ہوگا۔
پھر حشر نشر کے کٹھن مرحلے سے بھی گزرنا ہوگا۔
مجھ سے زندگی کے ایک لمحے کے بارے میں سوال ہوگا، کہاں اور کیسے گزارا؟
وہاں نہ حسب نسب کام آئے گا، نہ عہدہ اور سفارش۔
مال ودولت یہیں رہ جائے گا، صرف اعمال ساتھ جائیں گے۔
اعمال بد زیادہ ہوئے، تو ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

جہنم کا عذاب بہت سخت ہے اور میں ایک ضعیف انسان ہوں، جس شخص کو یہ سب باتیں یاد ہوں اور ان کے وقوع پر اسے یقین بھی ہو، ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ صرف دنیا کمانے میں مست رہے اور آخرت کے لئے کچھ بھی نہ کرے، حقیقت یہ ہے کہ فانی دنیا کی محبت اور شیرینی نے لالچی انسان کو اپنی رنگینیوں میں ایسا مست کررکھا ہے کہ یہ قبر کو اور حشر ونشر کو اور یوم حساب کو

بھول گیا ہے، اس کی مثال تو کسی نے یوں لکھی ہے کہ ایک شخص جنگل میں چلا جا تا تھا، اس نے دیکھا کہ میرے پیچھے ایک شیر آ رہا ہے، یہ بھاگا جب تھک گیا، تو دیکھا کہ آگے ایک گڑھا ہے، چاہا کہ گڑھے میں گر کر جان بچائے ،لیکن اس میں اژدھا نظر آیا، اب آگے اژدھے کا خوف اور پیچھے شیر کا خوف ، کہ ایک درخت کی ٹہنی پر نظر پڑی اور اس کو ہاتھ ڈال دیا، مگر ہاتھ ڈالنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس درخت کی جڑ کو دو سیاہ و سفید چوہے کاٹ رہے ہیں، بہت خائف ہوا کہ اب تھوڑی دیر میں درخت کی جڑ کٹ جائے گی ،تو میں گر جاؤں گا اور شیر و اژدھا کا شکار بن جاؤں گا، اتفاقا اس کو اوپر کی طرف ایک چھتا شہد کا نظر پڑ گیا، یہ اس شہد شیریں کے حاصل کرنے اور پینے میں مصروف ہو گیا کہ نہ خوف شیر رہا، نہ اندیشہ اژدھا اور نہ فکر موشہا کہ دفعتہ جڑ کٹ گئی اور یہ گر پڑا، شیر نے پھاڑ کر گڑھے میں گرا دیا اور اژدھے کے منہ میں جا پھنسا۔

اے عزیز من ! جنگل سے مراد دنیا ہے اور شیر موت ہے کہ پیچھے لگی ہوئی ہے اور گڑھا قبر ہے، جو اس کے آگے ہے اور اژدھا اعمال بد ہیں، کہ قبر میں ڈسیں گے اور دو چوہے سیاہ وسفید دن اور رات ہیں اور درخت گویا عمر ہے اور شہد کا چھتا دنیائے فانی کی غافل کر دینے والی لذات وخواہشات ہیں کہ انسان دینا کی فکر میں موت ،قبر، اعمال بد اور جواب دہی وغیرہ سب کو بھول جاتا ہے اور پھر اچانک موت آ جانے پر بجز حسرت وندامت کچھ ساتھ نہیں لے جاتا ہے۔

یقین کی کمزوری:

تو یونہی انسان دنیا کی لذتوں اور عارضی منفعتوں اور کامیابیوں میں مستغرق ہے اور اس کے استغراق کو دیکھ کر یوں معلوم ہوتا ہے، نہ اسے موت کے آنے کا یقین ہے، نہ قبر میں نکیرین کے سوالوں کا، نہ حشر نشر کا، نہ پلصراط ، نہ حساب کتاب کا، نہ جنت دوزخ کا، وگرنہ جس کو یقین ہو کہ موت اچانک آ جائے گی، ایک پل کی مہلت بھی نہیں ملے گی ،قبر بدکاروں اور باغیوں کے لئے اتنی تنگ ہو جائے گی کہ پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں گی ، بے نمازوں کی قبر جہنم کا دہکتا ہوا ایک ٹکڑا ہو گی، زکوۃ ادا نہ کرنے والوں کا مال اژدھا کی شکل میں ان کے گلے میں ڈالدیا جائے گا، یتیموں کا مال کھانے والوں کے منہ میں آگ کے پتھر ٹھونسے جائیں گے، کسی کی زمین دبانے والوں کے گلے میں زمین کا طوق بنا دیا جائے گا، شرابیوں کی شکلیں مسخ کر دی جائیں

گی، راشیوں کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

زانیوں پر سانپ اور بچھو مسلط کر دیئے جائیں گے، وہاں نافرمانوں کے چہرے سیاہ اور فرمانبرداروں کے چہرے روشن اور سفید ہوں گے۔

جہنمیوں کی زبانیں پیاس کی شدت سے باہر نکل پڑیں گی، وہ العطش العطش کی صدائیں بلند کریں گے۔

جہنمیوں کے لئے غسلین کے سوا کوئی دوسرا مشروب نہ ہوگا۔

حضرات ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ غسلین وہ پیپ ہے، جو زخموں سے نکلتی ہے، اس موقع پر آپ تھوڑی دیر کے لئے غور فرمائیں کہ جس انسان کو ان سب باتوں کا یقین ہو، وہ کیا اللہ اور اس کے رسول کا باغی ہوسکتا ہے؟

کیا وہ نماز سے غافل ہوسکتا ہے؟

کیا وہ غریبوں اور یتیموں کا حق مار سکتا ہے؟

کیا وہ دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈال سکتا ہے؟

کیا وہ زکوۃ کی ادائیگی سے پہلوتہی کرسکتا ہے؟

کیا وہ شرابی اور زانی ہوسکتا ہے؟

کیا وہ رشوت کا لین دین کرسکتا ہے؟

اصل بات یہ ہے کہ موت، قبر، جزا و سزا، قیامت اور جنت، دوزخ کے بارے میں ہمارا یقین کمزور ہو چکا ہے۔

اللہ کے بندو! سوچ لو، پھر تمہارا دنیا میں آنا کوئی انوکھی بات نہیں، تمہارے جیسے بے شمار لوگ اس دنیا میں آئے۔

جو اکڑ اکڑ کر چلتے تھے، آج اندھیری کوٹھری میں پڑے، زندگی کا حساب دے رہے ہیں، ان کے سر کبھی نیچے نہیں ہوتے تھے، آج ان کی کھوپڑیاں پاؤں کی ٹھوکر بنی ہوئی ہیں، وہ جدھر سے گزرتے تھے، فضا معطر ہو جاتی تھی آج ان کی لاشوں سے سڑانڈ اٹھ رہی ہے۔

ان کے جسم پر حریر و کمخواب کا لباس ہوتا تھا، آج بوسیدہ چیتھڑوں میں پڑے ہیں، انہیں اپنے سیم و زر، بیوی بچوں اور دوستوں پر بڑا ناز تھا، لیکن قبر میں ان میں سے کوئی بھی کام نہ آیا۔

اللہ کے بندے! سوچ لے، ہوسکتا ہے کہ اس سال یا اس مہینے یا اس ہفتے مرنے والوں میں تیرا نام بھی ہو...... ہوسکتا ہے تیری زندگی کے دن پورے ہو چکے ہوں ......اللہ کے بندے اس وقت سے پہلے ہوشیار ہو جا، جب لوگوں میں یہ شور ہو جائے، کہ فلاں شخص بیمار ہو گیا ہے، مایوسی کی حالت ہے، کوئی اچھا حکیم بتاؤ، کسی اچھے ڈاکٹر کو لاؤ، پھر تمہارے لئے حکیم اور ڈاکٹر بار بار بلاتے جائیں اور زندگی کی کوئی امید نہ دلائے، پھر یہ آواز آنے لگے کہ اس نے وصیتیں شروع کر دیں، اب تو اس کی تو زبان بھی بھاری ہوگئی، اب تو آواز بھی اچھی نہیں نکلتی، اب تو وہ کسی کو پہچانتا بھی نہیں، لمبے لمبے سانس بھی آنے لگے، کراہ بڑھ گئی، پلکیں بھی جھکنے لگیں، اس وقت تجھے آخرت کے احوال محسوس ہونے لگیں گے، لیکن زبان تتلا گئی، اب کچھ کہہ بھی نہیں سکتا، بھائی بند، رشتہ دار کھڑے رو رہے ہیں، کہیں بیٹا سامنے آتا ہے، بیوی سامنے آتی ہے، مگر زبان کچھ نہیں بولتی، اتنے میں بدن کے اجزاء سے روح نکلنا شروع ہو جاتا ہے اور آخر وہ تو نکل کر آسمان پر چلی جاتی ہے، عزیز واقارب جلدی جلدی دفنانے کی تیاری شروع کر دیتے ہیں، عیادت کرنے والے رو دھو کر چپ ہو جاتے ہیں، دشمن خوشیاں مناتے ہیں، عزیز رشتہ دار مال بانٹنے میں لگ جاتے ہیں اور مرنے والا اپنے اعمال میں پھنس جاتا ہے۔

۲۴ گھنٹے میں پندرہ لاکھ:

ماہرین اعداد وشمار نے بہت پہلے یہ اعلان کیا تھا کہ ہر ایک منٹ میں ساری دنیا کے اندر ایک سو انسان مر جاتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک رات اور دن میں تقریباً پندرہ لاکھ انسان ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں، ۲۴ گھنٹے میں پندرہ لاکھ ظاہر ہے کہ ان ان اعداد وشمار میں مزید اضافہ ہو چکا ہوگا، کیونکہ دن بدن شرح اموات میں اضافہ ہوتا جاتا ہے، ریلوں، بسوں، کاروں، بحری اور فضائی جہازوں کے حادثات میں روزانہ بے شمار آدمی مر رہے ہیں، خانہ جنگیوں اور بڑی طاقتوں کی آویزشوں میں لاتعداد انسان لقمہ اجل بن رہے ہیں۔

پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان پندرہ لاکھ انسانوں کا انتخاب تابکار عناصر کے برقی ذرات کی طرح بالکل نامعلوم طور پر ہوتا ہے، کوئی بھی شخص یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا، کہ اگلے چوبیس

گھنٹے کے لئے جب پندرہ لاکھ انسانوں کی موت کی فہرست تیار ہو رہی ہے، اس میں اس کا نام شامل ہے یا نہیں؟ گویا ہر شخص ہر آن اس خطرے میں مبتلا ہے کہ قضاء وقدر کا فیصلہ اس کے حق میں موت کا فرشتہ بن کر پہنچے۔

دنیا پر فریفتہ ہو جانے والے اندھے انسان ! سوچ ممکن ہے کہ تیرے سینہ میں اترنے والی گولی بازار میں آ چکی ہو۔

کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ جس گاڑی میں تیری موت آنی ہے، اس کا ایکسیڈنٹ عنقریب ہو جائے
کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ تیرے کفن کا کپڑا بزاز کی دکان پر آ چکا ہو؟

کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ موت دھیرے دھیرے چلتی ہوئی، تیری دہلیز تک آ پہنچی ہو اور تیری مستی اور غفلت پر قہقہے لگا رہی ہو۔

یہ سب کچھ ہوسکتا ہے، مگر لمبی لمبی امیدوں، پروگراموں، منصوبوں اور پلانوں نے تجھے موت سے غافل کر رکھا ہے، تھوڑی سی زندگی مانگ کر لایا ہے، مگر پلان اتنے بڑے بڑے بنا رہا ہے کہ عمر نوح مل جائے، تو پورے نہ ہوں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کی لمبی لمبی آرزوؤں کو ایک مثال دیکر سمجھایا ہے......

حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار خط کھینچ کر ایک مربع بنایا اور ایک خط مربع کے درمیان کھینچا، جو مربع سے باہر نکلا ہوا تھا اور پھر چھوٹے چھوٹے خط درمیان کے خط میں اس کے دونوں جانب کھینچے اور پھر فرمایا، یہ درمیانی خط انسان ہے اور یہ مربع اس کی موت ہے، جو چاروں طرف سے اس کو گھیرے ہوئے ہے اور یہ درمیانی خط کا حصہ جو مربع سے باہر ہے، وہ اس کی آرزو ہے اور درمیانی خط میں دونوں طرف جو چھوٹے چھوٹے خط ہیں، وہ عوارض ہیں (یعنی آفات وبلیات وامراض وغیرہ جو ہر جانب سے آدمی پر متوجہ ہیں کہ اس کو پیش آویں اور ہلاک کریں) پس اگر ایک عارضہ اور حادثہ سے انسان بچ گیا، تو پھر دوسرا ہے اور دوسرے سے بچ گیا، تو تیسرا ہے (اسی طرح متعدد عوارض وحوادثات تاک میں لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ موت آ جاتی ہے)

حاصل یہ کہ آدمی امیدیں دراز رکھتا ہے اور ایک آرزو پوری ہو جاتی ہے، تو دوسری آرزو کو پوری کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے اور انہیں امیدوں میں پھنس کر آخرت کی تیاری سے غافل

رہتا ہے کہ اچانک اسے موت پکڑ لیتی ہے اور بہت سی تمنائیں وخاک میں ملا دیتی ہے۔ ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

پس عقلمند وہ ہے جو آخرت کے کاموں میں غفلت نہ کرے اور اپنے اعمال کو درست رکھے، حیرت یہ ہے کہ بعض لوگ بوڑھے بھی ہو جاتے ہیں، پھر بھی ان کو موت یاد نہیں آتی، سر اور ڈاڑھی کے سیاہ بال سفید ہو جاتے ہیں، مگر ان کے سیاہ دل سفید نہیں ہوتے، ایسے ہی بوڑھوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان بوڑھا ہو جاتا ہے اور دو چیزیں اس میں جوان رہتی ہیں مال اور عمر کی زیادتی کی حرص۔

حالانکہ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اب سوائے عبادت اور فکر آخرت کے کوئی دوسرا کام نہ ہوتا۔

ایک نیک بادشاہ نے ایک ملازم کو مقرر کیا ہوا تھا کہ مجھے روزانہ موت یاد کرایا کرو، ایک دن بادشاہ آئینہ دیکھ رہا تھا کہ اسے اپنی داڑھی میں سفید بال نظر آ گیا، اس نے اسی دن ملازم کو منع کر دیا، کہ اب مجھے موت یاد کرانے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی کسی واعظ کی حاجت ہے، اس لئے کہ اب تو میرے چہرے پر واعظ موجود ہے، جو ہر آن مجھے یاد دلا رہا ہے کہ ایک لمبا سفر سامنے ہے، اس کی تیاری کرنی ہے اور وقت بہت مختصر سا رہ گیا ہے۔

یہ تو اس خدا ترس باشادہ کی بات ہے، ورنہ ہمارے ہاں تو حال یہ ہے کہ قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہوئے ہیں ...... بال سفید ہو جاتے ہیں ...... کمر جھک جاتی ہے ...... بینائی اور شنوائی میں فرق آ جاتا ہے ...... حواس تعطل کا شکار ہو جاتے ہیں ...... چال میں لڑکھڑاہٹ پیدا ہو جاتی ہے ...... بتیسی گر پڑتی ہے ...... مگر بڑے میاں پھر بھی یوں کہتے ہیں کہ ابھی میں نے دنیا میں دیکھا ہی کیا ہے، ابھی تو دو چار فیکٹریاں اور لگانی ہیں۔

سوءِ خاتمہ:

اور پھر یہ ہوتا ہے کہ بڑے میاں کا انتقال اس حالت میں ہوتا ہے کہ دماغ میں لمبی لمبی سوچیں ہوتی ہیں اور زبان پر بے وفا دولت کا تذکرہ ہوتا ہے اور مال مال کی دھائی دیتے ہوئے وہ دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ مرتے وقت انسان کی زبان پر اسی چیز کا تذکرہ ہوتا ہے، جس سے وہ زندگی بھر محبت رکھتا ہے اور جس کا تذکرہ شب و روز اس کی زبان پر

رہتا ہے، اگر ساری زندگی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کرتا رہا ہو، تو مرتے وقت بھی اللہ اور رسول کا نام ورد زبان رہتا ہے، علماء حق اور بزرگان دین کے واقعات شاہد ہیں کہ دنیا سے رخصت ہوتے ہوتے ان کی زبان پر دین کا ورد تھا، یا قرآن کی آیات تھیں، یا کلمہ شہادت تھا، لیکن دنیا پرست مسلمانوں کے بے شمار واقعات ایسے ہیں کہ جب وہ مرنے لگے، تو ان کی زبان پر شاہد وشراب کا تذکرہ تھا، یا گانے کے بول ان کی زبان پر تھے، یا کفریہ کلمات وہ بک رہے تھے، یا اپنی کمائی دنیائے دوں کا غم انہیں لئے جارہا تھا، ایک شخص کا انتقال اس حالت میں ہوا کہ وہ کہہ رہا تھا، شراب لا، خود بھی پی، مجھے بھی پلا۔

یہاں کسی گاؤں میں ایک بڑھیا رہتی تھی، جس نے گائے پال رکھی تھی، اسے گائے سے بہت محبت تھی، جب مرنے لگی، تو اس کی زبان پر تھا، ہائے میری گائے، ہائے میری گائے۔

آخری بات:

اللہ کے بندو ! برے خاتمہ سے ڈرو، کیونکہ ہمارے دین میں خاتمے کا اعتبار ہوتا ہے، اگر خاتمہ اچھا ہوگیا، تو آخرت بھی اچھی ہوگی اور اگر خاتمہ برا ہوا، تو آخرت کی زندگی بھی تباہ ہوجائے گی، دنیا سے جانے والوں سے عبرت حاصل کرو، وہ اپنے اپنے کارنامے لیکر اپنے سچے مالک کے سامنے جارہے ہیں، تمہیں بھی ایک دن جانا ہے اور یکہ وتنہا جانا ہے۔

نہ مال کام آئے گا، نہ فیکٹریاں اور کارخانے ...... نہ دوست کام آئیں، نہ اولاد اور رشتہ دار...... نہ ذکاوت وذہانت اور چالاکی کام آئے گی، نہ عہدہ ومنصب نہ وہاں رشوت چلے گی، نہ زور اور سفارش...... وہاں تو صرف عمل کا کھرا سکہ کام آئے گا ... جب سیدہ فاطمہؓ کا انتقال ہوا تو کہا جاتا ہے کہ ابوذر غفاریؓ نے قبر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

يَا قَبْرُ أَتَدْرِیْ مَنِ الَّتِیْ جِئْنَابِهَا اِلَیْکَ هٰذِهٖ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَهٰذِهٖ زَوْجَةُ عَلِیِّ الْمُرْتَضٰی هٰذِهٖ اُمُّ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رضی الله عَنْهُمَا.

ترجمہ: اے قبر جانتی ہو کہ ہم کس ہستی کو تیرے پاس لائے ہیں، یہ فاطمہ ہے، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہے، علی المرتضیٰ کی زوجہ ہے اور حسنین کی والدہ محترمہ ہے۔

قبر نے زبان حال سے جواب دیا:

مَا أَنَا مَوْضِعُ حَسَبٍ وَلَا نَسَبٍ بَلْ أَنَا مَوْضِعُ عَمَلٍ صَالِحٍ

ترجمہ: میں حسب نسب بیان کرنے کی جگہ نہیں ہوں، میں تو عمل صالح کے بارے میں پوچھے جانے کی جگہ ہوں۔

اللہ کے بندے ! آج سن لے، کیونکہ اس دن تو سنے گا تو سہی لیکن تیرا سننا فضول ہوگا

آج سوچ لے، اس دن تیرا سوچنا بے کار ہوگا۔

آج توبہ اور اظہار ندامت کر لے، کیونکہ اس دن کا پچھتاوا کسی کام نہیں آئے گا۔

آج اللہ کی گرفت سے ڈر کر گناہ چھوڑ دے، اس دن کا ڈرنا ضائع جائے گا۔

آج اطاعت کر لے، اس دن کی اطاعت کسی شمار میں نہیں ہوگی۔

آج مان جا، اس دن ماننا بھی تو کیا حاصل ہوگا ... پھر کہتا ہوں مان جا۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ

(۸)

مراقبہ موت

(ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ)

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ
دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

وعظ

مراقبہ موت

(ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ. اَمَّا بَعْدُ ﴿فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ (۳۔ ۱۸۵)

یہ حقیقت ہے ہر انسان کو سامنے رکھنا چاہیے، کہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں، جب یہ حقیقت ہے، تو سوچئے اور مسلسل سوچتے رہیے، کہ اگر ابھی اسی گھڑی موت آ گئی، تو کیا ہوگا؟ اس لئے کہ موت جب بھی آئی، ایسے ہی آئے گی، پہلے سے بتایا نہیں جائے گا، اس لئے یہ سوچ کر کہ موت جب آئے گی، میرا کیا ہوگا؟ اپنے اعمال کی اصلاح کیجئے۔

رنگا لے ری چنری گندا ھا لے ری سی
نہ جانے بلالے پیا کس گھڑی
تو کیا کیا کرے گی گھڑی کی گھڑی
تو رہ جائے گی ری کھڑی کی کھڑی

سوچنے کی بات ہے کہ اگر پہلے سے کوئی تیاری نہیں کر رکھی، تو عین وقت پر کیا کر سکو گے؟ حاصل ان اشعار کا یہ ہے کہ پہلے سے تیاری نہیں کی اور وقت آ گیا، تو عین وقت پر کچھ نہ کر سکو گے، بس کھڑے حسرت سے منہ تکتے رہ جاؤ گے، اس لئے انسان کو پہلے سے تیار رہنا چاہیے۔

کل ہوس اس طرح سے ترغیب دیتی تھی
خوب ملک روس اور کیا سر زمین طوس ہے
گر میسر ہو تو کیا عشرت سے کیجئے زندگی
اس طرف آواز طبل اودھر صدائے کوس ہے
صبح سے تا شام چلتا ہوئے گل گوں دور
شب ہوئی تو ماہرویوں سے کنارو بو ہے
سنتے ہی عبرت یہ بولی اک تماشا میں تجھے
چل دکھاؤں تو جو قید آز کا محبوس ہے

''آز،، حرص کو کہتے ہیں، حرص و ہوس میں لگ کر آج مسلمان اپنی آخرت کو برباد کر رہا ہے، اپنے مالک کو ناراض کر رہا ہے۔

لے گئی یکبارگی گور غریباں کی طرف
جس جگہ جان تمنا ہر طرح مایوس ہے

دنیا میں انسان آرزوؤں اور تمناؤں کے سہارے جی رہا ہے کہ یہ ہو جائے، وہ ہو جائے، یا یہ کہ ابھی تو مجھے یہ کرنا ہے، وہ کرنا ہے، ان جھوٹی تمناؤں کا انجام دیکھنا ہے، تو ذرا قبرستان چلے جاؤ، ساری حسرتیں، تمنائیں اور آرزوئیں خاک میں ملی ہوئی ہیں، شاعر کہتا ہے کہ عبرت پکڑ کر مجھے قبرستان لے گئی۔

لے گئی یکبارگی گور غریباں کی طرف
جس جگہ جان تمنا ہر طرح مایوس ہے
مرقدیں دو تین دکھلا کر لگی کہنے مجھے
یہ سکندر ہے، یہ دارا ہے، یہ کیکاؤس ہے

سکندر، دارا، کیکاؤس یہ سب کے سب مشہور بادشاہ گزرے ہیں، بڑے بڑے ناموراور مشہور بادشاہوں کی قبریں دکھا کر کہنے لگی کہ یہ سکندر ہے، یہ دارا ہے، یہ کیکاؤس ہے۔

پوچھ تو ان سے کہ جاہ وحشمت دنیا سے آج
کچھ بھی ان کے پاس غیراز حسرت و افسوس ہے

ذرا ان سے پوچھو! تمہاری تمناؤں سے بڑھ کر ان کی تمنائیں تھیں، اس زمانہ کے بادشاہوں کو آج کل کے پاس کسی صدر یا وزیراعظم پر مت قیاس کیجئے، یہ لوگ ان کے سامنے بونے ہیں، آج کا بڑے سے بڑا صدر بھی اس زمانے کے چھوٹے بادشاہ سے بھی چھوٹا ہے، یہ وہ بادشاہ تھے، جن کی آدھی آدھی دنیا پر حکومت تھی، بلکہ بعض نے تو پوری دنیا پر حکومت کی، عبرت بولی ان بادشاہوں سے پوچھو، انہوں نے تمناؤں اور آرزوؤں کے کیسے کیسے محل تعمیر کرر کھے تھے، لیکن موت نے آکر سارے محل زمین بوس کر دیئے، ان نامور سلاطین کو ان کی آرزوؤں سمیت خاک میں ملا دیا۔

جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سو نمونے
مگر تجھ کو اندھا کیا رنگ بو نے
کبھی غور سے یہ بھی دیکھا ہے تو نے
جو معمور تھے وہ محل اب ہیں سونے
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے
نہ دل دادۂ شعر گوئی رہے گا
نہ گرویدۂ شہرہ جوئی رہے گا
نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا
رہے گا تو ذکر نکوئی رہے گا
ملے خاک میں اہلِ شاں کیسے کیسے
مکیں ہو گئے لامکاں کیسے کیسے
زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے

یہ زمین بڑے بڑے آسمانوں کو کھا گئی، شجاعت و بہادری کے آسمان، مال و دولت کے آسمان، علم و عقل اور فنون و ہنر کے آسمان، حسن و جمال کے آسمان، دنیا میں جتنے کمالات کا آپ تصور کر سکتے ہیں کر لیں، ان تمام باکمال لوگوں کو زمین کھا گئی۔

نمونۂ عبرت:

زمین کے ایک ٹکڑے پر دو شخص لڑ رہے تھے، ان زمینداروں کی لڑائیاں بھی بڑی عجیب ہوتی ہیں، میرے پاس دو زمیدار جھگڑا لے کر آئے، جھگڑا کیا ہے؟ کہ جی دو کھیتوں کے درمیان جو چھوٹا سا بند ہے، اس میں ایک بالشت میرا ہے، دوسرا کہتا ہے نہیں، یہ میرا ہے، بس اسی ایک بالشت کی خاطر جھگڑ رہے رہیں، اصل میں ان لوگوں کی سوچ بہت دور کی ہوتی ہے، جیسے ایک میاں جی کا قصہ ہے کہ ایک گھر سے انہیں ٹکڑے ملتے تھے، ایک دوسرے میاں جی نے ان پر قبضہ کر لیا، دونوں میاں جی ٹکڑوں پر لڑ رہے ہیں، اس نے دوسرے پر مقدمہ درج کرا دیا، ہزاروں روپے مقدمے کی نذر ہو گئے، آخر لڑتے لڑتے ایک میاں جی مقدمہ جیت گئے، فیصلہ ہو گیا کہ یہ گھر اس میاں جی کے حصے کا ہے، یہی اس کے ٹکڑے وصول کریں گے، کسی نے اس پر ڈانٹا کہ میاں جی! کس قدر احمق اور بے وقوف انسان ہو، دو چار روٹیوں کی خاطر ہزاروں روپے برباد کر دیئے، اس پر میاں جی جواب دیتے ہیں، بے وقوف تم ہو، ذرا سوچو تو سہی، یہ فیصلہ کتنی دوراندیشی پر مبنی ہے؟ اس گھر کے ٹکڑے پہلے میں لیتا رہوں گا، میرے بعد میرے بیٹے لیں گے، ان کے بعد میرے پوتے لیں گے، پھر پڑپوتے لیں گے، اس طرح یہ سلسلہ قیامت تک چلے گا، ان لوگوں کا اپنا اپنا علاقہ ہوتا ہے، اس میں یہ کسی کا عمل دخل برداشت نہیں کرتے، کوئی دوسرا اس میں نہیں گھس سکتا۔

یہی حال آج کل کے پیروں کا، جس علاقے میں کسی پیر کے مرید رہتے ہوں، اس میں دوسرا پیر قدم نہیں رکھ سکتا، یہ پیر صاحب خود بھی اپنے علاقے میں سال بہ سال چکر لگاتے ہیں، انہیں معلوم ہے کہ اگر چکر نہ لگائیں گے، تو آمد بند ہو جائے گی، یہی مرید باغی ہو جائیں گے، یہ کسی دوسرے پیر کے مرید ہو جائیں گے، اسی لئے ان کے ہاں آمد رفت ضروری ہے، بجائے اس

نے کہ مرید حاضر ہوں، پیر صاحب خود ہی پہنچ جاتے ہیں۔

جیسے میاں جی نے بہت دور کی سوچی، اسی طرح ان زمینداروں نے بھی سوچا کہ اس ایک بالشت زمین سے ایک موسم میں اتنا غلہ آنے کا، دوسرے میں اتنا، تیسرے میں اتنا، اسی طرح کھڑے کھڑے قیامت تک کا حساب لگا لیا کہ قیامت تک ان کی اولاد کھاتی رہے گی، یہ حرص و ہوس کے کرشمے ہیں کہ بالشت بھر زمین سے اتنی اتنی آرزوئیں وابستہ کر کے زمیندار لڑ رہے ہیں

قصہ چل رہا تھا کہ زمین کے ذرا سے ٹکڑے پر دو شخص لڑ رہے تھے، ایک کہتا ہے کہ میرا ہے، دوسرا کہتا ہے کہ میرا ہے، زمین سے آواز آئی کہ دونوں جھوٹ بولتے ہیں، میں ان میں سے کسی کی نہیں ہوں، بلکہ دونوں میرے ہیں، ان دونوں کو میرے پیٹ میں آنا ہے، پھر جب میں نے بھینچا اور پسلیاں ہونے لگیں ادھر کی ادھر ادھر کی ادھر، جب پتا چلے گا کہ میں ان کی ہوں، یا یہ میرے ہیں۔

سوچا جائے کہ ہمیں کہاں جانا ہے؟ جس شخص نے اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ کو راضی نہیں کیا، گناہوں میں زندگی گزار دی، توبہ واستغفار نہیں کیا، گناہوں کو چھوڑنے کا فیصلہ نہیں کیا، وہ جب مرتا ہے، قبر میں جاتا ہے، تو ایسے شخص سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

قبر اس سے خطاب کرتی ہے کہ ابتک تو میرے اوپر چلتا رہا، آج میرے اندر ہے، آج دیکھ تیری کیسی خبر لیتی ہوں؟ پھر وہ اس طریقے سے دباتی ہے کہ پسلیاں ادھر کی ادھر، ادھر کی ادھر ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔ (ابوداؤد، ترمذی)

وہ وقت آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ ہم سب کو تیاری کی توفیق عطا فرمائے۔

میں موت کو سوچنے کے فائدے بتا رہا تھا، ایک فائدہ تو یہ ہے کہ انسان جب مرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے، تو دنیا سے دل اچاٹ ہو جاتا ہے، گناہ از خود چھوٹ جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر ان کی رضا حاصل کرنے کی فکر میں لگ جاتا ہے۔

دوسرا فائدہ کہ جب اللہ تعالیٰ کو راضی کر لے گا، تو اللہ تعالیٰ دنیا کی تمام پریشانیوں کے کفیل ہو جائیں گے، ایسے شخص کی حاجات اللہ تعالیٰ ایسی جگہ سے پوری فرماتے ہیں کہ خود اس شخص کو پتا ہی نہیں چلتا کہ کہاں سے پوری ہو رہی ہیں؟ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کا ایسے

لوگوں کیلئے وعدہ ہے:

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْهُ مَخْرَجًا وَ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾

اور جو شخص اللہ کی نافرمانی سے بچتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے مشکل سے نجات کا راستہ بنا دیتے ہیں اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتے ہیں کہ جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

دنیا میں بھی کسی کی دوستی کسی شخص سے ہو جائے، تو وہ دوست کا ہر کام خوشی سے کر دیتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کا ولی بن گیا، کیا اللہ تعالیٰ اسے بھول جائیں گے؟ ناممکن ہے کہ آخرت کے خوف سے جس نے نافرمانی چھوڑ دی، وہ اللہ تعالیٰ کا ولی نہ بنے، یا اللہ تعالیٰ اس کے ولی نہ بنیں، یعنی یہ شخص اللہ کا ولی بن گیا، اللہ تعالیٰ اس کے دوست ہو گئے، دونوں جانب سے دوستی ہو گئی، محبوبیت کا تعلق قائم ہو گیا، اللہ تعالیٰ کی دوستی سے صرف آخرت ہی نہیں، بلکہ دنیا کی حاجات بھی پوری ہو جاتی ہیں

معیار ولایت:

آج کا مسلمان بھی اللہ تعالیٰ سے دوستی کا خواہش مند ہے، مگر وہ اسے دوست بنانا چاہتا ہے، وظیفے پڑھ پڑھ کے، اسے شیطان نے یہ پٹی پڑھا دی ہے کہ وظیفے پڑھ کر تو ولی بن جائیگا اور کچھ کرنے ورنے کی ضرورت نہیں، جیسے ایک بوڑھا کسی بزرگ کے پاس گیا، انہوں نے پڑھنے کو وظیفہ بتا دیا، اس نے وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا، پڑھ پڑھ کر پاگل ہو گیا، پھر لوگوں کی بھی ایسی مت ماری گئی کہ اس قسم کے پاگل کو پاگل نہیں سمجھتے، بلکہ سمجھتے ہیں کہ یہ ولی اللہ بن گیا اور یہ پاگل جب کپڑے اتار کر لنگوٹی باندھ لے، تو کہتے ہیں اب پہلے سے بھی بڑا ولی اللہ بن گیا، پھر اگر لنگوٹی بھی اتار پھینکے اور ننگا ہو جائے، بالکل ثلاثی مجرد، ثما سی مزید فیہ تو سبحان اللہ! اب کیا کہنا اس کی بزرگی کا، گویا کہ اب تک ولایت صغریٰ کے مقامات طے کر رہا تھا، اب ولایت کبریٰ کے مقام پر فائز ہو گیا ہے، یہ ہے آج کے مسلمان کا مبلغ عقل، اب اسے کون سمجھائے کہ وظیفے پڑھنے سے کوئی ولی اللہ نہیں بنا کرتا، ولی اللہ تو بنتا ہے گناہ چھوڑنے سے، اللہ تعالیٰ کی نافرنی چھوڑ دے، اس کا بندہ بن جائے، تو بنتا ہے ولی اللہ۔

گناہ چھوڑنے کا نسخہ تو بتاتا ہی رہتا ہوں، ذکر کی اہمیت سے انکار نہیں، یہ بھی ایک نسخہ ہے

گناہ چھوڑنے کا، مگر شرط یہ ہے کہ ذکر برائے ذکر نہ ہو، ذکر اسی نیت سے کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہو جائے اور اس کی نافرمانی چھوٹ جائے۔ اس کے علاوہ بھی کئی نسخے ہیں، مگر سب سے اہم نسخہ اور بنیادی نسخہ ہمت ہے۔ آپ کوئی نسخہ استعمال نہ کریں، صرف ہمت بلند کرلیں، بس یہی ایک نسخہ گناہ چھڑوا دے گا۔

ذرا سوچیں کہ میں جن گناہوں میں مبتلا ہوں، میرے اندر ان کے چھوڑنے کی ہمت ہے یا نہیں؟ گناہ میں اپنے اختیار سے کر رہا ہوں، یا مجبور ہو کر؟ اس حقیقت کو بیٹھ کر بار بار سوچیں اور ایک ایک گناہ کے بارے میں سوچیں کہ یہ گناہ اپنے ارادے اور اختیار سے کر رہا ہوں یا کوئی زبردستی کروا رہا ہے؟ سوچنے سے بالآخر اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ ہر گناہ اپنے ہی اختیار سے کر رہے ہیں، جب گناہ اپنے اختیار میں ہے، تو اس کا چھوڑنا بھی اپنے اختیار میں ہے، اگر کوئی گناہ کرنے میں خود کو بے اختیار اور مجبور سمجھتا ہے، تو اس کی مثال ایسی ہی ہے، جیسے کوئی احمق خود جلتے تنور میں چھلانگ لگا دے اور ساتھ ساتھ شور بھی کرتا جائے کہ مجھے بچا لو بچا لو، اس وقت کوئی اسے پکڑ کر پوچھے کہ پہلے یہ بتا کہ تو خود کود رہا ہے یا کوئی اور پکڑ کر تجھے تنور میں جھونک رہا ہے؟ یونہی جو احمق گناہ کر کر کے جہنم کی آگ میں کود رہا ہے، اس سے بھی کوئی پکڑ کر پوچھے، تم خود کود رہے ہو، یا کوئی زبردستی تمہیں اٹھا کر جہنم میں پھینک رہا ہے؟

میں بتا رہا تھا کہ ہر گناہ کو چھوڑ کی بنیاد ہمت پر ہے، ہمت سے کام لے، نہ گناہ کرے، نہ جہنم میں کودے، صرف وظیفوں سے کچھ نہیں ہوتا، اس سے یہ مقصد نہیں کہ جب تک گناہ نہیں چھوٹتے، ذکر اللہ نہ کرے، مقصد یہ ہے کہ صرف ذکر پر اکتفاء نہ کرے، بلکہ سچے دل سے استغفار اور گناہوں کو چھوڑنے کی کوشش اور دعا بھی جاری رکھے، اس حالت میں ذکر کرے گا، تو اس کی برکت سے گناہوں کو چھوڑنا آسان ہو جائے گا۔ پھر اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا رہے، اس سے محبت بڑھے گی اور قرب کے مقامات طے ہوں گے، لیکن یہ ضروری ہے کہ گناہوں سے بچنے اور استغفار کے ذریعہ دل کو پاک وصاف رکھنے کی کوشش میں لگا رہے، جیسے کسی کے دانت خراب ہو جائیں، تو پہلے ان کی صفائی ضروری ہے، پہلے انہیں صاف کرلیں، پھر چمکانے کیلئے کوئی چیز لگائیں، بعض پان کھانے کے مریض دانت صاف نہیں کرتے، میلے دانتوں پر رنگ چڑھاتے

جاتے ہیں، جب درد اٹھتا ہے، تو پتا چلتا ہے، ڈاکٹر کو دکھاتے ہیں، تو وہ کہتا ہے کہ علاج کا مرحلہ گزر چکا ہے، اب نکالے بغیر اس کا کوئی علاج نہیں، بتایئے کہ اس قسم کے دانتوں پر چمک کہاں سے آئے گی۔

یہی مثال کپڑے کی ہے، کہ میلے کپڑے کو دھوئے بغیر رنگنا ممکن نہیں، وہ رنگ کبھی نہیں پکڑے گا، پہلے دھو کر صاف کریں، پھر رنگیں، یونہی میلے کپڑے کو رنگ دیا، تو کوئی فائدہ نہیں، آپ نے رنگ بھی ضائع کیا اور وقت بھی ضائع کیا، بلکہ کپڑا بھی خراب کر دیا، صاف کر کے رنگتے تو رنگ پائدار ہوتا، کپڑے میں چمک بھی پیدا ہوتی، لوہے یا لکڑی کو رنگنا چاہیں، تو اس کا طریقہ بھی یہی ہے کہ پہلے ریگ مال لگا کر انہیں اچھی طرح صاف کرلیں، اس کے بعد رنگ لگائیں، جو رنگ لگائیں گے، وہ آسانی سے پکڑیں گے، اسی طرح سے سمجھئے کہ جو لوگ گناہ چھوڑے بغیر "ذکر اللہ" کے انوار حاصل کرنا چاہتے ہیں، ان کو کبھی کچھ حاصل نہیں ہوگا، پہلے توبہ واستغفار کے ریگ مال سے لوح قلب کو صاف کیجئے، گناہوں سے اسے پاک کیجئے، اس کے بعد ذکر شروع کیجئے، پھر دیکھئے اس پر انوار اور تجلیات کا کیسا عکس پڑتا ہے، مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

آئنیت دانی چرا غماز نیست
زانکہ زنگار از رخش ممتاز نیست
رو تو زنگار از رخ او پاک کن
بعد زین این نور را ادراک کن

تیرے دل کے آئینے میں ذکر کا عکس کیوں نہیں پڑتا؟ اللہ تعالیٰ کے نام کی لذت کیوں نہیں محسوس ہوتی؟ اس کی حلاوت سے کیوں محروم ہے؟ اس لئے کہ دل پر گناہوں کا زنگ چڑھا ہوا ہے، آئینہ پر زنگار چڑھ جائے، تو اس میں کسی چیز کا عکس نظر نہیں آسکتا، توبہ واستغفار کا ریگ مال لگا کر دل کا زنگار دور کیجئے، پھر دیکھئے کہ اس میں ذکر کے انوار کیسے منعکس ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے نام کی حلاوت ولذت کیسی محسوس ہوتی ہے، شکر کیسی میٹھی چیز ہے، اس کا تجربہ تو سب لوگ کرتے ہی رہتے ہیں، میٹھی چیز تو سب کو میٹھی لگتی ہے، لیکن اگر کوئی بیمار ہو جائے اور اس پر صفراء کا

غلبہ ہو، تو اس کو میٹھی چیز میٹھی نہیں، بلکہ کڑوی لگتی ہے، سو صحت یا بیمار کو پرکھنے کا معیار یہ ہے، کہ شکر جسے میٹھی لگے، وہ صحتمند ہے، جسے کڑوی لگے، وہ بیمار ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا نام بھی روحانی صحت اور بیماری کو پرکھنے کا معیار ہے، جسے اس کی لذت اور شیرینی محسوس ہو، وہ صحت مند ہے

تیری محبت روح کی لذت ہے تیرا تصور دل کا اجالا
نطق نے میرے چوم لئے لب نام ترا جب منہ سے نکالا

کچھ خوش نصیب ایسے ہیں، جن کے لئے اللہ تعالیٰ کا نام دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر شیریں اور لذیذ ہے، اللہ تعالیٰ کی محبت ان کی روح کی لذت، بلکہ روح کی زندگی ہے، اللہ تعالیٰ کا نام لیں، تو ان کی کیا کیفیت ہوتی ہے ؎

اللہ اللہ این چہ شیرین است نام
شیر و شکر می شود جانم تمام

میرے محبوب! تیرا نام ایسا لذیذ اور میٹھا ہے کہ جب زبان پر لاتا ہوں، تو پوری جان شیر وشکر ہو جاتی ہے، شیر و شکر دو چیزیں ہیں، باہم مل جاتی ہیں، دودھ خود لذیذ اور میٹھا، شکر بھی میٹھی، دونوں مل جائیں، تو سبحان اللہ! کیا کہنا ان کی مٹھاس کا۔

ایک اشکال:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس شخص کے دل میں اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ماسوا سے بڑھ کر ہو اور صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر کسی بندے سے محبت کرے اور کفر کی طرف لوٹنا، اس پر ایسے گراں ہو، جیسے آگ میں جانا، یہ تین صفتیں جس میں جمع ہوں اسے ایمان کی حلاوت نصیب ہو جاتی ہے۔ (متفق علیہ)

اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ ایمان کھانے کی چیز تو نہیں، جو میٹھی لگے، جب وہ چکھنے یا کھانے کی چیز ہی نہیں، جو میٹھی لگے، تو اس کی حلاوت اور مٹھاس محسوس ہونے کا کیا مطلب؟ اکثر محدثین نے تو اس اشکال کا یہ جواب دیا کہ یہاں حلاوت سے مراد حسی حلاوت نہیں، جو زبان سے چکھ کر محسوس کی جائے، بلکہ مراد باطنی اور روحانی حلاوت ہے، یعنی اس کا دل لذت سے

معمور رہتا ہے، اندر ہی اندر ایک سرور اور انبساط کی کیفیت محسوس ہوتی ہے۔

مگر ابن جمرہؒ جو اپنے دور کے بہت بڑے عارف اور بزرگ گزرے ہیں، حافظ ابن حجرؒ نے ان کا قول نقل کیا ہے کہ یہاں کسی تاویل کی ضرورت ہی نہیں، بلکہ یہ اپنے ظاہر پر ہی محمول ہے، حلاوت سے مراد حسی حلاوت ہے، کسی کو محسوس نہیں ہوتی، نہ ہو، ہمیں تو محسوس ہوتی ہے، جس کو یہ مٹھاس محسوس نہیں ہوتی، وہ اس کا انکار نہ کرے، بلکہ ان لوگوں کی بات تسلیم کرلے، جو ایمان کی مٹھاس چکھ چکے ہیں۔

لَــوْ لَــمْ تَــرَ الْهِلَالَ فَسَــلِّــمْ

لِاُنَــاسٍ رَاءُوْهُ بِــالْاَبْــصَــارِ

کسی کمزور نظر والے کو اگر پہلی کا چاند نظر نہیں آتا، تو اسے چاند کا انکار کرنے کے بجائے ان لوگوں کی بات مان لینی چاہیے، جو چاند دیکھ چکے ہیں، فرمایا ہمیں یہ لذت محسوس ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کا نام لینے سے منہ میٹھا ہوجاتا ہے، ایک بزرگ نے حضرت حکیم الامتؒ سے کہا:

''میاں اشرف علی! جب اللہ کا نام لیتا ہوں، تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ منہ شکر سے بھر گیا۔''

ایک بزرگ نے کہا:

میاں اشرف علی! جب سجدہ کرتا ہوں، تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے اللہ میاں نے پیار کرلیا۔

چائے جیسی مضرِ صحت چیز تو سب کو میٹھی معلوم ہوتی ہے، مگر اللہ تعالیٰ کے نام کی مٹھاس محسوس نہیں ہوتی۔ آخر کیا وجہ ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے پاک نام کی تاثیر چائے سے بھی کم ہے؟ قرآن مجید تو اس کی تاثیر بتا رہا ہے کہ اس سے دل دہل جاتے ہیں:

﴿اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ﴾

جب اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے، تو مؤمنین کے دل دھڑکنے لگتے ہیں۔

ان کی نبضیں تیز ہوجاتی ہیں، دل کی دھڑکنیں تیز ہوجاتی ہیں، اللہ تعالیٰ کے نام کی لذت اس لئے محسوس نہیں ہوتی کہ دل بیمار ہے، صفراء زدہ ہے، جسے میٹھے کڑوے کی تمیز محسوس نہیں ہوتی، گناہوں سے اسے پاک کردیں، تو اللہ تعالیٰ کے نام کی لذت ضرور محسوس کریں گے۔

موت کو یاد کرنے سے دنیا سے دل ٹوٹتا اور آخرت سے جڑتا ہے، گناہ چھوٹ جاتے ہیں، نافرمانی چھوڑنے سے بندہ اللہ تعالیٰ کا دوست اور مقرب بنتا ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ دوست

اپنے دوست کو پریشان نہیں کرتا، بلکہ اس کی پریشانی کو دور کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اپنے دوستوں کو دنیا وآخرت کی پریشانیوں سے دور رکھتے ہیں، فرمایا:

﴿اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ٥﴾

''خبردار! اللہ کے دوستوں پر نہ تو کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ ہی وہ پریشان ہوتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لانے کے بعد اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں، ان کے لئے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوشخبری ہے، اللہ کی باتوں میں کچھ فرق نہیں ہوا کرتا، یہ بڑی کامیابی ہے،،

یہ بتا چکا ہوں کہ اللہ کے دوست کون ہیں؟ کوئی اللہ کا دوست اوراد و وظائف سے نہیں بنتا بلکہ اللہ کے دوستوں کی یہ صفت ہے: ﴿اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴾ .

جو مؤمن اور متقی یعنی اللہ پر ایمان لاتے ہیں، پھر ایمان کے تقاضے پورے کرتے ہیں، ان کا ایمان نام کا ایمان نہیں، حقیقی ایمان ہے، کلمہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا ہے، اس عہد کو پورا کرتے ہیں، اس کی نافرمانی چھوڑ کر ایک ایک حکم کی تعمیل کرتے ہیں، تقویٰ نام ہے نافرمانی سے بچنے کا، جب متقی بن گئے، اللہ تعالیٰ سے دوستی کا تعلق قائم کر لیا، تو اللہ تعالیٰ کا بھی ان سے وعدہ ہے

﴿لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾

خوف اور غم تو ان کے پاس سے بھی نہیں گزرتے، ساری دنیا بھی انہیں مل کر پریشان نہیں کر سکتی، ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی اور نہ ہی انہیں دنیا کی پروا ہوتی ہے۔

سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہیے
مد نظر تو مرضی جاناں نہ چاہیے
بس اس نظر سے دیکھ کر تو یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ کرنا چاہیے
موحد چہ در پائے ریزی زرش
چہ شمشیر ہندی نہی بر سرش
امید و ہراسش نباشد ز کس

بر ین است بنیاد توحید بس

توحید حقیقی:

آج کل ایک توحیدی فرقہ نکلا ہوا ہے، جو لوگوں پر کفر وشرک کے فتوے لگاتا ہے، ان لوگوں نے توحید کے الفاظ رٹ رکھے ہیں، توحید کی حقیقت سے کوسوں دور ہیں، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے عمیدہ کلیۃ اللغہ یہاں ہمارے پاس آئے، انہوں نے دو باتیں کہیں، ایک تو یہ کہ سعودیہ کے علماء خشک ہیں، یہاں آکر میں نے تری محسوس کی، میں نے کہا ''الحمد للہ،، خشک دل والے کو بھی یہاں پہنچ کر تری محسوس ہوگئی، وہ خود بھی تو سعودیہ سے آئے تھے اور انہیں خشک علماء میں سے تھے، مگر یہاں آکر اعتراف کیا کہ وہ خشکی یہاں نہیں پائی جاتی، بلکہ تری ہے، میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ آخر یہاں کوئی نعمت تو ہے، جس کا مخالف بھی اقرار کرتے ہیں۔

دوسری بات یہ بتائی کہ میں حکومت سعودیہ کی طرف سے پوری دنیا کو توحید کی تعلیم دینے کیلئے مبعوث ہوں، پوری دنیا کے چکر پر نکلا ہوں، مختلف ممالک کا دورہ کر کے ہر جگہ توحید کا درس دیتا آرہا ہوں، اسی سلسلے میں پاکستان آیا ہوں، ہر جگہ توحید بیان کرتا آیا ہوں، لیکن یہاں پہنچ کر مجھے یہ احساس ہوا کہ میرے اندر کچھ کمی ہے، یہاں رہ کر مجھے کچھ حاصل کرنا چاہیے، چونکہ مہمان تھے، اس لئے ان سے کہنے کی بات نہ تھی ورنہ دل میں آیا کہ ان سے کہوں جس توحید کی آپ نے رٹ لگا رکھی ہے، یہ صرف الفاظ ہیں، ورنہ حقیقی توحید کی تو آپ کو اب تک ہوا بھی نہیں لگی، یہ توحید کتابوں سے نہیں ملتی، اہل اللہ سے ملتی ہے، ان کی جوتیاں سیدھی کئے بغیر کہیں نہیں ملتی۔

سب کو نظر سے اپنی گرا دوں تجھ سے فقط فریاد رہے
یاد میں تیری سب کو بھلا دوں کوئی نہ مجھ کو یاد رہے

غیر اللہ کا خیال دل سے نکل جائے، دل میں نہ کسی کا خوف باقی رہے، نہ کسی سے طمع رہے، خوف ہو، تو صرف ایک ذات کا، امید وابستہ ہو، تو صرف ایک ذات سے، یہ دولت کہاں سے ملے گی؟ مدارس میں یا کتابوں میں جس توحید کا درس ملتا ہے، اس کا تعلق صرف عقائد سے ہے، درس توحید پڑھ کر، یا سن کر عقیدہ تو درست ہو جائے گا، مگر دل پاک نہ ہوگا، اس سے بت پرستی

نہیں نکلے گی، ہاں اہل اللہ سے درس توحید لیں، تو دل سے غیر اللہ کا خیال نکل جائے گا، بلکہ غیر کا تذکرہ سننا بھی گوارا نہ کریں گے اور یہ کیفیت ہوگی۔

ہمہ شہر پر ز خوبان منم و خیال ماہے
چہ کنم کہ چشم یک بین نکند بکس نگاہے

کسی کا کوئی محبوب اور کسی کا کوئی محبوب، مگر میں کیا کروں کہ میری یہ یک بین آنکھ کہیں بھی نہیں پڑتی، شہر بھر میں کوئی محبوب بھی اسے نہیں جچتا، یہ یک بیں ہے، اسے تو صرف ایک ہی نظر آتا ہے، چہ کنم میں کیا کروں، مجھے تم مجبور سمجھ لو، معذور سمجھ لو، اس یک بیں آنکھ کو صرف ایک ہی نظر آتا ہے، اس ایک کے سوا دوسری جانب یہ آنکھ اٹھتی ہی نہیں، اس لئے مجھے معذور سمجھئے، یہ ہے حقیقی توحید، یہ درجہ کسی کو حاصل ہو جائے، تو وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ مجھے توحید حاصل ہوگئی، جب تک یہ درجہ حاصل نہ ہو، اسے توحید کا علم کہہ سکتے ہیں، توحید کے بول کہہ سکتے ہیں، مگر توحید کی حقیقت نہیں کہہ سکتے، بات یہ چل رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے دوست کون ہوتے ہیں؟ فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴾

جو لوگ دو صفتوں سے متصف ہوں، ایمان اور تقویٰ، اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اور اس کی نافرمانی سے بچیں، ان کے لئے انعام کیا ہے؟ لهم البشرىٰ، تلاوت کرتے ہوئے جب میں لفظ بشرٰی پر پہنچتا ہوں، تو مزا آجاتا ہے، دل چاہتا ہے کہ بار بار اس کو دہراتا رہوں، اس کے معنی تو عجیب ہیں ہی، یہ لفظ بھی عجیب ہے، دوسرے لوگوں کی حالت تو معلوم نہیں، اپنا حال تو یہی ہے، کہ اس لفظ پر پہنچ کر عجیب کیفیت ہوتی ہے، مزا آنے لگتا ہے۔

لَهُمُ الْبُشْرٰى ان لوگوں کے لئے بشارت ہے، جنہوں نے اپنے مالک کو راضی کرنے کیلئے نفسانی خواہشات کو قربان کر دیا، گناہوں سے بچ گئے، ان کو مالک کی طرف سے انعام دیا جا رہا ہے کہ ہماری خاطر جنہوں نے اپنی نفسانی خواہشات کو قربان کر دیا، قدم قدم پر نفس و شیطان کا مقابلہ کیا اور ہماری نافرمانی سے بچتے رہے، ان کیلئے ہمارا انعام ہے:

﴿لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾

”ان کے لئے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوشخبری ہے۔“

آگے اس فیصلے کا قطعی اور دائمی فیصلہ ہونا بیان فرماتے ہیں:

﴿ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ﴾

ہم نے جو فیصلہ کر دیا، اب ہم کبھی بھی اس کے خلاف نہیں کریں گے، کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے متقین کے لئے یہ فیصلہ فرما تو دیا ہے، لیکن آگے چل کر کہیں اسے ختم نہ کر دیں اور اس جگہ کوئی دوسرا فیصلہ نہ کر دیں، اس وہم کو ختم کرنے کیلئے فرمایا:

﴿ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ﴾

یہ ہمارا قطعی اور دائمی قانون ہے، کبھی بھی اس کے خلاف نہیں ہوگا، جو شخص دنیا میں رہتے ہوئے ہمارے قوانین کی پابندی کرے، ہماری نافرمانی سے دور رہے، اس کے لئے یہ لازوال اور قطعی فیصلہ ہے کہ آخرت کی عظیم بشارتیں تو اس کے لئے ہیں ہی، دنیا میں بھی اسے بشارتیں ملنا شروع ہو جاتی ہیں، اب جس بندے سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گئے اور اس کی دنیا و آخرت سنور گئی، اسے اور کیا چاہیے؟ فرمایا: ﴿ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾

حقیقت میں یہی ہے بہت بڑی کامیابی "ذلک" سے بعید کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے، یہاں تعظیم اور بڑائی بتانے کیلئے یہ لفظ لائے، پھر ذلک کے بعد ھو کا لفظ لایا گیا ہے، یہ حصر کیلئے ہے کہ حقیقی کامیابی بس یہی کامیابی ہے اور مقصد براری کسی چیز کا نام ہے، تو وہ صرف اور صرف یہی چیز ہے، اگر اس امتحان میں کوئی ناکام ہے، تو وہ خواہ دنیا بھر کے امتحانوں میں کامیاب ہو جائے، ہزاروں سندیں حاصل کرلے، مگر حقیقت میں وہ سراسر نامراد اور ناکام ہے، کامیابی تو صرف ایک ہی ہے، جسے اللہ تعالیٰ کامیابی فرما رہے ہیں۔

بشارت کی تفسیر:

یہ آیت تو مدتوں سے پڑھتے آرہے ہیں، مگر اس پر کبھی ذہن نہیں گیا کہ دنیا میں بشارت کی تفسیر کیا ہے؟ بس جب اللہ کو منظور ہوتا ہے، تو وہ دل میں بات ڈال دیتا ہے، اس آیت کی تفسیر ایک دوسری آیت سے پوری سمجھ میں آتی ہے، وہ یہ ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَنْ لَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ

اَوْلِیٰٓـؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَشْتَھِیْ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَدَّعُوْنَ﴾ (۴۱. ۳۰. ۳۱)

جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے صحیح تعلق قائم کرلیا، ربنا اللہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ پورے اللہ کے بن گئے، زبان سے اس کا اقرار کیا اور عمل سے اس کی تصدیق کی، ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعزاز واکرام کا کیسا معاملہ ہوتا ہے:

﴿تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ﴾

ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں، باتیں کرتے ہیں، انہیں تسلیاں دیتے ہیں:

﴿ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾

''ڈرو نہیں اور کوئی غم نہ کرو، جس جنت کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے، اس پر خوش رہو،،

جنت کا تصور کرکے خوش ہوتے رہو، خوش ہوتے رہو، ان کو بشارت ملتی رہتی ہے، اس آیت کی کئی تفسیریں ہیں، جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ فرشتے دنیا میں آکر یہ بشارت دیتے ہیں، مگر پہلی آیت میں تو پوری وضاحت ہے کہ متقین کو دنیا میں ہی بشارت ملتی ہے:

﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ o﴾

''خبردار! اللہ کے دوستوں پر نہ تو کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ ہی وہ پریشان ہوتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لانے کے بعد اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں، ان کے لئے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوشخبری ہے، اللہ کی باتوں میں کچھ فرق نہیں ہوا کرتا، یہ بڑی کامیابی ہے۔

باقی رہا یہ اشکال کہ فرشتے اترتے ہیں، تو کوئی نظر کیوں نہیں آتے؟ جواب یہ ہے کہ غزوہ بدر میں فرشتوں کا اترنا نص قرآن سے ثابت ہے، مختلف آیات میں فرشتوں کی مختلف تعداد ہے، ایک آیت میں ایک ہزار فرشتوں کا ذکر ہے، دوسری میں تین ہزار فرشتوں کا ذکر ہے، تیسری میں ہے کہ اگر کفار کو مزید کمک پہنچ گئی، تو ہم پانچ ہزار فرشتوں کا لشکر بھیجیں گے اور اس جنگ میں فرشتے یقیناً بڑی تعداد میں اترے ہیں، مگر صحابہؓ میں سے وہ کن کو نظر آئے ہیں؟ فرشتوں کا اتنا بڑا لشکر تو ہر شخص کو نظر آجانا چاہیے، مگر اکا دکا صحابہ کے واقعات ملتے ہیں کہ انہیں

خرق عادت کچھ فرشتے نظر آئے، ورنہ فرشتوں کا عام مشاہدہ کسی کو نہیں ہوا، یوں بھی اعمال لکھنے والے فرشتے ہر وقت انسان کے ساتھ ہیں، مگر آج تک کسی نے دیکھے نہیں، اسی طرح اگر مؤمنین متقین فرشتوں کا نزول ہو اور وہ کسی کو نظر نہ آئیں، تو انکار کی کوئی وجہ نہیں، کسی حقیقت کو تسلیم کرنے کیلئے اس کا محسوس و مشاہدہ ہونا ضروری نہیں، دوسرے قرائن سے اور علامات سے بھی اس کا وجوب ثابت کیا جا سکتا ہے اور یہاں تو فرشتوں کے نزول پر ایسے صاف قرائن موجود ہیں جنہیں عام شخص بھی محسوس کرتا ہے، دیکھئے اگر فرشتے زمین پر اتر کر اس کو بشارتیں نہ دے رہے ہوتے، دل کو تقویت نہ پہنچا رہے ہوتے، تو اکیلے دم یہ ضعیف اور ناتواں انسان پوری دنیا کا کیسے مقابلہ کرتا؟ ذرا تصور کیجئے کہ ایک طرف پورا معاشرہ گناہوں میں اٹا ہوا، پورا ماحول دین کے خلاف کمر بستہ، دین پر چلنے والوں کے خلاف شیطان کا پورا لاؤ لشکر میدان میں اترا ہوا ہے، مگر مخالفت کے اس طوفان میں اللہ کا یہ بندہ اکیلا ڈٹا ہوا ہے، اسے کسی کی مخالفت کی پروا نہیں، سوچئے! آخر اس کے سینے میں بھی تو دوسروں جیسا ایک دل ہے، دل تو سب کا ایک ہی جیسا ہے، دوسرے لوگ تو ایسے مواقع پر بہت ڈر جاتے ہیں، بڑی بزدلی دکھاتے ہیں، اگر بیوی، بچوں کو خوش نہ کیا تو کیا بنے گا؟ خاندان کے لوگ ناراض ہو گئے، تو ہمارا جینا حرام ہو جائے گا، برادری روٹھ گئی یا دوستوں نے رخ پھیر لیا، تو انہیں منائے بغیر زندہ نہ رہ سکیں گے، ساری دنیا کو اپنے اوپر مسلط کر لیا، گویا سب کو اپنا اللہ بنا رکھا ہے ۔

مصیبت میں ہے جان کس کس کو دیں دل
ہزار تو دلبر ہیں اور ہم اکیلے

ایک طرف تو یہ منظر ہے، مگر دوسری طرف اللہ کا بندہ ساری دنیا کی پروا کئے بغیر، خاندان اور برادری کو خاطر میں لائے بغیر، اپنے دین پر قائم ہے، بتایئے اگر فرشتے اس کے دل کو تھامے ہوئے نہیں، تو اس اکیلے انسان میں اتنی طاقت کہاں سے آ گئی؟ بدر میں تو فرشتوں نے اتر کر صحابہؓ کے دلوں کو تھاما، انہیں تقویت پہنچائی، تو کیا آج کے کمزور مسلمان کیلئے اللہ تعالیٰ فرشتے نہیں بھیجیں گے؟ میں تو ایک بات سوچتا ہوں کہ صحابہ کرامؓ کی جسمانی قوت اور ان کی شجاعت و بہادری قابل رشک تھی، اس سے بڑھ کر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نصیب تھی، رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم بنفس نفیس صحابہ کے ساتھ مل کر لڑ رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت سے صحابہ کو کتنی تقویت مل رہی تھی، اس کا اندازہ اس واقعہ سے کریں کہ جب شیطان نے غزوہ احد میں آواز لگائی، اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ، العیاذ باللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیئے گئے ہیں، بس یہ آواز سننا تھی کہ صحابہ کرامؓ کے حوصلے پست ہو گئے، دم بخود ہو کر رہ گئے، سوچئے ایک تو صحابہ کرامؓ دنیا کی بہادر ترین قوم ہیں، پھر اللہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ ہے، لیکن پھر بھی ان کی مدد کے لئے اللہ تعالی نے تین ہزار فرشتے اتار دیئے، تو کیا آج چودہ سال بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے اس قدر بعد کے باوجود ایک کمزور جسم، کمزور دل مسلمان کی مدد کیلئے فرشتے نہیں اتر سکتے؟ یقیناً اتر رہے ہیں۔

موت کی یاد:

موت کو یاد کرنے کے فائدے بیان کئے جا رہے تھے، اگر انسان غفلت سے باز آ جائے، اور موت کو ہر دم یاد رکھے، تو اس کے لئے بے شمار فائدے ہیں، اس سے دنیا بھی سنور جائے گی، آخرت بھی۔

موت کو یاد کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی وقت ذہن کو حاضر کر کے یوں سوچئے کہ گویا مر چکا ہوں، اب مجھے قبر میں اتارنے کے لئے لوگ لے جا رہے ہیں، بلکہ اس سے بھی ذرا پہلے سوچنا شروع کریں کہ نزع کی حالت طاری ہے، جاں نکل رہی ہے، اب آگے سوچیں کہ یہ جان تکلیف سے نکل رہی ہے، یا آسانی سے نکل رہی ہے، جان کنی کا وقت ہے، والدین، بھائی، بہن، عزیز واقارب بلکہ ڈاکٹر اور طبیب سب بے بس اور مجبور کھڑے ہیں، ہر شخص اپنی شکست تسلیم کر چکا ہے، کوئی دواء کارگر نہیں، دعائیں بھی بے اثر ہو گئیں، تعویز گنڈوں سے بھی کام نہ چلا، سب کوششیں بے کار ہو گئیں اور اب جان نکل رہی ہے، تو سوچئے کہ کس حالت میں نکلنی چاہیے، آسانی سے یا تکلیف سے؟ سوچنے کے بعد ظاہر ہے کہ آپ کا دماغ یہی فیصلہ کرے گا کہ جان آسانی سے نکلنی چاہیے، پھر یہ سوچیں کہ یہ فیصلہ تو ہم نے کر لیا کہ جان آسانی سے ہی نکلنی چاہیے، مگر اس کے نسخے بھی ہم استعمال کر رہے ہیں یا نہیں؟ جب اس کے نسخے بھی معلوم ہیں تو

انہیں استعمال کیوں نہیں کرتے؟ مرنے سے تو چارہ نہیں، موت تو آنی ہی آنی ہے، شاید یہ سوچ کر اپنے کو تسلی دیتے ہوں گے کہ اتنے دن نہیں مرے، تو آیندہ بھی نہیں مریں گے۔

بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ ہم مرنے کی عمر کو نہیں پہنچے، اپنے خیال میں انہوں نے مرنے کی ایک عمر متعین کرلی ہے اور وہ بھی کم از کم سو سال یا نوے سال، جب کسی بوڑھے کے بارے میں سنتے ہیں کہ وہ سو سال کا ہو چکا ہے، تو خوش ہوتے ہیں، ہمت بلند ہو جاتی ہے کہ ہم تو ابھی پچاس سال کے ہیں، ابھی تو آدھی عمر باقی ہے، یہ نفس کا ایک خطرناک دھوکہ ہے، جس کا علاج ضروری ہے، اس دھوکے کا علاج یہ ہے کہ بڑی عمر میں مرنے والوں کے بجائے اپنے سے کم عمر میں مرنے والوں کو دیکھیں، سوچیں کہ کتنے بچے ہیں، جو پیدا ہوتے ہی مر گئے اور کتنے ایسے جو ماں کے پیٹ میں مر گئے، مرے پہلے پیدا بعد میں ہوئے، پیدا ہونے سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو گئے، مگر نفس بھی بڑا عیار ہے، وہ اس موقع پر آپ کو یوں تلقین کرے گا کہ وہ موقع تو گزر گیا، ہم مرے نہیں، لہٰذا خطرہ ٹل گیا، اس دھوکے کا علاج یہ ہے کہ اپنے ہم عمر لوگوں کو دیکھئے اور سوچئے کہ ہم عمر بھی تو مر رہے ہیں، وہ سارے مر رہے ہیں، آخر ہماری باری بھی آجائے گی اور کسی نہ کسی روز یہ جنازہ اٹھنا ہے اور مرنے سے پہلے یقیناً نزع کی حالت بھی طاری ہونے والی ہے، اس کو آسان کرنے کیلئے ہم نے کیا نسخے استعمال کیے ہیں؟ وہ نسخے تو بتاتا ہی رہتا ہوں، مختصر یہ کہ وہ وقت آنے سے پہلے توبہ کیجئے، اللہ تعالیٰ کو راضی کیجئے، گناہوں کو چھوڑ دیجئے۔

گناہوں کی قسمیں:

گناہوں کی تین قسمیں ہیں:

ایک وہ جن کو آج کی دنیا بھی گناہ سمجھتی ہے، کہ واقعۃً یہ گناہ ہیں، جیسے جھوٹ بولنا، چوری کرنا، رشوت لینا، اگرچہ لوگ ان گناہوں میں مبتلا ہیں، مگر سمجھتے ضرور ہیں کہ ہم گناہ کر رہے ہیں۔

دوسری قسم کے گناہ وہ ہیں جنہیں آج کی دنیا نے گناہوں کی فہرست ہی سے نکال دیا ہے، لوگ انہیں گناہ سمجھتے ہی نہیں، جیسے تصویر لینا یا گھر میں بلا ضرورت شدیدہ رکھنا، لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی گناہ نہیں، اس گناہ کو رواج دینے میں بڑا دخل ان مولویوں کا بھی ہے، جن کی تصویریں

اخباروں میں شائع ہوتی رہتی ہیں، کوئی سامنے کھڑے ان کی تصویر لے لے، تو روک ٹوک نہیں کرتے، لیکن ان سے مسئلہ پوچھا جائے، تو صاف کہیں گے کہ یہ سخت گناہ ہے، مگر اپنی تصویر اتارنے سے کسی کو نہیں روکتے، اس سے لوگ یہ سمجھنے لگے کہ یہ کام جائز ہے، جب ہی یہ مولوی صاحب کررہے ہیں۔

اگر کوئی یہ کہے کہ مولوی صاحبان کی تصویر بلا اجازت اتار لی جاتی ہیں، اس میں ان کا کیا قصور ہے، تو یہ عذر لنگ ہے، پہلی بات تو یہ کہ کیمرے والا کیمرا لے کر آپ کے سامنے کھڑا ہے، نشانہ لے کر اطمینان سے تصویر اتار رہا ہے، آپ خاموش کھڑے ساری کاروائی دیکھ رہے ہیں، اسے بلا اجازت تصویر لینا کون کہے گا؟ دوسری بات یہ کہ بلا اجازت کسی کی تصویر لینا ملکی قانون کی رو سے بھی جرم ہے، اگر بلا اجازت کوئی آپ کی تصویر لے لے، تو آپ اس پر مقدمہ دائر کر سکتے ہیں، اگر کوئی مولوی ہمت کر کے ایک بار مقدمہ دائر کردے، تو مولویوں کا دامن اس لعنت سے ہمیشہ کے لئے صاف ہو جائے گا، ہمارے سامنے کوئی ایسی حرکت کرے، تو ہمیں اس پر مقدمہ کرنے کی ضرورت نہیں، اس سے خود ہی نمٹ لیں گے، یہ مقدمہ دائر کرنے کا مشورہ اس کو دے رہا ہوں، جس میں جہاد کی قوت نہ ہو، ایسے شخص سے اور کچھ نہ ہو سکے، تو کم سے کم عدالت میں مقدمہ ہی کردے کہ اس مسلح شیطان نے بلا اجازت میری تصویر لے لی۔

تصویر کی طرح اور بھی بہت سے گناہ آج معاشرے کا جزء بن چکے ہیں، وجہ صرف یہی ہے کہ ان پر کسی طرف سے روک ٹوک نہیں، جب کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں، کوئی کہنے والا نہیں، تو عوام بھی یہی سمجھنے لگے کہ جائز کام ہے، جب ہی تو مولوی صاحبان نے اس پر سکوت اختیار کر رکھا ہے۔

دکھ کی بات:

گذشتہ رات میں ہمارے ایک عزیز اسلام آباد سے آئے ہوئے تھے، بہت اونچے طبقے کے افسر ہیں، انہوں نے بتایا کہ ایک جگہ حکومت کی طرف سے کوئی بڑی تقریب تھی، صرف افسر ہی نہیں، بلکہ بڑے بڑے علماء اور گدی نشین مشائخ بھی موجود تھے، مجھے بھی دعوت تھی، اس لئے

چلا گیا، وہاں دیکھا کہ ساز بج رہے ہیں، لیکن یہ دیکھ کر بڑا دکھ ہوا کہ کئی مولوی، جبہ ودستار والے پیر اس شیطانی مجلس میں بیٹھے مزے سے کھا پی رہے ہیں کوئی یہ کہنے کو بھی تیار نہیں کہ یہ ساز کیوں بج رہے ہیں؟ لیکن میں جب وہاں پہنچا، تو یہ سوچے بغیر کہ اتنے بڑے بڑے عہدایدار بیٹھے ہیں، ہر شعبے کے افسر ہیں، میری بات سنی جائے گی یا نہیں، بس دروازے پر پہنچتے ہی گرج کر کہا:

''فوراً بند کر دو، ورنہ یہ سب کچھ توڑ دوں گا،،

یہ سنتے ہی ساز بند ہو گئے، مگر مولوی اور پیر کھانے میں مگن رہے، کسی نے روکنے کی زحمت نہ کی، کتنے دکھ کی بات ہے، اب بتائیں مولویوں اور پیروں کا یہ طرز عمل دیکھ کر اس لعنت کو جائز سمجھیں گے یا نہیں؟ پھر ہمارے یہ عزیز کوئی عالم نہیں، بزرگ نہیں، بلکہ انگریزی خواں ہیں، سوچئے اس سے کیا سبق ملا؟ مسلمان خواہ عالم ہو یا نہ ہو، لیکن دل میں اللہ کا خوف رکھتا ہو، وہ شیطان کا مقابلہ کرسکتا ہے اور اس کی نجات ہو جائے گی، لیکن دوسری طرف کوئی عالم ہے، کوئی پیر ہے، مگر دل میں اللہ کا خوف نہیں، شریعت کے احکام ٹوٹتے دیکھ کر اسے غیرت نہیں آتی، تو ایسے عالم اور ایسی پیری سے کوئی فائدہ نہیں، نہ ہی یہ علم سبب نجات بن سکتا ہے۔

انہوں نے ایک بات بالکل صحیح بتائی کہ جو علماء عوام کے ساتھ گھل مل جاتے ہیں اور حکومت سے جن کا تعلق جڑ جاتا ہے، ان میں سے احساس باقی نہیں رہتا، ایک ہے گناہ کا احساس۔ مثلاً اس قسم کی مجلس میں کوئی جائے اور اسے احساس ہو کہ یہ گناہ کا کام ہے، مجھے اس مجلس میں نہیں جانا چاہیے، یا آنے سے کے فوراً بعد توبہ کر لینی چاہیے، یا کچھ نہ کرے، تو کم از کم گناہ کو گناہ سمجھ کر ہی کرے، مگر ان سرکاری مولویوں میں یہ احساس باقی نہیں رہتا، سیاہ ہو جاتے ہیں اور دینی حس ختم ہو جاتی ہے، انہیں اس قسم کی مجلس میں جاتے ہوئے، احساس تک نہیں رہتا کہ یہاں کوئی گناہ ہو رہا ہے، بار بار گناہ کا ارتکاب کیا جائے، تو یہی کیفیت ہو جاتی ہے۔

"اِذَا تَكَرَّرَ الْكَلَامُ تَقَرَّرَ فِى الْقَلْبِ"

''جب کوئی بات بار بار کہی جاتی ہے، تو وہ دل میں اتر جاتی ہے،،

گناہ کی تیسری قسم:

تیسری قسم کے گناہ وہ ہیں، جنہیں لوگ گناہ کے بجائے ثواب سمجھتے ہیں، جو ہیں تو اللہ

تعالیٰ کی نافرمانی اور بغاوت، مگر لوگ انہیں ثواب اور نیکی سمجھ کر کر رہے ہیں، جیسے کسی کے مرنے پر ایصال ثواب کے لئے دعوتوں کا سلسلہ چل پڑتا ہے اور قبر میں عہد نامہ رکھا جاتا ہے، عہد نامہ رکھ کر گویا اپنی پٹائی کا خود سامان کر رہے ہیں کہ فرشتے پوچھیں عمل کیا تھا یا نہیں؟ جب عمل نہیں کیا، تو رکھنے سے کیا فائدہ؟ دکھا دکھا کر پٹائی کریں گے، یہ بدعتی عہد نامہ اہتمام سے قبر میں رکھتے ہیں تاکہ فرشتوں کا کام آسان ہو جائے، انہیں زیادہ باز پرس نہ کرنا پڑے، بس یہ عہد نامہ اٹھا اٹھا کر دکھاتے جائیں اور پٹائی کرتے جائیں، اس کے علاوہ اور نہ جانے کتنی دعائیں ایجاد کر رکھی ہیں دعائے گنج العرش، درود ماہی، درود لکھی، درود تاج، درود ناری، ہفت ہیکل، اور چہل کاف، وغیرہ۔

مجھ سے کسی نے کہا کہ میں چہل کاف بھول گیا ہوں، ذرا آپ بتا دیں، میں نے کہا یہ کون سا مشکل کام ہے؟ پڑھتے جائیے کک کک، کک، ککا ککی ککو، جب چالیس کاف پورے ہو جائیں، ٹھہر جائیں، یہ وظیفہ تو بہت آسان ہے، کتنے افسوس کی بات ہے کہ اللہ کا کلام سامنے موجود ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اپنی محفوظ شکل میں موجود ہے، لیکن آج کے مسلمان کو نہ تو قرآن مجید پر اعتماد آئے، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر اعتماد آئے، اس کو تو بس ٹوٹکوں وظیفوں سے عشق ہے، نہ معلوم یہ چیزیں کہاں سے گھڑ لیں؟

حضرت حکیم الامت ؒ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا حضرت کچھ پڑھنے کو بتا دیجئے، حضرت حکیم الامت ؒ نے قرآن کی ایک آیت بتا دی، مگر وہ اسے خاطر میں نہ لایا، بولا حضرت! کچھ سینے سے دیجئے، حضرت نے فرمایا سینے میں تو بلغم ہوتا ہے، اسے جب نکالوں، تو اٹھا لیجئے گا۔ قرآن مجید پر یقین نہیں، سینے سے کچھ نکال کر دیجئے، ان لوگوں کے ذہن اس طرح جاہل پیروں نے بگاڑے ہیں۔

سوچئے اور اس حالت کا تصور کیجئے کہ جان نکل رہی ہے اور قبر سامنے ہے، جان کنی کی گھڑیوں کو آسان بنانا چاہتے ہیں، تو ابھی موقع ہے، گناہوں سے توبہ کیجئے، گناہوں کی پوری تفصیل بتا چکا ہوں، ان تمام گناہوں سے زندگی کو پاک کیجئے اور اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیجئے، ان

شاء اللہ تعالیٰ بڑی آسانی سے جان نکلے گی، پھر اس کے ساتھ ساتھ اس وقت دعاء بھی کر لیجئے کہ یا اللہ! تیرا وعدہ ہے کہ جو شخص نیک عمل کرتا ہے، گناہوں سے بچتا ہے، اگر کبھی گناہ ہو جائے، تو فوراً توبہ استغفار کر کے اسے بخشوا لیتا ہے، جو بندہ تیری رضا جوئی میں لگا رہتا ہے، اس کے لئے قرآن مجید میں تیرا وعدہ ہے:

﴿ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾

''جو شخص بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا، یہ لوگ بھی ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے، جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا، یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہدا، اور صالحین کے ساتھ اور ان لوگوں کے ساتھ کیا ہی اچھا ہے۔

یا اللہ! تو نے جب زندگی میں مجھے اطاعت کی توفیق عطاء فرما دی، تو اب اپنا وعدہ پورا فرما، یا اللہ! اپنے ان نیک بندوں کے زمرے میں شامل فرما، میں بیکس اور مجبور حالت نزع میں پڑا ہوں، میری مدد فرما، تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور بزرگان دین کی زیارت کا میں مشاق ہوں، یا اللہ! ان سب حضرات کی زیارت ابھی سے شروع کروا دے، ابھی سے ان کی پاکیزہ مجلس میں پہنچا دے۔

﴿ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾

اپنے منعم علیہم بندوں کی مجلس میں ابھی پہنچا دے، میں جب سوچتا ہوں اور اس کا تصور کرتا ہوں، تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ واقعتہً اس مبارک محفل میں پہنچ گیا ہوں، اللہ تعالیٰ کے اس کرم سے امید ہے کہ جب وہ وقت آئے گا، تو پہنچا دیں گے، ان حضرات کی زیارت نصیب ہو جائے گی، ایک رات بخار ہو گیا، جس کی وجہ سے نیند نہیں آ رہی تھی اور طبیعت بے چین تھی، دل ہی دل میں اس مبارک مجلس کا تصور جما لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ اور تمام صحابہ کرامؓ تشریف فرما ہیں، اور میں بھی ان کے قدموں میں بیٹھا ہوں، اس تصور میں ایسا محو ہوا کہ صبح ہو گئی اور پتا ہی نہ چلا کہ رات کب گزر گئی، نیند آئی یا اسی استغراق میں رات گزر گئی، کچھ پتا نہیں چلا، بس اتنا یاد ہے کہ بڑی راحت سے، بڑے سکون سے، بڑے مزے سے رات گزری، جب آپ گناہ چھوڑ دیں گے،

توبہ واستغفار کریں گے، اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑیں گے، تو اس وقت یہ دعاء بھی کرسکیں گے، یا اللہ! اس سخت گھڑی کو میرے لئے آسان فرمادے، اس مبارک مجلس تک جس کو تو نے وعدہ کر رکھا ہے، ابھی سے رسائی ہوجائے، تو یہ دعاء ضرور قبول ہوگی۔

دعائیں بے اثر کیوں؟

لیکن اگر گناہ نہیں چھوڑے، زندگی بغاوت میں گزار دی، تو موت کی گھڑی بہت سخت ہوگی، ایسے شخص کی دعاء میں بھی کوئی اثر نہیں ہوتا۔

کوئی آگیا کہ تعویذ دے دیجئے کس مقصد کے لئے ؟ اولاد کیلئے، اچھا یہ بتایئے شادی کو کتنے سال ہوئے ہیں؟ بولے شادی تو کی نہیں اور نہ ہی کرنے کا ارادہ ہے، بس تعویذ دے دیجئے، تو آپ کیا کہیں گے کہ بڑا بے وقوف ہے اور احمق ہے جو شادی کئے بغیر اولاد مانگ رہا ہے اور دوسرا شخص یہی تعویذ لینے آیا، جو شادی شدہ ہے، مگر کہتا ہے کہ میری بیوی بہت دور ہے، اس سے ملنے کی کوئی صورت نہیں، بس دعاء کیجئے اور ایسا تعویذ دیجئے کہ وہیں بیٹھے بیٹھے اسے اولاد ہوجائے، آپ کیا کہیں گے کہ یہ بھی اس احمق کا کوئی بھائی ہے، بات یہ ہے کہ جب تک کسی چیز کو حاصل کرنے کے ممکن اسباب نہ اختیار کیئے جائیں، اپنی سی کوشش نہ کر لی جائے، دعاء قبول نہیں ہوتی، اس قسم کی دعا رد کردی جاتی ہے، بلکہ ایسے شخص کے حق میں دوسروں کی دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایک شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعاء کرتا ہے اور کیفیت یہ ہے:

"يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَارَبِّ، يَارَبِّ، وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِّيَ بِالْحَرَامِ فَأَنّىٰ يُسْتَجَابُ". (مسلم)

لمبے سفر پر نکلا ہوا ہے، پراگندہ حال، غبار میں اٹا ہوا ہے، آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا اٹھا کر پکار رہا ہے، یارب! یارب! اے میرے رب، میری فریاد سن، میری مصیبت ٹال دے، مجھے پریشانی سے نجات دے، خوب خوب دعائیں کررہا ہے، مگر حالت یہ ہے کہ پیٹ میں حرام بھرا

ہوا ہے، کھانا حرام کا، پینا حرام کا، لباس حرام کا، غذا حرام کی، بھلا اس کی دعاء کہاں قبول ہوگی؟ لمبے سفر اور دوسرے حالات کا ذکر اس لئے فرمایا کہ ایسے حالات میں دعا قبول ہوتی ہے، اس کے باوجود حرام سے پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے اس کی دعا رد کردی جاتی ہے۔

کہتے کہ حجاج کے زمانے میں شہر میں بزرگوں کی ایک ایسی جماعت تھی، جس کے لئے بددعاء کرتی، وہ تباہ ہوجاتا، حجاج کو کسی نے بتایا کہ اس شہر میں مستجاب الدعوات لوگوں کی جماعت رہتی ہے، جن کی دعاء تیر بہدف ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تجھ پر بھی بددعاء کردیں اور تو چلتا بنے، اس نے پوری جماعت کی دعوت کردی اور دعوت کے کھانے میں کچھ حرام ملا دیا، جب وہ دعوت کھا چکے، تو حجاج نے کہا کہ بس اب میں ان کی بددعاء سے محفوظ ہوگیا، ان کا علاج ہوگیا، ان سے کہو، کرلیں مجھ پر بددعاء، اب ان کی بددعاء کا اثر نہ ہوگا۔

جو لوگ چاہتے ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی دعائیں قبول ہوں، انہیں چاہیے کہ پہلے اپنے ذرائع آمدن کو پاک کریں، آج کل دعاؤں پر تو زور ہے، مگر اس کی طرف کوئی خیال نہیں کہ آمدن کہاں سے ہورہی ہے؟ پیٹ میں کیا کچھ جارہا ہے؟ دوسری بات یہ یاد رکھیں کہ عام گناہوں کی بھی وہی تاثیر ہے، جو حرام کھانے پینے اور پہننے کی ہے، جیسے حرام کھانے والے کی دعاء قبول نہیں ہوتی، یونہی نافرمان اور باغی کی دعاء بھی رد کردی جاتی ہے، جب تک گناہوں سے باز نہ آئے، دعاؤں میں جان نہیں پڑتی، دنیا کی حد تک اگر کوئی دعاء قبول بھی ہوگی، تو اسے دھوکے میں آکر اترانا نہیں چاہیے، آخرت کا معاملہ اس سے مختلف ہے، دنیا میں اللہ تعالیٰ دوست دشمن سب کی سن لیتے ہیں، مگر دیکھئے ابلیس سے بڑا نافرمان اور سرکش کون ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے سجدے کا حکم دیا، مگر وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا معارضہ کررہا ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں اپنا حکم چلا رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے اتنے بڑے دشمن کی دعاء قبول فرمالی، اس نے دعا کی:

﴿رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ﴾

''اے میرے رب! مجھے قیامت تک مہلت دے دیجئے،،

﴿فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ﴾

دعاء تو قبول ہوگئی، مگر سوچنے کا مقام ہے کہ اس میں ابلیس کا فائدہ ہوا، یا نقصان؟ اس میں

اس کا کوئی فائدہ نہیں، سراسر نقصان ہے، اتنی لمبی مہلت لے کر اپنے لئے مزید جہنم کا سامان کر رہا ہے، جہنمی تو انکار کرتے ہی ہو گیا تھا، لیکن اتنی طویل عمر پانے کی بجائے فوراً مر جاتا، تو بوجھ ہلکا رہتا، اب ساری دنیا میں جتنے گناہ ہو رہے ہیں یا قیامت تک ہوتے رہیں گے، سب کا وبال اس کے سر آئے گا، سو دنیا میں اگر مجرم کی دعاء قبول ہو بھی گئی، تو وہ اس کے لئے مفید نہیں ہوگی، بلکہ مضر ہوگی، عموماً دنیا ہی میں اس کا مشاہدہ ہو جاتا ہے، آخرت کے معاملے میں تو ایسی دعاء قطعاً قبول نہیں ہوتی، پہلے گناہ چھوڑ کر آخرت کا طالب بنے، پھر آخرت کی دعاء کرے، ایسی دعاء آخرت کے حق میں قبول ہوگی، ورنہ نام کی دعاء کو دعاء کہنا ہی صحیح نہیں۔

دعاء کی حقیقت:

دعاء کے معنی ہیں کہ دل سے کسی چیز کا چاہنا، دل سے کسی چیز کی خواہش کی جائے، اسے دعاء کہتے ہیں اور اگر دل میں چاہت نہیں، صرف اوپر اوپر سے کہتا چلا جا رہا ہے، تو اللہ تعالیٰ دل کی بات جانتے ہیں، انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ اوپر اوپر سے کہہ رہا ہے، یا دل سے چاہ رہا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے بخوبی واقف ہیں، پھر وہ فیصلہ دل کی کیفیت کے مطابق کریں گے۔

جس چیز کی چاہت ہوتی ہے، انسان اس کیلئے کوشش بھی کرتا ہے، اگر اس کی تحصیل کی کوشش نہیں کر رہا، تو یہ اس کی دلیل ہے کہ دل میں اس چیز کی چاہت نہیں، خواہ زبان سے اس کی رٹ لگا تا رہے، کوشش کئے بغیر صرف دعاء کرنا، تو ایسے ہی ہے، جیسے ایک شخص نہر کے کنارے بیٹھا ہے اور بڑے خشوع وخضوع سے دو رکعت پڑھ کر رو رو کر چلا چلا کر دعاء کرتا ہے کہ یا اللہ! پیاس سے مرا جا رہا ہوں، کسی طرح میری پیاس بجھا دے، پانی کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتا، بس دعاء کئے چلا جا رہا ہے، بتایئے یہ دعاء ہے یا مذاق؟ اور ایسی دعاء سے اسکی پیاس بجھے گی، یا اور بڑھے گی؟ کوئی بے وقوف اسے دیکھ کر شاید ترس کھا جائے، لیکن عقلمند کو اس پر ترس نہیں، بلکہ غصہ آئے گا، وہ دو طمانچے مار کر پوچھے گا، پانی تو تیرے پاس موجود ہے، پیتا کیوں نہیں؟ اس قسم کی دعاء کو دعاء کا نام دینا ہی غلط ہے، جو آخرت کی فکر رکھتے ہیں اور اسی کے لئے کوشاں ہیں، ان کی کیفیت قرآن مجید نے یہ بیان کی ہے:

﴿ وَمَنْ يَعْمَلْ سُوْءً اَوْيَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ٥﴾

''اور جو شخص کوئی برائی یا اپنی جان پر ظلم کرے، پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے، تو اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا، نہایت ہی رحم والا پائے گا،،

اگر غلطی سے گناہ صادر ہو گیا اور اپنے نفس پر ظلم کر بیٹھا، پھر توبہ استغفار کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے وہ گناہ بخشوانا چاہا، تو اس کیلئے یہ خوشخبری ہے، بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں، مگر آج کا مسلمان سمجھتا ہے کہ کچھ کرنے ورنے کی ضرورت نہیں، بس ''عبدالرحیم،، ''عبدالرحمٰن،، نام رکھ لینے سے ہی اس کی رحمت آجائے گی، یہ بھی سمجھ لیں کہ قرآن مجید نے توبہ کا کیا طریقہ بیان کیا ہے

﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا ﴾

''مگر جن لوگوں نے گذشتہ گناہوں سے توبہ کر لی اور آئندہ اپنے اعمال کو درست رکھا،،

اس آیت میں غور کیجئے کہ توبہ کا ذکر تو لفظ تابوا میں فرمایا آگے ''واصلحو،، کیوں بڑھایا؟ صرف یہ سمجھانے کیلئے کہ توبہ سے مراد زبانی توبہ نہیں، بلکہ ایسی توبہ ہے، جس کا اثر عملی زندگی میں ظاہر ہو، سچے دل سے توبہ بھی کرے اور گناہوں کی زندگی چھوڑ کر حالت بھی درست کر لے، ورنہ صرف زبان سے توبہ توبہ کہہ لینا توبہ نہیں، یہ الفاظ کہہ لینے سے حالات میں کونسی تبدیلی آجاتی ہے؟ ایک بار کہیں سفر میں جارہے تھے، بے اختیار کان میں آواز پڑ گئی، کوئی عورت گا رہی تھی'' توبہ میری توبہ،، زبانی توبہ تو ایسی ہی ہے۔

کوئٹہ میں ایک بار زلزلہ آیا، جس سے پورا شہر تہس نہس ہو گیا، ہزاروں افراد ایک لخت مر گئے، یہ ہمارے بچپن کی بات ہے، کسی نے بتایا کہ اس موقع پر ایک بازاری عورت باہر کھڑی اس تباہی کا نظارہ کر رہی تھی اور بڑے تعجب سے کہہ رہی تھی، اللہ جانے یہ کس کے گناہوں کی نحوست ہے کہ اتنا بڑا عذاب آگیا،، گویا وہ اپنے آپ کو بزرگ سمجھ رہی تھی کہ میں تو اتنے اتنے حج کا ثواب لے رہی ہوں اور لوگ اتنی کثرت سے گناہ کر رہے ہیں، جن کی وجہ سے یہ تباہی مچ گئی، ممکن ہے وہ عورت شیعہ مذہب سے تعلق رکھتی ہو، جن کے ہاں متعہ ایک بہت بڑی عبادت ہے، اتنی بڑی عبادت کہ ایک بار کرنے سے حضرت حسنؓ کا درجہ مل جاتا ہے، دو بار کرنے سے حضرت حسینؓ کا درجہ مل جاتا ہے اور تیسری بار کرنے سے حضرت علیؓ کا درجہ مل جاتا ہے، چوتھی بار

متعہ کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے۔

دوسری روایت ہے کہ جس نے ایک بار متعہ کیا اس کا ایک تہائی حصہ جہنم سے آزاد ہوگیا، دو بار کیا، تو دو تہائی آزاد ہوگیا، تیسری بار کیا، تو پورا ہی آزاد ہوگیا، یہ ان کی اپنی کتابوں میں لکھا ہے، گویا ان کے ہاں نجات بلکہ ترقی درجات کیلئے یہی عمل کافی ہے، اتنا جھوٹ بھلا کسی مذہب میں ہوگا؟ اللہ تعالیٰ عقل سلیم عطاء فرمائیں۔

مراقبہ کی حقیقت:

بات یہ چل رہی تھی کہ مراقبۂ موت کے کیا کیا فائدے ہیں؟ مراقبہ کا مطلب بھی سمجھ لیجئے کہ یکسوئی سے کسی چیز کو سوچنا، یہ اس لئے بتا رہا ہوں کہ لوگوں نے مراقبہ کا مفہوم بدل ڈالا ہے، جو وقت آپ کے پاس فرصت کا اور سکون کا ہو، اس میں یکسوئی سے سوچئے، دل و دماغ کو حاضر کر کے شروع میں تھوڑی دیر کیلئے سوچنا شروع کیجئے، لیکن جب عادت پڑ گئی، تو انشاء اللہ تعالیٰ اس میں ترقی ہوتی جائے گی، شروع میں تو چند منٹ سوچئے، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں خود اضافہ ہوتا جائیگا اور ایک دن یہ کیفیت ہوگی کہ یہ خیال دل میں جم جائے گا اور اٹھتے، بیٹھتے، چلتے، پھرتے ایک ہی خیال دل پر سوار رہے گا کہ ایک دن مرنا ہے، ہمارا جنازہ اٹھنا ہے اور میت قبر میں اترنی ہے، اس وقت کے آنے سے پہلے ہی اس کی تیاری ضروری ہے، خیال رہے

شاید ہمیں نفس نفس واپسیں بود

ایک سانس کی بھی ضمانت نہیں، یہ جو سانس لے رہے ہیں، شاید یہی آخری سانس ہو، دوسرا سانس لینے کی نوبت ہی نہ آئے، اس لئے ضروری ہے کہ انسان ہر وقت موت کو یاد کرے اور اس کے لئے تیار رہے، لیکن یہ کیفیت پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ بلا ناغہ اس کی مشق کی جائے، روزانہ رات کو سونے سے پہلے لیٹ کر، دو تین منٹ اس کو سوچا جائے، کسی دوسرے وقت فرصت ملے، نہ ملے، یہ تو ہے ہی فرصت کا وقت، اس پر بعض لوگ کہتے ہیں ہمیں اس وقت بھی سوچنے کی فرصت نہیں ملتی، بستر پر لیٹتے ہی نیند آجاتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر موت کو سوچتے سوچتے نیند آگئی، تو کوئی پریشانی کی بات نہیں، اچھا ہی ہے، اگر کسی پر نیند کا زیادہ غلبہ ہو،

تو وہ بیٹھ کر ہی سوچ لیا کرے، لیٹ کر سوچنے کی تاکید اس لئے کر رہا ہوں کہ اس میں فائدہ زیادہ ہے کہ انسان اس وقت حرکت میں نہیں ہوتا، سکون میں ہوتا ہے، جس سے دل جمعی اور یکسوئی زیادہ پیدا ہوتی ہے، انسان چلتے چلتے اتنا نہیں سوچ سکتا، جتنا کھڑا ہو کر سوچ سکتا ہے، کھڑے ہونے کی بنسبت بیٹھ کر زیادہ سوچ سکتا ہے اور بیٹھنے کی بنسبت لیٹ کر زیادہ سوچ سکتا ہے، بلکہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں، جو لیٹ کر جاگتے ہوئے سوچنے کی بنسبت نیند کی حالت میں زیادہ سوچ لیتے ہیں، کبھی دیکھا ہے آپ لوگوں نے ایسا کوئی شخص؟ میں اپنی بات کر رہا ہوں، میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ایسا کرم کا معاملہ ہے کہ جب سو جاتا ہوں، تو نیند ہی میں بڑے مسئلے حل ہو جاتے ہیں، کوئی مسئلہ ذہن میں لیکر جیسے ہی لیٹتا ہوں، نیند میں مسئلہ حل ہو جاتا ہے، آج دوپہر بھی ایسا ہی ہوا، ایک اہم مسئلہ ذہن میں تھا، سوچتے سوچتے لیٹ گیا اور اسی سوچ میں نیند آئی اور نیند میں مسئلہ حل ہو گیا، یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اور یہ معاملہ آج کا نہیں، شروع ہی سے کچھ ایسا چلا آرہا ہے کہ کتابوں سے جو مسئلہ حل نہیں ہوا، اس طرح سوچتے سوچتے نیند آگئی اور نیند میں مسئلہ حل ہو گیا، اس لئے آپ حضرات سے کہہ رہا ہوں کہ اس کی عادت بنا لیجئے کہ سوتے وقت ذہن میں موت کا تصور ہو اور اسی تصور میں نیند آگئی، تو یہ پریشانی کی بات نہیں، بلکہ زیادہ بہتر ہے، کہ نیند میں بھی دوسری باتوں کی بجائے، آخرت کا تصور رہے گا کہ اب موت آرہی ہے، پھر جنازہ اٹھ رہا ہے، پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہو کر اپنے کئے کا حساب دے رہے ہیں۔

مراقبے کی کوئی خاص صورت متعین نہیں، بس مقصد یہ ہے کہ اس حقیقت کو سوچے اور بار بار سوچے، کبھی اس سوچ میں ناغہ نہ ہونے پائے، بہت سے لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہم کوشش تو بہت کرتے ہیں، لیکن کیا کریں، وقت پر یاد نہیں آتا اور ناغہ ہو جاتا ہے۔

ناغہ کی نحوست:

کوئی بھی کام ہو، اس میں اگر ایک دن کا بھی ناغہ ہو جائے، تو بہت برا اثر پڑتا ہے اور اس ایک دن کی نحوست کئی کئی دن تک چلتی رہتی ہے، اگر کسی شخص کا دین کی مجلس میں حاضری کا مستقل معمول ہو اور درمیان میں ایک دن کا ناغہ کر دے، تو پھر دیکھئے یہ سلسلہ کہاں تک جاتا ہے، ایک

دن پر نہ رکے گا، بلکہ دور تک چلا جائے گا، اللہ نہ کرے کہ آپ لوگ کبھی اس کا تجربہ کریں، مراقبہ موت ہو یا کوئی بھی دینی معمول ہو، اس میں ناغہ نہ ہونے دیجئے، اپنے حالات کی اطلاع دینے والے بھی اس ہدایت کو یاد رکھیں، اگر غفلت سے ایک مہینہ اس معمول کا ناغہ کیا، تو دوسرے مہینے خط لکھنے کی توفیق نہ ہوگی اور سستی بڑھتے بڑھتے کئی ماہ بعد جا کر آنکھ کھلے گی، اس لئے ناغہ سے بچئے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، میں نے حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں لکھا کہ آج کل دارالعلوم دیوبند میں امتحانوں کا سلسلہ چل رہا ہے، مشغولیت کی وجہ سے تلاوت کی فرصت نہیں ملتی، ناغہ ہو رہا ہے، حضرتؒ کی طرف جواب ملا کہ اب امتحانوں کی مشغولی ہے، جب امتحان سے فارغ ہوں گے، تو کوئی اور کام سامنے آجائے گا کہ اب اس کو کرلیں، یوں ناغوں کا سلسلہ چلتا رہے گا اور عمر بھر فرصت نہیں ملے گی، جو کام کرنا ہے، اسے ہر قیمت پر کیجئے، اس میں ناغہ نہ ہونے دیجئے۔

حافظوں میں ایک بات مشہور ہے کہ پہلا پارہ الم ہماری مرغیوں کو بھی یاد ہوتا ہے، میں نے پوچھا، اس کا کیا مطلب ہے کہ آپ کی مرغیاں بھی آپ کی طرح پڑھی ہوئی ہیں؟ بولے اصل قصہ یہ ہے کہ ہم لوگ بڑے شوق سے قرآن مجید کی تلاوت شروع کرتے ہیں، دل میں یہ جذبہ ہوتا ہے کہ یہ دور مکمل کرنا ہے، درمیان میں کبھی ناغہ نہیں کریں گے، مگر دو چار پارے پڑھ کر یہ جذبہ سرد پڑ جاتا ہے اور کئی ماہ کے بعد پھر جوش اٹھتا ہے، دوبارہ شروع کرکے پھر ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں، اس طرح پورے سال ابتداء کے دو تین پاروں کو دہراتے گزر جاتا ہے، بالخصوص پہلا پارہ بڑے شوق سے پڑھتے ہیں اور بار بار پڑھتے ہیں، یہ پارہ سنتے سنتے ہماری مرغیوں کو بھی یاد ہو جاتا ہے۔

ذرا سوچئے کہ یہ ناغہ صرف تلاوت اور ذکر میں ہی کیوں ہوتا ہے؟ کھانے پینے سونے اور دنیا بھر کے دوسرے کاموں میں کیوں نہیں ہوتا؟ اصل بات یہ ہے کہ فکر نہیں، بے فکری کی وجہ سے دینی کاموں میں ناغہ ہو رہا ہے، دنیا کے دھندوں کی چونکہ فکر سوار ہے، اس لئے ان کا ناغہ بھی گوارا نہیں اگر کسی کو ماہانہ تنخواہ ملتی ہو اور کام میں ناغہ کرنے پر تنخواہ کٹتی ہو، تو کیا کبھی وہ ناغہ کرے گا؟

کبھی نہیں کرے گا ،خواہ خود بیمار ہو جائے یا بیوی بیمار پڑ جائے ، بچے پریشان ہوں ، کچھ بھی جائے ، ناغہ نہیں ہونے دیتا ، دنیائے فانی کی خاطر اتنا اہتمام ، ایسی فکر، لیکن دین کی قدر اتنی بھی نہیں؟ قرآن مجید کی تلاوت چھوٹ جائے یہ گوارا ہے، دوکان اور دفتر جانے کا ناغہ ہو، یہ گوارا نہیں۔

قرآن کی دولت:

مسلمانوں کو معلوم ہی نہیں قرآن مجید کتنی بڑی دولت ہے فرمایا۔

﴿ يٰأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ قُلْ بِفَضْلِ اللهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ ﴾

اے لوگو! یقیناً تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف بڑی نصیحت اور دل کے امراض کے لئے شفاء آئی ہے، ایمان والوں کے لئے رہنمائی کرنے والی اور باعث رحمت ہے، آپ فرما دیجئے کہ اللہ کے اس انعام اور رحمت سے خوش ہونا چاہئے، اس لئے کہ یہ اس سے بہتر ہے، جسے یہ لوگ جمع کر رہے ہیں''۔

یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، اتنا بڑا خزانہ ہے کہ اس کا خیال کر کے تمہیں خوش ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کتنی بڑی نعمت سے نوازا ہے، دنیا بھر کے خزانے جمع کر لیں ،مگر قرآن مجید کے سامنے یہ سب خزانے ہیچ در ہیچ ہیں ،قرآن مجید کی دولت سب سے بڑی دولت ہے، سوچئے کہ قرآن مجید کو سب سے بڑی دولت کیوں کہا جا رہا ہے؟ آج کل کے مسلمان سے یہ بات پوچھیں ،تو شاید یہی جواب دیگا ،بس قرآن ہے، اللہ کا کلام ہے، اس لئے بڑی دولت ہے، یا یہ کہ بڑی پاکیزہ اور برکتوں والی کتاب ہے، اس لئے اسے سب سے بڑی دولت کہا گیا ہے۔

وہ برکتیں کیا ہیں؟ کہ جی اس کے پڑھنے سے جن بھوت بھاگ جاتے ہیں، سفلی کا اثر ختم ہو جاتا ہے، کوئی درد ہو، تکلیف ہو، پڑھ کر دم کرنے سے اس کا اثر ختم ہو جاتا ہے اور ایک بڑی برکت یہ کہ نئی دوکان یا نیا مکان ہو، اس میں کچھ لوگوں کو اکٹھا کر کے قرآن خوانی کروالو، بس

برکت ہی برکت ہوگی، اس قرآن مجید کی کوئی برکت ہو یا نہ ہو، ایک نقد برکت تو کہیں نہیں گئی، وہ کیا؟ چائے بسکٹ تو مل ہی جائیں گے، یہ ہیں آج کے مسلمان کی نگاہ میں قرآن کی برکات، لیکن اس کا سبب خود قرآن سے پوچھئے کہ اسے سب سے بڑی دولت کیوں کہا گیا؟ وہ اس کا سبب بیان کرتا ہے:

﴿ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾

اس میں تمہارے لئے بڑی نصیحت ہے، موعظہ میں تنکیر تعظیم کے لئے ہے، اس کے معنی ہیں بڑی نصیحت، ایسے ہی آگے شفاء کے معنی ہیں بڑی شفاء ہدی کے معنی بڑی ہدایت اور رحمہ کے معنی بڑی رحمت، دوسری بات یہ کہ کہنا تو یوں چاہے کہ اس کتاب میں نصیحت ہے، اس میں شفاء ہے، اس میں ہدایت ہے، اس میں رحمت ہے، مگر مبالغہ کے لئے فرما رہے ہیں یہ خود نصیحت ہے، شفاء ہے، ہدایت ہے، رحمت ہے، پھر یہ اتنی بڑی نعمتیں کس کی طرف سے ہیں؟ اگر کوئی انسان کسی انسان کو سمجھائے، نصیحت کرے، تو دیکھنے والوں کو تردد ہوتا ہے، وہ سوچتے ہیں کہ یہ اسے کیوں نصیحت کررہا ہے؟ واقعتاً ہمدرد اور خیر خواہ ہے، یا دل میں کوئی طمع رکھتا ہے، لیکن قرآن مجید سے متعلق فرمایا:

﴿مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾

یہ بڑی نصیحت تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے۔

رب کے معنی:

رب کے معنی تربیت کرنے والا، آہستہ آہستہ درجہ کمال تک پہنچانے والا، یہ بھی بتایا کہ پھر رب کس کا؟ فرمایا ربکم تمہارا رب، ویسے تو وہ رب العالمین ہیں، اس لئے یوں بھی کہہ سکتے تھے:

﴿مَوعِظَةٌ مِنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ ﴾

کہ یہ نصیحت رب العالمین کی طرف سے ہے، لیکن اس کا زیادہ اثر نہ ہوتا، جیسے کوئی شخص اپنے والد سے بیزار ہو، اس کا خیال نہ کرے، تو لوگ اسے شرم دلانے کے لئے کہتے ہیں، ارے یہ تمہارا باپ ہے، اب اگر اس کے دل میں ذرا بھی شرم وحیاء ہو، تو اثر لئے بغیر نہ رہے گا، سو بندوں کو احساس دلانے کے لئے اللہ تعالیٰ بھی فرماتے ہیں من ربکم کہ یہ تمہارے رب کی طرف سے ہے من

رکم زبان پر لاتے ہوئے مزاج آ جاتا ہے یا اللہ واقعتاً آپ ہمارے رب ہیں یا اللہ ہمارے دلوں میں ایسی صلاحیت پیدا فرما دے کہ آپ کا یہ خطاب سن کر نرم ہو جائیں اور اثر لئے بغیر نہ رہیں۔

قرآن مجید سب سے بڑی دولت اور سب سے بڑا خزانہ کیوں ہے؟ اس لئے کہ اس میں تمہارے لئے تمہارے رب کی طرف سے نصیحت ہے، پھر یہ سمجھئے کہ ناصح کی نصیحت کا حق یہ ہے کہ اسے سمجھ کر، اس پر عمل کیا جائے، اگر کوئی آپ کو نصیحت کرتا رہے اور آپ سامنے بیٹھے سر دھنتے رہیں، مگر ناصح کی زبان ہی نہ سمجھیں، تو بتایئے ایسی نصیحت کا کیا فائدہ ہوگا؟ اگر قرآن مجید عمل کی بجائے صرف برکت کی نیت سے پڑھا جائے، تو اس سے برکت حاصل نہیں ہو سکتی، کیونکہ برکت کے معنی یہ ہیں کہ دنیا و آخرت دونوں سنور جائیں اور یہ قرآن پر عمل کیے بغیر ممکن نہیں، بدوں عمل قرآن مجید پڑھنے سے اگر کوئی دنیوی فائدہ ہو بھی گیا، تو وہ عارضی ہوگا اور بالآخر وبال ثابت ہوگا۔

قرآن پر عمل نہ کرنے والوں کے خلاف رسول اللہ کی شہادت:

قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سامنے ان لوگوں کی شکایت کریں گے، جو قرآن پر عمل نہیں کرتے، قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يَا رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُوْرًا ﴾

اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہیں گے کہ اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو بالکل پس پشت ڈال رکھا تھا۔

یہ آیت اگرچہ کافروں کے بارے میں ہے، مگر ظاہر ہے، جو لوگ مسلمان ہونے کے باوجود قرآن پر عمل نہیں کرتے، وہ بھی اس میں داخل ہیں، قرآن اللہ تعالیٰ کے قوانین کی کتاب ہے، اس کو عمل کرنے کے لئے اتارا گیا ہے، مگر مسلمان کی حالت یہ ہے کہ اسے قرآن مجید کی تلاوت، اسے سمجھنے، یا اس پر عمل کرنے سے کوئی سروکار نہیں، قرآن مجید اسے اس وقت یاد آتا ہے، جب کوئی بیمار ہو، یا کسی پر جن چڑھ جائے، سفلی ہو جائے، اب بھاگتے ہیں عاملوں کی طرف، بے عمل عامل بھی انتظار میں بیٹھے ہیں، جیسے ہی کوئی پریشان حال جاہل ان کے ہاتھ آئے، اسے یہ کہہ کر قابو کرتے ہیں کہ قرآن سے تمہارا علاج کر رہے ہیں، آیات شفاء لکھ لکھ کر پلا رہے ہیں، مختلف

آیات پڑھ پڑھ کر دم کر رہے ہیں، پھونکیں مار رہے ہیں، یہ قرآن کا حق ادا ہو رہا ہے، اللہ کے بندو! یہ اللہ کی کتاب پر کتنا بڑا ظلم ہے، اللہ نے اپنی کتاب اس لئے اتاری ہے کہ اسے پڑھا جائے، سمجھا جائے اور اس پر عمل کر کے باطنی امراض کا علاج کیا جائے، صاحب کتاب کو راضی کر کے اپنی دنیا و آخرت سنواری جائے، وہ اس کی صفت بتا رہے ہیں ﴿ شِفَـاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ﴾ کہ یہ روحانی امراض کے لئے شفاء ہے، مگر بے عمل عامل اور لوگوں نے قرآن کا اصل مقصد نظر انداز کر کے ان الفاظ کو لے لیا اور انہیں پڑھ پڑھ کر پھونک رہے ہیں، ان کے تعویذ لکھ لکھ باندھ رہے ہیں، زعفران سے تعویذ لکھ کر یا طشتریوں میں لکھ کر گھول گھول کر پی رہے ہیں، مجھے ایک بار کسی نے پانی میں حل کئے ہوئے زعفران کی ایک بوتل لا دی اور کہا کہ اس سے تعویذ لکھا کریں، میں نے یہاں افتاء کا کام کرنے والے علماء کو پلا دی کہ یہ حضرات دماغی کام کرتے ہیں، زعفران مقوی دماغ ہے، ان عاملوں نے قرآن مجید کا مطلب ہی بدل دیا

قرآن مجید میں تحریف:

یہ تو وہی قصہ ہو گیا کہ ایک بار انتخابات میں ایک سیاسی پارٹی نے اپنا انتخابی نشان ''ہل'' رکھ دیا، ''ہل'' کا لفظ قرآن مجید میں بھی کئی جگہ آیا ہے، اس جماعت کے پرستار قرآن مجید کی آیات پڑھ پڑھ کر لوگوں کو تاثر دینے لگے، کہ دیکھو ہماری جماعت کیسی خوش نصیب جماعت ہے، جس کا انتخابی نشان قرآن مجید میں ہے، ان ظالموں نے سیاست چمکانے کے لئے قرآن مجید میں تحریف کر ڈالی، آج کل کی سیاست بھی ایک ایسی لعنت ہے، جس کے گلے پڑ جائے، اس کا علم و عمل ہی نہیں، عقل و دماغ اور ہوش و حواس بھی سلب کر لیتی ہے، ایمان تک خطرے میں پڑ جاتا ہے، اللہ اس آفت سے بچائے، قرآن مجید کے بارے میں ارشاد ہے کہ یہ دنیا بھر کی نعمتوں سے بڑی نعمت اور دنیا بھر کے خزانوں سے قیمتی خزانہ ہے، فرمایا:

﴿ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴾

دنیا میں یہ لوگ جو کچھ جمع کر رہے ہیں، اس سے زیادہ بہتر ہے، خیر اسم تفضیل کا صیغہ ہے، جس میں زیادتی کے معنی پائے جاتے ہیں، تو معنی یہ ہوئے کہ قرآن دنیا بھر کے خزانوں سے بہت بہتر اور بہت افضل ہے، اس لئے کہ یہ بڑی نصیحت ہے، اس عظیم نصیحت کو جو انسان

قبول کر لے گا، اس کے مطابق زندگی کو ڈھال لے گا، اس کی زندگی میں انقلاب آجائے گا، دل کی کیفیت بدل جائے گی، اس میں حب دنیا کی بجائے آخرت کا شوق پیدا ہوگا، جب دل میں یہ صلاحیت پیدا ہوگئی، تو برائی کی بجائے، نیکی کی طرف اس کا میلان ہوگا، برے اعمال از خود چھوٹ جائیں گے، نیک اعمال اس کے لئے آسان ہو جائیں گے، ان کی توفیق ہوگی آگے، فرمایا:

﴿ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾

جب نصیحت حاصل ہوگئی اور روحانی امراض سے شفاء مل گئی، تو سیدھی راہ پر چلنا آسان ہو گیا، اصل میں دارومدار دل پر ہے، جب تک کسی کا دل نہیں بنتا، اسے سیدھا راستہ نظر نہیں آتا، جب دل بن گیا اور سیدھا راستہ نظر آگیا، جس پر اس نے چلنا شروع کر دیا، تو یہی اللہ کی رحمت ہے، یہ مومنین کے لئے اللہ کی رحمت ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

بات یہاں سے چلی تھی کہ مسلمان کے لئے قرآن جیسی عظیم دولت موجود ہے، مگر اسے قرآن پڑھنا یاد نہیں رہتا، اس میں ناغہ ہو جاتا ہے، لیکن دنیا کے جس کام میں پچیس تیس روپے یومیہ نقصان ہوتا ہو، اس کا ناغہ برداشت نہیں کر سکتا، خواہ بیوی بچے بیمار ہوں، بلکہ خود بھی بیمار ہو، لیکن ناغہ نہیں کرے گا، بس اسی سے اندازہ کر لیجئے کہ دل میں دنیا کی کتنی قدر و قیمت ہے اور اس کے مقابلے میں قرآن کی کتنی وقعت ہے۔

مراقبہ موت کا اہتمام:

روزانہ مراقبہ موت کا اہتمام ہر مسلمان کو لازما کرنا چاہئے، دو تین منٹ روزانہ سوچ لیا کریں، حدیث میں بھی اس کی بہت تاکید آئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" أَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ " (ترمذی)

موت کو کثرت سے یاد کیا کرو، جو تمام لذتوں کو ختم کر دینے والی ہے۔

یاد بھی اسی طریقے سے کیجئے، جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موت آکر ایک دن دنیا بھر کی تمام لذتوں کو ختم کر دے گی، بیوی بچے مال واسباب دنیا بھر کی خوشیاں بس جان نکلنے کی دیر ہے کہ سب ختم۔

مراقبہ موت کے فوائد:

موت کو یاد کرنے کے فائدے بیان کر رہا تھا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ موت کو یاد رکھنے والے مسلمان کی زندگی گناہوں کی آلودگی سے پاک رہتی ہے، ذرا سوچئے انسان جو گناہ کرتا ہے، اس میں کن چیزوں کا دخل ہے؟ کون سی چیزیں ہیں، جو اسے گناہ پر ابھارتی ہیں؟ عام طور پر انسان اپنے نفس کی لذت کے لئے گناہ کرتا ہے، مگر یہ بات ہمیں آج تک سمجھ میں نہیں آئی کہ ڈاڑھی منڈانے میں کیا لذت ہے؟ یہ ہمیں تو سمجھ میں نہیں آتی، کسی ڈاڑھی منڈے سے پوچھ لیجئے، عام گناہ تو نفسانی لذت کی خاطر کئے جاتے ہیں، یا مال و دولت اور عزت و اقتدار کی محبت میں انسان گناہ کرتا ہے، یا پھر بیوی بچوں کی خاطر اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے، گناہ کے جتنے اسباب ہیں، موت سب کی جڑ کاٹ دیتی ہے، نفسانی خواہشات و اسباب عزت و اقتدار کا گھمنڈ، بیوی بچے، غرض دنیا کی ہر چیز موت آتے ہی دھری کی دھری رہ جائے گی۔

چو آہنگ رفتن کند جان پاک
چہ بر تخت مردن چہ بر روئے خاک

موت خواہ تخت شاہی پر آئے، یا زمین پر، ایک ہی بات ہے، مگر خاک نشین کی بنسبت تخت پر جان دینے والے کو حسرت ہوگی، جتنی بڑی دولت اور جتنی بڑی سلطنت ہوگی، مرتے وقت اتنی ہی زیادہ حسرت ہوگی، بیچارے کی جان اتنی مشکل سے نکلے گی، لیکن اگر دنیا کی محبت پر اللہ تعالیٰ کی محبت کو غالب رکھے، مال کی آمد و خرچ اللہ کی رضا کے مطابق ہو، اس سے ایک دنیا چھوڑ کر ہزاروں دنیا چھوٹ جائیں، اسے کوئی حسرت نہ ہوگی، بلکہ وہ تو یہ سوچ کر خوشی سے رخصت ہو جائے گا کہ مال و دولت اقتدار اور سلطنت حتی کہ جسم و جان بھی کسی کی امانت تھی، جو اس نے واپس لے لی۔

جو انسان موت کو کثرت سے یاد کرتا ہے، وہ کبھی دنیا میں پریشان نہیں ہوتا، جو موت کو جتنا یاد کرے گا، اسی قدر پریشانیوں سے نجات پائے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص موت کو یاد کر کے اپنی آخرت بنانے میں لگ جائے، اس سے اللہ تعالیٰ خوش رہتے ہیں اور پریشانیوں

سے اس کی حفاظت فرماتے ہیں، یہ شخص اللہ کا محبوب بن جاتا ہے اور کوئی محب بھی اپنے محبوب کو پریشان نہیں کرتا، دنیا اور دنیا کی سب چیزیں فانی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات باقی ہے، موت کو یاد کرنے سے فانی کی محبت دل سے نکل جاتی ہے، فانی سے جس قدر محبت کٹے گی، باقی سے اسی قدر جڑے گی۔

شیخ عطارؒ کا قصہ:

شیخ فرید الدین عطارؒ کا قصہ اکثر بتاتا رہتا ہوں، ان کی ہدایت کا اللہ تعالیٰ نے غیب سے سامان فرمایا کہ ان کی دکان کے سامنے ایک شخص آ کر کہنے لگا، آپ سارا دن ان چپکنے والی چیزوں میں گھرے رہتے ہیں، آپ کی جان کیسے نکلے گی؟ اس کا مطلب سمجھانا چاہتا ہوں، آپ لوگ یہ مطلب سمجھتے ہوں گے کہ چپکنے والی چیزوں سے مراد وہ میٹھی چیزیں ہیں، جو عطار کی دوکان پر ملتی ہیں، جیسے مربہ جات، خمیرے، شربت اور دوسری چاشنی والی چیزیں، یہ تو ظاہری مطلب ہوا، لیکن حقیقی مطلب یہ ہے کہ آپ نے دنیا سے تعلقات ایسے بڑھا رکھے ہیں کہ ایک ایک چیز دل کے ساتھ چپکی ہوئی ہے، بیوی بچوں کی محبت، کاروبار اور دکان کی محبت، پیسے کی محبت، غرض دنیا کی فانی چیزوں کو ایک ایک کر کے دل سے چپکائے بیٹھے ہیں اور محبوب حقیقی کو بھول چکے ہیں، اتنی چیزوں میں جس کا دل لگا ہوا ہو، مرتے وقت اس کی کیا کیفیت ہوگی؟ اسے تو یہی فکر دامن گیر ہوگی کہ اب میری دولت، میرے کاروبار، میرے بیوی بچوں کا کیا بنے گا؟ سوچئے اس کی جان کتنی تکلیف سے نکلے گی؟ انسان کا فانی چیزوں سے جتنا تعلق گھٹے گا، اللہ تعالیٰ سے اتنا ہی تعلق بڑھے گا اور اللہ سے جتنا تعلق بڑھے گا، جان اتنی ہی آسانی سے نکلے گی، یہ ہے شیخ فرید الدین عطارؒ کے قصے کا مطلب، جب اللہ تعالیٰ سے محبت کا رشتہ جڑ گیا، پھر انسان کیسی ہی پریشانی میں ہو؟ کیسی ہی تکلیف میں ہو؟ اسے تکلیف محسوس نہیں ہوگی، وہ یہ سوچ کر تکلیف میں بھی راحت محسوس کرے گا کہ میرا محبوب میرے ساتھ ہے، محبوب جب ساتھ ہو، تو بڑی سے بڑی تکلیف بھی آسان ہو جاتی ہے، بقول شاعر

ان کے دیکھے سے جو آتی ہے منہ پہ رونق

وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

کہتا ہے ویسے بیمار ہوں، مرا جا رہا ہوں، بڑی سخت تکلیف میں ہوں، مگر جیسے ہی محبوب سامنے آیا، یک دم ساری بیماری اور تکلیف بھول گیا، نبض تیز ہوگئی، خون میں جوش آ گیا اور چہرے پر رونق آ گئی، جو چہرہ تکلیف اور بیماری کی وجہ سے مرجھایا ہوا تھا، محبوب کا دیدار ہوتے ہی کھل اٹھا، محبوب تو اسے بیمار سمجھ کر بیمار پرسی کے لئے آیا تھا، مگر چہرے کی یہ رونق اور تازگی دیکھ کر وہ سمجھا کہ بیمار کا حال اچھا ہے، یہ تو ایک فانی محبوب کی فانی محبت کی تاثیر تھی، سوچئے جسے اللہ تعالیٰ کی ذات عالی سے محبت ہوگئی، اس کے چہرے کی رونق اور دل کی راحت کا کیا حال ہوگا؟

میں دل پر جو اس کا کرم دیکھتا ہوں

تو دل کو بہ ازحام جم دیکھتا ہوں

حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:

دلے دارم جوہر خانہ عشق است تحویلش

کہ دارد زیر گردون میر سامانے کہ من دارم

میں ایسا دل رکھتا ہوں، جس میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا ایک پورا جواہر خانہ ہے، پوری دنیا کو تحدی (چیلنج) کر رہے ہیں کہ میں جیسا دل رکھتا ہوں، ایسا دل دنیا میں کسی کے پاس ہے؟ تو پیش کرے، کون ہے ایسے دل والا؟

کہ دارد زیر گردوں میر سامانے کہ من دارم

آسمان کے نیچے پوری روئے زمین پر، کہیں بھی ایسا دل ہو، تو ہمیں بتاؤ حقیقت یہ ہے کہ جس دل میں اللہ کی محبت سما گئی ہو، اس جیسا دل دنیا میں کہیں نہیں مل سکتا، ایک حدیث قدسی مشہور ہے:

﴿ أَنَا عِنْدَ الْمُنْكَسِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مِنْ أَجْلِيْ ﴾

کشف الخفاء میں ہے: لا اصل له في المرفوع مگر اس کا مضمون صحیح ہے، کہ جن کے دلوں میں انکسار اور شکستگی ہے، ہماری محبت نے جنہیں توڑ پھوڑ کر فناء کر دیا ہے، میں ان کے دلوں میں بستا ہوں، سو جس دل میں اللہ کی ذات بستی ہو، اس جیسا دل کوئی کہاں سے لائے؟

محبوب سے ملاقات:

حافظ شیرازیؒ فرماتے ہیں:

حضوری گرہمی خواہی ازو غافل مشو حافظ
مَتٰی مَا تَلْقَ مَنْ تَهْوٰی دَعِ الدُّنْیَا وَاَمْهِلْهَا

جب محبوب سے ملاقات ہو جائے، تو دنیا کا خیال چھوڑ دو، جس دل میں اللہ کی محبت پیدا ہو گئی، گویا وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ملاقات میں مشغول ہے، لقاء محبوب کے بعد اسے دنیائے فانی کی کیا پرواہ رہے گی؟ کہ وہ تو نشہ محبت سے سرشار رہے گا، اسے اس سے کیا سروکار کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے اور کیا نہیں ہو رہا؟

ساقیا برخیز در دہ جام را
خاک بر سر کن غم ایام را

اے ساقی مجھے شراب محبت کا ایسا پیالہ پلا دے کہ پوری دنیا سے بے خبر اور غافل ہو جاؤں، زمانہ بھر میں کیا ہو رہا ہے اور کیا ہوتا رہا ہے یا آئندہ کیا ہوگا؟ ان سب باتوں پر خاک ڈالوں، ایک جام محبت کے سامنے یہ ساری دنیا ہیچ ہے، یہ ہیں محبت کے کرشمے۔

اس سے زمانے کے وہ حالات مراد ہیں، جن کا دین سے کوئی تعلق نہیں، دین کے تقاضوں کے مطابق زمانہ کے حالات سے باخبر رہنا اور اپنی استطاعت کے مطابق اشاعت دین کی کوشش کرنا فرض ہے۔

محبت کی دھن میں جب انسان مست رہتا ہے، تو اسے تکلیف کا احساس ہی نہیں ہوتا۔

دنیا سے جب ہو رخصت یا رب غلام تیرا
دل میں ہو دھیان تیرا لب پر ہو نام تیرا

جس نے زندگی میں اس کی مشق کر لی کہ دل و دماغ میں ہر وقت محبوب کا دھیان رہے، زبان پر اسی کا نام رہے، تو ایسے شخص کی ان شاء اللہ تعالیٰ مرتے دم بھی یہی کیفیت ہوگی کہ وہ تو اسی دھن میں ہوگا، اسے تکلیف کہاں ہوگی۔

قرآن مجید میں ہے کہ اللہ کے بندوں کی روح اتنی آسانی سے نکلتی ہے، جیسے بھرے ہوئے مشکیزے کی ڈوری کھول دی جائے۔(۷۹۔۲)

امام محمدؒ کو وصال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا، پوچھا موت کی تکلیف، آپ کو کیسی محسوس ہوئی؟ آپ نے فرمایا مجھے تو پتا ہی نہیں، موت کب آئی؟ کیسے آئی؟ کسی مسئلے پر غور کر رہا تھا، اسی سوچ اور استغراق میں روح پرواز کرگئی، جب ذرا ہوش آیا، تو دیکھا دوسرے عالم میں پہنچا ہوا ہوں، جاتے جاتے بھی دین کا مسئلہ سوچ رہے تھے۔

میں اپنی تسکین کے لئے ایک نسخہ استعمال کرتا ہوں، کبھی شوق پرواز بہت غالب آتا ہے اور دل میں خیال آتا ہے کہ کب تک پڑے رہیں گے، اس مسافر خانے میں، کسی نے خط میں لکھا

عمر بھر میں دو ہی گھڑیاں مجھ پہ گزری ہیں کٹھن
اک ترے آنے سے پہلے، اک ترے جانے کے بعد

میں نے اس پر خط کھینچ کر لکھا کہ میرے حال کے مطابق دوسرا مصرع یوں ہونا چاہئے۔

عمر بھر میں دو ہی گھڑیاں مجھ پہ گزری ہیں کٹھن
اک وہاں جانے سے پہلے اک یہاں آنے کے بعد

شوق وطن ستانے لگتا ہے، تو یہ سوچ کر دل کو تسلی دیتا ہوں، کہ الحمد للہ ایک طرح سے یہاں بھی جنت میں ہیں، بس جب وقت آئے گا، تو محبوب کا حکم ہوگا کہ اس کونے سے اٹھ کر اس کونے میں چلے جاؤ، اس سے کچھ تسکین ہو جاتی ہے۔

فنا کیسی بقا کیسی جب ان کے آشنا ٹھہرے
کبھی اس گھر میں آٹھہرے کبھی اس گھر میں جا ٹھہرے

جو اللہ کی رضا جوئی میں مشغول ہو، اس کے لئے پریشانی کہیں نہیں، وہ یہاں بھی جنت میں ہے، دل اگر اللہ کی محبت میں سرشار ہو، تو دنیا میں بھی لذت وفرحت اور رحمتوں کی بارش ہے اور آخرت میں بھی، بات یہ ہو رہی تھی کہ جس نے فانی کو نظر انداز کر دیا اور ایک باقی کے ساتھ محبت کا رشتہ جوڑ لیا، اس کے لئے کوئی غم نہیں، کوئی پریشانی نہیں، وہ تو ہر وقت یہی محسوس کرتا ہے کہ میرا محبوب میرے ساتھ ہے، اسے تکلیف کا احساس بھی نہیں ہوتا، اگر وہ کسی بڑی تکلیف یا

پریشانی سے دوچار ہو، اور اسے تکلیف کا احساس ستانے لگے، تو وہ یہ سوچ کر مطمئن، بلکہ مسرور رہتا ہے کہ اسی میں میرا فائدہ ہے، میری سوچ ناقص ہے، مجھے اپنے نفع ونقصان کا صحیح علم نہیں، اللہ تعالیٰ کو میرے نفع ونقصان کی خبر ہے اور اس کو میرے ساتھ محبت کاملہ ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں بازار گیا، تو دیکھا کہ ایک لونڈی فروخت کی جارہی ہے، دیکھنے میں بیمار معلوم ہوتی تھی، مجھے اس پر ترس آیا اور ثواب کی خاطر خرید کر اپنے گھر لے آیا، رات ہوئی، تو اس نے آرام کرنے کی بجائے وضوء کر کے نماز شروع کردی، نماز پڑھتی جاتی اور روتی جاتی، وہ عبادت میں مشغول رہی، مجھے نیند آگئی، وہ تو سمجھے تھے کہ بیمار ہے، مگر اسے کوئی جسمانی بیماری نہ تھی، درددل میں مبتلا تھی، جس نے اسے نڈھال کردیا تھا۔

اہل اللہ کے حالات:

اہل محبت کے حالات مختلف ہوتے ہیں، کوئی عشق کی آگ میں جل جل کر نڈھال ہے اور کوئی سرور عشق میں خوشحال ہے، کوئی سرور عشق میں ہنس رہا ہے اور کوئی غم عشق میں رو رہا ہے، ہر ایک اپنے حال میں مگن، کسی کو ہنسنے سے کام، کسی کو رونے سے کام۔

ایک بار میں نے دعاء کی کہ یا اللہ روتے روتے تو زمانہ گزر گیا ہے۔

مدت ہوئی روتے نہیں تھمتے مرے آنسو
شاید کہ در آیا کوئی دریا مرے دل میں

اب کچھ زمانہ سرور کا بھی عطا فرما، تاکہ تیرے دین کی خدمات کے لئے قویٰ زیادہ مدت تک کام دیں، جب سے کیفیت بدل گئی، اب طبیعت ہشاش بشاش اور بہت خوش رہتی ہے۔

بگوش گل چہ سخن گفتہ کہ خندان است
بعندلیب چہ فرمادہ کہ نالان است

اے میرے محبوب! تو نے پھول کے کان میں کیا کہہ دیا، وہ ہنستا ہی چلا جارہا ہے اور بلبل سے کیا کہہ دیا، روتا ہی چلا جارہا ہے، بلبل پر ہردم گریہ طاری ہے اور پھول پر ہنسی۔

حضرت حکیم الامتؒ کے دو خلیفے تھے، ایک کا تو وصال ہوگیا، دوسرے زندہ ہیں، پہلے

بزرگ مولانا حبیب اللہ صاحبؒ تھے، ان کا لقب حضرت حکیم الامتؒ نے ضحاک رکھا تھا، ضحاک کے معنی بہت ہنسنے والا، ہر وقت خوب قہقہے لگا لگا کر ہنستے رہتے تھے، ناواقف سمجھتے تھے کہ پاگل ہے، جب بھی دیکھو قہقہے لگا رہے ہیں۔ دوسرے بزرگ مولانا فقیر محمد صاحب جواب بھی زندہ ہیں، ان کا لقب حضرتؒ نے بکاء رکھا تھا، بکاء کے معنی بہت رونے والا، ان پر ہر وقت گریہ طاری رہتا ہے، جب دیکھو سسکیاں بھر بھر کر اور بسا اوقات زور زور سے چلا چلا کر رو رہے ہیں، ناواقف سمجھتے کہ مکار صوفی ہے، کوئی سرور عشق میں ہر دم ہنس رہا ہے، کوئی غم عشق میں ہر وقت رو رہا ہے، مالک کی مرضی بندے کو جس حال میں رکھے۔

وہ باندی بھی غم عشق میں نڈھال ہو رہی تھی، بزرگ نے تو بیمار سمجھ کر خرید لیا تھا، مگر اس کی یہ قوت و ہمت دیکھ کر حیران رہ گئے کہ نماز ختم ہی نہیں کرتی، محبوب کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی ہے اور تھکنے کا نام ہی نہیں لیتی۔

ان کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پہ رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

پھر بہت دیر کے بعد دعاء میں مشغول ہوئی، تو دعا کیا کرتی ہے کہ یا اللہ تجھے جو میرے ساتھ محبت ہے، اس محبت کا واسطہ دیتی ہوں کہ میرے حال پر رحم فرما، بزرگ نے اس پر ٹوکا کہ یوں مت کہو، یہ ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی ہے، ہاں یوں کہو کہ یا اللہ مجھے جو تیرے ساتھ محبت ہے، اس محبت کا واسطہ دیتی ہوں، اپنی محبت کا واسطہ دو، یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اللہ کو تمہارے ساتھ محبت ہے، وہ بولی اگر میرے محبوب کو میرے ساتھ محبت نہ ہوتی، تو یہ معاملہ نہ فرماتے کہ تمہیں بستر پر لٹا دیا اور مجھے اپنے سامنے کھڑا کر دیا، پھر یہ اشعار پڑھے۔

اَلْکَرْبُ مُجْتَمِعٌ وَالصَّبْرُ مُتَفَرِّقٌ
وَالْقَلْبُ مُحْتَرِقٌ وَالدَّمْعُ مُسْتَبِقٌ
کَیْفَ الْقَرَارُ عَلٰی مَنْ لَا قَرَارَ لَہٗ
مِمَّا جَنَاہُ الْھَوٰی وَالشَّوْقُ وَالْقَلَقُ
یَا رَبِّ اِنْ کَانَ شَیْئٌ فِیْہِ لِیْ فَرَجٌ
فَامْنُنْ عَلَیَّ بِہٖ مَا دَامَ بِیْ رَمَقٌ

مطلب یہ ہے کہ درد جمع ہو رہا ہے، اور صبر چھوٹ رہا ہے، آنسو بے اختیار بہہ رہے ہیں اور دل جلا جارہا ہے، جس کو عشق نے بیمار کر دیا ہو، اس کو قرار کیسے آسکتا ہے، پھر کہا میرے اور محبوب کے درمیان محبت کا معاملہ آج تک تو راز میں تھا، مگر آج یہ راز فاش ہو گیا، یا اللہ اب میں دنیا میں رہنا نہیں چاہتی یہ کہہ کر گر پڑی اور ساتھ ہی انتقال ہو گیا، اللہ تعالی ہم لوگوں کو بھی درد محبت کا ایک ذرہ عطا فرمادیں۔

سوختہ دل انسان کو مصیبت اور پریشانی کے وقت یہ سوچنا چاہئے کہ اللہ تعالی کو میرے ساتھ دشمنی نہیں، بلکہ محبت ہے، مجھ پر جو حالات گزر رہے ہیں، ان کا بھی اللہ تعالی کو علم ہے، وہ میرے حالات بدلنے پر پوری طرح قادر ہیں، پھر بھی بدل نہیں رہے، تو اس میں میرا ہی نفع ہے، ورنہ کیا وجہ ہے کہ انہیں علم کامل ہے، قدرت کاملہ ہے، محبت بھی کاملہ ہے، پھر بھی حالات نہیں بدل رہے؟ یقیناً میرا ہی فائدہ ہے، اللہ تعالی کو تو بندوں سے محبت ہے ہی، لیکن کسی نے گناہ کر کے اس رشتہ محبت کو توڑ ڈالا، تو مایوس ہونے کی بجائے فوراً توبہ کر کے اس رشتہ محبت کو جوڑ لیں، ایک انسان کا دوسرے انسان سے رشتہ محبت ٹوٹ جائے، تو دوبارہ نہیں جڑتا یا جڑتا ہے تو بڑی مشکلوں سے، لیکن اللہ تعالی کی رحمت دیکھئے کہ بندہ اگر نافرمانی کر کے، بغاوت اختیار کر کے، اس رشتہ محبت کو توڑ دے، تو بھی اس کا کچھ نہیں گیا، توبہ واستغفار کر کے پھر سے جوڑ سکتا ہے، بلکہ پہلے سے بھی زیادہ مستحکم اور مضبوط کر سکتا ہے۔

مراقبہ موت کے مزید فوائد

مراقبہ کا پہلا فائدہ:

بیان چل رہا ہے کی موت کو یاد کرنے میں کیا کیا فوائد ہیں، ان میں سے ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ جب انسان اپنی موت کو سوچے گا کہ مجھے ایک دن مرنا ہے، اللہ تعالی کے سامنے پیش ہونا ہے اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے، تو دین و دنیا کا ہر کام سوچ سمجھ کر کرے گا، بالخصوص دین کا کام اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے مطابق کرے گا، اس میں اپنی خواہش اور عقل کو دخیل نہیں بنائے گا، سوچے گا کہ جب مقصد زندگی اللہ کی رضا ہے، تو راضی صرف اسی

طریقے سے ہوگا، جو خود اس نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا، دین کے احکام کی جو صورت و کیفیت اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دی، اسی کے مطابق وہ انہیں پورا کرے گا، سوچے گا، مجھے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے، کل قیامت کے روز کسی عمل کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے پوچھ لیا کہ ہم نے تو یہ حکم نہیں دیا تھا، تم نے کہاں سے نکال لیا؟ تو میرے پاس کیا جواب ہوگا، غرض یہ کہ جس حد تک انسان موت کا مراقبہ کرے گا، بدعات و رسوم سے بچا رہے گا، بدعت دراصل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ ہے، بدعتی اللہ تعالیٰ کی حکومت کے مقابلے میں اپنی متوازی حکومت قائم کرتا ہے۔

مراقبہ کا دوسرا فائدہ:

مراقبہ موت کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ مسلمان جتنا موت کو سوچے گا، اتنا ہی گناہوں سے بچا رہے گا، کیوں کہ ہر گناہ کے وقت یہ خیال آئے گا، کہ مجھے مرنا ہے، قبر میں جانا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے، وہاں ان گناہوں کا کیا جواب دوں گا؟ تھوڑی سی نفسانی لذت کی خاطر جہنم کا ایندھن بن جاؤں، یہ کتنی بڑی حماقت ہوگی، اس کو سوچنے سے گناہ چھوڑنے کی ہمت پیدا ہو جائے گی، بہت سے گناہ اور بدعات انسان اس لئے کرتا ہے کہ کہیں احباب و اقارب ناراض نہ ہو جائیں، ان کی خاطر گناہ کرتا ہے، لیکن جب سوچے گا کہ کل اس گناہ کی پاداش میں جہنم جانا پڑا، تو یہ احباب و اقارب وہاں کیا کام آئیں گے؟ جب سوچے گا، ہمت بلند ہوگی، یاد رکھئے، یہ تعلقات اور رشتہ داریاں دنیا کی حد تک ہیں، قیامت میں یہ لوگ کچھ کام نہ آئیں گے، جہنم میں جانے والے لوگ بھی یہی عذر تراشیں گے کہ ہمیں شیطان نے بہکایا تھا، تو وہ جواب دے گا کہ میں نے کان پکڑ کر کسی سے زبردستی گناہ نہیں کروائے تھے، میں تو صرف گناہوں کی ترغیب دیتا تھا، گناہ تو سب لوگ اپنے اختیار سے کرتے تھے، لہذا آج مجھے ملامت نہ کرو، اپنے آپ کو ملامت کرو، میری کوئی حکومت و سلطنت تو نہ تھی کہ تمہیں مجبور کرتا، اب رونے پیٹنے سے کوئی فائدہ نہیں، ہم تم جہنم میں اکٹھے رہیں گے، جو لوگ حکام کے خوف سے یا احباب و اقارب کی مروت میں آکر آج گناہوں

میں مبتلا ہیں، وہ اس کو سوچیں اور بار بار سوچیں کہ کل اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں یہ لوگ کیا کام دیں گے؟ موت کو یاد کرنے سے ہمت بلند ہوگی اور انسان یہ سوچنے پر مجبور ہوگا کہ جن لوگوں کا خوف سوار ہے یا جن لوگوں کو راضی کرنے کی فکر ہے، یہ سب فانی ہیں، یہ راضی رہیں یا ناراض ہوں، کوئی فرق نہیں پڑتا، راضی تو اس ذات کو کرنا ہے، جو باقی ہے۔

مراقبہ کا تیسرا فائدہ:

مراقبہ موت کا تیسرا فائدہ یہ ہے کہ یہ حب مال اور حب جاہ کا مجرب علاج ہے، یوں جاہ اور مال تو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں اور نعمت کوئی بھی بری نہیں ہوتی، اصل برائی جاہ اور مال کی ہوس میں ہے، ہوس کا مطلب یہ ہے کہ کمانے کی حرص میں شریعت کی حدود سے تجاوز کر جائے، مال کمانے میں حرام وحلال کی تمیز اٹھا دے اور مال میں شریعت نے جو حقوق عائد کئے ہیں، ان کو ضائع کر دے، زکوۃ صدقۃ الفطر اور قربانی وغیرہ ادا نہ کرے، یا بیوی بچوں کا نفقہ ادا نہ کرے، یا یہ کماتا تو حلال طریقے سے ہے، حقوق مالیہ بھی اداء کرتا ہے، مگر مال کی محبت میں گرفتار ہے، ہر وقت یہی فکر سوار ہے کہ کہیں سے روپیہ آجائے۔

رات بھر وہ بیدار رہ کر یہی وظیفہ پڑھ رہا ہے کہ پیسہ کہیں سے آجائے، کہیں سے آجائے، پندرھویں شعبان اور شب قدر میں بھی یہی دعاء اور یہی وظیفہ دماغ پر پیسہ مسلط ہے، تفریح کے لئے کہیں جائیں، وہاں بھی یہی خیال، ان لوگوں کی تفریح کیا خاک ہوتی ہے۔

ایک شخص نے بتایا کہ سالہا سال سے ان کا معمول ہے کہ صبح اٹھ کر نہاتے ہیں، تفریح اور ورزش کرتے ہیں اور اس کے بعد بھی نہاتے ہیں، لیکن پھر بھی بیمار ہیں، جو لوگ حب مال کے مریض ہیں، ان مریضوں کو کسی کو کسی چیز سے فائدہ نہیں ہوتا، مقوی سے مقوی غذائیں کھالیں ورزش کریں، تفریح کریں، کچھ بھی کرلیں، ان پر کوئی اثر نہ ہوگا، یہ مریض کے مریض ہی رہیں گے۔

تفریح کا مطلب تو یہ ہے کہ تفکرات اور دنیوی جھمیلوں سے اپنے آپ کو فارغ کر کے قدرتی مناظر کو دیکھے، اس سے صحت پر بھی اچھا اثر پڑے گا اور اللہ کی معرفت بھی حاصل ہوگی۔

جن کو اللہ تعالیٰ بصیرت کی آنکھ عطاء فرماتے ہیں، انہیں ایک ایک پتی میں اللہ کی قدرت کے

دفتر نظر آتے ہیں۔الحمد للہ۔میرا ایک رمضان بھی اسی مزے سے گزرا، باغ قریب ہی تھا، عصر کے بعد نکل جاتا اور باغ میں اکیلے بیٹھ کسی درخت کی کسی ایک پتی کو دیکھنا شروع کر دیتا، اللہ تعالی کی قدرت اور صنعت گری میں غور کرتا کہ اس نے کس طرح اسے بنایا؟ پھر کہاں کہاں سے خوراک پہنچائی؟ اس کی ابتداء یہاں سے ہوئی اور انتہاء کہاں ہوگی؟ دیر تک اللہ تعالی کی قدرت کو سوچتا رہتا، تفریح کا مقصد تو یہ ہونا چاہئے کہ اللہ تعالی کی قدرت کو سوچیں اور اس سے محبت بڑھائیں، مگر لوگ وہاں جا کر بھی واہی تباہی بکتے رہتے ہیں، جن پر اللہ تعالی کا کرم ہے، وہ جہاں بھی بیٹھتے ہیں، محبوب کا ذکر چھیڑ دیتے ہیں۔

گلستان میں جاکر ہر اک گل کو دیکھا
تری ہی سی رنگت تری ہی سی بو ہے

اصل شعر تو یوں تھا:

گلستان میں جاکر ہر اک گل کو دیکھا
نہ تری سی رنگت نہ تری سی بو ہے

لیکن حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا، یہ شاعر عارف نہیں تھا، عارف ہوتا، تو یوں کہتا

گلستان میں جاکر ہر اک گل کو دیکھا
تری ہی سی رنگت تری ہی سی بو ہے

اے محبوب ہمیں تو ایک ایک پتی میں تیرا ہی جلوہ نظر آرہا ہے، ہر پھول میں تیری ہی رنگت اور تیری ہی بو ہے۔

پیر ما سر عالم مستی با دل ہوشیار می گوید
مرغ دستان سرائے روضہ راز صحدم زار زاری گوید
کہ بچشمان دل مبین جز دوست
ہر چہ بینی بدانکہ مظہر اوست

اگر اللہ تعالی کی معرفت نصیب ہو جائے، تو ہر چیز میں ان کا جلوہ نظر آئے گا، حضرت جامیؒ نے فرمایا

حقا کہ در جان فگار وچشم بیدارم توئی
ہرچہ پیدا می شود از دور پندارم توئی

میرے محبوب میرے دل میں، میری جان میں، تو ہی بسا ہوا ہے اور میری آنکھ میں بھی تو ہی سمایا ہوا ہے، دل و جان میں اور آنکھ میں تو ایسا بس گیا ہے کہ ہر چیز میں تیرا ہی جلوہ نظر آتا ہے، ہر جگہ تو ہی تو ہے، اس کی مثال یوں سمجھیں کہ کسی کا بیٹا کہیں باہر چلا گیا، شام کے وقت اس کی واپسی تھی، مگر وہ نہ آیا، رات ہوگئی، دیر ہوتی جارہی ہے، والدین پریشان بیٹھے ہیں کہ بیٹا کیوں نہیں آیا؟ باہر سے کہیں سے ذرا سی آہٹ محسوس ہو، تو چونک اٹھیں گے کہ بیٹا آگیا، اشتیاق اور انتظار کی حالت میں انسان کی عجیب کیفیت ہوتی ہے، جب ایک انسان کی محبت اس قدر بے چین کردیتی ہے، تو اللہ کی محبت ایسا کرشمہ کیوں نہیں دکھا سکتی؟

درس عبرت...... اہل اللہ کی محبت کا حال:

ایک شخص آواز لگا کر سنگترے بیچ رہا تھا، اچھے سنگترے، اچھے سنگترے، ایک بزرگ کے کان میں پڑی بے ہوش ہو گئے، کچھ دیر کے بعد ہوش میں آئے، تو پوچھا گیا کہ کیا ہو گیا تھا؟ فرمایا اچھے سنگ ترے، یہ معرفت کی بات سن کر بے خود ہو گیا، سنگ کے معنی ساتھی یعنی اچھے ساتھی کے ساتھ تیر گئے، جس نے اچھے ساتھیوں کا ہاتھ پکڑا، اس کا بیڑا پار ہو گیا، وہ اپنے سنگترے بیچ رہا ہے اور یہ اپنے خیال اور تصور میں مگن ہیں۔

جنید بغدادیؒ کے پاس ایک خاتون مسئلہ پوچھنے آئیں کہ میرا شوہر دوسری شادی کرنا چاہتے ہے، جائز ہے یا نہیں؟ انہوں نے فرمایا جائز ہے، شریعت نے تو چار تک اجازت دی ہے، بشرطیکہ ان میں عدل قائم رکھ سکو، خاتون کہنے لگی، میں بہت خوبصورت ہوں، میرے ظاہر و باطن میں کوئی عیب نہیں، پھر بھی وہ دوسری شادی کرنے پر مصر ہے، حضرت جنید بغدادیؒ کیسے ناجائز کہتے؟ مسئلہ تو بہر حال یہی ہے کہ بیوی کیسی ہی حسین ہو، دوسری شادی جائز ہے، پھر اس نے کہا اگر شریعت میں پردہ کا حکم نہ ہوتا، تو میں نقاب اٹھا کر دکھا دیتی، کہ میں کس قدر حسین ہوں، مجھ جیسی حسین جس کے گھر میں ہو، اسے کسی غیر کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی کیا ضرورت؟ آپ فیصلہ کریں، یہ سن کر حضرت جنید بغدادی بے ہوش ہو گئے، وہ عورت تو ڈر کے مارے بھاگ گئی،

تھوڑی دیر کے بعد جب ہوش میں آئے، تو خدام نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ جاننے والے لوگ ان کی بے ہوشی سے پریشان نہیں ہوتے تھے، کیونکہ ان کے سامنے یہ معمول کی بات تھی۔

بھلا وہ دل پڑیں جس دل پہ دورے دردِ الفت کے
سکوں کس طرح سے آئے اسے کیسے قرار آئے

یہاں یہ حالت رہتی ہے کہ اچھے سنگترے سن لیا، تو بے ہوش ہو گئے، اگر نقاب الٹ دوں کا جملہ سن لیا، تو بے ہوش ہو گئے، بزرگوں کا یہ حال دیکھ کر لوگ طبیبوں اور ڈاکٹروں کے طرف نہیں بھاگتے تھے، صرف بے ہوشی کی وجہ پوچھ لیتے تھے، وہ بھی اپنی فائدے کے لئے کہ ہمیں بھی سبق مل جائے۔

حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ جب خاتون نے یہ کہا کہ اگر شریعت میں پردے کا حکم نہ ہوتا تو میں نقاب اٹھا کر دکھا دیتی کہ مجھ جیسی حسین جس کے گھر میں ہو، اسے غیر کی طرف نگاہ اٹھانے کی کیا حاجت؟ یہ سن کر وہ حدیث میرے ذہن میں آ گئی کہ اللہ تعالی اپنے فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ تم نے بندوں کو کس حال میں چھوڑا ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ اس حال میں چھوڑ آئے ہیں کہ تیری پاکی بیان کر رہے تھے اور تیری بڑائی بیان کر رہے تھے اور تیری تعریف کر رہے تھے پھر پوچھتے ہیں کہ انہوں مجھے دیکھا ہے، فرشتے کہتے ہیں، نہیں، اس پر اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ جب بن دیکھے ان کی محبت کا یہ عالم ہے، تو اگر مجھے دیکھ لیں، تو کیا حال ہو؟ (متفق علیہ)

اس پر مجھے وہی بات یاد آ گئی کہ میرے اللہ کا حسن اور اس کا جمال دیکھ لیں، تو بندوں کا کیا حال ہو، ان حضرات کا حال بھی وہی ہے، جو حضرت جامیؒ فرماتے ہیں کہ میری جان میں بھی تو ہی بسا ہوا ہے، میری آنکھ میں بھی تو سمایا ہوا ہے اور جس چیز پر نظر پڑتی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ بس تو ہی تو ہے۔

مال کی ہوس:

میں بتا رہا تھا کہ مال کی ہوس مذموم ہے، جو شخص کمانے میں حرام اور مشتبہ مال سے پرہیز کرتا ہے، اہل حقوق کے حقوق بھی ادا کرتا ہے، لیکن دنیا کمانے میں خرکار کا گدھا بنا ہوا ہے، دن رات روپیہ کمانے میں سرگرداں ہے، تو یہ بھی بدترین ہوس ہے، اگر ان تینوں باتوں سے پاک ہے اور

یہ سمجھ کر کماتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور کمانے میں اعتدال سے کام لیتا ہے، اپنے آرام وراحت کا خیال رکھتا ہے، اپنے نفس کے حقوق اداء کرتا ہے، اپنے وقت کا بھی خیال رکھتا ہے، بیوی بچوں کی بھی رعایت کرتا ہے، تو یہ ہوس نہیں، ایسا مال اللہ کی رحمت ہے، حلال طریقے سے کمائے اور نظر اللہ تعالیٰ پر رکھے کہ رزق کی کنجیاں اللہ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔

اس کے باوجود تحصیل رزق کے لئے یہ محنت اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ان کا حکم ہے، صرف تعمیل حکم میں یہ محنت کر رہے ہیں، ایسا مال اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، دنیا نہیں، بلکہ دین ہے، مگر ایسے مسلمان کہیں خال خال ملتے ہیں۔

اکثر کی حالت تو یہ ہے کہ مال کی ہوس میں نہ اپنی جان کی پروانہ، اپنے وقت کا خیال، چوبیس گھنٹے ایک ہی دھن ہے، سودا سلف لاتا ہو، تو بیوی لائے، مسئلہ پوچھنا ہو تو بھی بیویاں پوچھتی ہیں، شوہر صاحب کو مال کمانے سے فرصت ہی نہیں، یہ تفصیل تو مال سے متعلق ہے۔

عزت ومنصب:

عزت ومنصب تو ہے وہبی چیز، اگر کوئی ان کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، تو یہ ہوس ہے، مال ودولت کمانے میں تو کسی حد تک انسان کی کوشش کا بھی دخل ہے، مگر عزت ومنصب کی تحصیل میں کوشش کا کوئی دخل نہیں، یہ منجانب اللہ عطا ہوتی ہے، آپ کہیں گے کہ یہ صدر اور وزیر اعظم، تو بڑی عزت میں ہیں، یہ عزت نہیں، عزت کا دھوکا ہے، کوئی سائل اور گداگر تو دو چار لوگوں سے بھیک مانگتا ہے، مگر یہ تو پورے ملک کے آگے بھیک مانگتے ہیں، پھر دنیا کی گالیاں بھی ان کے سر پر، یہ عزت یا ذلت؟ عزت صدارت یا وزارت میں نہیں، بلکہ یہ خالص اللہ تعالیٰ کی دین ہے، جسے چاہے عطا کرے، وہ کسے عطاء کرتا ہے؟ سنئے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا﴾

(۱۹_۹۶)

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے، اللہ تعالیٰ ان کے لئے محبت پیدا کردے گا...... عزت کا مدار دو چیزیں ہیں، ایمان اور اعمال صالحہ، مسلمان بن کر اللہ کی نافرمانی چھوڑ دیں، تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں از خود محبت پیدا فرمادیں گے، یہ اللہ کا وعدہ ہے، اس

طریقے سے اگر آپ نے عزت حاصل کی، تو وہ حقیقی عزت ہے، اس کے سوا عزت حاصل کرنے کا دنیا میں کوئی طریقہ نہیں۔

بزرگوں پر ستم:

کل کے بیان میں بتایا تھا کہ کسی بزرگ کے مرنے پر اس کی نالائق اولاد، اس کے نالائق مرید اور نالائق شاگرد اس پر کیا کیا ظلم ڈھاتے ہیں، رسم رونمائی کی خاطر گھنٹوں گھنٹوں میت کو روکے رکھتے ہیں، اس کی تصویریں لی جاتی ہے، تصویروں کے لئے خود فوٹوگرافروں کو دعوت دیتے ہیں، یہ ظلم دیکھ دیکھ کر میں دعا کیا کرتا ہوں:

یا اللہ میرے مرنے کے بعد ایسی نالائق اولاد، ایسے نالائق مریدوں اور نالائق شاگردوں سے میری حفاظت فرما، ان سب کو اپنی رحمت کے لائق بنادے اگر کوئی بدنصیب ہی رہ گیا، تو پھر یا اللہ میری اس سے حفاظت فرما۔

یہ بھی سمجھ لیجئے کہ نالائق مرید اور نالائق شاگرد کون ہوتے ہیں؟ جو مرنے کے بعد بزرگوں پر ظلم کرتے ہیں، ان کی میت صرف مجمع بڑھانے کے لئے روکے رکھتے ہیں، فلاں صاحب پہنچ جائیں، فلاں بھی آجائیں اور فلاں بھی، پھر اس دوران تصویریں لی جاتی ہیں، اس کے علاوہ بھی بدعات ورسوم اور طرح طرح کی خرافات کا ارتکاب ہوتا ہے، یہ ہیں بزرگوں کے ناداں دوست، ان کی نالائق اولاد اور نالائق مرید اور نالائق شاگرد انتہائی درجے کے نالائق اور نااہل اللہ تعالی ایسے نالائقوں سے اپنی حفاظت میں رکھیں، آپ لوگ بھی اگر وصیت کردیں کہ ہمارے مرنے کے بعد ہم پر یہ ظلم نہ کیا جائے، بلکہ سارے کام سنت کے مطابق کئے جائیں، تو مجھے اطمینان ہو جائے کہ میرے متعلقین لائق ہیں۔

موت بڑا واعظ ہے:

اس بارے میں ایک ضعیف حدیث ہے: ﴿ كَفٰى بِالْمَوْتِ وَاعِظًا ﴾

یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے، مگر فکر آخرت پیدا کرنے کے لئے موت کی یاد کا نسخہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

موت کو یاد کرتے رہنا، نصیحت کے لئے کافی ہے، آپ ہزاروں وعظ ونصیحت کی کتابیں پڑھ لیں، ان سے اتنا فائدہ نہیں ہوگا، جتنا کہ موت کو ایک بار یاد کرنے سے ہوگا، موت بہت بڑا واعظ ہے، یہ بڑی ہی نصیحت کرنے والی چیز ہے، اس میں آخرت کا فائدہ تو ہے ہی، دنیا کا بھی بڑا فائدہ ہے، آخرت کا تو ظاہر ہے کہ انسان موت کی یاد کر کے آخرت کی کوشش میں لگ جائے گا، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ کر اس کو راضی کرنے کی فکر میں لگ جائے گا، نیک عمل کرے گا کہ قبر کے عذاب اور آخرت کی رسوائی سے بچ جائے گا، حساب وکتاب کا مرحلہ آسانی سے طے ہو جائے، جہنم کے عذاب سے چھٹکارا حاصل ہو اور جنت کی دائمی نعمتوں سے مالا مال ہو جائے، انسان جس حد تک اپنی موت کو یاد کرے گا، اس کی ہمت بلند ہوگی، نیک اعمال کی توفیق بڑھے گی اور آخرت سدھر جائے گی۔

اس کی مثال یوں سمجھ لیں کہ ایک شخص مال کمانے کے لئے وطن سے دور کہیں سفر پر نکلا ہوا ہے، وہ اس بات کو کہ یہاں پردیس میں کچھ کمانے کے لئے آیا ہوں، جتنا سوچے گا اور دل میں اس کا جتنا استحضار رکھے گا، اتنا ہی زیادہ کمائے گا اور اگر سفر کی بھول بھلیوں میں پڑ کر مقصد سفر کو بھول گیا اور پردیس میں دل لگا کر بیٹھ گیا، وہیں اپنی کمائی اڑانا شروع کر دی، تو وہ خود سوچے کہ اپنے وطن کس منہ سے جائے گا؟ اور کیا کما کر لے جائے گا؟

دنیا بھی ایک مسافر خانہ ہے، ہمیں اس میں اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے کہ وطن کی تیاری کر لیں، اس چند روزہ سفر میں محنت کر کے آخرت کی دائمی زندگی سنوار لیں۔

دنیا میں رہتے ہوئے جو شخص موت کو یاد رکھے گا، وہ کبھی غفلت کا شکار نہیں ہوگا، وطن کی فکر اس کو دامن گیر رہے گی، قدم قدم پر یہ سوچے گا کہ یہ جو کچھ کر رہا ہے، اس سے اس کے وطن کی زندگی بنے گی یا بگڑے گی؟ بار بار سوچنے سے ہمت بلند ہوگی اور گناہ چھوٹ جائیں گے، اس سے آخرت تو بنے گی ہی، دنیا میں بھی زندگی بہت راحت وسکون سے گزرے گی اور آخر وقت میں جان بہت آسانی سے نکلے گی، جیسے ایک کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں جا ٹھہرے۔

فنا کیسی بقا کیسی جب ان کے آشنا ٹھہرے
کبھی اس گھر میں آ ٹھہرے کبھی اس گھر میں جا ٹھہرے

اللہ ساتھ ہے تو دنیا بھی جنت ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴾(۲۹۔۶۹)

یقیناً اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے، جو اچھے کام کرنے والے ہیں۔

﴿ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ ھُمْ مُحْسِنُوْنَ ﴾

یقیناً اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہیں، جو گناہوں سے بچتے ہیں اور اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے، جو اچھے کام کرتے ہیں۔

کوئی مر جائے، تو جو لوگ کہتے ہیں، اسے اللہ تعالیٰ نے بلا لیا، مگر اللہ تعالیٰ یہ فرما رہے ہیں کہ جو لوگ نیک ہیں، ہماری نافرمانی سے دور رہتے ہیں، اگر کبھی گناہ ہو جائے، تو فوراً توبہ و استغفار میں لگ جاتے ہیں، ایسے بندوں کو بلانا کیا؟ ہم تو دنیا میں بھی ان کے ساتھ ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو، تو پھر انسان کہیں بھی ہو، کسی حال میں بھی ہو، جنت میں ہے۔

ہر کجا یوسف رخے باشد چون ماہ
جنت است آن گرچہ باشد قعر چاہ

کوئی گہرے کنویں میں گرا ہوا ہو، مگر محبوب ساتھ ہو، تو اس کی مسرت کا کیا ہی کہنا! وہ گھبرائے گا نہیں، جس کو اللہ سے محبت ہو، وہ یہ سوچے گا کہ اللہ میرے ساتھ ہے، اس کو کوئی فکر نہیں ہوتی، غم تو اس کے قریب بھی نہیں آتا، دل سرور سے بھرا رہتا ہے، اس کی لذت اس کو محسوس ہوتی ہے۔

میں دن رات جنت میں رہتا ہوں
مرے باغ دل کی وہ گل کاریاں ہیں
میں گو کہنے کو اے ہمدم اسی دنیا میں ہوں لیکن
جہاں رہتا ہوں میں وہ اور ہی ہے سرزمیں میری

مقصود حقیقی:

ایک دعاء ہے: ﴿ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّۃَ ﴾

یا اللہ میں تیری رضا چاہتا ہوں اور جنت چاہتا ہوں۔

معلوم ہوا کہ اصل مقصود رضا ہے، جنت اس کی رضا کی ایک علامت ہے، آخرت میں جس کو جنت مل گئی، یہ اس کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہیں، اس لئے اللہ کے بندے سوچتے ہیں کہ خواہ مخواہ کا انتظار کب تک کریں؟ بیٹھے انتظار کے دن گنتے رہیں، اس سے کیا فائدہ؟ وہاں جا کر اگر کچھ ملنا ہے، تو وہ یہیں حاصل ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی، اگر اس میں شبہ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہے یا نہیں؟ تو اس میں پریشانی کی کونسی بات ہے، اگر حاصل نہیں تو ان کی نافرمانی چھوڑ کر ان سے معافی مانگ کر ایک لمحے میں ان کی رضا حاصل کر سکتے ہیں۔

﴿ اَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْهِ ﴾

بلکہ زبان سے بھی کہنے کی ضرورت نہیں، دل ہی دل میں متوجہ ہو جائے، اس میں بھلا کتنی دیر لگتی ہے؟ جب یہیں وہ دولت حاصل ہے، جو مرنے کے بعد ملنے والی ہے، تو انتظار کس چیز کا؟ جب دنیا ہی میں جنت کی لذت حاصل ہو گئی، تو مرنے کا انتظار کیوں کریں؟ ایسے شخص کی دنیا بھی جنت ہے، آخرت بھی جنت، اس کا مرنا بھی کیا ہے؟ ایک جنت سے دوسری جنت میں منتقل ہونا، بلکہ جنت کے ایک کمرے سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں پہنچنا، ان کے لئے ہر جگہ جنت کی لذت میسر ہے، لیکن یہ سمجھئے کہ آخرت کی دائمی جنت میں سب سے بڑی لذت کیا ہو گی؟ اللہ تعالیٰ کا دیدار، یہ نعمت بھی جنت میں اسی کو نصیب ہو گی، جس کو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جائے، جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا، اسے دل میں بسا لیا، اسے دنیا میں ہی لذت دیدار نصیب ہونے لگتی ہے، ایسے دل پر خاص اللہ تعالیٰ کی تجلی ہوتی ہے۔

حسن خویش از روئے خوباں آشکارا کردہ
پس بچشم عاشقاں خود را تماشا کردہ
پر تو حسنت نہ گنجد در زمین وآسمان
در حریم دل نمی دانم کہ چوں جا کردہ

میرے محبوب تیرے حسن کا پرتو زمین آسمان میں نہیں سماتا، لیکن میں حیران ہوں کہ دل کی کوٹھری میں کیسے سما گیا، ایک حدیث قدسی بیان کی جاتی ہے:

﴿ مَا وَسِعَنِیْ سَمَائِیْ وَلَا اَرْضِیْ بَلْ وَسِعَنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ ﴾

میں زمین وآسمان میں نہیں سمایا، لیکن اپنے مومن بندے کے دل میں سما گیا۔

اگر چہ اس حدیث کے الفاظ کو موضوع کہا گیا ہے، مگر مضمون صحیح ہے۔

جن خوش نصیب لوگوں کو لذت دیدار دنیا میں ہی محسوس ہو جاتی ہیں، اس لذت کے سامنے ان کے لئے دنیا بھر کی دوسری تمام لذتیں ماند پڑ جاتی ہیں، بلکہ ہر لذت اس لذت میں فنا ہو جاتی ہے، دنیا کی کوئی نعمت ان کے سامنے آئے، اسے آئینہ جمال یار سمجھ کر استعمال کرتے ہیں، اس لئے سادہ سے سادہ نعمت میں بھی انہیں وہ لذت آتی ہے، جو دوسرے لوگوں کو قورمے اور مرغن غذاؤں میں بھی نہیں آتی، ان عارفین کے لئے ہر چیز آئینہ جمال یار بن جاتی ہے۔

ہر نعمت میں انہیں منعم کا جلوہ نظر آتا ہے، صرف کھانے اور پینے کی نعمتوں میں ہی نہیں، بلکہ بیوی بچوں میں، دوست احباب میں، ہر چیز میں انہیں اپنے محبوب کا جلوہ نظر آتا ہے۔

نعمت سامنے آتے ہی فوراً ذہن منتقل ہو جاتا ہے کہ یہ نعمت کہاں سے آئی؟ وہ کون سی ذات ہے، جو بلا کسی ادنی استحقاق کے نعمتوں پر نعمتیں بھیج رہی ہے؟ دنیا میں بھی دیکھ لیجئے کہ ایک دوست دوسرے دوست کو ہدیہ بھیجے، تو وہ کتنا خوش ہوتا ہے؟ (ہدیہ عربی لفظ ہے یاء کی تشدید ہے، اس کا تلفظ صحیح کیجئے) ہدیہ لینا دینا دلیل محبت ہے، محبت کے بغیر کوئی ہدیہ دیتا ہے، نہ لیتا ہے، دوست محبت سے ہدیہ پیش کرے، تو انسان بہت خوش ہوتا ہے، سنبھال سنبھال کر اسے رکھتا ہے، اس کی بڑی قدر کرتا ہے، خواہ بے قیمت ہی چیز ہی ہو، دوست سے جتنی محبت ہوگی، اس کے ہدیہ کی بھی اتنی ہی قدر ہوگی، کوئی اجنبی شخص ہدیہ پیش کرے، تو اول تو انسان اسے قبول کرتے جھجکے گا اور اگر قبول کر بھی لے، تو اس کی ایسی قدر نہیں کرے گا، جیسی دوست کے ہدیہ کی قدر کی جاتی ہے، یہ الگ بات ہے کہ کسی کو مہدی کے بجائے ہدیہ ہی سے محبت ہو، مثلاً کوئی حب مال کا مریض ہے، تو اسے جہاں سے بھی کوئی چیز ہاتھ آجائے، خواہ دوست سے آئے یا دشمن سے، جھپٹ لے گا اور اسے چومنے چاٹنے لگے گا، اللہ تعالی کی طرف سے جب بندے کو نعمت عطا کی جاتی ہے، خواہ وہ کیسی ہی ناقص نعمت ہو (ناقص کہتے ہوئے ڈر لگتا ہے اللہ تعالی کی کوئی نعمت ناقص تو ہو ہی نہیں سکتی ہاں دوسری نعمتوں کے مقابلے میں کم درجہ کی ہو سکتی ہے) جس بندے کو اللہ تعالی سے محبت ہوتی ہے، وہ اس نعمت کو ہدیہ محبت سمجھتا ہے، یہ میرے لئے میرے محبوب کا انعام ہے۔

شکر نعمت:

ہر نعمت کے موقع پر انسان کو سوچنا چاہئے کہ اس کا دینے والا کون ہے؟ محبوب ایسا محبوب جس پر محبت کی انتہاء ہے، جس سے بڑھ کر کوئی محبوب نہیں ہو سکتا، اس محبوب حقیقی نے یہ نعمت عطاء کی، پھر کس کو کی؟ ایسے نااہل انسان کو، جو محبت کا جھوٹا مدعی ہے، جو محبت کا کوئی حق اداء نہیں کرتا اور نہ ہی نعمت کا شکر اداء کرتا ہے، حق اداء کرنا تو کسی کے بس کی بات نہیں، بالفرض کوئی ہزار سال تک سر سجدہ میں رکھ کر روتا رہے، گڑگڑاتا رہے، تو بھی حق محبت اداء نہیں کر سکتا، ان کی طرف سے انعام واکرام کی انتہاء، بندے کی طرف سے احسان ناشناسی اور ناشکری کی انتہاء، ایسے ناشکرے کو کہتے ہیں نمک حرام، جو اللہ تعالیٰ کی کسی نعمت کا شکر ادا نہ کرے، جب انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے بارے میں یہ سوچنا شروع کرے، بلا استحقاق یہ نعمتیں کہاں سے آ رہی ہیں؟ تو دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت از خود پیدا ہو جائے گی، شکر نعمت کا جذبہ پیدا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی معرفت میں اضافہ ہوگا، دل کی یہ کیفیت ہوگی۔

میں دل پہ جو ان کا کرم دیکھتا ہوں
تو دل کو بہ از جام جم دیکھتا ہوں

ایک بار مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ کچھ دینی گفتگو فرما رہے تھے، دوران گفتگو ایک شخص نے آکر کہا کہ حضور ریاست رامپور کے نواب صاحب کہتے ہیں، اگر حضور ہماری دعوت قبول فرما لیں، تو ایک لاکھ روپے نذرانہ دیں گے، دیکھئے جس کے پاس دولت زیادہ آجائے، اس کی عقل ماری جاتی ہے، جتنا بڑا مالدار، اتنا بڑا بے وقوف، یہ قاعدہ اکثریہ ہے، کلیہ نہیں، پیسہ تو میرے پاس بھی بہت آتا ہے، لیکن الحمد للہ اس کے فتنے سے محفوظ ہوں، سب کچھ اللہ کی راہ میں نکال دیتا ہوں اور میں دعاء کرتا رہتا ہوں کہ یا اللہ مال بڑھنے سے کہیں عقل کم نہ ہو جائے یا اللہ ایسے مال سے میں پناہ مانگتا ہوں، جس سے عقل جاتی رہے، اب اس مالدار کی بے وقوفی دیکھیں کہ خود حاضری دینے کی بجائے حضرت کو اپنے یہاں بلا رہا ہے کہ تشریف لائیں، تو ایک لاکھ روپے نذرانہ دوں گا، یہ نہیں سوچتا کہ ضرورت تو اسے ہے، اسے ہی حاضر ہونا چاہئے، حضرت کی خدمت میں جا کر استفادہ کرنا چاہئے، مال و دولت کے ساتھ اللہ تعالیٰ جن بندوں کو

عقل سلیم سے بھی نوازتے ہیں، وہ ایسی حرکتیں نہیں کرتے، وہ لوگ اہل اللہ کو اپنے سے زیادہ غنی سمجھتے ہیں، اپنے آپ کو ان کے سامنے حقیر سمجھتے ہیں، ایک تو نواب کی کم عقلی دیکھیں، پھر اس کا قاصد بھی اسی جیسا، قاصد میں عقل ہوتی تو نواب کو اس غلطی سے باز رکھتا کہ آپ کو ضرورت ہے، اس لئے حضرت کو زحمت دینے کی بجائے آپ خود حاضری دیں، لیکن حضرت کو لانے کے لئے قاصد چل پڑا، حضرت کی خدمت میں پہنچ کر نواب کا پیغام پہنچایا، پہنچایا بھی کس وقت؟ جب حضرت دینی گفتگو میں مشغول تھے، دین کی بات کرتے ہوئے درمیان میں کوئی دنیا کا لقمہ دیدے، تو یہ ایسا ہی ہے، جیسے کوئی شخص مزے لے لے کر قورمہ کھا رہا ہو، کوئی درمیان میں قورمہ چھین کر اس کے منہ میں کونین کی گولی ڈال دے، آج کل مسلمان کو تو مال کا نام لینے سے ہی مزا آتا ہے، ہر وقت پیسے کے تصور میں دل بہلاتا رہتا ہے، کہ مال کچھ اور بڑھ گیا اور پیسا کچھ زیادہ جمع ہو گیا تو کارخانہ لگالیں گے، یا ملک سے باہر چلے جائیں گے، یہ کرلیں گے اور وہ کرلیں گے، انہی سوچوں میں مگن رہتا ہے، میں جب سوچتا ہوں کہ مال کے بندوں کو مال کے تصور میں کتنا مزا آتا ہے، تو فوراً اللہ کا نام لیتا ہوں، اللہ ارے اس کو مال کے تصور میں کتنا مزا آتا ہوگا، زیادہ سے زیادہ اتنا آتا ہوگا، جتنا مجھے پاک نام لینے سے آیا، اس سے زیادہ نہیں آسکتا، پھر دل میں ایک بار اشکال ہوا کہ اللہ کے نام میں جیسی لذت ہے، دنیا کے تصور میں کہاں سے آگئی؟ ایسی لاکھوں کروڑوں دنیا پیدا کردی جائیں، جب بھی اللہ تعالیٰ کے نام کے مقابلہ میں ہیچ در ہیچ ہیں، تو یہ میں نے کیا کہہ دیا کہ ان لوگوں کو دنیا کے تصور میں ایسا مزا آتا ہے، جیسا مجھے اللہ کا نام لینے میں آتا ہے، اس کا جواب بھی اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈال دیا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نام کی حلاوت سے محروم ہیں، انہیں واقعتاً غیر اللہ سے اللہ جیسی محبت ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ﴾

لیجئے جواب قرآن ہی سے مل گیا کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کو غیر اللہ کے ساتھ اتنی محبت ہے، جتنی اللہ کے ساتھ محبت ہونی چاہئے، جب اتنی محبت ہے، تو ظاہر ہے محبوب کے تصور میں بھی مزا آتا ہوگا۔

بات چل رہی تھی مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ کی، جب قاصد نے کہا کہ نواب صاحب

کی دعوت قبول فرمالیں، تو ایک لاکھ روپے نذرانہ دیں گے، یہ سن کر حضرت نے لمبی چوڑی تقریر نہیں فرمائی، بس ایک جملہ فرمایا:

''ارے لاکھ پر مار لات سن میری بات''

یہ فرما کر گفتگو میں مشغول ہو گئے، ان حضرات کے ہاں دنیا کی اتنی وقعت بھی نہ تھی، کہ اس کی تردید میں وقت صرف کرتے، قاصد کو اتنا ہی بتا دیتے کہ جب دینی گفتگو چل رہی ہو، تو اس دوران دنیا کی گفتگو نہیں کرتے، یا یہ کہ دنیا کی باتیں چھوڑو، آخرت کی فکر پیدا کرو، نہیں ایک لفظ بھی نہیں فرمایا، لاکھ کی بات کان میں پڑی، بس اسے مکھی کی طرح اڑا دیا اور اپنی بات میں مشغول ہو گئے، بات سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا

میں دل پر جو ان کا کرم دیکھتا ہوں
تو دل کو بہ از جام جم دیکھتا ہوں

میں اس کا تصور کرتا ہوں، تو مزا ہی آجاتا ہے۔ ''لاکھ پر مار لات میری بات سن'' دل چاہتا ہے کہ اس جملے کا ورد کروں، اس کو کہتا چلا جاؤں، یا اللہ ہمارے دل میں بھی یہی کیفیت پیدا فرمادے۔

موت کی یاد:

موت کو یاد کرنے کے بارے میں بیان چل رہا تھا، موت کو کثرت سے یاد کرتے رہنا چاہئے، موت کی یاد انسان کے لئے بہت بڑا واعظ ہے، اس سے نصیحت حاصل ہوتی ہے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ أَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ ﴾(ترمذی)

موت کو کثرت سے یاد کیا کرو، جو تمام لذات کو ختم کر دینے والی ہے۔

صرف یہ نہیں فرمایا کہ یاد کیا کرو، بلکہ فرمایا اکثروا اس کو کثرت سے یاد کیا کرو۔

دنیا میں انسان جس قدر گناہ کرتا ہے، آخرت سے اسی قدر غفلت ہوتی ہے، اس کا واحد سبب نفسانی خواہشات اور لذتیں ہیں، ایسی لذتوں میں پڑ کر انسان گناہوں کا شکار ہوتا ہے، اپنے مالک کو ناراض کرتا ہے، اس لئے اس مرض کا یہ علاج ارشاد فرمایا کہ موت کو کثرت سے یاد

کرو، جو بلا اجازت واطلاع اچانک آکر تمہاری ان تمام لذتوں کا خاتمہ کردے گی، جن میں پڑ کر اپنے مالک کو ناراض کررہے ہو، آخرت کو برباد کررہے ہو۔

یہی تجھ کو دھن ہے رہوں سب سے بالا
ہو زینت نرالی ہو فیشن نرالا
جیا کرتا ہے کیا یونہی مرنے والا
تجھے حسن ظاہر نے دھوکے میں ڈالا
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

فکر موت رکھنے والا ایسے نہیں جیا کرتا، جیسے عشاق دنیا جی رہے ہیں، اسے تو ہر وقت مرنے کی فکر لگی رہے گی اور یہ کہ مرنے کے بعد کیا ہونے والا ہے؟ وہ اس فکر میں گھلتا رہے گا، غفلت اور بے فکری تو اس کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتی۔

رہ کے دنیا میں بشر کو نیں زیبا غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے
جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضا
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

جو انسان بھی پیدا ہوتا ہے، دنیا میں پہلا قدم رکھتا ہے، موت آواز دیتی ہے، ذرا دھیان سے، ذرا خیال سے کہ میں بھی تیرے ساتھ ساتھ چلی آرہی ہوں، انسان کو ہر وقت یہ حقیقت سوچتے رہنا چاہئے۔

حضرت محمد مولانا اعزاز علی صاحبؒ دیوبند میں ہمارے استاد تھے، آپ کی والدہ یا اہلیہ کا انتقال ہوا، میں نے آپ کو تعزیت کا خط لکھا، پہلے زمانہ میں یہ دستور تھا کہ تعزیت کے خط کا جواب نہیں لکھا جاتا تھا اور صحیح طریقہ بھی یہی ہے۔

آج کل غالباً یہ دستور ہوگیا ہے کہ تعزیت کے جتنے خطوط آئیں، سب کا جواب لکھنا پڑتا ہے، مرنے والے کے ورثہ کے لئے دہری مصیبت، اس زمانے میں یہ دستور نہیں تھا، اس کے باوجود مولانا نے خط کا جواب لکھا، یہ ان کی شفقت ومحبت تھی کہ میری طرف سے تقاضائے

جواب کے بغیر جواب لکھ دیا اور جواب بھی عجیب لکھا۔

''اس قسم کے سوانح دردانگیز ہونے کے بجائے عبرت آموز ہونے چاہئیں''

سوانح کے معنی ہیں حوادث، کسی عزیز وقریب کا حادثہ پیش آجائے، تو اس پر رنج وغم کرنے کے بجائے، انسان اس سے عبرت پکڑے، اپنی موت کو یاد کرے کہ آج وہ گیا، کل ہمیں بھی جانا ہے، سعادتمند وہ ہے جو دوسروں کی موت دیکھ کر، یا ان کی موت کی خبر سن کر اپنی موت کو یاد کرے اور اس کی تیاری شروع کردے، پھر ایک شعر لکھا

وَاِذَا سَمِعْتَ بِهَالِكٍ فَتَيَقَّنْ
اِنَّ السَّبِيْلَ سَبِيْلُهُ فَتَزَوَّدْ

کسی مرنے والے کی خبر سنو، تو یقین کرلیا کرو، کہ جس راستے پر وہ گیا ہے، اسی راستے پر ہمیں بھی جانا ہے، اگر کوئی پوچھے کہ تمہیں مرنے کا یقین ہے یا نہیں؟ تو ہر شخص یہی کہے گا کہ مجھے پورا یقین ہے، مگر مرنے کی تیاری کوئی نہیں کرتا، مطلب یہ ہے کہ اس یقین کو دل میں اتارلو اور دل میں استحضار کرو، اتنا استحضار کرو، جو تیاری پر مجبور کردے۔

مرنے کی تیاری:

موت کی تیاری کا مطلب یہ نہیں کہ قبر کے لئے زمین خرید لیں، کفن بنانا شروع کردیں، یہ بعد کی باتیں ہیں، آپ کو ان کے سوچنے کی ضرورت نہیں، ورثہ خود ہی کردیں گے، اصل تیاری یہ ہے کہ گناہوں سے باز آجائیں، توبہ واستغفار کیجئے، جن جن لوگوں کے حقوق آپ کے ذمہ ہیں، ان حقوق کو ادا کیجئے، یا معاف کروالیجئے، اسی طرح کسی انسان کو جسمانی تکلف پہنچائی ہے، تو اس سے بھی معاف کروالیجئے، نماز روزہ یا کوئی اور عبادت آپ کے ذمہ باقی ہے، تو اس کو جلد سے جلد اداء کرنا شروع کردیجئے، زکوۃ باقی ہے، تو حساب کرکے گذشتہ سالوں کی پوری زکوۃ اداء کردیجئے۔

اداء حقوق کے معاملہ میں بڑی غفلت ہورہی ہے، کیا معلوم کب وقت آجائے!؟ یک لحہ کی خبر نہیں، مگر بےفکر بیٹھے ہیں، سوچئے!! اگر اسی بےفکری میں موت آگئی اور حقوق اللہ یا حقوق العباد یوں ہی آپ کے ذمہ رہ گئے، نہ ادا کئے، نہ معاف کروائے، تو آگے چل کر کیا بنے گا؟ اس

بات کو بار بار سوچئے ،بعض لوگ یہ سوچ کر بیٹھے رہتے ہیں کہ ہماری فوت شدہ نمازیں اور روزے بہت زیادہ ہیں، ان کی قضاء کرنا بھی چاہیں، تو پوری نہ کرسکیں گے۔

یہ بھی نفس وشیطان کا فریب ہے، ورنہ اس کی بھی آسان صورت یہ ہے کہ توبہ کرکے فورا قضاء شروع کردیں اور وصیت بھی کردیں، پھر اگر اداء کرنے سے پہلے موت آگئی ،تو بھی امید ہے کہ اللہ تعالی معاف فرمادیں گے کہ بیچارے نے اپنی طرف سے کام شروع تو کردیا تھا، کام میں لگ گیا تھا، مگر موت نے مہلت نہ دی، اس کے لئے معافی کی امید ہے۔

بات یہ چل رہی تھی کہ جب کسی کے مرنے کی خبر سننے میں آئے ،تو یہ سوچ لیا کریں کہ وہ تو چلا گیا، مجھے بھی جانا ہے، ایسے موقع میں ہمت بلند کرکے موت کی تیاری میں لگ جائے ، اکثر یہ ہوتا ہے کہ جہاں کسی کے مرنے کی خبر آتی ہے، تو آس پاس کے لوگ افسوس کے لئے جمع ہو جاتے ہیں، یہ لوگ افسوس کرکے میت کے رشتہ داروں کا صدمہ اور بڑھا دیتے ہیں، افسوس تو ان بے چاروں کو پہلے سے ہے، یہ ناداں ان کو تسلی دینے کی بجائے ،ان کے زخموں پر مزید نمک پاشی کررہے ہیں۔

تعزیت کا طریقہ:

تعزیت کا طریقہ بھی سمجھ لیجئے کسی کے مرنے کے بعد اس کے رشتہ داروں کے پاس جاکر ان کو کیا کہیں؟ اس سلسلہ میں تین باتیں یاد رکھئے:

۱)...... پہلی تو یہ کہ ان سے افسوس نہیں، بلکہ تعزیت کرنا ہے، تعزیت کے معنی یہ ہیں کہ صبر کی تلقین کرنا، تسلی دینا، مگر دستور بن گیا ہے کہ میت ہوتے ہی، محلہ بھر کی عورتیں اس کے گھر جاکر رونا پیٹنا شروع کردیتی ہیں، حادثہ پر خواہ سال بھی گزر جائے، لیکن یہ جب بھی آپس میں ملیں گی، مل کر چیخنا شروع کردیں گی اور پرانے زخم کو پھر تازہ کرکے اٹھیں گی، اس موقع پر بین کرنا رونا، پیٹنا، حرام ہے، تعزیت کے لئے جائیں، صبر وتسلی کے کلمات کہیں۔

۲)...... دوسری بات یہ ہے کہ میت کے لئے مغفرت کی دعاء کریں، دعاء مغفرت ایک تو میت کا حق ہے، دوسرے میت کے رشتہ داروں کو اس سے فرحت وتسلی ہوگی۔

۳)...... تیسری بات یہ کہ خود بھی سوچیں اور اہل میت کو بھی اس کی تبلیغ کریں کہ جس طریقہ

سے تمہارے یہ عزیز دنیا سے چلے گئے ہیں، ٹھیک اسی طرح ایک دن ہمیں بھی جانا ہے، نہ وہ موت سے چھوٹ سکے، نہ ہم چھوٹ سکیں گے، موت وحیات اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں، جب ان کی طرف سے بلاوا آ گیا، تو دنیا کی کوئی طاقت بچا نہیں سکتی۔

کسی کے مرنے پر لوگ عام طور پر یہ کہتے ہیں کہ ہم دیر سے پہنچے، ذرا جلدی آ جاتے، تو مرحوم کا چہرہ دیکھ لیتے، مگر یہ کوئی نہیں سوچتا کہ ہماری اجل بھی سر پر سوار ہے، اسی طرح اچانک دنیا سے کسی دن چل دیں گے اور احباب واقارب یوں دیکھنے کو ترستے رہ جائیں گے۔

خلیفہ ہارون الرشیدؒ کے صاحبزادے کا قصہ مشہور ہے، ان پر خوف آخرت کا ایسا غلبہ ہوا کہ شاہانہ زندگی چھوڑ چھاڑ کر جنگل کی طرف نکل گئے، ایک جھونپڑی میں رہائش اختیار کی، دن کو مزدوری کرتے، رات اپنی جھونپڑی میں بسر کرتے، جو بندہ اللہ تعالیٰ کا ہو جائے، اللہ تعالیٰ بھی اس کی مدد فرماتے ہیں، ان کی مزدوری کا کام اللہ تعالیٰ نے ایسا کر دیا کہ اینٹیں ان کے تابع ہو گئیں، ان کی طرف ہاتھ بڑھاتے، تو اینٹیں خود بڑھ کر ان کی طرف آنے لگتیں، دیوار چننا شروع کی، تو اینٹیں اوپر تلے خود بخود چڑھنے لگیں، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی یوں مدد فرماتے ہیں، صاحبزادے ضرورت کی حد تک محنت کر کے اپنی جھونپڑی کو لوٹ آتے ہیں اور یاد الٰہی میں مشغول رہتے، جھونپڑی میں ان کے ساتھ ایک ساتھی اور بھی رہتا تھا، اس کا بیان ہے کہ جب ان کا آخری وقت آیا، تو میں ان کا سر جو اینٹ پر رکھا تھا، اینٹ ہٹا کر سر ران پر رکھ لیا، کہنے لگے بھائی ران ہٹالو، میرے لئے اینٹ ہی بہتر ہے، اب قبر میں جا رہا ہوں، وہاں تمہاری ران کہاں سے آئے گی؟ اس کے بعد دو شعر پڑھے۔

يَا صَاحِبِيْ لَا تَغْتَرِرْ بِتَنَعُّمٍ
فَالْعُمْرُ يَنْفَدُ وَالنَّعِيْمُ يَزُوْلُ
وَإِذَا حُمِلْتَ إِلَى الْقُبُوْرِ جَنَازَةً
فَاعْلَمْ بِأَنَّكَ بَعْدَهَا مَحْمُوْلٌ

اے دوست دنیا کے عیش ونشاط میں پڑ کر دھوکے میں مبتلا نہ ہو جانا، اس لئے کہ زندگی ایک دن ختم ہو جائے گی اور عیش وعشرت کا یہ سارا سامان تمہارے ہاتھ سے چھن جائے گا، یہ چیزیں

اول تو دنیا میں ہی تمہارا ساتھ چھوڑ دیں گی، اگر رہ بھی گئیں، تو زیادہ سے زیادہ موت تک رہیں گی، موت آتے ہی دنیا کی ہر چیز چھوٹ جائے گی، جب تم قبرستان کی طرف کوئی جنازہ لیکر چلو، تو چلتے ہوئے سوچتے جایا کرو، کہ کسی روز ہمیں بھی لوگ یوں ہی اٹھا کر لے جائیں گے۔

کوئی بھی انسان اس سے مستثنیٰ نہیں، ہر ایک کا جنازہ اٹھنا ہے، کسی کا جنازہ دیکھ کر اپنا جنازہ یاد کرلیا کریں۔

حضرت مولانا خیر محمدؒ کی قبر پر میں گیا، تو استحضار کی عجیب کیفیت تھی، زندگی میں بھی بڑی شفقت فرماتے تھے، جب کبھی تشریف لاتے، اچانک آ پہنچتے، پہلے سے کسی قسم کی اطلاع نہ ہوتی یہ ان کی محبت تھی۔

ایک بار عجیب واقعہ پیش آیا، جس زمانہ میں میرا قیام دارالعلوم میں تھا، ایک بار خیال آیا کہ اس سال رمضان المبارک ایسی تنہائی میں گزارا جائے کہ نہ کسی کو پتا چلے، نہ کوئی ملنے آئے، چلتے ہوئے گھر والوں کو وہاں کا فون نمبر دیدیا کہ خدانخواستہ گھر میں کوئی پریشانی کی بات پیش آجائے، تو مجھے اطلاع کرسکیں، گھر والوں کو پتا، اس لئے نہ بتایا کہ کسی کے پوچھنے پر یوں کہہ سکیں کہ ہمیں پتا نہیں، پوچھنے والا ہمیشہ پتا ہی پوچھتا ہے، جب انہوں نے کہہ دیا کہ ہمیں پتا نہیں، تو اس کے بعد وہ یہ نہیں پوچھے گا کہ اگر پتا نہیں ہے، تو فون نمبر ہی بتا دیجئے، بہرحال ایسی رازداری کے ساتھ میں گھر سے نکل گیا، لیکن وہاں پہنچنے کے بعد ایک دن اچانک حضرت خیر محمد صاحبؒ کا فون آگیا، میں نے حیران ہوکر پوچھا حضرت! پہلے تو یہ فرمائیں کہ آپ کو میرا پتا کیسے چل گیا؟ فرمانے لگے ڈھونڈنے والے کہاں چھوڑتے ہیں؟ پھر فرمایا کہ میں آپ کے پاس آرہا ہوں، میں نے عرض کیا، جب ڈھونڈ ہی لیا تو چھپنا بے سود رہا، آپ زحمت نہ فرمائیں، میں ہی حاضر ہوجاتا ہوں، حضرت جیکب لائن میں مولانا احتشام الحق صاحبؒ کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے، میں جب پہنچا تو فرمانے لگے۔

''دو شخص رات کو بہت کم سوتے ہیں، نیا صوفی اور نئی شادی والا''

وہ میری یہ حالت دیکھ کر کہ گھر چھوڑ کر لوگوں سے چھپ کر رمضان گزار رہا ہے، سمجھے کہ شاید ساری ساری رات بیدار رہتا ہو، اس لئے یہ جملہ ارشاد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ان کے اس گمان کو حقیقت بنادیں، اللہ کے نام کی ایسی چاٹ لگ جائے، جو راتوں کی نیند اڑادے۔

خواب را بگزار امشب اے پسر
یک شبے در کوئے بے خواباں گزر

بیٹے آج صرف ایک رات کے لئے نیند چھوڑ دو، ایک رات کی ترغیب دے رہے ہیں، زیادہ کی نہیں، اس لئے کہ جس نے ایک رات بیدار رہنے کی حلاوت پالی، اس کی نیند ہمیشہ کے لئے اڑ جائے گی، پہلے تو اس کے لئے ایک رات کی بیداری مشکل کام تھا، اب سونا مشکل ہو جائے گا، لوگ اسے پکڑ پکڑ کر سلائیں، جب بھی نہ سوئے گا، محبت ایسی چیز ہے، ایک رات شب بیداری لوگوں کی گلی میں گزار دو، بس اس سے زیادہ تمہیں نہیں کہتے۔

اگر کوئی کہے کہ آپ ایک رات کہہ رہے ہیں، ہم نے بہت سی راتیں بیدار رہ کر گزار دیں، شادی میں عید میں ہسپتال میں اور نہ جانے کن کن مواقع پر؟ جواب یہ ہے کہ ہر کام کا مدار نیت پر ہے، آپ نے خوشی کی راتیں لایعنی اور لغو قسم کی باتوں میں ضائع کیں، غمی کی راتیں بھی اضطراب و بے صبری میں گزاریں، ذکر و عبادت کی نیت سے کتنی راتیں بیدار رہے ہیں، اس کی چاٹ نہیں لگے گی؟

حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کی بات چل رہی تھی کہ حد درجہ مہربان تھے، کراچی جب تشریف لاتے، بلا اطلاع اچانک بے تکلف میرے ہاں چلے آتے، ایک بار تشریف لائے اور رخصت ہوتے وقت ارشاد فرمایا شاید یہ آخری ملاقات ہو، لیکن اس کے بعد اتفاق سے پھر ایک ملاقات ہوگئی، یہی آخری ملاقات تھی، چند ماہ بعد حضرت کا وصال ہوگیا، حضرت کی قبر پر حاضری دی، عجیب کیفیت طاری تھی، یوں معلوم ہو رہا تھا کہ حضرت سامنے تشریف فرما ہیں، موت کا ایسا استحضار تھا گویا آنکھوں کے سامنے گھوم رہی ہے۔ حدیث میں ہے:

﴿ اَلسَّعِيْدُ مَنْ وُعِظَ بِغَيْرِهٖ ﴾ (مسلم)

نیک بخت انسان وہ ہے، جو دوسروں کو دیکھ کر نصیحت پکڑے

اگر کوئی احمق بجلی کے تار کو چھیڑ کر لٹک جاتا ہے، تو دیکھنے والے تمام لوگوں کو اس کے انجام سے عبرت حاصل کرنا چاہئے، مگر آج حالت یہ ہے کہ کوئی مسلمان دوسرے سے عبرت نہیں

حاصل کرتا، ایک شخص بجلی کے تار سے لٹکا ہوا ہے، تو دوسرا چاہتا ہے کہ وہ بھی فوراً لٹک جائے۔

جنازے روز اٹھتے ہیں، ان سے کچھ سبق لیجئے، اپنے نفس کو تنہائی میں سمجھائیے کہ تجھے بھی آخر مرنا ہے، تیرا بھی جنازہ اٹھنے والا ہے، یہ وقت تجھ پر ضرور آنے والا ہے، اب سوچ لے کہ جان کیسے نکلے گی؟ آخری انجام کیا ہوگا؟

سورہ نازعات کی پہلی دو آیتوں کو بار بار سوچا کریں:

﴿ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ☆ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ﴾ (۷۹. ۱. ۲)

فرشتے نافرمان کی روح اتنی سختی سے نکالتے ہیں، جیسے کوئی باریک کپڑا کانٹوں پر پھیلا کر اسے زور سے کھینچا جائے، تو اس کا تار تار ٹوٹتا ہے اور فرمانبردار بندے کی روح ایسی آسانی سے نکالتے ہیں، جیسے بھرے ہوئے مشکیزے کی ڈوری کھول دی جائے، اگر کوئی بے دین بوقت نزع جسمانی عذاب سے بچ گیا اور بظاہر آرام سے مرگیا، تو روحانی عذاب سے نہیں بچ سکتا، اس کی روح عذاب میں مبتلا ہوتی ہے، اسی طرح اگر کوئی دیندار آخری وقت میں تکلیف میں نظر آتا ہے، تو اس کی روح کو تکلیف نہیں ہوتی وہ حالت سرور میں رخصت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سب کو بصیرت کی وہ آنکھ عطا فرمائیں، جو دوسروں کے حالات دیکھ دیکھ کر عبرت حاصل کرے۔

وَصَلِّ اَللّٰهُمَّ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلٰى عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

(۹)

موت کی یاد

حضرت مولانا صاحبزادہ طارق محمود صاحبؒ

موت کی یاد

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ﴾ (سورہ آل عمران: ۱۸۵)

ہر ذی روح نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔

سمجھدار شخص:

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحابی نے سوال کیا، آقا صلی اللہ علیہ وسلم سمجھدار کسے کہتے ہیں؟ (اس جگہ) آپ (ہوتے) یا میں (ہوتا) تو جواب یہ ہوتا کہ سمجھدار وہ ہوتا ہے، جو صاحب بصیرت ہو، فہم و فراست کا مالک ہو، ذہانت و فطانت کا پیکر ہو، عقل وشعور سے مالا مال ہو، جسے معاملہ فہمی اور دور اندیشی میں کمال حاصل ہو، لیکن نبی نبوت کے ایسے اعلیٰ اور بلند مقام پر فائز ہوتا ہے، کہ دونوں جہاں اس کی نظر میں ہوتے ہیں، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا:

"اَکْثَرُھُمْ لِلْمَوْتِ ذِکْرًا وَاَحْسَنُھُمْ لَہٗ اِسْتِعْدَادًا"

نگاہ نبوت میں سمجھدار وہ شخص ہے جو موت کو کثرت سے یاد کرتا ہے اور اس کی تیاری کرتا ہے

موت کی یاد:

موت کو کثرت سے یاد کرنا باعث اجر وثواب ہے، کیونکہ موت ہی ایک ایسی حقیقت ہے، جس کو یاد کرنے سے دنیا کی لذتوں اور اس کی دلچسپیوں میں کمی آتی ہے، قلب انسانی مالک حقیقی کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

عطاء خراسانیؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مجلس سے گزر ہوا، جہاں سے ہنسنے کی آوازیں آرہی تھیں، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی مجالس میں لذتوں کو مکدر کرنے والی چیز کا تذکرہ شامل کر لیا کرو، صحابہؓ نے عرض کیا آقا صلی اللہ علیہ وسلم لذتوں کو مکدر کرنے والی چیز کیا ہے؟ فرمایا یہ موت ہے، جو گناہوں کو زائل کرتی ہے اور دنیا سے

بے رغبتی پیدا کرتی ہے، اس لئے موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔

ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم کو یہ معلوم ہو جائے کہ مرنے کے بعد تم پر کیا گزرے گی؟ تو تم کبھی رغبت سے نہ کھانا کھاؤ اور نہ ہی کبھی لذت سے پانی پیو۔

ایک حدیث میں ہے کہ اگر جانوروں کو موت کے متعلق اپنی معلومات ہوں، جتنی تم لوگوں کو ہیں، تو تمہیں موٹا جانور کھانے کو نہ ملے۔

ایک بار ایک صحابی نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے موت سے محبت نہیں ہے، کیا علاج کروں؟...... فرمایا تمہارے پاس کچھ مال ہے؟ عرض کیا ہاں، کچھ ہے، فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس مال کو آگے پہنچاؤ، انسان کا دل مال سے لگا رہتا ہے، جب اس کو آگے بھیج دیا جاتا ہے، تو پھر خود ہی اس کے پاس جانے کو دل چاہتا ہے اور جب پیچھے چھوڑ جاتا ہے، تو پھر خود بھی اس کے پاس رہنے کو جی چاہتا ہے۔

ایک عورت نے حضرت عائشہؓ سے اپنے دل کی قساوت کی شکایت کی، آپؓ نے فرمایا اپنی موت کو کثرت سے یاد کرو، انشاء اللہ دل نرم ہو جائے گا، اس عورت نے ایسا ہی کیا، کچھ عرصہ کے بعد واپس آئی اور بتایا کہ موت کی کثرت یاد نے میرے دل کو روئی کے گالے کی طرح نرم کر دیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین:

بے شمار احادیث میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تلقین فرمائی کہ وہ موت کو کثرت سے یاد کیا کریں، موت کی یاد سے اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے، توبہ میں پختگی آتی ہے، اصلاح کرنے میں آسانی پیدا ہوتی ہے، حضرت عائشہؓ نے جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کوئی شخص بغیر شہادت کے بھی شہیدوں میں شامل ہو سکتا ہے؟...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دن رات میں ۲۰ مرتبہ موت کو یاد کرے، وہ بغیر شہادت کی موت کے شہیدوں میں شامل ہو سکتا ہے۔ ایک حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ جو شخص ۲۵ مرتبہ

"اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لِیْ فِی الْمَوْتِ وَفِیْ مَا بَعْدَ الْمَوْتِ"

پڑھے، وہ شہادت کا درجہ حاصل کر سکتا ہے۔ (مشکوۃ)

زندہ حقیقت:

موت ہی فی الواقعہ ایسی چیز ہے، جو انسان کو سوچنے پر مجبور کرتی ہے، کہ موت ایک اٹل حقیقت ہے اور انسان اس کے سامنے بے بس ہے، اس کی یاد انسان کو لرزہ براندام کرتی ہے، انسان کی زندگی عزم و ہمت قوت وشوکت جدو جہد اور دوسروں کو زیر کرنے میں بسر ہوتی ہے، آج کا انسان تسخیر کائنات کے سلسلہ میں ہواؤں کے سینے چیر رہا ہے، فضاؤں کو گھور رہا ہے، خلاؤں میں تیر رہا ہے، زمین کی طنابیں کھینچ رہا ہے، کہکشاں سے دوستی کی پینگیں بڑھا رہا ہے، سورج کی کرنوں کو مطیع کر رہا ہے، ستاروں پر کمندیں ڈال رہا ہے، مہر و ماہ کو مسخر کر رہا ہے، چاند کے آنگن میں ڈیرے جما رہا ہے، لیکن حیرت انگیز تسخیری کارنامے سرانجام دینے کے باوجود انسان موت کے سامنے عاجز اور بے بس ہے، سائنسی مادی ترقی کے عروج کے باوجود موت کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ موت ایک زندہ حقیقت ہے، ہمارے پیغمبر ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کی اہمیت کے پیش نظر یہ فرمایا تھا کہ سمجھدار وہ ہے جو موت کو کثرت سے یاد کرتا ہے اور اس کی تیاری کرتا ہے، موت ایک اٹل حقیقت ہے، جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا، آپ کو دنیا میں ہر مذہب، ہر عقیدے، ہر مسلک اور ہر نظریے کے لوگ ملیں گے ایسے دہریئے بھی ملیں گے، جو کائنات کی ہر چیز سے خالق کائنات کی وحدانیت اور کبریائی کا مشاہدہ کرنے کے باوجود اس کی ذات کو تسلیم نہیں کرتے، آپ کو نبوت اور رسالت کے منکر بھی ملیں گے، یہاں تک کہ عقیدہ ختم نبوت کے باغی اور منکروں سے بھی واسطہ پڑے گا، بے شمار لوگ ملائکہ یعنی نورانی مخلوق کے وجود کے قائل نہیں، اسی طرح آسمانی کتابوں جزا و سزا، روز محشر، آخرت اور قیامت کے منکر بھی بڑی کثرت میں آپ کو ملیں گے، دین و شریعت اور عقائد کا مذاق اڑانے والے منکرین سے آپ کو ایسا کوئی شخص نہیں ملے گا، جو موت سے انکار کرتا ہو، کیونکہ ان کی چشم عبرت روزانہ لقمہ اجل بننے والوں کو زیر زمین جاتا دیکھتی ہے۔

رات دن زیر زمین لوگ چلے جاتے ہیں
نہیں معلوم تہہ خاک تماشا کیا ہے

موت کا تعاقب:

موت سے کسی کو مفر نہیں، دنیا میں آنے والے ہر شخص نے ایک نہ ایک دن اس دنیا سے کوچ کرنا ہے، قرآن مجید میں واضح الفاظ میں کہا گیا:

﴿ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ﴾

آپ کہہ دیجئے کہ جس موت سے بھاگتے ہو، وہ یقیناً تم کو پہنچ کر رہے گی۔

حضرت خیثمہؒ سے روایت ہے کہ ملک الموت ایک بار حضرت سلیمان علیہ السلام کی مجلس میں آئے اور ایک شخص کو تعجب آمیز نظروں سے دیکھتے رہے، جب ملک الموت چلے گئے، تو اس شخص نے حضرت سلیمانؑ سے آنے والے اجنبی شخص کے بارے میں پوچھا، وہ کون تھے؟ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا وہ ملک الموت تھے، اس شخص نے کہا وہ میری طرف اس طرح دیکھ رہے تھے، گویا انہیں میری روح قبض کرنا مقصود تھی، حضرت سلیمانؑ نے پوچھا، تو اب کیا ارادہ ہے؟ وہ شخص کہنے لگا، مجھے ملک الموت کی آمد نے خوفزدہ کر دیا ہے، موت سے بچنا چاہتا ہوں، آپؑ مجھے ہندوستان بھیج دیں، حضرت سلیمانؑ نے ہوا کو حکم دیا، دوسرے لحہ ہوا کے دوش پر سواری کرتا ہوا ہندوستان میں پہنچ گیا، ملک الموت حضرت سلیمانؑ کے پاس آئے، تو انہوں نے پوچھا کہ تم میری مجلس میں بیٹھے ہوئے فلاں شخص کو گھور گھور کر کیوں دیکھ رہے تھے؟ ملک الموت نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم میرے پاس پہنچا کہ اس شخص کی روح ہندوستان میں قبض کرو، جب کہ موت کی آغوش میں جانے والا ہندوستان سے ہزاروں میل دور آپ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔

حفاظت کے بندھن:

حضرت عمرو بن العاصؓ کی شجاعت، دلیری، تدبر اور فتوحات سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں، عرب کی سیادت وقیادت میں ان کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا، ایک سیاسی مدبر نے موت کا جس طرح خیر مقدم کیا، وہ واقعہ تاریخ میں ناقابل فراموش ہے، جب ان کی بیماری نے خطرناک صورتحال اختیار کر لی اور عرب کے اس دانشمند اور نامور فاتح کو اپنی زندگی کی کوئی امید نظر نہ آئی، تو اس نے اپنی فوج خاص کے افسروں اور سپاہیوں کو طلب کیا اور ان سے سوال کیا

میں تمہارا کیسا ساتھی تھا ؟ انہوں نے کہا آپ نہایت مہربان اور شفیق آقا تھے، ہمارے لئے یہ کرتے، وہ کرتے تھے، عمرو بن العاص نے نہایت سنجیدگی سے کہا، میں تمہارے ساتھ یہ سب کچھ اس لئے کرتا تھا کہ تم مجھے موت کے منہ سے بچاؤ، کیونکہ تم میرے سپاہی تھے اور میدان جنگ میں اپنے سردار کا ہر طرح سے خیال رکھتے تھے، لیکن دیکھو موت سامنے کھڑی ہے اور میرا کام ختم کرنا چاہتی ہے، میری خاطر یہ تو کام کرو گے، آگے بڑھو اور اسے مجھ سے دور کردو، سب ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے اور پریشان تھے کہ کیا جواب دیں، حضرت عمرو بن العاصؓ نے حسرت بھرے انداز میں کہا، واقعی تم مجھے موت سے نہیں بچاسکتے، اے کاش یہ بات میں پہلے سوچ لیتا اور تم میں سے ایک آدمی بھی اپنی حفاظت کے لئے نہ رکھتا، حضرت علیؓ کا بھلا ہو، کیا خوب کہہ گئے کہ آدمی کا سب سے بڑا محافظ خود اس کی اپنی موت ہے۔ (طبقات ابن سعد)

پیمانۂ حیات:

موت ہر ایک کے لئے ہے، یہاں تک انبیاء کرام جو اللہ تعالی کے برگزیدہ اور جلیل القدر نمائندے ہوتے ہیں، انہیں بھی موت کی تلخی گوارا کرنا پڑتی ہے، اگرچہ ان سے باقاعدہ پہلے اجازت لی جاتی ہے، جان ہر ایک کو پیاری ہے، زندگی ہر ایک کو عزیز ہے، کیونکہ دنیا میں بار بار نہیں آیا جاتا، حیات انسانی کا پیمانہ ایک نہ ایک دن لبریز ہو جاتا ہے۔

بزرگوں نے ایک روایت بیان کی ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو کارخانہ قدرت میں تمام انسانوں کی ارواح دکھائیں اور ان کی عمریں بتائیں، رب العزت نے انہیں بتایا کہ دنیا میں آپ کی عمر ایک ہزار برس ہوگی، حضرت آدمؑ کو ایک روح دکھائی گئی، جس کے بارے میں بتلایا گیا کہ دنیا میں اس کی عمر صرف پچاس برس ہوگی، حضرت آدمؑ نے افسوس کا اظہار کیا اور اللہ تعالی سے درخواست کی کہ میری عمر میں سے پچاس برس اس شخص کو دیدیئے جائیں، دعا قبول ہوگئی ۹۵۰ سال کے بعد عزرائیل حضرت آدم علیہ السلام کی روح قبض کرنے کے لئے آگئے، تو حضرت آدمؑ نے انہیں توجہ دلائی کہ ابھی میری زندگی کے پچاس برس باقی ہیں، کیونکہ اللہ تعالی نے مجھے بتایا تھا کہ دنیا میں میری عمر ایک ہزار برس ہوگی، حضرت عزرائیل نے حضرت آدمؑ کو بتایا کہ دنیا میں آپ کی عمر اتنی ہی تھی، لیکن آپ زندگی کے پچاس برس فلاں کو دے چکے ہیں، لہذا دنیا میں

آپ کا وقت ختم ہو چکا ہے، عزرائیل نے یہ کہا اور حضرت آدمؑ کی جان قبض کر لی۔

موت کی جیت:

اسی طرح ایک اور واقعہ بزرگوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روح قبض کرنے کے لئے عزرائیلؑ تشریف لائے، تو انہوں نے پیغمبرانہ جلال سے انہیں ڈانٹ دیا، عزرائیل دربار الٰہی میں حاضر ہوئے اور اپنی روئیداد بیان کی، اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ دوبارہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، انہیں میرا سلام کہنا اور پیغام دینا، اگر وہ اجازت دیں، تو روح قبض کرنا، عزرائیل دوبارہ حضرت موسیٰؑ کے پاس حاضر ہوئے، اللہ رب العزت کا سلام دیا اور پیغام سنایا کہ مولا کریم فرماتے ہیں کہ اگر دنیا میں ابھی اور زندہ رہنا چاہتے ہیں، تو بیل کی پیٹھ پر ہاتھ رکھیں، جتنے بال آپ کے ہاتھ میں آجائیں گے، میں آپ کو اس سے بھی زیادہ برس زندگی عطا کرنے کو تیار ہوں، آپؑ کا کیا ارادہ ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عزرائیل سے پوچھا اتنی لمبی عمر گزارنے کے بعد بھی موت آئے گی اور تم میری روح قبض کرنے آؤ گے؟ عزرائیل نے کہا حضور میری ڈیوٹی ہی یہی ہے، حضرت موسیٰؑ نے کہا اگر موت اٹل ہے، اس سے چھٹکارا نہیں، تو کل کی بجائے آج ہی موت قبول کرنے کو تیار ہوں، اجازت ملنے پر ملک الموت نے روح قبض کر لی۔

سر تسلیم خم:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نہایت شرم و حیا والے پیغمبر تھے، گھر سے جاتے تو کمرے کا دروازہ مقفل کر جاتے، ایک روز واپس آئے، اپنے کمرے کا دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ایک شخص اندر کھڑا ہے، آپ نے پوچھا تو کون ہے؟ اور اندر کیسے آیا ہے؟ اس نے جواب دیا میں وہ ہوں کہ بادشاہوں کے دربان بھی مجھے اندر جانے سے نہیں روک سکتے، داؤد علیہ السلام نے فرمایا پھر بلاشبہ تم ہی ملک الموت ہو، یہ کہہ کر اسی جگہ چادر اوڑھ کر لیٹ گئے، ملک الموت نے آگے بڑھ کر پیغمبر کی روح قبض کر لی۔

میرے کام کچھ نہ آیا:

انسان موت کے سامنے بے بس ہے، صرف عام انسان ہی نہیں، بلکہ خدا کے پیغمبر بھی نہ

موت سے خود بچ سکے اور نہ ہی کسی کو بچا سکے، حضرت نوح علیہ السلام نے راہ حق میں ساڑھے نو سو سال تکالیف برداشت کیں، ظلم وستم اور تشدد کی دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی، طوفان آیا، حضرت نوحؑ کشتی میں سوار ہیں، بیٹا پہاڑ کی چوٹی پر جا بیٹھا، لیکن طوفان کی سرکش موجیں خدا کے نافرمان کو وہاں سے کھینچ لائیں، اولاد کسے عزیز نہیں ہوتی؟ غوطے کھاتا، ہاتھ پاؤں مارتا، بے کسی کے عالم میں باپ کی نظروں کے سامنے آیا، تو اولاد کی محبت جاگ اٹھی، لخت جگر کو بچانے کے لئے پیغمبر بول اٹھا، میرے مولا تیرا وعدہ سچا، میرا بیٹا ڈوب رہا ہے، اسے بچا دے، موت کا پروانہ آچکا تھا، موت اس کا مقدر بن چکی تھی، نبی کے نالہ وفریاد التجائیں اور دعائیں بھی ان کے بیٹے کو موت سے نہ بچا سکیں۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کی موت کا منظر:

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اکلوتے بیٹے ابراہیم گود نبوت میں ہیں، معصوم کی سانس اکھڑنے لگی، مدتوں بعد نبوت کی گود ہری ہوئی تھی، اللہ تعالی نے بیٹا عطا کیا تھا کہ یکا یک اجل نے گلشن رسالت کے پھول کو شاخ حیات سے الگ کر دیا، ابراہیم نے آخری ہچکی لی اور ان کی روح قفص عنصری سے پرواز کر گئی، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، چہرہ اشکبار ہو گیا، ایک صحابیؓ قریب کھڑے یہ منظر دیکھ رہے تھے، عرض کی رسول اللہ آپ بھی روتے ہیں، فرمایا، ہاں، میں ہادی برحق ہوں، اللہ کا نبی اور رسول ہوں، اس کا محبوب ہوں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں معصوم بچے کا باپ بھی ہوں، جو مجھ سے بچھڑ گیا ہے، امت کو درس نبوت یہ ملا کہ اولاد کی جدائی اور موت پر صبر کرنا بھی سنت ہے اور آنسو بہانا بھی سنت ہے، سرتاج انبیاء صاحب معراج صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے لخت جگر کو موت سے نہ بچا سکے، موت نبی کی گود سے ان کے معصوم بیٹے کو اچک کر لے گئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کا منظر:

موت ہر ذی روح کے لئے لازم ہے؟ سید المرسلین، شفیع المذنبین، مخدوم انسانیت، محبوب رب العالمین، نبیوں کے سردار، آقائے نامدار، فخر موجودات، رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

بھی اس دنیا سے رحلت فرما گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سخت بیمار ہیں، غشی کے دورے وجود اقدس پر چھا رہے ہیں، نقاہت وکمزوری بڑھتی جا رہی ہے، پیشانی نبوت پر پسینے کے قطرے نمودار ہیں، جلیل القدر بیٹی فاطمہ تیمارداری کررہی ہیں، اور اپنے عظیم باپ کی تکلیف کو دیکھ کر بار بار واکرب اباہ ہائے میرے ابا کی تکلیف پکار رہی ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے ہیں، پاس ہی پانی کا پیالہ ہے، جس میں ہاتھ ڈال کر چہرہ انور پر پھیر لیتے ہیں، روئے اقدس سرخ اور کبھی زرد پڑ جاتا ہے، زبان مبارک پر یہ جملے ہیں:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ، اِنَّ الْمَوْتَ سَكَرَاتٌ"

خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور موت تکلیف کے ساتھ ہے

اتنے میں دروازہ نبوت پر دستک ہوئی، جگر گوشہ رسول حضرت فاطمہؓ دروازے پر آئے ہوئے ملاقاتی بدو سے جھگڑ رہی ہیں کہ میرے ابا کی طبیعت سخت مضمحل ہے اور تو دروازہ کھٹکھٹائے جا رہا ہے، آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز سنی، تو فرمایا بیٹی کس سے جھگڑ رہی ہو؟ یہ تو تیرے ابا کے گھر کا احترام ہے، ورنہ یہ دروازے پر آنے والا کسی سے اجازت نہیں مانگا کرتا۔

موت کی تکالیف سے پناہ مانگنی چاہیے:

انبیاء کرام اور اولیاء عظام موت سے بہت ڈرتے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ موت کی سختیوں اور نزع کی تکلیفوں پر ان کا پختہ یقین اور ایمان تھا، آج کل لوگ عدم واقفیت کی بناء پر نزع کی تکلیفوں سے بچنے کی دعا سرسری طور پر مانگتے ہیں، حالانکہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم موت اور نزع کی تکلیفوں سے پناہ مانگا کرتے تھے اور گڑگڑا کر اللہ تعالی سے دعائیں مانگا کرتے تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ دعا کرو، اللہ تعالی نزع کی تکلیف مجھ پر آسان کردیں، انہوں نے کیا خوب جملہ کہا کہ موت کے خوف نے مجھے موت کے قریب کر دیا ہے۔

موت کی تکالیف کی شدت کا بیان:

حضرت حسن فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ موت کا سختی سے ذکر فرمایا کہ موت سے اتنی تکلیف ہوتی ہے، جتنی کہ تین سو جگہ تلوار کی کاٹ سے ہوتی ہے۔

ایک روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جب وصال ہوا، تو حق تعالیٰ نے دریافت فرمایا کہ موت کو کیسا پایا؟ انہوں نے عرض کی، مولا اپنی جان کو ایسا دیکھ رہا تھا، جیسے زندہ چڑیا کو اس طرح آگ پر بھونا جارہا ہو، کہ نہ اس کی جان نکلتی ہو، اور نہ ہی اڑنے کی کوئی صورت ہو۔

ایک اور روایت ہے کہ حضرت موسیٰ نے فرمایا موت کے وقت میری حالت ایسی تھی، جیسے زندہ بکری کی کھال اتاری جارہی ہو۔

حضرت عمرؓ نے حضرت کعبؓ سے دریافت کیا کہ موت کی کیفیت بیان کریں، انہوں نے عرض کی، امیرالمومنین جس طرح ایک کانٹے دار ٹہنی کو آدمی کے اندر داخل کردیا جائے، جس کے ساتھ بدن کا ہر جز ولپٹ جائے پھر، اسے ایک دم کھینچ لیا جائے، اسی طرح جان کھینچی جاتی ہے۔

حضرت عمرو بن العاص کو نزع کے عالم میں پوچھا گیا، کیا حال ہے؟ فرمایا پگھل رہا ہوں، بگڑتا زیادہ ہوں، بنتا کم ہوں۔

ایک اور روایت میں یہ بھی ہے، ان کے بیٹے نے سوال کیا تو حضرت عمرو بن العاص نے ٹھنڈی سانس لی اور کہا جان من موت کی صفت بیان نہیں ہوسکتی، موت ناقابل بیان ہے، لیکن اس وقت ایسا محسوس ہوتا ہے، گویا آسمان زمین پر ٹوٹ پڑا ہے اور میں دونوں کے درمیان پڑ گیا ہوں۔

حجاج بن یوسف سے جب سکرات الموت کی سختیوں کے بارے میں پوچھا گیا، تو حجاج بن یوسف نے کہا، شدید مصیبت، شدید تکلیف، ناقابل بیان، ناقابل برداشت درد، سفر دراز، توشہ قلیل، آہ میری ہلاکت، اگر اس جبار وقہار نے مجھ پر رحم نہ کھایا۔

نظام دنیا کو متوازن رکھنے کا قدرتی اصول:

حضرت حسن فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم اور اس کی ذریت کو پیدا فرمایا، تو فرشتوں نے عرض کیا کہ مولا اولاد آدم زمین میں نہ سما سکے گی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میں موت کو پیدا کردوں گا۔ پروردگار عالم نے کارخانہ قدرت کے نظام کو ہر لحاظ سے جامع مکمل اور متوازن بنایا ہے، صبح کے لئے شام، دن کے لئے رات، بہار کے لئے خزاں، سردی کے لئے گرمی، سفید کے لئے سیاہ، زمین کے لئے آسمان کو پیدا فرمایا، اسی طرح حیات کے لئے موت کو پیدا فرمایا:

﴿ اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا، مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ

تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ﴾

جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ وہ تم کو آزمائے کہ تم میں عمل کے اعتبار سے کون بہتر ہے

موت کو پہلے بیان کی وجہ:

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر موت کی اہمیت اور اس کی حقیقت کو آشکارا کرنے کے لئے موت کا ذکر پہلے اور حیات کا ذکر بعد میں کیا ہے، موت وحیات کی حقانیت بیان کرنے کا مقصد یہ بتایا کہ مالک حقیقی تمہیں آزمانا چاہتا ہے، کہ تم میں عمل کے اعتبار سے کون افضل ہے؟ انسان کی نظر میں اعمال کا تعلق زندگی سے ہے، کیونکہ نیکی بدی خیر وشر اور ہر نوع کے اعمال حیات انسانی سے وابستہ ہیں، نیک اعمال انسان کو جنت میں لے جاتے ہیں، جب کہ اعمال بد انسان کو دوزخ کا ایندھن بنا دیتے ہیں، پروردگار عالم نے موت کی اٹل حقیقت کے پیش نظر اس کا ذکر پہلے کیا، تا کہ بندہ اپنی موت کو یاد کر کے آخرت کی فکر کرے، جب انسان کی نظر آخرت پر ہوگی، تو پھر وہ اپنی حیات میں نیک اعمال کی طرف توجہ دے گا اور برے کام سے بچنے کی کوشش کرے گا، معلوم ہوا کہ اصل اہمیت موت کی ہے۔

انسان کی پیدائش اور موت کے درمیان کتنا فاصلہ؟

آیئے ذرا غور کریں کہ انسانی زندگی اور موت میں فاصلہ ہی کیا ہے؟ آپ نے دیکھا ہوگا، جب انسان اس دنیا میں آتا ہے، یعنی اس کی پیدائش ہوتی ہے، تو اس کے ایک کان میں آذان اور دوسرے کان میں تکبیر کہی جاتی ہے، یہ بات بخوبی آپ جانتے ہیں کہ اذان اور تکبیر ہمیشہ نماز کے لئے کہی جاتی ہے، آخر پیدائش انسانی کے موقع پر اس تکبیر واذان کا کیا فلسفہ ہے؟ کیونکہ آذان وتکبیر کے بعد نماز بھی ہونی چاہئے، اس بات کا مشاہدہ بھی آپ نے کیا ہوگا کہ نماز جنازہ ایک ایسی انوکھی اور منفرد نماز ہے، جس کی نہ اذان ہے اور نہ تکبیر، رب العزت اس دنیا میں آنے والے انسان کو بتانا چاہتے ہیں کہ اے آنے والے دنیا میں تیری نماز جنازہ تیار ہے، کیونکہ اذان اور تکبیر تیرے کانوں میں کہی جا چکی ہے، بس تو یوں سمجھ کہ اس دنیا میں تیری زندگی اتنی ہی ہے، جتنا کہ تکبیر اور نماز کے درمیان وقفہ ہوتا ہے۔

اس دنیا کے محل بھی سرائے ہیں:

یہ دنیا فانی ہے، جس میں ہم نے ڈیرے جما رکھے ہیں اور دل لگا رکھا ہے، کہتے ہیں ایک درویش کسی بادشاہ کے محل میں بغیر اجازت گھس گیا، بادشاہ نے غصہ سے درویش کو کہا، بابا یہ بادشاہ کا محل ہے، کوئی سرائے نہیں، جس کے اندر تو بلا تکلف آ گیا ہے، درویش اللہ والا تھا، اس نے بادشاہ سے پوچھا آپ سے پہلے اس محل کا مالک کون تھا؟ اس نے جواب دیا، میرا والد، درویش نے کہا ان سے پہلے یہ محل کس کی ملکیت تھا؟ بادشاہ نے جواب دیا، میرا دادا، درویش نے پھر سوال کیا ان سے پہلے محل کا مالک کون تھا؟ بادشاہ نے کہا، میرا پردادا۔ فقیر نے بادشاہ کو مخاطب کر کے کہا بادشاہ ہوش کر یہ سرائے نہیں تو کیا ہے؟ جس میں کوئی آ رہا ہے، کوئی جا رہا ہے، تجھے بھی تو ایک دن جانا ہے، بادشاہ یہ جواب سن کر درویش کے قدموں میں گر پڑا۔

یہ دنیا پلیٹ فارم کی طرح ہے:

کسی نے کیا خوب کہا کہ دنیا ایک پلیٹ فارم ہے، گاڑی آنے والی ہے، ایک نہ ایک دن ہمیں اس پر سوار ہونا ہے، یہ سٹاپ عارضی ہے، ہمارا اصل ٹھکانہ وہ جہاں ہے، جہاں ہم نے مستقل رہنا ہے، ایک معمولی سفر کے لئے نہ جانے کتنی تیاری کرتے ہیں، جہاں چند روز ٹھہر کر ہم نے واپس آ جانا ہوتا ہے، لیکن ہم اس بڑے سفر سے غافل ہیں، جہاں سے ہم نے لوٹ کر نہیں آنا، لہذا اس کی تیاری ہم سب کا اولین فرض ہے، یہ زندگی چند روزہ ہے ایک حکیم کا قول ہے کہ ہماری حیات کی رسی کسی دوسرے کے ہاتھ میں ہے، نہ جانے کب کھینچ دی جائے، رب العزت ہم سب کو موت کی اٹل حقیقت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، اس کو کثرت سے یاد کرنے اور فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اس کی تیاری کرنے توفیق عطا فرمائے۔ آمین

پچھتائے گا منزل ہے کڑی دیکھ کہا مان
کچھ زاد سفر باندھ لے دامان کفن میں

(ماخوز از صدائے محراب، جلد اول)

(۱۰)

موت اور قیامت کا منظر

مبلغ اسلام حضرت مولانا محمد طارق جمیل صاحب مدظلہم العالی

خطاب:...... بمقام فیصل آباد

مورخہ:...... 27.6.2001ء

موت اور قیامت کا منظر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى . اَمَّا بَعْدُ

دنیا کا پہلا سب سے بڑا حادثہ :

میرے بھائیوں اور دوستو ! انسان کا دنیا میں آنا، اس انسان کے لئے اس کی زندگی کا سب سے بڑا واقعہ ہے، ساری کائنات میں ہر لحہ، ہر پل، ہر منٹ میں ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں حادثات وواقعات جنم لے رہے ہیں اور اسی پل میں ختم بھی ہورہے ہیں، ہزاروں کہانیاں ایک پل میں شروع ہوتی ہیں اور ہزاروں کہانیاں اسی پل میں ختم ہورہی ہیں۔

لاکھوں، کروڑوں حادثات وواقعات ایک منٹ میں وجود میں آرہے ہوتے ہیں اور اسی منٹ میں ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں واقعات وحادثات اپنی انتہاء کو پہنچ رہے ہوتے ہیں۔

میں اس دنیا میں آیا ہوں، یہ میری زندگی کا بہت بڑا واقعہ ہے، بہت بڑا حادثہ ہے، آپ دنیا میں آئے ہیں، یہ آپ کے لئے اور پوری دنیا کے انسانوں (جو اس دنیا میں موجود ہیں) کے لئے ان کی زندگی کا سب سے بڑا واقعہ ہے، سب سے بڑا حادثہ ہے۔

ہم اس کائنات کا ایک فرد ہیں، اس میں ہم موجود ہیں اور سو فیصد یہ چیز امکانیات میں سے ہے، کہ ہمارا کہیں وجود ہی نہ ہوتا، ہمارا کہیں تذکرہ ہی نہ ہوتا۔

کائنات کی اصلیت:

کائنات میں اصل تو عدم ہے، کچھ بھی نہیں ہے اور اللہ اپنی ذات کے ساتھ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، وہ ایسا ابدی ہے، کہ اگر ہم پیچھے اپنی نظر کو دوڑا کے سوچنا چاہیں کہ کہاں سے اس کی ابتداء ہوتی ہے؟ تو ساری کائنات کی فکر، نظر، غور، خیال سب تھک ہار کے گر پڑے گا، لیکن ہم اللہ تعالیٰ کی ابتداء تک پہنچ ہی نہیں سکتے، کوئی چیز ہو، تو انسان پہنچے، ابتداء ہو تو پہنچا جائے، ابتداء ہی کوئی نہیں ہے، تو کوئی پہنچے گا کیا؟ پھر آگے اس کو اگر سوچنا چاہیں، تو آگے اس کی انجام

کہاں تک ہے؟ تو جتنا مرضی کوئی انسان ...... کوئی جن ...... کوئی فرشتہ ...... کوئی رسول ...... آخری نبی ...... انبیاء کے رسول ...... سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ...... سارے مل کے انتہاء کو سوچنا چاہیں، تو انتہاء تک بھی نہیں پہنچ سکتے، کہ اس کی انتہا بھی کوئی نہیں ہے، کائنات ایک موجود ہے، جو کچھ نہ تھا اور وجود بنا، اس میں میں موجود ہوا، یہ بڑا واقعہ ہے میرے لئے۔

میری زندگی کا سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ میں کیوں آیا ہوں؟ اور ہمیں شیطان نے اس سوال سے ہٹا کر کائناتی سوالات میں پھنسا دیا ہے کہ

یہ لوہا کیوں ہے......؟ یہ تانبا اور پیتل کیوں ہے......؟
یہ پانی کیوں ہے......؟ یہ جانور کیوں ہے......؟
یہ درخت کیوں ہے اور یہ کیسے ہیں......؟ یہ سبز کیسے ہو جاتے ہیں......؟
یہ پھل میٹھا کیسے ہو جاتا ہے......؟ زمین میں معدنیات کیسے ہیں......؟
پٹرول کیسے ہے......؟

اپنے سے باہر کی جستجو میں آج کا انسان گم ہے، جو اس کی زندگی کا سب سے بڑا سوال ہے، کہ میں اس کائنات میں کیوں ہوں؟ اس کے بارے میں نہ ماں باپ اس کو فکرمند کر رہے ہیں، نہ ماحول اس کو فکرمند کر رہا ہے، نہ کوئی سکول، کالج میں کوئی استاد، کوئی ٹیچر، کوئی پروفیسر اس کے بارے میں فکرمند کر رہا ہے کہ بھائی آپ اس دنیا میں آئے ہیں، آپ سوچیں کیوں؟ یہ کیوں کا سوال اپنے اوپر لگائیں کہ میں کیوں ہوں؟

﴿ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴾

اللہ تعالیٰ بھی سوال فرما رہے ہیں کہ تم اپنے آپ میں غور کیوں نہیں کرتے ہو، اپنے آپ کو سوچتے کیوں نہیں ہو؟ یہ کتنا بڑا میری ذات کے لئے ایک واقعہ، ایک حادثہ، ایک قصہ، ایک کہانی ہے کہ میں اس کائنات میں ایک فرد کی حیثیت سے موجود ہوں۔

کیوں آیا ہوں؟ یہ سوال ہے۔
کہاں سے آیا ہوں؟ یہ سوال ہے۔
کس نے بھیجا ہے؟ یہ بھی سوال ہے۔
میں کہاں جا رہا ہوں؟ یہ بھی ایک سوال ہے۔

لازمی پرچہ اور اس کے سوالات:

میرے ہر طرف جو سوال اٹھ رہے ہیں، اس کا حل کرنا، یہ وہ پرچہ ہے، جو لازمی ہے اور میری زندگی کے گردو پیش میں جو پھیلے ہوئے سوالات ہیں، یہ وہ پرچہ ہے، جو لازمی نہیں ہے، اس میں فیل بھی پاس ہو جائے گا اور جو سوال میں نے اٹھائے ہیں، میں نے نہیں، یہ تو شریعت نے اٹھائے ہیں، میں تو خالی ترجمانی کر رہا ہوں، ان سوالات کا حل جس نے تلاش نہ کیا اور اس پرچے میں جو فیل ہو گیا، تو یہ لازمی پرچہ ہے، اس کا فیل، فیل ہی سمجھا جائے گا اور یہ ہارا ہوا، کبھی نہیں بازی جیت سکتا، جو یہ سوال اٹھ رہے ہیں، کیوں؟ کہاں سے؟ کس نے بھیجا؟ کہاں جا رہا ہوں؟ منزل کیا ہے میری؟ مقصد کیا ہے میرا؟

اور میں اس دنیا میں آنکھ کھولتے ہی جی لگا لیتا ہوں، دل لگ جاتا ہے اور......

...... یہاں کی خوشیاں اچھی لگتی ہیں۔

...... یہاں کے نغمے اچھے لگتے ہیں۔

...... یہاں کی وادیاں اچھی لگتی ہیں۔

...... یہاں مرغزار اچھے لگتے ہیں۔

...... یہاں کی دوستیاں اچھی لگتی ہیں۔

دنیا کا دوسرا سب سے بڑا حادثہ:

لیکن پھر میرے نہ چاہنے کے باوجود ایک ایسا زبردست حادثہ آتا ہے، کہ مجھے اٹھا کے یہاں سے ایسے چلا جاتا ہے کہ پھر جیسے میں نے اس دھرتی پہ قدم ہی نہیں رکھا تھا، یہ اس سے بڑا واقعہ ہے، میرے آنے میں نہ میری خواہش کو دخل ہے۔

.... نہ میرے ارادے کو دخل ہے۔

.... نہ میری طلب کو دخل ہے۔

.... نہ میرے اختیار کو دخل ہے۔

.... نہ میری چاہت کو دخل ہے۔

میں نے نہیں سوچا تھا کہ میں اس روپ میں دنیا میں آجاؤں، آپ نے نہیں چاہا تھا کہ آپ آجائیں، ہم میں سے کسی نے درخواست نہیں دی، مرد ہونے کی درخواست نہیں دی، اس حلیے، اس روپ، اس شکل کی درخواست نہیں دی، لیکن اللہ تعالی نے اپنے غیب سے یہ وجود ہمیں دیدیا، اب ہم یہاں سے جانا نہیں چاہتے اور مرنا نہیں چاہتے، ہم دائیں بائیں موت کو دیکھتے ہیں، شکار کرتے ہوئے اور اس کے آہنی پنجوں میں بڑے بڑے شہسواروں کو دیکھتے ہوئے، بے بسی کے ساتھ تڑپتے ہوئے اور بڑے بڑے بادشاہوں کے تخت الٹتے ہوئے، ہم دیکھتے ہیں اور انہیں چوہے کی طرح موت کے آگے ذلیل ہوتا اور بے بسی سے مرتا ہم دیکھتے ہیں۔

خلیفہ واثق باللہ کی حالتِ موت کا منظر:

واثق باللہ ایسا جابر بادشاہ تھا، اس کی آنکھوں میں آنکھ ڈال کر کوئی بات نہیں کرسکتا تھا، ایسا قہر برستا تھا، اس کی آنکھوں سے اور جب موت نے جھٹکا دیا، سکرات کا جھٹکا لگا، تو ایک دم ہاتھ آسمان کو اٹھے:

يَا مَنْ لَا يَزَالُ مُلْكُهُ

اِرْحَمْ مَنْ زَالَ مُلْكُهُ

اے وہ ذات جس کے ملک کو زوال نہیں، اس شخص پہ رحم کھا، جس کا ملک زائل ہوگیا۔

اور ہاں جن آنکھوں میں کوئی آنکھیں ڈال کے نہیں دیکھ سکتا تھا، مرنے کے بعد جو انہوں نے سر پر چادر ڈال دی، تو تھوڑی دیر بعد اس کی حرکت محسوس ہوئی، چادر کے نیچے چہرے کے مقام پر، یہ کیا؟ یہ کیسی حرکت ہے؟ چادر اٹھا کے دیکھا، تو ایک موٹا چوہا، اس کی دونوں آنکھیں کھا چکا تھا، عباسی محل میں چوہے آجائیں، جہاں زربفت کے مقتدر باللہ کے محل میں اٹھتیس ہزار پردے لٹکے ہوئے تھے، جن میں سونے کا پانی چڑھا ہوا تھا اور ہیرے وہاں ایسے لٹکائے جاتے تھے، جیسے انگور کے گچھے لٹکائے جاتے ہیں، وہاں تو چیونٹی کا گزر بھی مشکل سے ہوتا تھا، یہ چوہا کہاں سے آگیا؟ اور اس کی خوابگاہ میں، یہ کہاں سے آیا ہے؟ یہ اللہ کا بھیجا ہوا ہے، جو یہ بتانے کے لئے آیا ہے کہ جن آنکھوں سے یہ قہر برستا تھا تم سب دیکھ لو، کہ سب سے پہلے انہی آنکھوں کو چوہے کے سپرد کردیا اور آگے جو قبر میں ہونے والا ہے، وہ اگلی کہانی ہے، جو اس کے علاوہ ہے کہ آگے اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔

قبرستان میں سودے بازی:

کوئی نہیں جانا چاہتا، ایک دم ایک ادھر سے موت شکار کرتی ہے، ادھر سے اٹھا کے لے جاتی ہے، ادھر سے اٹھا کے لے جاتی ہے، اب تو ہمارا جی لگ گیا ہے، اب ہم جانا نہیں چاہتے، پہلے ہم آنا نہیں چاہتے تھے، چاہت کیا؟ پہلے ہم تھے ہی نہیں، ہم آئے، اب ہم جانا نہیں چاہتے اور پھر دائیں بائیں چاروں طرف سے ہے

تروع الجنائز کل یوم

ویحزننی بکاء النالحات

چاروں طرف سے رونے والیوں کی آوازیں وہ دل کو ہلاتی ہیں، کبھی بلایا کرتی تھیں، اب تو گھر میں موت ہو، تو کسی کا دل نہیں ہلتا، ایسے پتھر ہو گئے، قبرستان میں ٹیلی فون پہ یہ سودے کر رہے ہوتے ہیں، قبرستان کے اندر ٹیلی فون پہ سودے کر رہے ہیں، دلوں پر آ گئی ایسی سختی اور سیاہی کہ دفن ہوتا دیکھ کر بھی موت یاد نہیں۔

جنازے سے عبرت حاصل کرنے کا واقعہ:

ہشام بن عبدالملک نے ایک باندی خریدی، بڑی خوبصورت ایک لاکھ دینار کی، تو کہا، اس کے لئے ایک محل بناؤ، اس کے لئے الگ قصر بناؤ، اور جب وہ خلوت میں اس کے پاس گیا، تو باہر سے آواز آئی، شور اٹھا، کھڑکی کھولی، تو ایک جنازہ جا رہا تھا، جنازے کو دیکھ کر ایک دم جذبات ایسے سرد پڑ گئے، کہنے لگا: "کَفٰی بِالْمَوْتِ وَاعِظًا" موت سے بڑا واعظ کوئی نہیں کہا، جا، تو اللہ کے لئے آزاد ہے، اس زمانے کے جابر بادشاہ بھی موت سے ایسے ڈرتے تھے کہ آج کا مسکین بھی ایسا نہیں ڈرتا، اور آج کا ریڑھی والا بھی موت سے ایسا نہیں ڈرتا، جیسا اس زمانے میں تین تین براعظموں کے بادشاہ موت کو دیکھ کر لرز جاتے تھے، جنازہ کو دیکھا، کہا، جا، اللہ کے لئے آزاد ہے کہا: کَفٰی بِالْمَوْتِ وَاعِظًا، موت سب سے بڑا واعظ ہے۔

موت کا کام جاری وساری ہے:

میرے بھائیو ! موت شکار کر رہی ہے، دائیں بائیں سے، جوان بھی، بوڑھے بھی، بیمار

بھی، بادشاہ بھی، غریب بھی، امیر بھی اور ہم مرنا نہیں چاہتے اور پھر بھی ہم چاروں طرف بے بسی سے انسانوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ کس کی بھینٹ چڑھ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا امر نافذ ہے۔

حُکْمُ الْمَنِيَّةِ فِي الْبَرِيَّةِ جَارِ
مَا هٰذِهِ الدُّنْيَا بِدَارِ قَرَارِ

موت کا حکم تیزی کے ساتھ نافذ ہے اور جاری ہے اور یہاں کو قرار نہیں ہے، تو یہ پھر کہاں جا رہے ہیں؟ یہ موت مجھے کہاں لے جا رہی ہے؟

موت کے بعد کیا ہے:

یہاں پھر ایک سوال آتا ہے کہ یہ تو مرنا نہیں چاہتا تھا، یہ کیوں مر گیا؟ یہ کہاں اس کو اٹھا کے لے جا رہے ہیں؟ کیا یہ مر کے مٹی ہوتے چلے جا رہے ہیں؟ یہ شہر خموشاں کے باسی، کیا ان کے لئے بھی اٹھنا کوئی نہیں ہے؟ کیا ہوگا؟ موت کے آگے کیا ہوگا؟ یہ کیوں اس طرح موت اور زندگی کا سلسلہ چل رہا ہے؟ یہ سارے وہ سوال ہیں، جن کا جواب دینے سے انسانی عقل قاصر ہے، ہمارے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔

ہم کہاں سے آئے ہیں؟	ہم کیوں آئے ہیں؟
موت کیا ہے؟	ہم کہاں جا رہے ہیں؟

موت کے بعد کیا ہونے والا ہے؟

انسانی عقل کا جواب:

اس کے بارے میں انسانی علم اندھا ہے: ﴿بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِّنْهَا بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ﴾ آخرت کے بارے میں ان کا علم نہیں پہنچ سکا، یہ جانتے ہی نہیں ہیں: ﴿هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ﴾ یہ انسانی عقل کا جواب ہے، کچھ نہیں جو کچھ تمہیں نبی کہہ رہے ہیں، یہ سب جھوٹ ہے، جھوٹ ہے۔

﴿اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ﴾

اپنی اپنی طبعی موت ہر کوئی مرتا ہے، بائی نیچر ہر کوئی آیا، بائی نیچر ہر کوئی مرا، کچھ نہیں، موت

کے بعد کچھ نہیں۔

﴿ ءَ اِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَۃِ ءَ اِذَا کُنَّا عِظَامًا نَّخِرَۃً قَالُوْا تِلْکَ اِذًا کَرَّۃٌ خَاسِرَۃٌ ﴾

کبھی کوئی قبر میں جا کر واپس آیا، کبھی کسی نے بتایا کہ مرنے کے بعد یہ کچھ ہو رہا ہے، کچھ نہیں، ہڈیاں پرانی ہوگئیں، بوسیدہ ہوگئیں، بکھر گئیں، منتشر ہوگئیں، اب کسی کے لئے کوئی اٹھنا نہیں ہے، کچھ نہیں۔

﴿ وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ﴾ کوئی موت کے بعد اٹھا، کوئی نہیں

یہ انسانی عقل کا یہی جواب ہے، لیکن یہاں آ کر ایک دم اللہ تعالیٰ کا علم ظاہر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے انبیاء کرام (علیہم السلام) ایک دم آ کر پکار پکار کہتے ہیں کہ

اَلْمَوْتُ لَیْسَ مِنْہُ الْفَوْتُ اے لوگو! موت سے کسی کو مفر کوئی نہیں۔

﴿ اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُمُ الْمَوْتُ ﴾...... جدھر جاؤ گے، تمہیں موت پکڑ لے گی اور موت کے بعد پھر ایک زندگی ہے۔

حقانیت قیامت:

جس اللہ نے تمہیں یہاں بھیجا، اسی اللہ کی خبر ہے کہ موت کے بعد پھر ایک زندگی ہے۔

﴿وَمِنْھَا تُخْرَجُوْنَ ﴾...... اسی زمین سے نکالے جاؤ گے۔

﴿وَمِنْھَا نُخْرِجُکُمْ تَارَۃً اُخْرٰی ﴾...... اسی سے ہم تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔

﴿مِنْھَا خَلَقْنٰکُمْ ﴾...... مٹی سے بنایا۔

﴿وَفِیْھَا نُعِیْدُکُمْ ﴾...... مٹی میں لوٹا دوں گا۔

﴿ وَمِنْھَا نُخْرِجُکُمْ تَارَۃً اُخْرٰی ﴾...... پھر مٹی سے میں تمہیں باہر نکالوں گا۔

﴿ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی ﴾...... تم اکیلے اکیلے آؤ گے، وہ دن ہمارے ہاں طے ہو چکا ہے۔

﴿ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّۃُ الْکُبْرٰی ﴾...... وہ ہنگامہ ہے۔

﴿ فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّۃُ﴾...... وہ چیخ ہے۔

﴿اَلْقَارِعَۃُ مَا الْقَارِعَۃُ﴾...... وہ کانوں کے پردے چیر دینے والی آواز ہے۔

﴿اَلْحَاقَّةُ مَا الْحَاقَّةُ﴾......وہ ایسی حقیقت جس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔

﴿هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ﴾ ......وہ وہ دن ہے جو تم پر چھا جائے گا چادر کی طرح

يَوْمُ الْخُسْرَانِ......وہ وہ دن ہے، جس دن دیکھو گے کچھ نا کام ہو رہے ہیں

يَوْمُ الْفَوْزَانِ......تم دیکھو گے کچھ لوگ کامیاب ہو رہے ہیں۔

﴿فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ﴾ ......ایک طبقہ جنت کو جا رہا ہے۔

﴿وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ﴾......ایک طبقہ جہنم کو جا رہا ہے۔

﴿يَوْمَ يَأْتِيْ﴾ اس دن نے آنا ہے، اسے نہ کوئی روک سکا ہے، نہ اس سے ہم بھاگ سکتے ہیں۔

﴿اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا﴾......وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں طے ہو چکا ہے۔

﴿اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ تم سب کے جمع ہونے کا دن، جو مقرر ہو چکا ہے۔

﴿قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ﴾ ......تمہارے پہلے......تمہارے پچھلے......تمہارے بوڑھے......تمہارے جوان......﴿لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴾......تم سب ایک دن میں جمع کر دیئے جاؤ گے اور ایسے جمع کئے جاؤ گے۔

قیامِ قیامت کا منظر:

﴿يَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ﴾...... جب ہم پہاڑوں کو چلا دیں گے۔

﴿وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً﴾......دیکھو کہ زمین کھلی اور ننگی ہے۔

﴿قَاعًا صَفْصَفًا﴾......ایک چٹیل میدان ہے۔

﴿لَا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَا اَمْتًا﴾ ......نہ کوئی تمہیں گڑھا نظر آئے گا، نہ کوئی ٹیلہ نظر آئے گا، ایک صاف شفاف چٹیل میدان ہے۔

﴿وَحَشَرْنٰهُمْ﴾...... میں تمہیں اس زمین سے نکالوں گا اور جمع کر دوں گا۔

﴿فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا﴾ ...... میں تم میں سے کسی ایک کو پیچھے نہیں چھوڑوں گا، کوئی ایک پیچھے نہیں بچے گا۔

﴿اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا﴾ ......آسمان والے، زمین والے تم سب ذلیل ہو کر، غلام ہو کر، میرے سامنے آؤ گے۔

﴿وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا﴾ ......تم میں سے ہر ایک شخص اکیلا اکیلا اپنی جان کو لے کر آئیگا۔

﴿وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى﴾ تم کسی کو اماں پکارو، کسی کو ابا پکارو، بیوی بچوں کو پکاروگے، کہ کچھ میرا بوجھ اٹھالو، تو سب کے سب کہیں گے ناں ! ناں ! ناں !

﴿لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى﴾ ......آج اپنی اپنی خود نبیڑو۔

﴿لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيهِ﴾ ......آج ہمیں اپنی مصیبت پڑی ہے، ہمیں کسی کی نہیں، آج ہمیں اپنی ہے۔

قیامت کی پہلی پھونک :

تو وہ دن اللہ تعالیٰ نے طے کر دیا ہے۔

﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ﴾ ......ایک آواز ہوگی۔

﴿فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ﴾ ......ایک ڈانٹ ہوگی۔

﴿فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ﴾ ......تم سب اللہ کے سامنے کھڑے ہوئے ہوگے۔

ایک پکار، ایک آواز پر اللہ تعالیٰ ہم سب کو یوں کھڑا کرے گا

﴿وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً﴾ زمین و آسمان توڑ پھوڑ دیگا

﴿فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ﴾ ......آج وہ دن واقع ہوگیا

﴿وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ﴾ ......آسمان کمزور ہوگیا ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا

﴿وَالْمَلَكُ عَلٰى أَرْجَائِهَا﴾ ......فرشتے کناروں پہ چلے گئے۔

﴿وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ﴾ ......اللہ کا عرش انسانوں کے سروں کے اوپر چھا گیا۔

مخلوق کی بے بسی:

﴿يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ﴾ ......آج تم سب فیصل آبادی ہو...... یا ملتانی ہو...... یا ایرانی ہو......

یا ترانی اور ترکستانی ہو...... آج تم سب کو میرے سامنے کھڑا ہونا پڑے گا۔

﴿لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ﴾ ...... آج تم چھپ نہیں سکتے۔

﴿يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ﴾ ...... تم سب دوڑو گے بھاگو گے، کوئی چھپنے کی جگہ مل جائے تو چھپ نہیں سکتے ہو۔

تم چھپنا چاہو تو چھپ نہیں سکتے ...... تم بھاگنا چاہو تو بھاگ نہیں سکتے ...... اور تم لڑائی کر کے نکلنا چاہو تو تم میں طاقت کوئی نہیں۔

﴿فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ﴾ ...... آج طاقت تو ساری اللہ کی ہے۔

﴿اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ﴾ ...... حکومت ساری اللہ کی۔

﴿اِنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا﴾ ...... طاقت ساری اللہ کی۔

حَتّٰى لَمْ يَزَلْ لَا يَزَالُ ...... وہ زندہ جو نہ مرتا ہے اور موت سے پاک ہے
سب زندوں کو موت دے خود موت سے پاک ہے
سب کو موت دے خود موت سے آزاد ہے
ہر زندہ سے پہلے بھی زندہ ہے ہر زندہ کے بعد بھی زندہ
ہر زندہ کو موت دیکر خود زندہ ہے۔

سب انسانوں کو موت کے پیالے پلا کے خود ہر قسم کے ضعف سے اور موت سے پاک ہے۔ نورانیوں کو ماردیا...... نوریوں کو ماردیا...... خاکیوں کو ماردیا...... آبیوں کو ماردیا...... فضائی ماردیئے...... ہوائی ماردیئے...... خلائی ماردیئے...... ساری کائنات کو موت کے پیالے پلا کر خود اپنی ذات میں اکیلا۔ ﴿وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ﴾ ...... وہ اپنی عزت کے ساتھ، اکرام کے ساتھ جلال کے ساتھ باقی ہے۔ جو فنا سے پاک ہے...... جو زوال سے پاک ہے...... جو ضعف سے پاک ہے...... جو تھکن اور تھکاوٹ سے پاک ہے...... جو ہر قسم کی کمزوری سے پاک ہے...... جو غفلت سے پاک ہے۔

اللہ کسی کا محتاج نہیں:

تنہا ہے تو کسی ساتھ کا محتاج کوئی نہیں ...... اکیلا ہے تو کسی سنگی کا محتاج کوئی نہیں

وحدہ لاشریک ہے، تو دل لگانے کے لئے کسی مجلس کا محتاج کوئی نہیں

لَا أُخْلِقُكُمْ لِأَسْتَعِينَ بِكُمْ عَلٰى أَمْرٍ قَدْ عَجَزْتُ عَنْهُ ...... وہ اپنی مخلوق اس لئے نہیں بناتا کہ کوئی کام اٹک گیا ہے تو ہمیں بنا کر اپنا کام نکالنا چاہتا ہے، اپنی ذات میں ایسا اکیلا ہے کہ اپنے کام کروانے کے لئے مخلوق کا محتاج نہیں۔

......اپنا جی لگانے کے لئے مخلوق کا محتاج نہیں

......باتیں کرنے کے لئے مخلوق کا محتاج نہیں

......وقت گزاری کے لئے ساتھیوں کا محتاج نہیں

اور اپنے آپ کو مصروف رکھنے کے لئے کسی محفل کا محتاج نہیں

.... کسی مجلس کا محتاج نہیں

.... کسی فرشتے کا محتاج نہیں

.... کسی انسان کا محتاج نہیں

.... کسی نبی کا محتاج نہیں

.... کسی رسول کا محتاج نہیں

.... کسی پیغمبر کا محتاج نہیں

.... کسی ولی، صدیق، شہید کا محتاج نہیں

.... کسی انسان کا محتاج نہیں

کائنات کے بحر و بر میں، عرش و فرش میں، زمین و آسمان میں نہ وہ کسی ذرے کا محتاج ہے

.... نہ کسی پہاڑ کا محتاج ہے

اس کے خزانوں میں محتاجی نام کی کوئی چیز نہیں ہے، اب وہ اکیلا ہے، وہ پہلے بھی اکیلا تھا، وہ بعد میں اکیلا رہے گا۔

اسے اپنی ذات کو باقی رکھنے کے لئے نہ روح کی ضرورت ہے۔

.... نہ غذا کی ضرورت ہے۔

.... نہ روٹی کی ضرورت ہے۔

.... نہ پانی کی ضرورت ہے۔

اور خواہشات کو پورا کرنے کے لئے   نہ اسے کسی حکومت کی ضرورت ہے۔

....   نہ عرش کی ضرورت ہے۔

....   نہ تخت کی ضرورت ہے۔

....   نہ آسمان کی ضرورت ہے۔

....   نہ زمین کی ضرورت ہے۔

اپنی بادشاہی اور اپنے اقتدار کو بتانے اور دکھانے کے لئے وہ زمین وآسمان کا محتاج نہیں

اپنے آپ کو مسجود بتانے کے لئے وہ فرشتوں کا اور ہمارے سجدوں کا محتاج کوئی نہیں

وہ اپنے آپ کو معبود کہلوانے کے لئے ہماری بندگی کا محتاج کوئی نہیں۔

اپنے آپ کو اکبر اور کبیر کہلواتے کے لئے ہماری تکبیروں کا اور ہماری اذانوں کا محتاج کوئی نہیں۔ اپنی تعریف کروانے کے لئے ہماری تسبیح کا محتاج کوئی نہیں

کوئی اس کو مانے یا نہ مانے وہ   ہر حال میں پاک ذات ہے۔

....   ہر حال میں بلند ذات ہے۔

....   ہر حال میں برتر ذات ہے۔

....   ہر حال میں عظیم ذات ہے۔

....   ہر حال میں وراء الوراء ذات ہے۔

﴿ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ ﴾......اسے نہ آنکھ دیکھ سکے۔

لَاتُخَالِطُهُ الظُّنُوْنُ......اسے نہ خیال پہنچ سکے۔

لَا تُغَيِّرُهُ الْحَوَادِثُ ......اسے نہ حادثات بدل سکیں۔

لَايَخْشَى الدَّوَائِرُ ......وہ انقلابوں سے ڈرتا نہیں۔

نہ ختم ہونے والی تعریفوں کا مالک:

لَايَصِفُهُ الْوَاصِفُوْنَ ...... تعریف کرنے والے اس کی تعریف کر کے تھک جائیں اور اس کی تعریف ختم نہ ہو۔

ہماری زبانیں ٹوٹ جائیں، ہمارے ہاتھ لکھتے لکھتے ٹوٹ جائیں، ہمارے قلم گھس جائیں،

ہماری سیاہیاں خشک ہو جائیں، ساری دھرتی کو اللہ کاپی بنا دے، زمین وآسمان کے ایک ایک پرت کو اللہ تعالیٰ صفحے بنا دے اور ہمارے ہاتھ میں زمین وآسمان تک لمبی لمبی قلمیں پکڑا دے اور سات سمندر تو تھوڑے ہیں سات زمین وآسمان کے خلاء کو پانی سے بھر دے اور ہمیں چاروں طرف بٹھا دے پھر کہے میری تعریف لکھو قلم وہ ہے جو عرش سے شروع ہوتا ہے اور پانی تک جاتا ہے اور کاغذ وہ ہے جس کا زمین وآسمان کے برابر سینہ کھلا ہوا ہے اور میرے اوپر علم وہ ہے جو اللہ براہ راست اتار رہا ہے اور پھر ہم سب انسان، جنات، فرشتے، اولین، آخرین، بوڑھے، زندہ، مردہ، جوان، اگلے پچھلے، علماء، خطباء، فصیح، بلیغ، حسین، جمیل، انبیاء، مرسلین، اور جبرئیل میکائیل، عزرائیل، اسرافیل یہ سارے کے سارے، عرش کے فرشتے، جنت کے فرشتے، جنت کی حوریں، دوزخ کے فرشتے، کائنات کا پتہ پتہ مخلوق بن جائے، کائنات کے ذرے ذرے کو زبان بھی مل جائے، کائنات کے ذرے ذرے کو ہاتھ مل جائیں اور ذرے ذرے کے ہاتھ میں قلم آجائیں اور سب اللہ پاک کی تعریف میں مشغول ہو جائیں تو میرے اللہ کا اعلان ہے :

﴿ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنفَدَ كَلِمَٰتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا ﴾

یہ سب سمند ختم ہو جائیں گے، تمہارے قلم ختم ہو جائیں گے ...... تمہارے ہاتھ تھک جائیں گے پر تمہارے رب کی تعریف ختم نہیں ہو سکتی، لامحدود کو محدود لفظوں میں نہیں ادا کیا جا سکتا۔

خالق اور مخلوق کا کوئی تقابل نہیں:

وہ لامحدو   مخلوق محدود

وہ علم میں لامحدود...... ہم جہل میں لامحدود

وہ طاقت میں لامحدود...... ہم ضعف میں لامحدود

وہ قدرت میں لامحدود...... ہم عجز میں لامحدود

وہ سخاوت میں لامحدود ہے...... ہم بخل میں لامحدود ہیں

وہ بادشاہی وکبریائی میں لامحدود ہے...... ہم ذلت وپستی میں لامحدود ہیں

وہ طاقت وقدرت میں باکمال ہے، لازوال ہے، اور لامحدود ہے اور ہماری ہر عیب میں، ہماری ہر ضعف میں کوئی حد نہیں۔

اس کی ہر صفت میں کوئی حد نہیں، اس کی کوئی حد نہیں، کمیوں میں، کوتاہیوں میں (کوئی حد نہیں) تو مخلوق محدود ہے اور اللہ لامحدود ہے، محدود، لامحدود کی تعریف نہ کر سکے نہ احاطہ کر سکے نہ زبان سے اس کی تعریف ہو سکے نہ قلم ایسے کہ اس کی تعریف کو لکھ سکیں نہ علم ایسا جو اس کا احاطہ کر سکے وہ اپنی ذات میں باقی ہے باقی ساری کائنات کو فنا ہے، موت ہے اور وہ موت سے پاک ہے

سب کو موت ہے:

اگر کسی اللہ تعالیٰ موت سے بچاتا تو اپنے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بچاتا پر اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی کہہ دیا عِشْ مَا شِئْتَ فَاِنَّکَ مَیِّتٌ میرے نبی تجھے پابند نہیں کرتا ہوں کہ تو نے تریسٹھ سال ہی زندہ رہنا ہے، تجھے آزادی دیتا ہوں کہ تو جب تک زندہ رہے گا جب تک تو چاہے گا تو زندہ رہے گا میرا فرشتہ تیرے پاس نہیں آئے گا لیکن ایک دن موت کا پیالہ تجھے بھی پینا پڑے گا صرف تیرا رب موت سے پاک ہے، باقی سب کے لئے موت کا حکم نافذ ہے، جاری وساری ہے۔

موت کو کیوں نہیں سوچتے !

میرے بھائیو ! مرجانا اس سے بڑا واقعہ ہے، ہم سوچتے کیوں نہیں؟ آپ کبھی دیکھتے ہیں کہ ہمارے گھروں میں یہ بحث ہوئی کہ مرجانا ہے کیا کریں؟ ......کبھی آپ نے بچوں کو بٹھایا ہو ......کبھی میاں بیوی بیٹھے ہوں ......کبھی دادا، دادی بیٹھے ہوں ......کبھی نانا، نانی بیٹھے ہوں ...... کبھی ابا اور اماں بیٹھے ہوں ......کبھی بھائی بہن بیٹھے ہوں۔ بولو بھائی! مرجانا ہے، کیا کیا جائے؟

کاروبار ڈاؤن ہو رہا ہے کیا کیا جائے؟ نوکری نہیں مل رہی، کیا کیا جائے؟

بیٹا بیمار ہے۔ کیا کیا جائے؟ فلاں آنے والا ہے، کیا کیا جائے؟

شادی ہونے والی ہے، کیا کیا جائے؟ فلاں مرگیا ہے، کیا کیا جائے؟

دکان لے لی ہے، کیا کیا جائے؟ گھر بنانا ہے، کیا کیا جائے؟

وسب کے لئے تو کیا کیا کیا کی پکار ہے اور ''مرجانا ہے کیا کیا جائے'' اس کے لئے بھی کبھی گلستان کالونی (فیصل آباد) والے مل بیٹھے ہیں؟

مرنے والے دیکھ تو سہی تیرے بعد کیا ہوگیا؟

اگر یہ موت کو یاد کرتے ہوتے تو دنیا کا رخ اور ہوتا، شیطان نے موت بھلا دی۔

کتنا بڑا واقعہ ہے کہ...... یہ جیتا جاگتا وجود...... یہ چمکتی دیکھتی آنکھیں...... یہ سنتے ہوئے کان...... یہ حرکت کرتے ہوئے ہاتھ...... یہ چہکتی ہوئی زبان...... اور یہ دھڑکتا ہوا دل...... اور یہ تھرکتا ہوا جسم...... ایک دن مٹی ہو جائے گا...... آنکھیں ہیں پر دیکھتی نہیں...... کان ہیں پر سنتے نہیں...... زبان ہے پر بولتی نہیں۔

یہ وہی ہے جو کہتا تھا مجھے فرصت نہیں...... میرے بڑے کام ہیں...... میرے بڑے کام ہیں...... ارے سجدہ تو دیدے نماز کا، او جی میرے بڑے کام ہیں...... میرے بڑے کام ہیں...... ارے میرے بھائی ! آج تیرے کام کہاں چلے گئے؟ تو بولتا کیوں نہیں؟ دیکھو تو سہی تیری دکان...... یہ تو لڑائیاں شروع ہو گئیں...... دیکھ تو تیرے گھر میں درمیان دیواریں پڑ گئیں...... سگے بھائی دست وگریبان ہو گئے...... ایک دوسرے کے منہ نوچنے والے بن گئے...... دیکھ تو تیرے بیڈ پہ لڑائیاں۔

دیکھ اماں تیرے زیور پہ لڑائیاں...... تیرے کپڑوں پہ لڑائیاں...... تیرے جوتوں پہ لڑائیاں...... تو کہتی تھی میرا زیور میرا کانٹا اور میرے یہ اور میرا گھر دیکھو تو سہی تمہارے گھروں میں دیواریں پڑ گئیں تمہاری دکانوں پہ مقدمے ہو گئے...... تمہاری ملیں بند ہو گئیں...... تمہاری فیکٹریوں میں جھگڑے ہو گئے۔

موت ایک بہت بڑا حادثہ ہے:

ایسا ہوگیا جیسے کبھی مل بیٹھے ہی کوئی نہ تھے، یہ کتنا بڑا واقعہ ہے کہ یہ سارے وجود خاک میں مل جائیں گے اور اگر یہیں کہانی ختم ہو جاتی تو بھی مزے تھے ٹھیک ہے بھائی مر گیا، مٹی ہو گیا

"خس کم جہاں پاک"

آئے اور چلے گئے ٹھیک ہے، نہیں نہیں، اس سے ایک اور اگلی خبر اس سے خوفناک ہے کہ تم اٹھائے جاؤ گے۔

﴿ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ﴾

یہ قرآن کی سب سے خوفناک آیت ہے ...... یہ قرآن کی سب سے ہیبت ناک آیت ہے ...... یہ قرآن کی سب سے زیادہ لرزا دینے والی آیت ہے ...... یہ قرآن کی سب سے زیادہ جھنجھوڑنے والی آیت ہے۔

قیامت کا ترازو:

فَمَنْ يَعْمَلْ أَخْوَفُ آيَةٍ فِي الْقُرْآنِ ...... قرآن پاک کی سب سے زیادہ ڈرانے والی، ہیبت ناک، خوفناک، لرزا دینے والی، تھرا دینے والی آیت، ایک رائی کے دانے کے برابر نیکی کرو گے تو اس کی جزا پالو گے اور ایک رائی کے دانے کے برابر برائی کرو گے تو اس کی سزا پالو گے سب سے خوفناک ایسا ترازو ہے قیامت کا جو میرے اندر کے جذبات کو بھی تول دے گا۔

میرے بول تُل جائیں گے ...... میری نظر کی پتلی کی حرکت تُل جائے گی ...... میرے ہاتھ کی حرکت اور جنبش تُل جائے گی ...... میرے اندر کے غلط اور صحیح جذبات تول دیئے جائیں گے۔

میری نظر کی حرکت، میرے دماغ کی سوچ، میرے دل کے جذبات احساسات تک کو وہ ترازو تول کے نکال کے باہر دکھادے گا، ایک ذرہ بھی ہے تو تُل کے آجائے گا۔

اچھائی ہے ...... تو ...... نورانی ہے

برائی ہے ...... تو ...... ظلمانی ہے۔

قیامت کے دن اٹھنے کا منظر:

وہ دن کیا دن ہے، جب ایک طبقہ قبروں سے اٹھ رہا ہے اور ان کے چہرے کالی رات کی طرح تاریک ہیں اور وہ کہہ رہے ہیں

﴿ يٰوَيْلَتَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَرْقَدِنَا ﴾

ہائے ہمیں قبروں سے کس نے اٹھا دیا ...... ایک چیخ و پکار ہے ...... ایک دُھائی ہے ...... ایک ہائے ہائے ہے، یہ طبقہ انتہائی خوفناک شکل میں اٹھ رہا ہے ان کے جسم سے بدبو نکل رہی ہے۔

دوسرا طبقہ انتہائی مہکتا ہوا اٹھ رہا ہے، ان کے جسم سے خوشبو نکل رہی، یہ میدان حشر میں کھنچے

چلے آ رہے ہیں ایک دم دیکھا ایک دم دیکھا کہ اللہ کے عرش کی بجلی کی کڑک کی آواز اور عرش کے فرشتوں کی تسبیح:

"سُبْحٰنَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ سُبْحٰنَ ذِیْ الْعِزَّةِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحٰنَ الْحَیِّ الَّذِیْ لَایَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ یُمِیْتُ الْخَلَائِقَ وَلَایَمُوْتُ"

عرش کے فرشتوں کی یہ تسبیح ہوگی اور عرش پہ گڑگڑاہٹ ہوگی اور عرش سروں پر آئے گا اور پوری دنیا کے انسان پھر بے ہوش ہو کر زمین پر گر جائیں گے۔

قیامت کے دن اللہ کا بندوں سے خطاب:

سب سے پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوش آئے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوں گے پھر ساری کائنات کھڑی ہوگی پھر اللہ تعالیٰ کی آواز آئے گی:

"یَا عِبَادِیْ اِنِّیْ اَبْصَرْتُ لَکُمْ مَنْذُ اَنْ خَلَقْتُکُمْ اِلٰی یَوْمِ اُحْیِیْتُکُمْ"

اے میرے بندوں! جس دن سے میں نے تمہیں پیدا کیا اس دن سے لیکر آج کے دن تک میں خاموشی سے تمہیں دیکھتا رہا اور تمہاری سنتا رہا تم نے کیا سمجھا کہ میرے اوپر کوئی نہیں تم نے کیا سمجھا کہ کوئی نہیں دیکھ رہا کوئی نہیں لکھ رہا میں خاموش رہا تمہیں دیکھتا رہا تمہاری سنتا رہا "فَالْیَوْمَ اَنْصِتُوْا" آج تم خاموش رہو گے اور میں بولوں گا۔ آج تمہارا حساب ہوگا۔

هٰذِهٖ اَعْمَالُکُمْ...... عنقریب میں تمہارے اعمال چھوڑنے والا ہوں، تمہاری کتاب چھوڑنے والا ہوں، فَمَنْ وَجَدَهٗ خَیْرًا فَلْیَحْمِدِاللّٰہَ ادھر (دائیں) آ گئی تو میرا شکر ادا کرو وَمَنْ وَجَدَهٗ غَیْرَ ذٰلِکَ فَلَایَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهٗ ادھر (بائیں) آ گئی تو اپنے آپ کو برا بھلا کہو میں نے کوئی ظلم نہیں کیا۔

جہنم کے آنے کا منظر:

پھر اللہ تعالیٰ کہے گا جہنم کو لاؤ تو جہنم آئے گی منہ زور آور گھوڑے کی طرح...... ستر ہزار لگام ہوگی...... ہر لگام پہ ستر ہزار فرشتے...... کوئی پانچ ارب فرشتوں نے اس کو پکڑا ہوا ہوگا اور وہ

ایسے کھی چلی جائے گی کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کی طرف اپنا دست قدرت متوجہ نہ کرے تو وہ جہنم کیا نیک کیا بدسب کو ہی لپیٹ کر کھا جائے ، وہ آتے ہی ایک چیخ مارے گی اور اس کی چیخ سے ساری محشر انسانیت گھٹنوں کے بل زمین پہ جا کرے گی اور یہ وقت ہوگا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تیرے پاس ستر نبیوں کے برابر بھی عمل ہو تو تو کہے گا آج میری نجات نہیں اور یہ وہ وقت ہوگا جو آپ "نفسی نفسی" کی مشہور حدیث سنتے ہیں یہ جہنم جب چیخ مارے گی پہلی چیخ تو اس پر آدم علیہ السلام بھی بے ساختہ پکار اٹھیں گے "نَفْسِیْ نَفْسِیْ" اے اللہ میری جان میری جان

شیث علیہ السلام "نَفْسِیْ نَفْسِیْ" اے اللہ میری جان میری جان

نوح علیہ السلام "نَفْسِیْ نَفْسِیْ" اے اللہ میری جان میری جان

ادریس علیہ السلام "نَفْسِیْ نَفْسِیْ" اے اللہ میری جان میری جان

ابراہیم علیہ السلام کہیں گے "بِخُلَّتِیْ اِیَّاکَ" میری تیری دوستی کا واسطہ

"نَفْسِیْ نَفْسِیْ" اے اللہ میری جان میری جان۔

اسمٰعیل علیہ السلام "نَفْسِیْ نَفْسِیْ" اے اللہ میری جان میری جان

یعقوب علیہ السلام "نَفْسِیْ نَفْسِیْ" اے اللہ میری جان میری جان

اسحٰق علیہ السلام "نَفْسِیْ نَفْسِیْ" اے اللہ میری جان میری جان

داؤد علیہ السلام ...... سلیمان علیہ السلام ...... حزقیل علیہ السلام ...... الیاس علیہ السلام

یسع علیہ السلام ...... ذوالکفل علیہ السلام ...... "نَفْسِیْ نَفْسِیْ"

لوط علیہ السلام "نَفْسِیْ نَفْسِیْ"

یونس علیہ السلام "نَفْسِیْ نَفْسِیْ"

ایوب علیہ السلام "نَفْسِیْ نَفْسِیْ"

نبیوں کی پکار "نَفْسِیْ نَفْسِیْ"

عیسیٰ علیہ السلام "ابراہیم ، نوح ، موسیٰ ، (علیہم السلام) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)" پانچ بڑے پیغمبروں میں سے چوتھے عیسیٰ علیہ السلام (کہیں گے) اے اللہ یا اللہ میں اپنی ماں مریم کا بھی آج سوال نہیں کرتا بس "نَفْسِیْ نَفْسِیْ" میری جان بچا میری جان بچا۔

آنحضرتؐ کی امت کیلئے پکار اور امت کی غفلت کی انتہاء:

اس سارے ہیبت ناک منظر میں ایک ہستی ہے محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جو کہیں گے ''اُمَّتِی اُمَّتِی اُمَّتِی اُمَّتِی'' یا اللہ میری امت کو بچا یا اللہ میری امت کو بچا یا اللہ میری امت کو بچا اور ہم کیسے بے وفا ہیں کہ اس کو اس کھاتے پیتے گھروں میں بھلائے بیٹھے ہیں اسے بھلا دیا جو اس خوف کے منظر میں بھی نہ بھولے گا اسے بھلا دیا جس وقت عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے میری ماں کا بھی سوال نہیں، ابراہیم علیہ السلام کہیں گے میری دوستی کا واسطہ میری جان بچا، وہ ایسا محبوب کریم رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے جو اس خوفناک منظر میں پکارے گا اے اللہ میری امت کو بچا۔ میری امت...... میری امت...... امیری امت

کچھ اس کا بھی تو کبھی خیال کیا جائے، شادی ہو رہی ہے، سب کو راضی کرو، سب کو خوش کرو، ارے بھائی یوں بھی تو سوچو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو راضی کرو، اللہ کو خوش کرلیں اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو راضی کرلیں کہ بس وہ راضی ہو جائیں۔

حضرت طلحہ بن براءؓ کی وفات اور آپ کی دعا کا منظر:

طلحہ بن براءؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں پکڑ لئے اور پاؤں چومنے لگے کہا یا رسول اللہ کوئی حکم تو دیں پورا کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کروں، ہم جانیں بچارہ ہے کہ

''سنت دی خیر اے، مولوی صاحب سنت دی کوئی گل نئیں''

ہماری سوچ دیکھو سنت کی کوئی بات نہیں، یہ ہماری سوچ ہے، سنت کی کوئی بات نہیں، ادھر کی سوچ کہ یا رسول اللہ کوئی حکم دیں کہ اس کو پورا کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کروں

کوئی حکم دیں کہ اسے پورا کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کروں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ رہے ہیں راضی ہوں کہا نہیں نہیں کوئی تو حکم دیں کہ اس کو پورا کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کروں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا جاؤ ماں کو قتل کر دو، ایک دم اٹھے تلوار اٹھائی، بھاگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے بلایا آجاؤ آجاؤ ارے میں تو صلہ رحمی کے لئے آیا ہوں قطع رحمی کے لئے تھوڑا ہی آیا ہوں؟ چند دن بعد انتقال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جب یہ مر جائے مجھے بتانا میں جنازہ خود پڑھوں گا، انتقال رات کو ہوا، کہا ناں ناں میرے بارے میں نہ بتانا اور رات کا وقت ہے آرام بھی خراب ہوگا اور راستے میں یہودی رہتے ہیں، ممکن ہے وہ تکلیف پہنچائیں، مجھے دفن کر کے فجر کو جا کے بتا دینا کہ طلحہ کو ہم نے دفن کر دیا تو وہ ان کو دفن کر کے فجر کی نماز میں شریک ہوئے یارسول اللہ طلحہ اللہ کے پاس چلے گئے، کہا مجھے کیوں نہ بتایا، میں نے جو پہلے ہی کہا تھا مجھے بتانا میں جنازہ خود پڑھوں گا کہا یارسول اللہ انہوں نے خود روکا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف کی خاطر، کہا مجھے اس کی قبر پہ لے چلو، تو اس کی قبر پہ تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے بات کی اللہ سے دعا مانگی اللہ سے بات ہو رہی ہے کہا اے میرے اللہ جب طلحہ تیری بارگاہ میں حاضر ہو تو تُو اسے دیکھ کر مسکرا رہا ہو اور یہ تمہیں دیکھ کر مسکرا رہا ہو

”أَللّٰهُمَّ اِلْقَ طَلْحَةَ يَضْحَكُ اِلَيْكَ وَتَضْحَكُ اِلَيْهِ“

اے اللہ جب تیری طلحہ سے ملاقات ہو تو اسے دیکھ کے ہنس رہا ہو اور یہ تجھے دیکھ کے ہنس رہا ہو

یہ مردہ دل چلتی پھرتی قبریں ہیں:

اندر کا جذبہ ہو کہ مجھے راضی کرنا ہے مجھے راضی کرنا ہے ہم مر چکے ہیں ہمارے وجود قبریں ہیں جس میں ہمارے دلوں کی لاشیں دفن ہوئی پڑی ہیں آج اس دھرتی پہ چلنے والے ننانوے فیصد انسان بے جان لاشیں ہیں قبریں ہیں چلتی پھرتی قبریں، جن کے اندر دلوں کی میتیں پڑی ہوئی ہیں، جو دل اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت میں نہ مچلے، نہ تڑپے وہ مر چکا ہے اس خوف کے عالم میں ”اُمَّتِی اُمَّتِی اُمَّتِی اُمَّتِی“ اس کا کوئی حق نہیں یہ گلستان کالونی کی زندگی اسی کے طریقے پر گزرے کوئی حق نہیں۔

سب سے پہلے حساب کس کا ؟

کیا صرف جمعہ کی نماز فرض ہے، میں جب مجمع دیکھتا ہوں مجھے صدمہ ہوتا ہے ایسا زبردست کہ بتا نہیں سکتا کہ یہ سارا مجمع کہاں سے آگیا؟ یہ سو دو سو آدمی باہر سے آئے بیٹھے ہیں، باقی یہ سب اس بازار سے اٹھ کے آئے ہوئے ہیں اس محلے سے اٹھ کے آئے ہوئے ہیں، یہ سامنے

سے دائیں بائیں سے اٹھ کے آئے ہوئے ہیں، کیا صرف جمعہ اللہ کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) فرض کر کے گیا ہے، کیا قیامت کی نجات صرف جمعہ کی نماز پر ہے، کیا باقی نمازیں اللہ نے نہیں بتائیں کیا باقی نمازوں کے لئے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وصیت نہیں فرمائی۔ اے میرے بھائیو! پہلا حساب ہی نماز کا ہے،

کیا آٹھویں دن اللہ کی روٹی کھاتے ہیں۔
کیا اٹھویں دن پانی پیتے ہیں۔
کیا آٹھویں دن سورج کی شعاعوں سے نفع اٹھاتے ہیں
کیا آٹھویں دن اللہ کی دھرتی پہ چلتے ہیں یا
کیا آٹھویں دن اس وجود سے نفع اٹھاتے ہیں

اللہ کی نعمتوں سے ایک سیکنڈ میں کروڑوں قسم کے نفعے اٹھا جا رہے ہیں، کیا اس کا حق نہیں کہ یہ سر اس کے سامنے جھکے، یہ اذان پہ دکانیں کیوں نہیں بند کرتے، یہ گھروں سے اٹھ کے کیوں نہیں اللہ کے گھر کی طرف چلتے، کیا موت کسی اور کے لئے ہے؟ کیا یہ حساب کسی اور کے لئے ہے؟ کیا یہ جہنم کی چیخ میرے لئے نہیں ہے؟ یہ جہنم کی چیخ آپ کے لئے نہیں ہے؟ کسی اور کے لئے ہے؟ میرے آپ کے لئے ہے جب نبی بھی کہیں گے:

نَفْسِیْ نَفْسِیْ ...... ﴿ رَبِّ ارْجِعُوْنَ ، رَبَّنَا اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا کُنَّا مُوْقِنُوْنَ﴾ ۔

میرے مولا ! پتہ چل گیا، اب واپس بھیج ہم ٹھیک ٹھیک چلیں گے نہیں نہیں نہیں

﴿ لَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا﴾ ...... تم ایسی زندگی گزار کے آئے ہو کہ اگر میں تمہیں آج بھی واپس کردوں تو تم وہی کرو گے جو تم پہلے " گلستان کالونی " میں کر رہے تھے ۔

اپنے رب کو منالو !

میرے بھائیو ! اللہ کے واسطے اللہ کے واسطے اپنے اوپر رحم کریں، اپنے اوپر رحم کھائیں، اللہ کے سامنے جھک جائیں، آج اللہ ناراض ہے، یہیں اس کو منالیں تو کام آسان ہے، اس دن کا ایسا غضب ہوگا کہ انبیاء بھی تھر تھر کانپیں گے صرف ایک اللہ کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوگا

جو اپنے ہوش و حواس میں قائم ہوگا ورنہ ابراہیم علیہ السلام جیسوں پر بھی لرزہ طاری ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عاجزی کا منظر:

اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام سے اتنا سوال کریں گے، صرف اتنی بات ہوگی

﴿ءَ أَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ ﴾

اے عیسیٰ ! تو نے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا بناؤ؟

تو عیسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر جائیں گے اور روئیں روئیں سے خون کے فوارے پھوٹنے لگ جائیں گے اور اگر اللہ نے مجھ سے پوچھ لیا کہاں گئے میرے سجدے حالانکہ اللہ کو پتہ ہے کہ عیسیٰ نے یہ نہیں کہا﴿ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا أَمَرْتَنِيْ بِهٖ ﴾ میرے مولا میں نے وہی کہا جو تو نے مجھ سے کہا

﴿اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ أَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ﴾

ذرا عیسیٰ علیہ السلام کی تواضع دیکھیں، اللہ کے سامنے

﴿اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ﴾

وہ کہہ سکتے تھے نہیں نہیں میں نے کوئی کہا

﴿اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ﴾

اوہو...... ایک الوالعزم رسول ایسی پستی اور عاجزی سے بول رہا ہے اللہ کے سامنے۔

گناہوں کے انبار:

اور جو اپنے کندھوں پہ گناہوں کے بوجھ لے کے مرگیا، نمازیں غائب...... روزے غائب ...... قرآن غائب...... جھوٹ کے انبار...... رشوت کے انبار...... ناپ تول کی کمی کے انبار...... دھوکے کے انبار یہ جو لے کے مرگیا تو یہ اللہ کو کیا جواب دے گا، عیسیٰ علیہ السلام کے تو روئیں روئیں سے خون پھوٹ پڑا، اس کا کیا حال ہوگا؟ جب اللہ نے اس سے بلا کے پوچھا کیا لایا ہے؟ کیا لایا ہے؟﴿يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ﴾ یہ وہ وقت ہے جب بچہ بھی بوڑھا

ہو جائیگا اللہ کی ہیبت سے جلال سے اور خوف سے۔

اعمال کے پھیلائے جانے کا منظر:

جنت کو لایا جائے ﴿وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ جنت آرہی ہے

پل صراط کو لایا جائے ﴿اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا﴾

ترازو کو لایا جائے ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾

اب اعمال اُڑائے جائیں ﴿وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ﴾

پھیلا دیئے جائیں اعمال، اب جو اعمال اڑیں گے اور ہاتھوں میں آئیں گے جس کے سیدھے ہاتھ میں آیا تو ایک دم نعرہ لگائے گا ﴿هَاؤُمُ﴾ آجاؤ ﴿هَاؤُمُ﴾ آجاؤ ﴿هَاؤُمُ﴾ آجاؤ وہ سارے کہیں گے کیا ہوا؟ کیا ہوا؟ کہے گا ﴿اِقْرَءُوْا كِتَابِيَهْ﴾ میرا پیپر دیکھو میں پاس ہو گیا۔ یہ ایف اے کا پاس ہونا نہیں ہے، ایم بی بی ایس کا پاس ہونا نہیں ہے، او ہو بہت بڑی کامیابی ﴿اِقْرَءُوْا كِتَابِيَهْ﴾ دیکھو میں پاس ہو گیا کیسے پاس ہو گیا؟ کہا

﴿اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ﴾ ...... مجھے یقین تھا میرا حساب ہونا ہے، میں لگا رہا، میں لگا رہا، کیا جواب آئے گا؟

﴿فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ﴾ ...... مزیدار زندگی کا مالک، کہاں؟

﴿فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ﴾ ...... عالی شان بلند جنت میں، کیا ہے اس میں؟

﴿قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ﴾ ...... جھکے ہوئے پھل

﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا﴾ ...... کھاؤ پیو ﴿هَنِيْٓــًٔا﴾ مزے سے، کھاؤ پاخانہ نہیں، پیو پیشاب نہیں، رہو موت نہیں، جوانی ہے بڑھاپا نہیں، زندگی ہے موت نہیں، صحت ہے بیماری نہیں، غناء ہے فقر نہیں، کمال ہے زوال نہیں، محبت ہے نفرت نہیں۔

پوری جنت تمہاری خدمت کے لئے تیار، اللہ میزبان اور آپ مہمان اور اللہ کے نبیوں کا پڑوس، فرشتے خدمت پر...... غلام خدمت پر...... غلمان خدمت پر...... خدام خدمت پر...... محفلیں بھی ہوئیں...... کہیں خود پی رہے

﴿يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا﴾

دنیا میں شراب چھوڑنے کی جزاء مل رہی ہے، خود پی رہے ہیں اوپر دیکھا تو ایک اور منظر نظر آیا

﴿ يُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا ﴾

کئی لوگوں کو فرشتے پلا رہے ہیں، خدام پلا رہے ہیں، غلمان و حور پلا رہے ہیں اوپر دیکھا اور عجیب منظر نظر آیا

سب سے خوش نصیب شخص:

﴿وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴾

کئی لوگوں کو اللہ خود پلا رہا ہے، خود ساقی اللہ، جس محفل کا ساقی اللہ ہو اس محفل کیا کہنا !

ارے میرے بھائیو !

کیا بوڑھے کیا جوان آج تو جنت کے شوق ہی مٹ گئے جنت کی جوانی کے شوق ختم

اللہ کے ہاتھوں سے پیا جائے

اللہ کے ہاتھوں سے پیا جائے پلانے والا کون؟

اس کے کیا نصیب ہیں جس سے اللہ کہے

﴿وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا﴾

اور ان کا رب پلائے گا ان کو پاکیزہ شراب، جنت کی پاکیزہ شراب کیوں؟

﴿إِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً﴾

یہی تو ہے تمہاری محنت کا صلہ

﴿وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَشْكُوْرًا﴾

میں نے تمہاری محنت کی قدر کی ہے، قدردانی کی ہے، تمہاری محنت قابل قدر تھی، تمہاری کوشش قابل قدر تھی، آج اس کا صلہ اپنے رب سے لے لو۔

یہ پلا رہا ہے تو اپنے ہاتھوں سے، پہنا رہا ہے ﴿يَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا ﴾ جنت کے ریشمی سبز لباس پہنا رہا ہے بٹھا رہا ہے تو ﴿ مُتَّكِئِيْنَ عَلٰى فُرُشٍ ﴾ تختوں پر

﴿بَطَائِنُهَا مِنْ إِسْتَبْرَقٍ ﴾...... اس کے اوپر ریشمی بستر سجے ہوئے ہیں

﴿جَنَّتَانِ ذَوَاتَا أَفْنَانٍ﴾ ...... جنتیں ہیں وہ زبردست، خوبصورت باغات والی

﴿عَیْنَانِ تَجْرِیَانِ﴾......چشمے ہیں بہتے ہوئے

﴿مُدْھَامَّتٰنِ﴾......سر سبز

﴿عَیْنَانِ نَضَّاخَتٰنِ﴾......اس میں چشمے ہیں فوارہ مارتے ہوئے

اوپر کی جنتوں میں ہیں

﴿مِنْ کُلِّ فَاکِھَۃٍ زَوْجٰن﴾...... ہر چیز کا جوڑا نیچے کی جنتوں میں ہے۔

﴿فَاکِھَۃٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ﴾......اس میں انار ہے، پھل ہے، کھجور ہے

اوپر کی جنت ہے

﴿مُتَّکِئِیْنَ عَلٰی فُرُشٍ بَطَائِنُھَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ وَّجَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ﴾

جنتی بستر کا منظر:

تخت، تختوں پر بستر، بستر موٹے ریشم کے، ﴿بَطَائِنُھَا﴾ اللہ نے اوپر کا نقشہ نہیں بتایا، آپ جانتے ہیں جو چادر کا نیچے والا حصہ ہوتا ہے اس پر کوئی بیل بوٹے نہیں ہوتے وہ تو نیچے بچھایا جاتا ہے ناں، جو اوپر والا حصہ ہوتا ہے اس پر سارے بیل بوٹے ہوتے ہیں اگر کڑھائی ہو تو ادھر ہوتی ہے ادھر نیچے تو کوئی نہیں کڑھائی ہوتی، بنیان پہ تو کڑھائی نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ کہہ رہا ہے ﴿بَطَائِنُھَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ﴾ ان کے جو نیچے ہیں ناں نیچے اس کے حسن کا حال یہ ہے تو اوپر والے کے حسن کا کیا حال ہوگا اللہ نے اوپر کا حسن نہیں بتایا جو اس کے اوپر ہے، نیچے والی شیٹ کو اللہ بتا رہا ہے کہ نیچے والی جب استبرق ہے تو اوپر کا میں نے نقشہ کیا بنایا ہوگا، ذرا دیکھو تو سہی تم خالی فیصل آباد کی پرنٹنگ کے چکر میں پڑ گئے یہیں کی پرنٹنگ کے عاشق بن گئے تو پرنٹ تو دیکھو جو اللہ نے تیار کیا ہے جس کے نیچے والے ڈیزائن کو بتایا ہے اوپر والے کو بتایا ہی نہیں ﴿بَطَائِنُھَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ﴾ تو اس کے اوپر کیا ہوگا؟ ﴿وَجَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ﴾ تمہارے سر کے اوپر خوشے لٹک رہے ہوں گے نیچے کی جنت میں کیا ہے؟

﴿مُتَّکِئِیْنَ عَلٰی رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِیٍّ حِسَانٍ﴾ نیچے والے قالینوں پہ بیٹھے ہوئے ہیں، خوبصورت سرسبز قالینوں پہ بیٹھے ہوئے ہیں، وہ تختوں پہ یہ قالینوں پہ اس لئے اوپر والی اعلیٰ یہ ادنیٰ الفاظ دلالت کر رہے ہیں ان کے درجات کی کمی اور بیشی کا۔

﴿ فِيهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ ﴾ اس میں خوبصورت جنت کی لڑکیاں، ادھر ﴿ فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ ﴾ بڑے اخلاق والی خوبصورت، ان کی صفت ہے ﴿ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ﴾ کسی انسان اور جن نے ان کو چھوا تک نہیں ہے اور ان کی صفت ہے ﴿مَقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ ﴾ وہ خیموں میں بیٹھی ہیں، ان کی صفت ہے ﴿ كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ ﴾ جیسے یاقوت جیسے مرجان .خَيْرَاتٌ حِسَانٌ ...... یاقوت مرجان ......لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ......نہ انسان نے چھوا نہ جن نے چھوا فبای الآء ربکما تکذبان ارے میرے ناشکرے بندو کب شکر ادا کرو گے؟ میری کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟

اے میرے بندو ! اے جنات کی جماعت !اے انسانوں کی جماعت !اپنے رب کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے اور اس کا انکار کرو گے۔

اللہ کے بندو !اللہ کی بات سن لو:

میرے بھائیو ! یہ وہ ساری باتیں ہیں جو ہونے والی ہیں میں نے نہ آپ کو کوئی فلسفہ بیان کیا ہے نہ کوئی نظریہ بیان کیا ہے اللہ کی بات اپنی زبان میں آپ کو نقل کر کے دی ہے، قرآن اللہ کا کلام، میں نے صرف ترجمہ کر کے آپ کو بتایا ہے ممکن ہے اس میں کوئی کمی ہوئی ہو کوئی زیادتی ہوئی ہو کوئی آپ کی شان کے نامناسب کوئی بول زبان سے نکلا ہو کوئی نازیبا کلمہ نکلا ہو تو میری طرف منسوب ہے چونکہ میں انسان ہوں اور میں خطاکار ہوں میرے قول میں بھی غلطی ہو سکتی ہے میرے الفاظ کا انتخاب بھی غلط ہو سکتا ہے کہ میں نے بیٹھ کے تو کوئی تقریر تیار کی نہیں کہ سب کی میں نوک پلک درست کر کے پھر آپ کے سامنے بیٹھا ہوں اس میں تو کمی کوتاہی ہو سکتی ہے لیکن

میرے بھائیو ! جو بات آپ کو سنائی ہے وہ اللہ کی ہے اور اللہ کے واسطے اللہ کی بات سن لیں۔ میرے بھائیو !اللہ کیواسطے اللہ کی سن لیں اللہ سے بڑا ہمارا کوئی خیر خواہ نہیں

﴿ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ ﴾ ان الفاظ کے اندر جو درد ہے اس کو کوئی نہیں بیان کر سکتا، جیسے دکھی کوئی آدمی جو بول بولتا ہے تو الفاظ کے اندر جو غم ہے اس کا کوئی ترجمہ ہو سکتا ہے؟ اس کا کوئی ترجمہ ہو سکتا ہے؟ وہ تو محسوس کرنے کی چیز ہے محسوس کرنے کی چیز۔

﴿ مَا يَفْعَلُ اللهُ بِعَذَابِكُمْ ﴾ کس درد کے ساتھ اللہ ہمیں سمجھا رہا ہے میں تمہیں عذاب دے کے کیا خوش ہو جاؤں گا، کوئی اپنی بنائی کوئی چیز کو بھی توڑ دیتا ہے لیکن کوئی جب حد سے تجاوز کر جائے تو لوگ خود اپنی اولادوں کو اپنے گھروں سے نکال دیتے ہیں۔

اللہ عذاب دیکر کیا کرے گا؟

یونس علیہ السلام جب مچھلی کے پیٹ سے نکل کر آئے تو ایک بستی کو جا رہے کمہار گھڑے بنا رہا تھا، تو اللہ تعالی نے کہا یونس علیہ السلام سے اس کمہار کو کہو ایک گھڑا توڑ دے، ایک گھڑا توڑ دے، تو یونس علیہ السلام نے کہا بھائی یہ گھڑا توڑ دو، کہنے لگا واہ واہ کیوں؟ خود بنایا ہے خود توڑ دوں، کہا یا اللہ وہ نہیں توڑتا کہا یونس وہ مٹی کا گھڑا بنا کے توڑنے کو تیار نہیں تو مجھ سے میرے بندے مروانا چاہتا ہے۔

﴿ مَا يَفْعَلُ اللهُ بِعَذَابِكُمْ ﴾﴿ لَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ﴾ میں تمہارے کفر پر ہرگز راضی نہیں۔ جب تمہارے ماتھے میرے سامنے نہیں ٹکتے اور تمہارے قدم مسجد کو نہیں اٹھتے اور تمہاری زبانیں جب جھوٹ سے کالی ہوتی ہیں تمہاری شہوتیں جب غلط استعمال ہوتی ہیں تو اے میرے بندو! میں تمہارا رب ہوں، مجھے تمہارے سب کچھ پر دکھ ہوتا ہے کہ ہائے میرا بندہ کدھر جا رہا ہے، اگر اس حال میں مر گیا تو اس کی سزا ہے جہنم، تو

اپنی فکر کرو...... میرے بھائیو !

اپنی فکر کرو...... میرے بھائیو ! اللہ کی سن لیں، میری نہ سنیں، یہ نظریات دفن کر دیں، باہر کیا ہو رہا ہے

دھن رہے دھینے اپنی دھن
پرائی دھنی کا پاپ نہ پُن
تیری روئی میں چار بنولے
سب سے پہلے ان کو چُن

اپنی فکر کرو کہ جہنم سے بچ جائیں، سارا جہاں بچ گیا اور میں جہنم میں چلا گیا میرے لئے تو

بازی ہار گئی۔

جنت کی زیبائش وآرائش کا منظر:

تو یہ بڑا مسئلہ ہے کہ میں اور آپ جہنم کی آگ سے بچ جائیں اور اس خوبصورت گھر میں جارہے ہیں، یہ کوئی گلستان کالونی ہے اتنا گندا نالہ سارے فیصل آباد کا ساتھ پھر رہا اس کو گلستان بنایا ہوا ہے دنیا کا گلستان ایسا ہی ہوتا ہے کہ وہ جنت کا گلستان ہے جس کو اللہ نے جب سے بنایا ہے روزانہ پانچ دفعہ اس کی نوک پلک درست کر رہا ہے دن میں پانچ دفعہ اس کی ڈیکوریشن ہوتی ہے وہ روز کہتا ہے میرے بندے عنقریب آرہے ہیں:

يُوْشِكُ عِبَادِيَ الصَّالِحُوْنَ أَنْ يُلْقُوْا عَنْهُمُ الْمَؤُنَةَ وَيَصِلُوْا إِلَيْكَ

عنقریب میرے بندے تیرے پاس پہنچنے والے ہیں۔

تَزَيَّنِيْ ......خوبصورت ہو جا

تَطَيَّبِيْ ......خوشبودار ہو جا، مہک جا۔

اِسْتَعِدِّيْ طِيْبًا لِأَوْلِيَائِيْ وَازْدَادِيْ حُسْنًا لِأَوْلِيَائِيْ ......میرے دوستوں کے لئے خوبصورت ہو جا، پاکیزہ ہو جا، حسین ہو جا، جمیل ہو جا، دن میں پانچ دفعہ اس جنت کو سجایا جارہا ہے۔

دوست کون؟ دشمن کون؟

بھائیو! اللہ تعالیٰ کی پکار سنیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار سنیں، ان سے بڑا نہ کوئی شفیق ہے نہ کوئی ناصح ہے نہ کوئی محبت کرنے والا ہے نہ کوئی ہمدرد ہے نہ کوئی مہربان ہے، کوئی نہیں ہے، نہ ماں، نہ باپ، نہ بیوی، نہ بچے، نہ اپنی ساس، وہ ہمارے دشمن ہیں جو ہمیں اللہ ورسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے راستے سے ہٹادیں ...... چاہے وہ ماں کا روپ ہو ...... باپ کا روپ ہو...... بیوی کا روپ ہو...... بھائی کا روپ ہو...... دوست کا روپ ہو ...... یا میری اپنی ساس ہو، میری ساس میری دشمن ہے اگر مجھے اللہ ورسول کے راستوں سے ہٹاتی ہے میرا دوست وہ ہے جو مجھے اللہ ورسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی غلامی میں کھینچ کے لے جائے۔

توبہ سے آسمانوں پر چراغان کا منظر:

میرے بھائیو ! اللہ کے واسطے اللہ کے گھروں کو آباد کرلیں ...... ان ہاتھوں کو سجدوں سے سجالیں ...... اس زبان کو سچ سے مزین کرلیں ...... اس دامن کو پاک کرلیں، پاکیزہ کرلیں ...... اور اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی دیر، دیر نہیں، ادھر ہم توبہ کریں گے اور ادھر ساری زندگی کے گناہ دھو کے اللہ تعالیٰ باہر نکال دیگا اور ایک دفعہ بھی طعنہ نہیں دے گا دیر سے کیوں آئے ہو؟

ماں طعنہ دے گی ...... باپ طعنہ دے گا ...... بچے طعنے دیں گے ...... دوست طعنے دیں گے پہلے کہاں تھے؟ اللہ طعنہ نہیں دے گا، پچاس سال کے بعد توبہ کر کے آگئے ہو پہلے کہاں تھے؟ وہ تو جوں ہی ہم کہیں گے یا اللہ میں آیا، اللہ تعالیٰ کہے گا مرحبا میں تو پچاس سال سے تیرے انتظار میں بیٹھا تھا مرحبا آجاؤ میں تو ستر سال سے تیرے انتظار میں بیٹھا تھا مرحبا میں تو بیس سال سے دیکھ رہا تھا کہ کب تیری زندگی میری طرف مڑ جائے۔

آجاؤ آجاؤ آجاؤ آجاؤ میرے راستے کھلے، میری باہیں کھلی، میرا در کھلا، میرا دربار کھلا، تیری توبہ ہوئی اور ساتوں آسمانوں پہ ڈنکا بجا، ساتوں آسمانوں پہ چراغاں ہوتا ہے، ساتوں آسمانوں پہ روشنیاں، جیسے شادی والے گھر میں روشنی، پتہ چلا شادی ہورہی، ساتوں آسمان میں روشنی، فرشتے کہتے ہیں یہ روشنی۔ کیسی روشنی؟

اعلان ہوتا ہے آج گلستان کالونی میں ایک آدمی نے توبہ کرلی اِصْطَلَحَ الْعَبْدُ عَلٰی مَوْلَاہُ آج ایک بندے نے اپنے مولا سے صلح کرلی، توبہ کرلی، توبہ کرلی، اس کی خوشی میں اللہ کہتا ہے چراغاں کرو، چراغان کرو، جس نے توبہ کی ہے اللہ کو کیا فرق پڑتا ہے یہ اللہ کو کیا زیادتی ہو جاتی ہے اللہ زیادہ ہو جاتا ہے توبہ سے یا کم ہو جاتا ہے نافرمانی سے؟

نہ وہ زیادہ ہوتا ہے ...... نہ وہ کم ہوتا ہے۔

نہ نقصان اسے ہوتا ہے ...... نہ نفع اسے ہوتا ہے۔

نہ وہ کمزور ہوتا ہے ...... نہ وہ قوی ہوتا ہے۔ قوی ہونے کا مطلب ہے کہ پہلے کمزور تھا اب قوی ہو گیا۔ وہ پہلے سے ہی باکمال ہے ...... قوت میں ...... قدرت میں ...... جلال میں ......

جبروت میں...... ہیبت میں...... سلطان میں...... سلطانی میں۔

وہ کہتا ہے لائٹیں جلاؤ...... لائنیں جلاؤ...... قمقمے جلاؤ...... روشنیاں جلاؤ...... کیوں؟

کہا میرے بندے نے مجھ سے صلح کرلی...... میرے بندے نے مجھ سے صلح کرلی جیسے گم ہوا بچہ لوٹ کے گھر آجائے تو سارے گھر میں دیگیں چڑھتی ہیں خیرات تقسیم ہوتی ہے نذرانے دیئے جاتے ہیں، شکرانے دیئے جاتے ہیں، بکرے ذبح کئے جاتے ہیں

بندے کی توبہ سے رب کی خوشی کا منظر:

ارے میرے بھائیو ! اس سے زیادہ اللہ خوشی مناتا ہے کہ میرا بندہ لوٹ کے مرے پاس آگیا شیطان سے بچ گیا، نفس سے بچ گیا، میرے پاس آگیا...... چراغاں کرو، خوشیاں مناؤ۔

قبولیت توبہ کا اعلان:

اگر یہ سارا چھ سات سو کا مجمع آج توبہ کرلے تو عرش تک کیسی دھوم مچ جائے گی؟ کیسی پکار اٹھے گی؟ فرشتے بھی خوش ہوں گے، یہاں زیادہ، زیادہ ہزار کا مجمع ہوگا فرشتے کئی ارب ہیں، جو اس جگہ سے عرش تک پہنچے ہوئے ہیں، پہلے آسمان تک پہنچے ہیں، یہ سب گواہ بن جائیں گے کہ اس مجمع نے توبہ کرلی، یہ فرشتے بھی خوشی، خوشی جائیں گے اللہ کو سنائیں گے اللہ تو پہلے ہی سن چکا ہے لیکن وہ پھر پوچھے گا کہاں سے آرہے ہو؟

کہا...... تیرے بندوں کے پاس سے آرہے ہیں۔

کیا کررہے تھے؟...... تجھے یاد کررہے تھے۔

کیا کیا انہوں نے؟...... کہا انہوں نے توبہ کرلی اچھا تم سب گواہ رہو میں نے سب کی توبہ قبول کرلی اور میں نے سب کو معاف کردیا۔

توبہ کرلو!

اللہ کیواسطے توبہ کریں اللہ کیواسطے توبہ کریں، مال سے وفا بے وفائی ہے، اولاد مال بیوی بچے گھر بار ماں باپ سب کوئی وفا کے قابل نہیں سوائے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ

وسلم) کے اس سے وفا کرلیں پھر سب کچھ مل جائے گا۔ نہ اللہ ملا اور نہ اللہ کا رسول ملا، تو کل قیامت کو کیا لے کے اللہ کے سامنے پہنچیں گے۔

میرے بھائیو ! ذرا غور کرو

تبلیغ میں اس لئے ہم نکلنے کی دعوت دیتے ہیں ہم کوئی تبلیغی جماعت میں شامل ہونے کی دعوت نہیں دے رہے، اس لئے تبلیغ میں نکلنے کی دعوت دیتے ہیں کہ یہ جو کچھ میں نے کہا ہے یہ اللہ کے راستے میں نکل کر بڑی جلدی اس میں انسان پختہ ہو جاتا ہے، راسخ ہو جاتا ہے، آپ جہاں سے آئے ہیں مختلف جگہوں سے بھی لوگ آئے ہیں۔

بھائیو ! اللہ کے راستے میں جائیں، ضرور وقت لگائیں، یہ کوئی جماعت نہیں کہ جس میں شامل ہونا ہے، یہ ایمان کی محنت ہے جو ایمان کو جلا بخش دیتی ہے، صاف کر دیتی ہے، اور ایک اندر میں نورانیت ہوتی ہے اور دلوں کا رخ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف پھرتا چلا جاتا ہے۔ یہ گھر بیٹھے ملنے کا سودا ہوتا تو میرے بھائیو ! وراثت میں ہی مل جاتا، عالم کا بیٹا عالم ہوتا، متقی کا بیٹا متقی ہوتا، نبی کا بیٹا نبی تو نہ بنتا لیکن بہت بڑا ولی، غوث قطب ابدال بنتا، یہاں نوح جیسے نبی کے سامنے بیٹا غرق ہو رہا ہے، اور نوح علیہ السلام کی اتنی پکار کہ

﴿ إِنَّ ابْنِيْ مِنْ أَهْلِيْ ﴾

اسے بچالو اس پر اللہ کہہ رہا ہے آئندہ بولے تو نبوت چھن جائے گی، یہ وراثت نہیں وراثت گھر میں بیٹھے ملتی ہے، یہ دین ہے، یہ آخرت ہے، یہ گھر بیٹھے ملنے کا سودا نہیں ہے، اس کے لئے دھکے کھانے کی ضرورت ہے۔

کبھی سنجیدگی سے ٹھنڈے دل سے غور کر کے کچھ وقت لگا کے دیکھ لیں آپ کو میں خیر خواہی سے عرض کر رہا ہوں خیر خواہی سے عرض کر رہا ہوں کہ یہ اللہ کے راستے میں نکلنا آپ کی اور میری ذاتی ضرورت ہے یہ جو کچھ میں نے کہا ہے بڑی تیزی سے اندر اُتر آئے گا اگر ہم اس ماحول کو بدل کر اس میں جا کر کچھ وقت گزاریں گے تو انشاء اللہ العزیز یہ اوروں کو بھی آخرت والا بنا دیں گے۔ اللہ تعالی ہم سب کو عمل کی توفیق بخشے۔

(۱۱)

موت اور آخرت کی تیاری

مجموعہ خطبات و بیانات

پیر طریقت، رہبر شریعت، حضرت مولانا

حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی صاحب مدظلہم

موت کی تیاری

الحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انسانی زندگی کی حقیقت:

انسانی زندگی ہوا میں رکھے ہوئے چراغ کی مانند ہیں، بوڑھا آدمی چراغ سحر ہے، تو جوان آدمی چراغ شام ہے، جس طرح ہوا کے جھونکوں میں رکھا ہوا چراغ ایک ہی جھونکے کا محتاج ہوتا ہے، اسی طرح انسانی زندگی ایک ہی پل کی محتاج ہوتی ہے، پلک جھپکنے کی دیر میں انسان اس جہاں سے اگلے جہاں پہنچ جاتا ہے۔

زندگی کیا ہے تھرکتا ہوا اک ننھا سا دیا
ایک ہی جھونکا جسے آکے بجھا دیتا ہے
یا سرمژگاں غم کا تھرکتا ہوا اک آنسو
پلک جھپکنا جیسے مٹی میں ملا دیتا ہے

جس طرح رونے والے کی پلکوں پر آنسو ہوتا ہے کہ بس پلک جھپکتے ہی وہ مٹی میں مل جاتا ہے، یہی انسان کی زندگی کا معاملہ ہے، کسی عارف کا قول ہے کہ دنیا بغیر موت کے ایک پیسہ کے برابر بھی قیمت نہیں رکھتی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں عقلمندوں کی پہچان:

چند نوجوان صحابہ کرامؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!

مَنْ اَکْیَسُ وَاَحْزَمُ النَّاسِ ...... انسانوں میں سب سے زیادہ عقلمند اور سمجھدار کون؟ فرمایا:

اَکْثَرُھُمْ ذِکْرًا لِلْمَوْتِ ...... وہ جو موت کو کثرت سے یاد کرنے والے ہوں۔

" وَاَکْثَرُهُمْ اِسْتِعْدَادًا لِلْمَوْتِ "

اور جو موت کی سب سے زیادہ تیاری کرنے والے ہوں اُولٰئِکَ الْاَکْیَاسُ یہ ہیں عقلمند لوگ

" ذَهَبُوا بِشَرْفِ الدُّنْيَا وَكَرَامَةِ الْآخِرَةِ"

یہ لوگ دنیا کی شرافت اور آخرت کی بزرگی لے گئے ، مشکوۃ شریف میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " اَكْثِرُوا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّات" لذات کو ختم کرنے والی چیز کو اکثر یاد کیا کرو، صحابہ کرامؓ نے پوچھا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم !" وَمَا هَاذِمُ اللَّذَّات" لذات کو ختم کرنے والی چیز کیا ہے؟ فرمایا قَالَ الْمَوْتُ، لذات کو ختم کرنے والی چیز موت ہے۔

سیدہ عائشہؓ نے ایک بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا کسی کا حشر شہیدوں کے ساتھ بھی ہوگا ؟ آپؐ نے فرمایا ہاں، اس کا جو اپنی موت کو دن رات میں بیس مرتبہ یاد کرتا رہے گا۔

جس طرح کوئی عقلمند انسان پل کے اوپر گھر نہیں بناتا، اسی طرح اللہ والے اس دنیا سے دل نہیں لگایا کرتے، سیدنا فاروق اعظمؓ نے فرمایا اے انسان! تو دنیا کے سامانوں میں لگا ہے اور دنیا تجھے اپنے سے نکالنے میں سرگرم ہے۔

"اَمْ بُيُوتُكَ الدُّنْيَا فَوَاسِعَةٌ، فَلَيْتَ قَبْرُكَ بَعْدَ الْمَوْتِ يَتَّسِعُ"

بلکہ تیرے دنیا کے گھر تو وسیع ہیں، کاش کہ تیری قبر مرنے کے بعد وسیع ہوتی

پیغام فنا:

اگر ہم موت کو بھول بھی جائیں، تو پھر بھی دنیا کی ہر چیز ہمیں پیغام فنا دے رہی ہوتی ہے، سورج روزانہ طلوع ہوتا ہے اور غروب ہوتے وقت یہ پیغام دے جاتا ہے کہ اے انسان ایک دن تیری زندگی کا سورج بھی ڈوب جائے گا، ایک درخت کا بیج بویا جاتا ہے، پہلے ایک ننھا منا پودا بنتا ہے، پھر تن آور درخت کی شکل اختیار کرتا ہے اور بالآخر ایک دن کاٹ کر جلا دیا جاتا ہے یا فرنیچر کی شکل اختیار کر لیتا ہے، اسی طرح درخت ہمیں یہ پیغام دے رہا ہوتا ہے کہ اے انسان! ایک دن تیرا وجود بھی یہاں باقی نہیں رہے گا، گویا جس چیز کو زندگی مل جاتی ہے، اسے بتا دیا جاتا ہے کہ یہ زندگی ختم ہونے کیلئے ملی ہے، کسی نے افلاطون سے پوچھا کہ فلاں آدمی کی موت کا کیا

سبب بنا؟ اس نے کہا کہ زندگی۔

خلفائے راشدین کی ملفوظات:

سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا:

"كُلُّ امْرِءٍ مُصْبِحٌ فِيْ اَهْلِهٖ وَالْمَوْتُ اَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ"

(ہر آدمی اپنے اہل خانہ کے ساتھ صبح کرتا ہے اور موت اس کے جوتے کے تسمے سے بھی قریب ہوتی ہے)

سیدنا عمر فاروقؓ نے فرمایا:

كَفٰى بِالْمَوْتِ وَاعِظًا يَاعُمَر ......(اے عمر! نصیحت کے لئے موت ہی کافی ہے)

سیدنا عثمان غنیؓ نے فرمایا:

"اِنَّ مِنْ نُعَيْمِ الدُّنْيَا يَكْفِيْكَ الْاِسْلَامُ نِعْمَةً وَاِنَّ مِنْ اَشْغَالِ الدُّنْيَا يَكْفِيْكَ الطَّاعَةُ مَشْغِلًا وَاِنَّ مِنَ الْعِبْرَةِ اَنْ يَكْفِيْكَ الْمَوْتُ عِبْرَةً

(کہ بے شک دنیا کی نعمتوں میں سے تجھے اسلام کی نعمت کافی ہے اور دنیا کے مشاغل میں سے تیرے لئے اطاعت کا مشغلہ کافی ہے اور بے شک عبرت حاصل کرنے کیلئے تیرے لئے موت کی عبرت کافی ہے)

موت کب آئے گی؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے یاروں سے پوچھا، موت کے بارے میں کیا جانتے ہو؟ ایک نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح اٹھتا ہوں، تو یقین نہیں ہوتا کہ رات آئے گی یا نہیں آئے گی، دوسرے نے کہا کہ اے اللہ کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں چار رکعت کی نیت باندھتا ہوں، لیکن مجھے یقین نہیں ہوتا کہ چاروں رکعتیں مکمل بھی ہوں گی یا نہیں ہونگی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا یہ حال ہوتا ہے کہ جب میں نماز پڑھ رہا ہوتا ہوں اور ایک سلام پھیروں تو مجھے یقین نہیں ہوتا کہ دوسری طرف سلام پھیر سکوں گا یا نہیں

میرے دوستو! یقیناً ایک پل کا بھی بھروسہ نہیں ہے، موت تو کسی وقت بھی آسکتی ہے۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
ساماں ہے سو برس کا پل کی خبر نہیں

پانچ چیزوں کا علم:

حضرت امام مالکؒ نے سترہ سال تک مدینہ میں درس دیا، ایک دفعہ خواب میں آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خواب میں ہی پوچھا، اے اللہ کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم! موت کب آئے گی ؟ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ہاتھوں کی انگلیوں کی طرف اشارہ کر دیا، امام مالک اشارہ کا مطلب واضح نہ سمجھ سکے، لہذا سوچا کہ پانچ ماہ پانچ سال اس سے مراد ہوں گے۔

ابن سیرین مشہور تابعی ہیں، انہوں نے جب سنا تو فرمایا کہ پانچ انگلیوں سے اشارہ کرنے کا مطلب سورۃ لقمان کی وہ آیات ہیں، جن میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، میں نے پانچ چیزوں کا علم کسی کو بھی عطا نہیں کیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَداً وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴾

(قیامت کب آئے گی ؟ بارش کس وقت ہوگی ؟ ماں کے پیٹ سے بچہ پیدا ہوگا یا بچی ؟ انسان اگلے دن میں کیا کرے گا ؟ اور انسان کو کس جگہ پر موت آئے گی ؟ ان پانچ چیزوں کا علم اللہ رب العزت نے کسی کو نہیں دیا)

موت کو یاد کرنے کا فائدہ:

تفسیر قرطبی میں ہے کہ جو شخص موت کو کثرت سے یاد کرتا ہے، اسے تین کرامتیں عطا کی جاتی ہیں

۱)......پہلی یہ کہ اسے توبہ کی توفیق جلد نصیب ہوتی ہے۔

۲)......دوسری یہ کہ اسے تھوڑی دنیا پر قناعت نصیب ہو جاتی ہے۔

۳)......اور تیسری یہ کہ اسے عبادت میں نشاط حاصل ہو جاتا ہے۔

دنیا قید خانہ اور جنت !

حدیث شریف میں آیا ہے کہ: "اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ"
(دنیا مومن کیلئے قید خانہ ہے اور کافر کیلئے جنت ہے) یعنی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے احکام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں پر عمل کرنے کا عہد کرلیتا ہے، اس لئے جس طرح ایک قیدی قید خانہ میں اپنی من مرضی نہیں کرسکتا، اسی طرح مومن بندے کو بھی دنیا میں اپنی مرضی کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے اور دوسری طرف چونکہ کافروں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں نہیں ڈالا ہوتا، اس لئے انہیں اس دنیا میں ہر قسم کی مرضی کا اختیار حاصل ہے، وہ جو چاہیں کریں، مگر آخرت میں انہیں اس دنیا میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانے اور اپنے آپکو غلامی میں پیش نہ کرنے کی سزا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دی جائے گی اور مومن بندہ چونکہ دنیا میں اپنی منشاء کو اللہ رب العزت کی مرضی میں گم کردیتا ہے، اس لئے آخرت میں ان کی ہر ہر خواہش کا احترام کیا جائے گا۔

﴿ وَلَکُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ، نُزُلًا مِنْ غَفُوْرٍ رَحِیْمٍ. ﴾

سبحان اللہ یوں ان کی مہمان نوازی کی جائے گی۔

موت کا اعلان:

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اُفَرِّقُ بَیْنَ الْبَنَاتِ وَالْاُمَّهَاتِ
اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اُفَرِّقُ بَیْنَ الْاَخِ وَالْاَخَوَاتِ
اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اُفَرِّقُ بَیْنَ کُلِّ حَبِیْبٍ
اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اُفَرِّقُ بَیْنَ الزَّوْجِ وَالزَّوْجَۃِ
اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اُخَرِّبُ الدِّیَارَ وَالْقُصُوْرَ
اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اُعَمِّرُ الْقُبُوْرَ

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اَطْلُبُکُمْ وَاُدْرِکُکُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ وَلَا یَبْقٰی مَخْلُوْقٌ اِلَّا یَذُوْقُنِیْ یعنی:

میں وہ موت ہوں جو بیٹیوں اور ماؤں میں جدائی ڈال دیتی ہوں۔

میں وہ موت ہوں جو بھائی اور بہنوں میں جدائی ڈال دیتی ہوں۔

میں وہ موت ہوں جو ہر دوست میں جدائی ڈال دیتی ہوں۔

میں وہ موت ہوں جو میاں بیوی میں جدائی ڈال دیتی ہوں۔

میں وہ موت ہوں جو گھروں محلات کو خراب کر دیتی ہوں۔

میں وہ موت ہوں جو قبرستان کو آباد کر دیتی ہوں۔

میں وہ موت ہوں جو تمہیں تلاش کرتی رہتی ہوں اور تمہیں مضبوط قلعوں میں بھی پا لیتی ہوں اور کوئی مخلوق بھی میرا ذائقہ چکھے بغیر نہیں رہتی۔

موت کا ذائقہ:

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ﴾ ...... (تم میں سے ہر جی کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے)

اب ذائقہ یا تو کڑوا ہوتا ہے یا میٹھا ہوتا ہے۔ جس انسان نے اچھی زندگی گزاری ہوگی وہ جب موت کا پیالہ پیے گا تو اسے میٹھا ذائقہ محسوس ہوگا اور جس انسان نے غفلت کی زندگی گزاری ہوگی اس کیلئے وہ پیالہ اتنا کڑوا ہوگا کہ پینا مشکل ہو جائے گا۔ تاہم چار و ناچار اسے پینا ہوگا۔

موت کے بعد انسان کے پانچ حصے:

ایک کتاب میں لکھا ہے کہ موت کے بعد انسان کے پانچ حصے بن جاتے ہیں۔

ایک ..... تو روح ہے۔ اسے ملک الموت لے کر جاتا ہے۔

دوسرا ...... انسان کا جسم ہے جسے کیڑے کھا جاتے ہیں۔

تیسرا ...... اس کا مال ہے جو اس کے وارث لے جاتے ہیں۔

چوتھا ...... اس کی ہڈیاں ہیں جو مٹی کھا جاتی ہے۔

اور پانچواں..... اس کی نیکیاں ہیں جو اس کے حق دار قرض خواہ لے جاتے ہیں۔
لہذا ہم کیوں غیبت اور دوسری ایسی باتوں کے ذریعے اپنی نیکیاں ضائع کرتے ہیں۔حدیث پاک میں آیا ہے

﴿ اَلْحَسَدُ یَأْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَأْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ ﴾

(جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے اسی طرح حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے)

اسی طرح جب کسی انسان کی غیبت ہو رہی ہو اس کے گناہ دھل رہے ہوتے ہیں اور اس کے سر پر وہ گناہ چڑھ رہے ہوتے ہیں۔ دراصل ہم اپنے کسی مخالف کی غیبت نہیں کرتے بلکہ اپنے مخالف کو اپنی نیکیاں دے رہے ہوتے ہیں۔

حضرت علیؓ کا زندوں اور مردوں سے خطاب:

یہ معاملہ انسان کے ساتھ ہوگا مگر کیا معلوم ہے اسکی بیوی بچے اور مال اسباب کس کھاتے میں جاتے ہیں۔ وہ اس کے کسی کام آتے ہیں یا نہیں؟ ایک مرتبہ حضرت علیؓ قبرستان میں تشریف لے گئے اور وہاں بلند آواز سے کہا،

" یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ اَمْوَالُکُمْ قُسِّمَتْ وَدِیَارُکُمْ سُکِنَتْ وَنِسَاءُ کُمْ زُوِّجَتْ وَاَوْلَادُکُمْ حُرِمَتْ"

اے پیوند خاک ہو جانے والے لوگو! تمہارے مال تقسیم ہو چکے ہیں، تمارے گھروں میں رہائش رکھ لی گئی ہے، تماری بیویوں نے پھر سے شادیاں کر لی ہیں اور تمہاری اولادیں روز بروز منہ پھیرتی جارہی ہیں۔

حضرت علیؓ کا یہ تو مردہ لوگوں سے خطاب تھا۔ بخاری شریف میں ہے کہ ایک دفعہ زندوں سے بھی یوں فرمانے لگے کہ:

" اِرْتَحَلَتِ الدُّنْیَا مُدْبِرَۃً وَارْتَحَلَتِ الْاٰخِرَۃُ مُقْبِلَۃً وَلِکُلٍّ وَاحِدَۃٍ مِنْھَا بَنُوْنَ فَکُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الْاٰخِرَۃِ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الدُّنْیَا فَاِنَّ الْیَوْمَ عَمَلٌ وَ لَا حِسَابَ وَغَدًا حِسَابٌ وَلَا عَمَلَ"

دنیا دن بدن منہ پھیرتی جارہی ہے اور آخرت روز بروز قریب آتی جارہی ہے اور دنیا

وآخرت میں سے ہرایک کی مستقل اولاد ہے۔تم دنیا کی اولاد نہ بنو بلکہ آخرت کی اولاد بنو۔آج کے دن عمل کرلومگر حساب نہ ہوگا اورکل کے دن حساب ہوگا مگر عمل کی مہلت نہ ملے گی،،

دنیاوطن اقامت ہے:

میرے دوستو! ہم پردیسی ہیں۔یہ دنیا ہماراوطن اصلی نہیں،وطن اصلی تو جنت ہےاور یہ دنیا تو وطن اقامت ہے۔کچھ مدت کیلئے ہم یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں اورآزمائے جارہے ہیں۔ہم سب مسافر ہیں اور یہ سفر ہروقت جاری ہے۔ہم سوتے ہوں یا جاگتے ہوں،ہمیں احساس ہو نہ ہو،سردی ہو یا گرمی ہو،بہار ہو یا خزاں ہو،ہم کھڑے ہوں یا بیٹھے ہوں،وطن میں ہو یا وطن سے دور ہوں ہمارا سفر ہروقت جاری وساری ہے،ہم روزانہ اپنی موت سے قریب سے قریب تر ہوتے جارہے ہیں افسوس کہ یہ انسان لمبی امیدیں باندھتا ہے جبکہ موت اس کے قریب کھڑی مسکرارہی ہوتی ہے۔اور ہماری عقل پرایسا پردہ پڑ جاتا ہے کہ ہم موت کو بالکل ہی بھول جاتے ہیں۔

پانچ تاریکیوں کیلئے پانچ چراغ:

اللہ رب العزت کی نافرمانی کرنے والے تاریکیوں کے گڑھے میں ہوتے ہیں اللہ تعالی نے ان سے نکلنے کی راہیں بھی بتائی ہیں۔سیدنا صدیق اکبر نے فرمایا:

" اَلظُّلُمَاتُ خَمْسٌ وَالسِّرَاجُ لَهَا خَمْسٌ. حُبُّ الدُّنْيَا ظُلْمَةٌ وَالسِّرَاجُ لَهَا التَّقْوىٰ ،اَلاِثْمُ ظُلْمَةٌ وَالسِّرَاجُ لَهَا التَّوْبَةُ ،اَلْقَبْرُ ظُلْمَةٌ وَالسِّرَاجُ لَهَا لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ،وَالآخِرَةُ ظُلْمَةٌ وَالسِّرَاجُ لَهَا الْعَمَلُ الصَّالِحُ،وَالصِّرَاطُ ظُلْمَةٌ وَالسِّرَاجُ لَهُ الْيَقِيْنُ.

یعنی پانچ قسم کی تاریکیاں ہیں اوران کے لئے پانچ قسم کے چراغ ہیں۔

۱)......دنیا کی محبت ایک تاریکی ہےاورتقویٰ وپرہیزگاری اس کا چراغ ہے۔

۲)......گناہ ایک تاریکی ہےاوراس کا چراغ توبہ ہے۔

۳)......قبرایک تاریکی ہےاوراس کا چراغ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔

۴)......آخرت ایک تاریکی ہے،اوراس کا چراغ نیک اعمال ہیں۔

۵)...... پل صراط ایک تاریکی ہے، اوراس کا چراغ یقین ہے۔

اگر ان پانچ تاریکیوں کیلئے چراغ کا بندوبست نہ کیا گیا تو پھر آخرت کی ساری زندگی تاریک ہو جائے گی۔

دنیا کی بے ثباتی:

کتنے ہی لوگ تھے جنہوں نے ہم سے پہلے ان بستیوں کو آباد کیا، آج وہ دنیا میں موجود نہیں ہیں۔

کوئی آتا ہے کوئی جاتا ہے محفل کا ہے رنگ وہی
ساقی کی نوازش جاری ہے مہمان بدلتے رہتے ہیں

آج ہم دھرتی پر مہمان ہیں کل نئے چہرے ہوں گے۔

﴿ وَعَادًا وَّثَمُوْدَ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا وَّكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴾

کدھر گئے وہ لوگ؟ ﴿ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴾

آج ان کا تذکروں میں تذکرہ باقی نہیں رہا۔ بڑی مغروریوں میں زندگی گزارنے والے، آج قبروں کے اندر دبے پڑے ہیں اور ہوا ان کی قبروں کی مٹی اڑا رہی ہے۔ کیسے بے داغ چہرے تھے! جو آج دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ یہ نظام قدرت ہے جو بھی دنیا میں آتا ہے اسے جانا پڑتا ہے۔ اللہ رب العزت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا، وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ ہم نے کسی انسان کے لئے یہاں ہمیشہ رہنا تو نہیں لکھا۔ یقیناً یہ دنیا ہمیشہ تو نہیں رہے گی۔ یہاں کی ہر چیز فنا کے داغ سے داغدار ہے۔ نہ یہ جوانی ہمیشہ رہے گی، نہ یہ بڑھاپا ہمیشہ رہے گا، نہ یہ غم ہمیشہ رہے گا، نہ خوشی ہمیشہ رہے گی، میرے دوستو! جب یہاں کی ہر چیز عارضی ہے تو پھر انسان دنیا سے کیوں دل لگائیں، اسے چاہیے کہ وہ اپنے آخرت والے گھر کو بنائے۔ ہم دنیا سے دل لگائیں گے تو ہم اپنا ہی نقصان کریں گے۔ یاد رکھیں جو انسان دنیا سے دل لگائے گا ایک نہ ایک دن دنیا سے جدا کر دیا جائے گا اور جو انسان اللہ تعالی سے دل لگائے گا ایک نہ ایک دن اللہ سے ملا دیا جائے گا۔

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے ☆ یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

جہنم کے لئے محنت:

ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ جتنی محنت سے لوگ جہنم خریدتے ہیں اس سے آدھی محنت سے جنت ملا کرتی ہے۔ اور یہ بات حقیقت ہے کہ ہم بڑی محنت کر کے جہنم خریدتے ہیں۔ مثلاً چوری کرنا ایک بڑا گناہ ہے۔ لوگ اس کیلئے کتنی تکالیف برداشت کرتے ہیں۔ راتوں کو جاگتے ہیں، دن کا سکون لٹا دیتے ہیں تب جا کر چوری جیسے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے کا طریقہ:

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے۔ صحابہ کرامؓ سامنے حلقہ کی شکل میں موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لوگو! اللہ رب العزت سے تم ایسی شرم کیا کرو جیسے اللہ تعالیٰ سے شرم کرنے کا حق ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، اللہ رب العزت سے تو ہم حیا کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص تم میں سے اللہ جل شانہ، سے حیا کرے اس کے لئے ضروری ہے کہ کوئی رات اس پر ایسی نہ گزرے جس میں اس کی موت اس کی آنکھوں کے سامنے نہ ہو اور اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے پیٹ کی حفاظت کرے اور اس چیز کی بھی حفاظت کرے جسکو اس کے پیٹ نے گھیر رکھا ہے اور سر کی حفاظت کرے اور اس چیز کی بھی حفاظت کرے جس کو سر نے گھیر رکھا ہے۔ اور اس کے لئے ضروری ہے کہ موت کو یاد رکھے اور اس بات کو یاد رکھے کہ مرنے کے بعد سارے کا سارا جسم شکستہ ہو کر خاک ہو جائے گا۔ اور ضروری ہے کہ دنیا کی زینت کو چھوڑ دے۔

علماء نے لکھا ہے کہ سر کی حفاظت کا مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے سامنے نہ جھکے، نہ عبادت کیلئے نہ تعظیم کیلئے حتیٰ کہ جھک کر سلام بھی نہ کرے۔ اور جن چیزوں کو سر نے گھیر رکھا ہے کا مطلب یہ کہ آنکھ، کان، زبان، یہ سب چیزیں سر کے تحت میں داخل ہیں ان سب کی حفاظت کرے۔ اسی طرح پیٹ کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ مشتبہ مال سے حفاظت کرے اور جس چیز کو پیٹ نے گھیر رکھا ہے، اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو پیٹ کے قریب ہیں۔ جیسے شرمگاہ، ہاتھ، پاؤں اور دل کہ ان سب چیزوں کی حفاظت کرے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث

کو کثرت سے پڑھنا مستحب ہے۔

مان نہ کریں وارثاں دا:

یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ موت برحق ہے مگر کفن کے ملنے میں شک ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ کس حال میں موت آئے گی۔ کئی مرتبہ اخبارات میں پڑھا کہ علاقہ کے بڑے معزز آدمی کو پردیس میں ایسے حال میں موت آئی کہ لوگوں نے انہیں لاوارث سمجھ کر دفن کر دیا۔ اس وقت رونے والی کوئی ایک آنکھ بھی نہیں تھی۔

وارث مان نہ کریں وارثاں دا ☆ تے رب بے وارثا کر ماردا ای

ایک زمیندار کی بے گور و کفن لاش:

سرگودھا کے ایک آدمی کو دشمنوں نے قتل کر کے دریائے جہلم میں پھینک دیا۔ وہ دریا کے پانی سے گزرتا ہوا شہر میں آ گیا۔ اس کی لاش خراب ہو گئی۔ ایک روز اسے پولیس والوں نے نکال کر ایک بستی والوں کے حوالے کیا کہ یہ ایک مسلمان کی میت ہے اس کو دفنا دو۔ لاؤڈ سپیکر کھلا اور اعلان ہوا کہ بے وارثی میت ہے کفن کیلئے دو دو چار چار آنے لاؤ۔ بعد میں پتہ چلا کہ اس کی دو بیویاں تھیں، چار بیٹوں کا باپ تھا اور پندرہ مربع زمین کا مالک تھا۔ اتنے بڑے زمیندار کو چندے کا کفن پہنایا گیا۔

کسی کی ایک طرح پر بسر ہوئی نہ انیس ☆ عروج مہر بھی دیکھا تو دو پہر دیکھا

یہاں دنیا میں بڑے بڑے بادشاہ آئے، ملوک و سلاطین آئے مگر اس دنیا سے اپنا مال و متاع آگے لے کر نہ جا سکے۔ حتیٰ کہ جب ان کی قبر بنائی گئی تو ان کی قبر میں نیچے کوئی قالین بھی نہ بچھایا گیا، کوئی مخمل کا ٹکڑا بھی نہ رکھا، وہاں کوئی روشنی کا بندوبست بھی نہ کیا گیا میت کے قد کے حساب سے قبر کی پیمائش کی جاتی ہے۔

دو گز زمین کا ٹکڑا چھوٹا سا تیرا گھر ہے

عبرت کے نشانات:

ان عالیشان محلات اور مکانات میں زندگی گزارنے والا انسان آئندہ ایک ایسے گھر کی

طرف جارہا ہوتا ہے جہاں یہ لیٹے گا تو اٹھ کر بیٹھ نہیں سکے گا۔اس کی قبر اس کیلئے اسی صورت میں جنت کا باغ بنے گی، جب اس نے قبر کی تیاری کی ہوگی۔قبر ہمارے لئے عبرت کا ایک مقام ہے۔ایک عارف کہا کرتے تھے کہ اے دوست! قبر پر غور کرو اور دیکھو کہ کیسے کیسے حسینوں کی مٹی خراب ہو رہی ہے، کتنے بے داغ چہرے تھے، ناز و نعمت میں پلے لوگ تھے جو دنیا میں اپنی من مرضی کی زندگی گزارتے تھے، جو عیش و آرام کی زندگی گزارتے تھے، جو محفل کے اندر زعفرانی مسکراہٹیں بکھیرتے تھے اور لوگ ان کے چہروں کو دیکھتے رہ جاتے تھے لیکن موت نے انکو مٹی میں ملا دیا، کیڑوں نے ان کے گوشت کو کھالیا۔آج انکی ہڈیاں بوسیدہ پڑی ہوئی ہیں۔آج ان کی قبر اگر کھود کر دیکھی جائے تو وہ عبرت کے نشانات بنے ہوئے ہیں۔کہاں گئے ان کے زرق برق لباس جو وہ پہنا کرتے تھے؟ کہاں گئیں وہ چیزیں جن کو صاف کر کے اور سمیٹ کر وہ رکھا کرتے تھے؟ کہاں گئے ان کے وہ معاملات جن کی خاطر وہ جان دیا کرتے تھے؟ وہ کاروبار نہ رہا ، وہ مال نہ رہا، عزیز و اقارب نہ رہے۔سب چیزیں یہیں چھوڑ کر یہ اکیلے اس دنیا سے اگلے سفر پر روانہ ہو گئے۔ ایک نوجوان کسی کو گھر کے حالات اور والد کی بیماری کے متعلق بتاتے ہوئے کہنے لگا: میرے والد صاحب مرتے مرتے بچے ہیں،، کسی بزرگ نے یہ بات سنی تو فرمایا ”عزیزم ! تیرے والد صاحب بچتے بچتے مریں گے“ جب انجام موت ہی ہے تو کیوں نہ آخرت کیلئے پا برکاب رہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ“

(دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی مسافر ہوتا ہے یا راستہ چلنے والا مسافر ہوتا ہے)

نہیں آیا وہ جو کہ باقی رہا ☆ نہ ساغر رہا اور نہ ساقی رہا
نہ پوچھو میری انتہا موت ہے ☆ وہ مجرم ہوں جس کی سزا موت ہے

عبرت کا سامان:

ایک بزرگ نے کسی قبرستان میں مراقبہ کیا۔کسی نے پوچھا، حضرت! آپ نے قبرستان والوں کو کس حال میں پایا؟ فرمایا، ان کو اپنی عقلیت پر اتنی حسرت ہے کہ اگر ان کی یہ حسرت لوگوں پر تقسیم کریں تو وہ سب پاگل ہو جائیں۔

میرے دوستو! جمعۃ المبارک کو قبرستان میں جانا مسنون ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان وہاں جا کر اس ''شہر خاموشاں'' سے عبرت حاصل کرے۔

اقوال دانش:

اے خوبصورت لباس کے حریص! کفن کو نہ بھول۔

اے محلات کے شیدائی! قبر کے گڑھے کو نہ بھول۔

اے عمدہ غذا کے دلدادہ! کیڑوں کی غذا بننا نہ بھول۔

اے ایمان کی دولت سے غفلت برتنے والے! موت کے وقت کی مفلسی کو نہ بھول۔

بادشاہ کی آنکھ:

ایک کتاب میں لکھا ہے کہ ایک آدمی اپنے مکان کے بارے میں بیٹھا اپنے بھائی سے جھگڑ رہا تھا۔ کہہ رہا تھا یہ میرا مکان ، ۔تو اللہ رب العزت نے ان کی ہدایت کیلئے ایک واقعہ رونما کر دیا مکان کی دیوار میں ایک اینٹ لگی ہوئی تھی اس میں سے آواز آنے لگی کہ میری ملکیت پر جھگڑا کرنے والو! تم مجھ سے کیوں نہیں پوچھتے کہ میں کون ہوں؟ پہلے تو وہ گھبرائے پھر ان میں سے ایک نے کہا کہ بتاؤ تم کون ہو؟ اینٹ بولی کہ میں ایک بادشاہ کی آنکھ تھی بادشاہ ایک ملک کا حکمران تھا اور دنیا میں اس نے بڑے عیش و آرام کی زندگی گزاری تھی، جب اس کی موت آگئی تو اس کو قبر میں دفنایا گیا۔ اس کو کیڑوں نے کھالیا اور وہ مٹی بن گیا۔ وہ کہنے لگی کہ میں مٹی کے وہ ذرات ہوں جو کسی دور میں بادشاہ کی آنکھ تھی۔ ان (آنکھوں سے وہ غیروں کو محبت کی نگاہ سے دیکھا کرتا تھا میری حالت تو دیکھو کہ آج اینٹ بنی ہوئی ہوں اور مکان کے اندر لگی ہوئی ہوں۔تم بھی ایک دن اسی طرح مٹی بنے پڑے ہوگے۔ میرے دوستو! ہم میں سے ہر ایک کو موت کی تیاری کرنی ہے اس لئے کہ جو دن اللہ رب العزت کی رضا کے بغیر گزر گیا وہ ہمارے سر کے اوپر بوجھ ہے۔

ایک نصیحت آموز حکایت:

ایک آدمی نے اپنے لئے ایک خوبصورت محل بنوایا۔ دوستوں نے مشورہ دیا کہ تم اس کیلئے

شاندار دعوت کا اہتمام کر۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ شہر کے لوگوں کو بلایا اور اپنے محل میں اس نے ایک تخت بنوایا۔ وہ تاج پہن کر اس تخت پر بیٹھ گیا اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے اپنے ایک خادم کو بھیجا کہ پتہ کرو یہ کون ہے؟ جب خادم نے دروازہ کھول کر دیکھا تو اسے ایک بوڑھا سا آدمی نظر آیا اور اس نے اس سے کہا کہ جاؤ اپنے مالک کو بتاؤ کہ ملک الموت آئے ہیں یہ حیران پریشان بھاگا واپس آیا اور آ کر کہا کہ ملک الموت آئے ہیں اور دروازہ کھٹکھٹا رہے ہیں۔ اس نے سنا تو اس کے پسینے چھوٹ گئے۔ اپنے خادم سے کہا کہ اسے وہیں سے کوئی بہانہ بنا کر کے فارغ کر دو۔ ابھی یہ بات کر ہی رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہے وہ بوڑھا قریب پہنچ چکا تھا۔ اب بوڑھے نے اسے گھورا اور کہا کہ تو بہانے بناتا ہے کہ مجھے واپس بھیجے گا، میں اپنے وقت پر آتا ہوں اور جب آتا ہوں تو میں روح قبض کئے بغیر واپس نہیں جاتا۔ میں انسان کے سینے پہ پنجہ گاڑتا ہوں اور میں اس کی روح قبض کر لیتا ہوں اور جب روح اس کی قبض کرتا ہوں تو باقی رونا شروع کر دیتے ہیں۔ میں مکان کے کونے میں کھڑے ہو کر کہتا ہوں کہ اے رونے والو! تم اس میت پر رو رہے ہو، مجھے تو ابھی پھر یہاں آنا ہے اور تم میں سے جتنے زندہ ہیں اتنی مرتبہ آ آ کر روحوں کو لے کر جانا ہے۔ اگر وہ آواز رونے والے سن لیں تو رونا چھوڑ دیں اور انہیں اپنی اپنی فکر لگ جائے۔

بے غرض محبت:

آج کا انسان کہتا ہے کہ میری بیوی، میرے بچے، میرا مکان، میری دکان، میری تجارت، میرا فلاں اور میرا فلاں۔ اور کل کو پتہ چلے گا کہ میرا تو کچھ بھی نہیں تھا یہ تو ادھار کا مال تھا جو پروردگار نے کچھ عرصہ دے کر مجھ سے واپس لے لیا۔ کوئی بھی اپنا نہیں ہاں اگر اپنا ہے تو فقط اللہ رب العزت ہے۔ وہ ایسی ذات ہے کہ جو انسان کے ساتھ بغیر کسی مطلب کے محبت کرنے والی ہے۔ بیوی بچے، عزیز واقارب۔ دوست احباب کو کوئی نہ کوئی مطلب ہوتا ہے حتی کہ ماں باپ کی دل میں بھی کوئی نہ کوئی بات ہوتی ہے کہ بڑھاپے میں یہ بیٹا کام آئیگا۔ اگر بے غرض تعلق ہے تو فقط اللہ رب العزت کو اپنے بندوں کے ساتھ ہے۔ اس لئے بندے کو چاہئے کہ وہ بھی اپنے مولا سے دل لگائے اور اس کو منائے کیونکہ پروردگار کے پاس جانا ہے۔

ملک الموت کے قاصد:

نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک دفعہ ملک الموت سے فرمایا کہ ملک الموت! تو اپنے آنے سے پہلے کوئی پیغامبر بھیج دیا کر۔ ملک الموت نے عرض کیا، اے اللہ کے نبیؐ پیغامبر تو بڑے بھیجے جاتے ہیں مگر لوگ تو ان کے پیغام کو سنتے نہیں پوچھا، وہ کون سے؟ اے اللہ کے نبیؐ دانت کا ٹوٹ جانا بھی پیغام ہے۔ بینائی کا کمزور ہو جانا بھی ایک پیغام ہے۔ انسان کے بالوں کا سفید ہو جانا بھی ایک پیغام ہے۔ یہ سب پیغام ہی تو ہیں کہ میاں! تیرا وقت گزر رہا ہے تیری کھیتی پک رہی ہے اور جب کھیتی پک جاتی ہے تو درانتی چاہتی ہے۔ اس کو کاٹا جاتا ہے۔ جب یہ کھیتی پک جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کھیتی کو بھی کاٹ لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ موت کیوں دیتے ہیں؟

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ نے اللہ رب العزت سے پوچھا، اے اللہ! آپ لوگوں کو پیدا کر کے مارتے کیوں ہو؟ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا، زمین میں کھیتی کرو۔ حضرت موسیٰ نے زمین میں گندم کی فصل کاشت کر دی۔ کچھ عرصے کے بعد فصل پک کر تیار ہو گئی۔ حضرت موسیٰ نے جب دیکھا کہ فصل پک چکی ہے تو اس کے کاٹنے کی فکر کی، چنانچہ فصل کاٹ دی گئی۔ دانے اور بھوسا الگ الگ کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا اے میرے پیارے موسیٰ تو نے گندم کو کاٹ کر دانے اور بھوسا الگ الگ کیوں کر دیئے؟ عرض کیا اے میرے پروردگار! فصل پک چکی تھی اس لئے کاٹ دی ہے پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے موسیٰ! میں بھی تو یہی کرتا ہوں کہ جب لوگوں کی زندگی کی فصل پک کر تیار ہو جاتی ہے تو میں اس کو کاٹ دیتا ہوں اور دانے کی مانند لوگوں کو جنت میں داخل کر دیتا ہوں اور بھوسے کی مانند لوگوں کو جہنم میں داخل کر دیتا ہوں۔

موت کے وقت پردوں کا کھلنا:

میرے دوستو! دنیا کا غم بھی عارضی ہے اور دنیا کی خوشیاں بھی عارضی ہیں۔ آج آپ اپنے اردگرد نظر دوڑا کر دیکھیں۔ حالات پوچھ کر دیکھیں تو آپ کو ہر انسان کسی نہ کسی درجے میں پریشان نظر آئے گا۔ کوئی کاروبار کی وجہ سے پریشان، کوئی اپنی صحت کی وجہ سے پریشان، کوئی

اولاد کی وجہ سے پریشان۔کوئی میاں بیوی کے جھگڑوں کی وجہ سے پریشان،کوئی مکان کی وجہ سے پریشان،کوئی اپنی اولاد کے سسرال کی وجہ سے پریشان،کوئی پڑوسیوں سے پریشان،کوئی اپنے رشتہ داروں کی وجہ سے پریشان۔آخر ایسا کیوں ہے؟اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے آخرت کی فکر چھوڑ دی ہے جس کی وجہ سے پریشانیاں موسلا دھار بارش کی طرح آرہی ہیں

دریں دنیا کسے بے غم نہ باشد☆اگر باشد بنی آدم نہ باشد

(اس دنیا میں کوئی بےغم نہیں ہے اگر ہے تو پھر وہ بنی آدم نہیں ہے)

آج تو ہم کہتے ہیں کہ ہمیں بہت پریشانیاں تھیں۔اور آخرت کی پریشانیاں بھولی ہوئی ہیں مگر جب ظاہر کی آنکھ بند ہوگی اور پھر ہماری آنکھوں سے پردے کھلیں گے کہ ہم کس طرح زندگی بسر کرتے رہے۔یاد رکھیں کہ موت کے وقت شیطان مردہ ماں باپ یا دوست کی شکل میں آکر انسان کو بددین ہونے کی دعوت دیتا ہے۔اس فتنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر کوئی نہیں بچ سکتا۔حضرت کعب احبارؒ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص نے موت کو پہچان لیا اس پر دنیا کی مصیبتیں اور فکریں آسان ہوگئیں۔

عالم نزع میں صحابہ کرامؓ کے ساتھ نرمی:

نبی اکرمؐ کے ایک صحابیؓ بیمار تھے آپؐ عیادت کیلئے تشریف لے گئے ابھی آپؐ وہاں پہنچے ہی تھے کہ اتنے میں ملک الموت آگئے نبی اکرمؐ نے دیکھا کہ ملک الموت نے اپنی انگلی ان کے سینے کے اوپر رکھی اور اس صحابیؓ کی روح قبض کی آپؐ نے ملک الموت سے فرمایا کہ ذرا آسانی کرنا ملک الموت نے عرض کیا کہ اے اللہ کے محبوبؐ! مجھے اللہ رب العزت نے پہلے ہی حکم دیا ہے کہ میرے محبوبؐ کے ہر صحابیؓ کی روح تو نے آسانی کے ساتھ قبض کرنا ہے،اس لئے میں نے اپنی انگلی سے آپؐ کے اس غلام کی روح قبض کی ہے اگر کسی اور کی روح قبض کرنی ہو تو میں اس کے سینے کے اندر اپنا پنجہ گاڑھ دیا کرتا ہوں۔

نزع کے وقت کی تکلیف:

حدیث پاک ہے کہ:''اگر جانوروں کو موت کا تمہاری طرح علم ہو جائے تو تم کو کوئی بھی موٹا

جانور کھانے کو نہ ملتا" غور کیجئے کہ اگر کسی کی ایک انگلی کٹے تو کتنا درد ہوتا ہے ۔ کس لئے ؟ اس لئے کہ جو انگلی کٹ گئی، اس حصہ میں سے روح نکل کر بقیہ جسم میں سمٹ گئی ۔ اب اگر اس انگلی میں سے روح نکلنے کی اتنی تکلیف ہوتی ہے تو جب پورے جسم سے روح نکل رہی ہوتی ہے تو اس وقت تکلیف کا کیا عالم ہوگا۔

ایک مثال دے کر سمجھایا گیا، اگر کانٹوں والی ٹہنی انسان کے جسم میں داخل کر دیں اور ایک دم اس کو کھینچ لیں تو جیسے پورے جسم میں کانٹے چبھتے ہیں اور اس کی تکلیف محسوس ہوتی ہے، اسی طرح موت کے وقت انسان کو تکلیف محسوس ہوتی ہے ۔ دوسری مثال دے کر فرمایا کہ موت کے وقت انسان کو اس قدر تکلیف ہوتی ہے جیسے زندہ بکری کی کھال کھینچی جا رہی ہو ۔ حضرت علیؓ جب جہاد کا خطبہ دیتے تو اس وقت مجاہدین سے فرماتے ، اے مجاہدو ! اللہ کے راستے میں شہید ہو جاؤ گے تو تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی اور اگر گھر میں جا کر مرو گے تو تمہیں قینچیوں سے کترنے سے زیادہ تکلیف ہوگی ۔ بعض اوقات فرماتے کہ دیگ میں بھون دینے سے بھی زیادہ تکلیف ہوگی ۔ اس لئے فرمایا گیا ہے کہ مردوں کو برا نہ کہو کیونکہ وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچ چکے ہیں ۔ اس سے معلوم یہ ہوا کہ موت کی تکلیف بہت زیادہ ہوتی ہے ۔

بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کی سختی کے بارے میں فرمایا!

" وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ اَضْحَكْتُمْ قَلِيْلاً وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا وَلَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْفُرُشَاتِ"

(خدا کی قسم ! جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم بھی جان جاتے تو کم ہنستے اور زیادہ روتے اور بستروں پر اپنی عورتوں سے لطف اندوز نہ ہوتے)۔

موت کی سختی:

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ جب ملک الموت دل کی رگ کو چھوتے ہیں اس وقت آدمی لوگوں کو پہچان نہیں سکتا، زبان بھی بند ہو جاتی ہے اور دنیا کی سب چیزیں بھول جاتی ہیں اس وقت اتنی شدید تکلیف ہوتی ہے کہ اگر اس وقت موت کا نشہ سوار نہ ہو تو قریب بیٹھے لوگوں پر تلوار چلانے لگ جائے ۔

موت کی کیفیت:

حضرت عمرو بن العاصؓ اپنی محفلوں میں اکثر کہا کرتے تھے کہ معلوم نہیں مرنے والے اپنے آخری وقت کی کیفیت بیان کیوں نہیں کرتے؟ جب ان پر جان کنی کا عالم تھا تو بیٹے نے کہا، ابا جان! اب آپ ہی اپنی کیفیت بیان کردیں۔ تو آپ نے فرمایا بیٹا ایسے محسوس ہوتا ہے کہ میرا جسم آگ کے تختے پر ہے سوئی کے ناکے سے سانس آرہی ہے اور احد پہاڑ میرے سینے پر رکھ دیا گیا ہے۔

نمازی آدمی کیلئے کلمہ طیبہ کی تلقین:

ایک روایت میں آتا ہے کہ ملک الموت نمازوں کے وقت آدمیوں پر نظر رکھتے ہیں۔ جو جو آدمی وقت پر نماز پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں ان کو ان کی وفات کے وقت خود ہی کلمہ طیبہ کی تلقین کرتے ہیں اور شیطان کو اس کے پاس سے ہٹا دیتے ہیں۔ اب آپ خود بتائیں کہ ہم میں سے کون ہے جو یہ نہیں چاہتا کہ ہمیں ملک الموت موت کے وقت کلمہ طیبہ کی تلقین نہ کریں۔

ایک شرابی کی موت کا منظر:

جو لوگ اپنی بداعمالیوں سے اللہ رب العزت کو ناراض کر لیتے ہیں اور پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں دھت رہتے ہیں انکی موت بھی اسی حال میں ہوتی ہے۔ ان کے آخری لمحات میں ان کی زبان پر وہی کچھ آتا ہے جو ان کے دلوں میں بھرا ہوا ہوتا ہے۔ بصرہ میں ایک بزرگ تھے وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص مرنے لگا تو لوگ اس کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرنے لگے لیکن اس کی زبان سے نکل رہا تھا کہ شراب کا گلاس تو بھی پی مجھے بھی پلا، تو بھی پی مجھے بھی پلا استغفراللہ

ایک غافل کی موت:

اسی طرح ایک اور شخص کا انتقال ہونے لگا۔ لوگ اس کو لا الہ الا اللہ پڑھنے کی تلقین کر رہے تھے مگر چونکہ وہ کسی چیز کے بیچنے کا کاروبار کرتا تھا اور نمازوں وغیرہ کی پرواہ نہیں کرتا تھا اس لئے وہ جواب میں کہنے لگا دس دس روپے، گیارہ گیارہ روپے، بارہ بارہ روپے۔

سفرِ آخرت کی منازل:

میرے دوستو! آخرت کے سفر کی پانچ منزلیں ہیں۔

سفرِ آخرت کی پہلی منزل:

پہلی منزل سکرات کی منزل ہے مرنے سے پہلے جب انسان کی سانس اکھڑ جاتی ہے اس وقت کو نزع یا سکرات کی کیفیت کہتے ہیں۔ یہ کیفیت طاری ہونے سے پہلے پہلے انسان کیلئے توبہ کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔ اس وقت نیک آدمی کے استقبال کے لئے جنت سے فرشتے آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اولیا کو موت سے پہلے نداء آتی ہے۔

﴿ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ، ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً ، فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي ﴾

اور جب گنہگار آدمی کی موت کا وقت آتا ہے تو اس وقت جہنم کے فرشتے آتے ہیں ان کے پاس جہنم کے ہتھوڑے ہوتے ہیں۔ اس کی روح قبض کرتے ہوئے فرشتے بدبو کی وجہ سے ناک پر چادر رکھ لیتے ہیں۔ نبی کریمؐ نے کر کے دکھایا۔

سفرِ آخرت کی دوسری منزل:

انسان کے سفرِ آخرت کی دوسری منزل قبر ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ قبر کو مٹی کا ڈھیر نہ سمجھو بلکہ یا تو یہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا پھر جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ جب کسی نیک آدمی کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو قبر اس سے مخاطب ہو کر کہتی ہے کہ دنیا میں جتنے انسان تھے مجھے ان میں سب سے زیادہ محبت تجھ سے تھی۔ اب تو میرے پاس آیا ہے، اب میرا حسن سلوک بھی دیکھنا۔ اس کے بعد وہ قبر اتنی وسیع ہو جاتی ہے کہ جہاں تک اس مردے کی نظر جاتی ہے وہاں تک قبر وسیع ہو چکی ہوتی ہے اور جب کسی فاسق اور گناہ گار آدمی کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو قبر اس سے مخاطب ہو کر کہتی ہے کہ دنیا میں جتنے انسان بستے تھے ان سب میں سے مجھے تجھ سے زیادہ نفرت تھی اب تو میرے پاس آیا ہے تو میرا سلوک بھی دیکھنا۔ اس کے بعد قبر

اس کو اتنا دباتی ہے کہ ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف کی پسلیوں میں گھس جاتی ہیں۔

سفرآخرت کی تیسری منزل:

سفرآخرت کی تیسری منزل حشر ہے حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ حشر کا ایک دن پچاس ہزار سال کا ہوگا۔کافروں کیلئے پچاس ہزار سال کا ہوگا مگر اللہ والوں کیلئے چند لمحوں کے برابر ہوگا۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان والوں کیلئے قیامت کا دن فجر کی دو رکعت سنت پڑھنے کے برابر ہوگا۔سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے مختصر نماز فجر کی دو سنتیں ہوا کرتی تھیں۔بعض روایات میں آتا ہے کہ سورج کی سات آنکھیں ہیں اس وقت ایک آنکھ کھلی ہوئی ہے روز محشر ساتوں آنکھیں کھولے گا۔اس وقت نفسانفسی کا عالم ہوگا ہر انسان اپنے گناہوں کے بقدر اپنے پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا۔کسی کو گھٹنوں تک،کسی کو ٹخنوں تک،کسی کو گلے تک پسینہ ہوگا۔یہی نہیں کہ صرف پسینہ ہوگا بلکہ وہ پسینہ میں جل رہا ہوگا لیکن بعض متقین کو اتنا تھوڑا پسینہ آئے گا جتنا بیت الخلا میں بیٹھنے والے کو آتا ہے۔اس دن اللہ کے عرش کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا سات قسم کے بندے اس دن اللہ کے عرش کے سائے کے نیچے ہونگے۔ایک عادل بادشاہ،دوسرے وہ جوان جو جوانی میں اللہ کی عبادت کرتا ہو،تیسرے وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹک رہا ہو،چوتھے وہ دو شخص جن میں اللہ ہی کے واسطے محبت ہو اسی پر ان کا اجتماع ہو اور اسی پر ان کی جدائی۔پانچویں وہ شخص جس کو کوئی حسین عورت اپنی طرف مائل کرے تو وہ کہہ دے کہ مجھے اللہ کا ڈر مانع ہے ،چھٹے وہ شخص جو اسے مخفی طریقے سے صدقہ کرے کہ دوسرے ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو،ساتواں وہ شخص جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور اس کے آنسو بہنے لگیں۔

اس دن کسی شخص کے قدم بھی اس وقت تک اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکیں گے جب تک کہ وہ چار سوالوں کے جوابات نہیں دے لے گا اس سے پہلا سوال یہ کیا جائے گا کہ اپنی عمر کن کاموں میں گزاری؟ دوسرا سوال یہ ہوگا کہ اپنے جسم کی توانائی کہاں خرچ کی؟ تیسرا سوال یہ ہوگا کہ اپنے علم پر کس قدر عمل کیا؟ اور آخری سوال یہ ہوگا کہ مال کن ذرائع سے حاصل کیا اور کن کن کاموں پر خرچ کیا تھا؟

سفرآخرت کی چوتھی منزل:

چوتھی منزل میزان کی منزل ہے کہ ان موقعوں پر کوئی آدمی بھی کسی دوسرے کا پرسان حال نہیں ہوگا۔ان میں سے ایک میزان کا موقع ہے۔میزان کے وقت ہر ایک انسان کو خطرہ ہوگا کہ معلوم نہیں میرے نیک اعمال کا پلڑا بھاری ہے یا گناہوں کا۔

سفرآخرت کی پانچویں منزل:

سفرآخرت کی پانچویں منزل پل صراط ہے یہ ایک ایسا پل ہوگا کہ جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا۔اس پر سے ہرآدمی کو گزرنا پڑے گا یہ پل بالکل اندھیرے میں ہوگا۔ایمان والے لوگ جب اس پر سے گزریں گے تو ان کے پاس ایمان کا نور ہوگا اور جولوگ کافر ہونگے ان کے پاس نور ہی نہ ہوگا وہ ایمان والوں سے کہیں گے بھئی! ہمیں بھی اپنی روشنی سے فائدہ اٹھانے دو۔وہ ان سے کہیں گے نہیں یہ روشنی تو دنیا میں ملا کرتی ہے۔اس کے بعد ایمان والوں اور کافروں کے درمیان دیوار بنادی جائے گی جس کی وجہ سے وہ بالکل ہی اندھیرے میں رہ جائیں گے۔

قیامت کے دن لوگ اپنے گناہوں کی شکل کے مطابق کھڑے کئے جائیں گے۔کچھ کے چہرے پرنور ہوں گے اور کچھ کے سیاہ۔

متکبر کی حالت:

میرے دوستو! جب کوئی بندہ اونچا بول بولتا ہے تو اللہ رب العزت کا غصہ بھڑکتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ (بلندی اور عظمت میری چادر ہیں)

کوئی اور ایسا بول زبان سے کیسے نکال سکتا ہے۔حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص ایسا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کا قد چیونٹی کے برابر بنادیں گے یہ کس لئے؟ اس لئے کہ دنیا میں وہ تکبر کرنے والا تھا اونچے بول بولنے والا تھا۔روزمحشر اللہ رب العزت اس کو اتنا چھوٹا قد دیں گے تاکہ ساری مخلوق اس کو مسل مسل کر آگے گزرے اور اس کی ذلت ورسوائی ہو۔

احکام الٰہی سے منہ موڑنے والے کی حالت:

حدیث مبارک میں آتا ہےکہ جو آدمی شریعت کے احکام کے آنکھ بند کر کے زندگی گزارتا ہے ،قرآن وحدیث کی باتوں سے اس نے آنکھ کو بند کئے رکھا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اسے شخص کو قیامت کے دن ہم اندھا کھڑا کریں گے۔

غیروں سے سوال کرنے والے کی حالت:

ایک وہ آدمی جو غیر کے سامنے سوال کرتا ہے فقیر بنتا ہے اس کے بارے میں حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے چہرے سے سب گوشت ختم کر دیں گے۔ چہرے پر فقط ہڈیاں ہونگی کس لئے؟ یہ اس لئے ہوگا کہ ہمارے غیر کیطرف جھکتا تھا، اسے سلام کرتا تھا اور اس سے سوال کرتا تھا۔ آج کے دن اس کے چہرے کی رونق ختم کر دیجائے گی۔ سب اسے دیکھ کر پہچان لیں گے کہ یہ اللہ کو چھوڑ کر غیروں کے سامنے دست سوال دراز کرتا تھا۔

ناانصافی کرنے والے کی حالت:

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس آدمی کی دو بیویاں ہوں گی اور وہ ان میں انصاف نہیں کرتا ہوگا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو فالج زدہ آدمی کی طرح کھڑا کرے گا اور لوگ اس کو دور سے ہی پہچان لیں گے کہ یہ ناانصافیوں کی زندگی گزارنے ولا بندہ ہے۔

دین کو فروخت کرنے والوں کی حالت:

بعض لوگوں کے پیٹ بہت بڑی دیگ کی مانند ہوں گے۔ ان کے پیٹوں کے اندر انگارے بھرے ہوئے ہوں گے اور وہ انگارے ان کو جلا رہے ہوں گے اور یہ چلا رہے ہوں گے یہ کون لوگ ہوں گے؟ یہ وہ لوگ ہوں گے جو دین کو چند پیسوں کی خاطر فروخت کرنے والے ہوں گے

﴿ اُوْلٰٓئِکَ مَایَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ اِلاَّ النَّارَ ﴾ وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں

﴿ وَلَایُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ﴾ اور قیامت کے دن اللہ ان سے ہرگز کلام نہیں کرے گا

﴿ وَلَا يُزَكِّيهِمْ ﴾ ...... اور نہ ان کو ستھرا کرے گا۔

﴿ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴾ ......اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہوگا۔

زمین پر قبضہ کرنے والوں کی حالت:

وہ آدمی جس نے دنیا میں کسی دوسرے کی زمین پر ناجائز قبضہ کیا ہوگا اس کے بارے میں حدیث شریف میں آتا ہے کہ سات زمین نیچے تک جتنا زمین کا ٹکڑا بنے گا وہ سارا کا سارا قیامت کے دن اٹھا کر اس کے سر پر رکھا ہوا ہوگا اور وہ اس حال میں کھڑا ہوگا۔ ساری دنیا دیکھے گی کہ اس نے کسی کی زمین پر ناجائز قبضہ کیا ہوا تھا۔

میرے دوستو! ہم تو اتنی سی ہمت کے مالک ہیں کہ ہمارے لئے سر پر ایک بالٹی اٹھانا مشکل ہے، ہم اتنی بڑی زمین کا بوجھ کیسے اٹھا سکیں گے؟ لیکن پھر بھی ہم کسی دوسرے کے کئی کئی ایکڑ اور کئی کئی مربع پر قبضہ کر کے بیٹھے ہوتے ہیں اور اپنی جائیداد بنائی ہوتی ہے۔

موت کی کیفیت:

حضرت عمرو بن العاصؓ اپنی محفلوں میں اکثر کہا کرتے تھے کہ معلوم نہیں مرنے والے اپنے آخری وقت کی کیفیت بیان کیوں نہیں کرتے؟ جب ان پر جان کنی کا عالم طاری ہوا تو بیٹے نے کہا، ابا جان! اب آپ ہی اپنی کیفیت بیان کر دیں۔ آپ نے فرمایا بیٹا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میرا جسم آگ کے تختے پر ہے سوئی کے ناکے سے سانس آ رہی ہے اور احد کا پہاڑ میرے سینے پر رکھ دیا گیا ہے۔

حضرت عمر بن ذرؒ کی کسر نفسی:

امام ابو حنیفہؒ ایک دفعہ حضرت عمر بن ذرؒ کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے۔ پوچھا، کیا حال ہے؟ فرمایا کیا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب دے جبکہ ہمارے سینوں میں توحید ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر کہا، اے پروردگار! اس شخص کی مغفرت فرما جو جادوگروں کی حالت پر ہے۔ انہوں نے کہا تھا کہ ہم پروردگار عالم پر ایمان لائے۔

غم اور خوشی کا سبب:

کتاب الدقائق میں ہے کہ حضرت آدمؑ کو ابلیس سے غم تو اس بات کا پہنچا تھا کہ وہ جنت سے نکلنے کا سبب بنا۔ مگر خوشی اس بات کی ہوئی کہ خطا کو اللہ تعالیٰ نے شیطان کی طرف منسوب کر دیا۔ فرمایا ﴿فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ﴾ شیطان نے ان دونوں کو لغزش میں ڈال دیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے نارِ نمرود کو دیکھا تو غم ہوا لیکن جب اسے بَرْدًا وَّسَلَامًا پایا تو خوشی ہوئی، حضرت موسیٰؑ کی والدہ کو غم تھا کہ بیٹے کو دریا میں ڈال دیا مگر خوشی ہوئی کہ فرعون بھی دریا میں ڈوبا ۔حضرت یعقوبؑ نے جب بیٹے کا خون آلود کرتہ دیکھا تو غم ملا لیکن جب یوسفؑ نے اپنی قمیض بھیجی تو بینائی بھی انہیں واپس مل گئی۔ اصول یہ نکلتا ہے کہ جو چیز غم کا سبب بنے خوشی کا سبب بھی وہی بنتی ہے۔ پس جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے غم زدہ رہے گا وہ روزِ محشر بلا حساب کتاب کے بخشا جائے گا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے خوشی بھی اسی کو ہوگی۔

ملک الموت پر موت:

میرے دوستو! ایک وقت آئے گا کہ موت لانے والے فرشتے کو بھی موت آ جائے گی ۔حضرت محمد بن کعب قرظیؒ فرماتے ہیں کہ سب سے آخر میں ملک الموت پر موت آئے گی۔ اللہ تعالیٰ اسے حکم دیں گے اے ملک الموت! تو مرجا، تو اس وقت کے بعد وہ ایک ایسی چیخ مارے گا کہ اگر اسے سب آسمانوں اور زمین والے سن لیں تو گھبراہٹ سے مر جائیں، اس کے بعد اس پر موت واقع ہو جائے گی۔ حضرت زیاد نمیریؒ بھی فرماتے ہیں کہ باقی مخلوقات سے زیادہ ملک الموت کی موت سخت ہوگی۔

ملک الموت کا کام:

انسان کو دھن دولت کمانے کی فکر رہتی ہے اور موت کو بالکل ہی بھول جاتا ہے۔ کاروباری حضرات اپنا حساب کتاب ٹھیک ٹھاک رکھتے ہیں جو دینا ہو وقت پر دیتے ہیں اور جو لینا ہو وہ بھی وقت پر لیتے ہیں۔ یہی کام ملک الموت کرتا ہے:

﴿اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾

سیٹھ جی کو فکر تھی ایک ایک کو دس کیجئے ☆ آیا ملک الموت بولا جان واپس کیجئے۔

موت کی حکمتیں:

مشہور قول ہے کہ فِعْلُ الْحَکِیْمِ لَا یَخْلُوْا عَنِ الْحِکْمَۃِ دانا کا کوئی بھی کام دانائی سے خالی نہیں ہوتا اسی طرح موت اگر چہ غمناک معاملہ ہے مگر اس میں بھی حکمتیں ہیں۔

۱)......موت کے ذریعہ جزا اور سزا کا عمل ہوتا ہے۔ اگر موت نہ ہوتی تو نیکوں کی ریاضت اور ان کے مجاہدوں کا اجر کیسے ملتا؟ پھر ظالموں اور قاتلوں کو ان کے کئے کی سزا کیسے ملتی؟ موت نے سب کو آسان کر دیا۔

۲)......اگر موت نہ ہوتی تو زمین میں آباد کاری مسئلہ بن جاتی۔ آج پانچ ارب آبادی پر دنیا نسل بندی کا شور مچاتی ہے۔ اگر تین سو ارب ہو جاتے تو کیا بنتا۔

حدیث میں ہے کہ: یوم میثاق تمام انسانوں کو آدمؑ کی پشت سے نکالا گیا مگر ان کی جسامت چیونٹیوں کی مانند تھی۔ فرشتے ان کی تعداد پر حیران رہ گئے کہ یہ کہاں سمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زمین پر۔ فرشتوں نے عرض کیا کہ جگہ کم ہو جائے گی۔ اللہ رب العزت نے فرمایا کہ میں ان پر موت کو مسلط کر دوں گا اگلے جاتے رہیں گے اور پچھلے آتے رہیں گے زمین کم نہ پڑے گی، ملائکہ نے عرض کیا پھر تو ان کی زندگی تلخ ہو جائے گی اور ان کو ہر وقت موت کا خطرہ رہے گا۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ میں ان پر امیدیں مسلط کر دوں گا۔

۳)......اگر موت نہ ہوتی اور بڑے زندہ رہتے تو چھوٹوں کی صلاحیتوں کا اظہار نہ ہو سکتا مشہور مقولہ ہے کہ کَبَّرَنِیْ مَوْتُ الْکُبَرَاءِ کہ مجھے بڑوں کی موت نے بڑا بنایا۔ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے پردہ نہ فرماتے تو صدیق اکبرؓ کے جوہر کیسے کھلتے: فاروق اعظمؓ کی عدالت کے مناظر دنیا کیسے دیکھتی؟ مفسرین، محدثین اور فقہاء کا سلسلہ کیسے چلتا؟ حفاظت دین کیلئے علمائے امت کی قربانیاں دینے کے مواقع نہ آتے۔

بہلول کے نزدیک سب سے زیادہ بیوقوف آدمی:

میرے دوستو! من مرضی کی زندگی گزارنے والے خسارے میں رہیں گے، خلیفہ ہارون

الرشید کے پاس ایک مرتبہ بہلول آئے ۔ ہارون الرشید نے انہیں ایک خوبصورت چھڑی دی کر کہا کہ کسی بیوقوف کو دے دینا۔ بہلول وہ چھڑی لے کر گھر آ گئے ۔ کچھ عرصے کہ بعد ہارون الرشید بیمار ہوئے ۔کافی علاج معالجہ کروایا مگر صحت یاب نہ ہو سکے ۔ بہلول کو پتہ چلا تو وہ بھی عیادت کیلئے بادشاہ کے پاس آئے ۔۔اس نے بادشاہ سے کہا، بادشاہ سلامت !اگر آپ نے ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرنا ہوتو کیا آپ پہلے وہاں کا انتظام وانصرام چیک کرواتے ہیں ،بادشاہ نے کہاہاں، چیک کرواتا ہوں پھر پوچھا،اگر وہاں کسی قسم کی چیز کی کمی ہوتو کیا آپ وہ بھی پوری کرواتے ہیں؟

بادشاہ نے کہاہاں وہ بھی پوری کرواتا ہوں پھر بہلول نے کہابادشاہ سلامت آپ بستر مرگ پر ہیں، دنیا سے جانے کے بعد آپ کو بستر قبر میں جانا ہوگا، کیا آپ نے وہاں جانے کا انتظام وانصرام چیک کروایا ہے بادشاہ نے جواب دیا کہ نہیں، پھر بہلول نے پوچھا کہ کیا آپ نے قبر کے سامان میں سے ہر طرح کی کمی کو پورا کر دیا ہے؟اس نے کہانہیں، جب اس نے کہا میں نے کچھ بھی انتظام وانصرام نہیں کروایا تو بہلول نے وہ چھڑی نکال کر بادشاہ کو دی اور کہا کہ بادشاہ سلامت !اس دنیا میں مجھے آپ سے زیادہ بے وقوف کوئی بھی نظر نہیں آیا۔لہذا آپ ہی اس چھڑی کے زیادہ حق دار ہیں۔

آخرت کی مثال:

ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ اے دوست !جتنا تمہیں دنیا میں رہنا ہے اتنی تم دنیا کیلئے کوشش کرو اور جتنا تمہیں آخرت میں رہنا ہے اتنی تم آخرت کیلئے کوشش کرو۔امام غزالیؒ آخرت کی زندگی کی مثال بیان فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی اپنی مٹھی میں رائی کے دانے لے تو ہزاروں کی تعداد میں وہ دانے اس کی مٹھی میں آجائیں گے۔ان کو اگر جھولی میں ڈالے تو لاکھوں کی تعداد میں جھولی میں بھر میں جائیں گے۔اور اگر ساری دنیا میں رائی کے دانے اس طرح پھیلا دیئے جائیں کہ یہ اونچا ہوتے ہوتے آسمان تک پہنچ جائیں۔یعنی آسمان اور زمین کا سارے کا سارا درمیان خلاء رائی کے دانوں سے بھر دیا جائے اور ایک پرندہ ہزار سال کے بعد اس میں سے ایک دانہ کھائے ،پھر ہزار سال کے بعد دوسرا دانہ، پھر ہزار سال کے بعد تیسرا

دانہ، تو ایک وقت آئے گا کہ وہ دانے تو ختم ہو جائیں گے مگر اے انسان! تیری آخرت کی زندگی کبھی بھی ختم نہ ہوگی۔ پس ہمیں چاہئے کہ زندگی کی مہلت کو غنیمت سمجھتے ہوئے خوب ڈٹ کر آخرت کی تیاری کریں۔ جس انسان کے دل میں آخرت کی یاد ہوتی ہے تو اسے چھوٹی چھوٹی باتیں بھی عبرت سکھاتی ہیں۔

فکر آخرت:

عقلمند ہے وہ انسان جو ہر وقت آخرت کی تیاری کی فکر میں لگا رہتا ہے۔

یا من بدنیاہ اشتغل ..... مذغرہ و طول الامل
اولم یزل فی غفلۃ ..... حتی وفی منہ الاجل
والموت یاتی بغتہ ..... والقبر صندوق العمل
اصبر علی اھوالھا
لاموت الاً بلا اجل ..... لاموت الا بالاجل

(اے وہ شخص جو دنیا میں مشغول اس کا دھوکہ اور امیدیں لمبی ہیں۔ کیا یہ ہمیشہ غفلت) میں رہے گا۔ حتی کہ اسی حالت میں اس کی موت آجائے گی؟ اور موت تو اچانک آجائے گی اور قبر عمل کا صندوق ہے اس کی ہولناکیوں پر صبر کر موت صرف اپنے وقت مقررہ پر ہی ہے)

ایک بچے کو آخرت کی فکر:

بہلول دانا ایک بزرگ تھے۔ وہ کہیں جا رہے تھے انہوں نے راستے میں کچھ لڑکوں کو دیکھا۔ وہ کھیل رہے تھے۔ ان سے آگے تھوڑے سے فاصلے پر ایک لڑکا خاموش بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی اور اداسی نظر آتی تھی۔ فرماتے ہیں کہ میں نے دل میں قیافہ لگایا کہ یہ دوسرے بچے اسے اپنے ساتھ کھیلنے نہیں دیتے۔ اس لئے یہ مغموم بیٹھا ہوا ہے۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ چلو میں اس کی دادرسی کر دیتا ہوں وہ خوش ہو جائے گا۔ میں اس بچے کے قریب گیا اور کہا کہ تجھے دوسرے بچے اپنے ساتھ کھیلنے نہیں دیتے۔ اس نے میری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا اور کہنے لگا ، بہلول! آقا کا فرمان ہے:

﴿ أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا ﴾

کیا تم گمان کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں کیا بے فائدہ پیدا کیا ہے۔ اس لئے ہمیں کھیل کود کیلئے تو نہیں پیدا کیا گیا۔ میں حیران ہوا کہ اتنے کم عمر بچے نے اتنی مضبوط اور پکی بات کہی۔ میرے دل میں خیال آیا کہ یہ بچہ بڑا دانا نظر آتا ہے۔ میں نے کہا کہ میرے بیٹے! مجھے کچھ نصیحت کر دیجئے۔ اس نے کچھ اشعار پڑھنے شروع کر دیئے جن کا مطلب تھا، اے مسافر! تیرا سفر لمبا ہے اپنے سفر کی تیاری کر لے۔ میں نے یہ سن کر رونا شروع کر دیا۔ جب طبیعت ذرا بحال ہوئی تو میں نے اس سے پوچھا، اے لڑکے! تیری عمر تو بہت تھوڑی ہے۔ ابھی سے تو دوزخ سے اتنا کیوں ڈر رہا ہے؟ اللہ کی ذات کی ہیبت سے کیوں اتنا زیادہ کانپ رہا ہے؟ وہ کہنے لگا بہلول! میں گھر میں دیکھتا ہوں کہ میری والدہ جب آگ جلاتی ہے تو چھوٹی چھوٹی لکڑیوں کو اکٹھا کر کے پہلے آگ سلگاتی ہے پھر بڑی لکڑیوں کو ڈالتی ہے تو آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ بہلول! جب میں یہ منظر دیکھتا ہوں تو کانپ اٹھتا ہوں۔ دل میں خیال آتا ہے کہ اللہ رب العزت نے جہنم کو بھڑکانے کا وعدہ کیا ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ روز محشر وہ چھوٹی عمر کے بچوں کو اکٹھا کر کے جہنم کی آگ میں پہلے ڈالے کہ آگ سلگ اٹھے اور پھر بڑے لوگوں کی باری بعد میں آئے۔ میں اس لئے روتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جہنم سے پناہ عطا فرما دے۔ بہلولؒ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میں تو بے ہوش ہو گیا مگر وہ لڑکا کہیں چلا گیا۔

حضرت حبیب عجمیؒ کی موت کے وقت گھبراہٹ :

حضرت حبیب عجمیؒ حضرت حسن بصریؒ کے مرید تھے۔ جب انتقال کا وقت قریب آیا تو بہت گھبرانے لگے۔ کسی نے عرض کیا، حضرت آپ تو اللہ کے ولی ہیں آپ بھی اتنا گھبراتے ہیں۔ اس سے پہلے تو آپ اتنے پریشان نہیں ہوتے۔ فرمانے لگے، سفر بہت لمبا ہے، توشہ پاس نہیں ہے۔ کبھی پہلے اس راستے پر سفر کرنے کا اتفاق نہیں ہوا، آقا اور سردار کی زیارت کرنی ہے۔ اس سے پہلے کبھی زیارت نہیں کی۔ ایسے خوفناک مناظر دیکھنے ہیں جو پہلے کبھی نہیں دیکھے، مٹی کے نیچے قیامت تک اکیلے پڑے رہنا ہے، وہاں کوئی غمخوار پاس نہیں ہوگا۔ پھر اللہ رب العزت کے حضور پیشی ہوگی۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ اگر اللہ رب العزت نے پوچھ لیا کہ حبیب! ساٹھ

سالوں میں ایک تسبیح تو ایسی پیش کر دے جس میں شیطان کا کوئی دخل نہ ہو تو میں کیا جواب دوں گا...... میرے دوستو! حقیقت یہ ہے کہ حبیب عجمیؒ نے ساٹھ سال کی اس زندگی میں دنیا سے ذرا بھی دل نہ لگایا تھا۔ جب اتنے تقوی اور پرہیزگاری کی زندگی گزارنے والے یوں ڈر رہے ہوتے ہیں تو ہم جیسوں کا کیا حال ہوگا جو کسی وقت بھی دنیا سے تو دور کی بات گناہوں سے بھی خالی نہیں ہوتے، ہر وقت شیطان کی خوشامد میں لگے رہتے ہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کو چار کاموں کی فکر:

تنبیہ الغافلین میں لکھا ہے حضرت ابراہیم بن ادھمؒ سے کسی نے عرض کیا، حضرت اگر ارشاد فرمائیں تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جایا کروں تا کہ آپ کچھ وعظ و نصیحت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا، مجھے اپنی چار قسم کے کاموں کی فرصت نہیں ہے ۔ البتہ ان کے بعد یہ کام کر سکتا ہوں۔ اس نے پوچھا، حضرت وہ چار کام کونسے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ پہلا تو یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے ازل ہی سے فرمایا تھا کہ لوگوں کا ایک گروہ جنتی ہے اور دوسرا گروہ دوزخی ہے۔ مجھے ہر وقت یہ فکر رہتی ہے کہ میں کس گروہ میں شامل تھا۔ دوسرا یہ کہ جب عورت کے پیٹ میں حمل ٹھہرتا ہے فرشتہ اللہ تعالیٰ سے پوچھتا ہے کہ میں اس بچے کو سعید (خوش بخت) لکھوں یا بد بخت۔ مجھے ہر وقت یہ فکر لگی رہتی ہے نا معلوم مجھے کیا لکھا گیا ہو۔

تیسرا یہ کہ جب فرشتہ آدمی کی روح قبض کرتا ہے تو یہ پوچھتا ہے کہ اس روح کو مسلمانوں کی روح کے ساتھ رکھوں یا کافروں کی روح کیساتھ۔ مجھے ہر وقت یہ فکر لگی رہتی ہے کہ نہ معلوم میرے بارے میں اس فرشتے کو کیا جواب ملے گا۔ اور چوتھا کام یہ کہ قیامت کے دن اللہ رب العزت فرمائیں گے۔

﴿ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴾

اے مجرمو! آج میرے نیک بندوں سے الگ ہو جاؤ۔ مجھے ہر وقت یہ فکر رہتی ہے کہ نا معلوم میرا شمار مجرموں میں ہوگا یا یہ فرمانبرداروں میں۔ میں جب تک ان چار کاموں میں مصروف ہوں اس وقت تک کسی اور سے بات کرنے کی مجھے فرصت ہی نہیں۔ دیکھا، وہ حضرات زندگی کی اس طرح قدر کرتے تھے۔

روزانہ تین مرتبہ قرآن مجید مکمل کرنے والے بزرگ:

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ فضائل صدقات میں لکھتے ہیں کہ ایک بزرگ روزانہ تین مرتبہ قرآن پاک ختم کیا کرتے تھے۔ باقی عبادت اس کے علاوہ ہوتی تھی۔ کسی نے عرض کیا، حضرت! آپ نے اپنے نفس کو اتنی محنت اور مشقت میں کیوں ڈال رکھا ہے؟ فرمایا، ساری دنیا کی عمر کتنی ہے؟ اس نے عرض کیا، سات ہزار سال۔ پھر پوچھا، قیامت کا ایک دن کتنا لمبا ہے؟ عرض کیا، پچاس ہزار سال۔ حضرت نے فرمایا، تو پھر انسان کو چاہئے کہ دن کے ساتویں حصے میں محنت کر لے تا کہ پورا دن راحت اور آرام سے گزرے۔

اللہ تعالیٰ کا عاشق نوجوان:

کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک عبادت گزار نوجوان تھا۔ وہ ہر وقت عبادت میں مصروف رہتا تھا۔ اتنی عبادت کرتا تھا کہ حضرت عمرؓ جیسے صحابی بھی اس کی کثرت عبادت کی وجہ سے حیران ہو جاتے تھے۔ اس نوجوان کا والد ضعیف العمر تھا۔ وہ نوجوان عشاء کی نماز کے بعد اپنے والد کی خدمت میں ساری رات مصروف رہتا۔ جس راستہ سے وہ نوجوان مسجد کو جایا کرتا تھا اس راستہ میں ایک عورت اس نوجوان کے حسن و جمال پر فریفتہ ہوگئی۔ جب بھی وہ نوجوان گزرتا تھا، وہ اس کو اپنی طرف بلانے کی کوشش کرتی مگر اس کے دل میں ایک اللہ کی محبت اس قدر سما چکی تھی کہ اس کے سامنے اس عورت کی زلف فتنہ گر دم خر کی حیثیت رکھتی تھی۔

ایک دن وہ نوجوان عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر واپس لوٹا تو وہ عورت حسب معمول شیطان کی رسی بن کر سامنے آئی اور اس نے زبردستی پکڑ کر اسے اپنے گھر لے جانا چاہا۔ جب وہ اسے اپنے گھر کے دروازے تک لے کر گئی تو اسے قرآن پاک یہ آیت یاد آئی۔

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَائِفَةٌ مِنَ الشَّیْطَانِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَاهُمْ مُبْصِرُوْنَ ﴾

یعنی جو لوگ متقی ہیں جب ان کو شیطان کی طرف سے کوئی خطرہ پیدا ہو جاتا ہے تو یاد کر لیتے ہیں اور (حقیقت کو) دیکھنے لگ جاتے ہیں۔ اس وقت اس نوجوان کے دل میں اتنا خوف پیدا

ہوا کہ وہ زمین پر گر کر بے ہوش ہو گیا۔

ادھر اس کے بوڑھے والد اس کے انتظار میں تھے۔ جب کافی وقت گزر گیا اور وہ نوجوان نہ پہنچا تو اس کا والد اسے تلاش کرنے کیلئے گھر سے نکلا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ راستہ میں بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ وہ اسے گھر اٹھوا لائے۔ جب ہوش آیا تو پوچھا کہ بیٹا تیرے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا تھا کہ تو بے ہوش ہو گیا؟ اس نے واقعہ بتاتے ہوئے وہ آیت دوبارہ پڑھی اور ساتھ ہی اس کی چیخ نکل گئی۔ اس کے فوراً بعد وہ فوت ہو گیا۔ لوگوں نے رات ہی اس کو غسل اور کفن دے کر دفنا دیا۔

صبح کو حضرت عمرؓ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ اس کے باپ کے پاس آئے اور تعزیت کر کے فرمایا کہ تم نے رات کو ہمیں خبر کیوں نہ دی۔ اس نے کہا، آپ دن کے وقت امور خلافت میں مصروف رہتے ہیں اس لئے رات کو تکلیف دینا مناسب نہیں سمجھا۔ آپ نے فرمایا، چلو اس کی قبر پر چلیں۔ جب آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اس کی قبر پر پہنچے تو فرمایا:

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ﴾

جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اس کیلئے دو جنتیں ہیں۔ اس نوجوان نے قبر سے دوبارہ کہا! میرے پروردگار نے یقیناً مجھ کو دو جنتیں عطا فرمائی ہیں۔ سبحان اللہ۔ وہ حضرات یوں تقویٰ اور پرہیزگاری سے زندگی گزارتے تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو فکر آخرت :

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ کو عمر ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا معمول تھا کہ روزانہ رات کو علماء کے مجمع کو بلاتے جو موت اور آخرت کا ذکر کرتے اور آپ ایسا روتے تھے کہ جیسا کہ جنازہ سامنے رکھا ہوا ہو۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا ایک قبر سے مکالمہ:

ایک مرتبہ آپ اپنے ایک عزیز کے جنازے کے ساتھ قبرستان تشریف لے گئے۔ قبرستان میں پہنچ کر آپ الگ تھلگ ایک جگہ پر جا کر بیٹھ گئے۔ اور کچھ سوچنے لگے۔ کسی نے عرض کیا اے امیر المومنین! آپ تو اس جنازے کے ولی تھے اور آپ ہی علیحدہ بیٹھ گئے۔ فرمایا، ہاں مجھے

ایک قبر نے آواز دے کر کہا، اے عمر بن عبدالعزیز! تو مجھ سے یہ کیوں نہیں پوچھتا کہ میں ان آنے والوں کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہوں؟ میں نے کہا ضرور بتا۔ اسنے کہا۔ جب یہ میرے اندر آتے ہیں تو میں ان کے کفن پھاڑ دیتی ہوں میں ان کے بدن کے ٹکڑے کر دیتی ہوں، سارا خون چوس لیتی ہوں گوشت کھالیتی ہوں اور بتاؤں کہ آدمی کے جوڑوں کے ساتھ کیا کرتی ہوں۔ کندھوں کو بازؤں سے جدا کر دیتی ہوں، بازؤوں کو کلائیوں سے جدا کر دیتی ہوں اور سرینوں کو بدن سے جدا کر دیتی ہوں اور سرینوں سے رانوں کو جدا کر دیتی ہوں اور رانوں کو گھٹنوں سے اور گھٹنوں کو پنڈلیوں سے اور پنڈلیوں کو پاؤں سے جدا کر دیتی ہوں۔ یہ فرما کر حضرت عمر بن عبدالعزیز رونے لگے اور فرمایا دنیا کا قیام بہت ہی تھوڑا ہے اور اس کا دھوکہ بہت زیادہ ہے اس میں جو عزیز ہے وہ آخرت میں ذلیل ہے اس میں جو دولت والا ہے وہ آخرت میں فقیر ہے اس کا جوان بہت جلد بوڑھا ہو جائیگا۔

ایک عاشق ومعشوق کا مکالمہ:

ایک عاشق کا محبوب ومعشوق اس دار فانی سے عالم بقا کو رخصت ہوا۔ اسے اپنے محبوب کی یاد ہر وقت ستاتی تھی۔ ایک دن وہ اس کی قبر پر گیا اور اس سے باتیں کیں۔ اس نے وہ ساری باتیں منظوم شکل میں یوں پیش کیں:

شب کو جا نکلا تھا میں اک دن مزار یار پر
اس وجہ سے مثل ابر آنکھیں مری خون بار ہیں
قبر پر الحمد پڑھ کر دوست سے میں نے کہا
ہم گریباں چاک ماتم میں ترے اے یار ہیں
شاد ہے کچھ تو بھی زیر خاک اے نازک بدن
شمع روشن ہے گلوں کے قبر پر انبار ہیں
کیا ہوا مرنے کے بعد اے راہی ملک عدم
لوگ کیسے ہیں وہاں کے اور کیا اطوار ہیں
منزلیں نزدیک ہیں یا دور ہیں کیا حال ہے

راہ میں کچھ بستیاں ہیں شہر یا بازار ہیں
جس محل میں جا کے تو اترا ہے اے رنگین ادا
کس طرح کا قصر ہے کیسے درو دیوار ہیں
چھت منقش کار ہے یا سادی یا رنگین ہے
تخت ہیں کیسے مطلایا مرصع کار ہیں
پھول ہیں کس رنگ کے پتے ہیں کس انداز کے
مرغ زریں بال ہیں یا عنبریں منقار ہیں
بات کرنے کی صدا آتی ہے یا آتی نہیں
کس طرح کے لوگ ہیں سوتے ہیں یا بیدار ہیں
قبر سے آئی صدا اے دوست ،پس خاموش رہ
ہم اکیلے ہیں یہاں احباب نہ اغیار ہیں
وہ ہمارا پیکر نازک جو تجھ کو یاد ہو
آج خاک قبر میں اس پر منوں کے بار ہیں
اب زیادہ بات کرسکتے نہیں تو گھر کو جا
دل میں آزردہ نہ ہونا کیا کریں لاچار ہیں

موت سے ڈر لگنے کا علاج:

ایک صحابی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا اے اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ! مجھے موت سے محبت نہیں، کیا علاج کروں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،تمہارے پاس کچھ مال ہے؟ انہوں نے عرض کیا، جی ہاں ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اپنے اس مال کو آگے بھیج دو کیونکہ آدمی کا دل مال سے لگا رہتا ہے۔ جب اس کو آگے بھیج دیتا ہے تو پھر خود بھی اس کے پاس جانے کی خواہش کرتا ہے اور جب وہ پیچھے چھوڑ جاتا ہے تو وہ خود بھی پیچھے یعنی دنیا میں ہی رہنے کی خواہش کرتا ہے۔

جوانی کا نشہ:

میرے دوستو! عجیب بات ہے کہ ہم عمر کا آدھا حصہ گزار بیٹھتے ہیں تب ہمیں ایمان کی قدر آتی ہے۔ اور عموماً پہلی آدھی زندگی تو جوانی، مستانی اور دیوانی بنی ہوتی ہے۔ جوانی کا نشہ تو کلوروفارم کی طرح ہوتا ہے۔ جیسے کسی کو کلوروفارم سنگھا دیا جائے تو بے سدھ ہو کر پڑا ہوتا ہے اسی طرح جوانی بھی انسان کو بے سدھ بنا دیتی ہے۔ جوانی میں انسان کو نہ سورج کے چڑھنے کا پتہ اور نہ غروب ہونے کی پرواہ ہوتی ہے۔ یہ غافل نوجوان دوسروں کو انسان ہی نہیں سمجھتا کیونکہ اس کے اندر طاقت ہوتی ہے۔ بات بات پر جھگڑتا پھرتا ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر لڑائی کے بہانے ڈھونڈتا ہے بڑے متکبرانہ بول بولتا ہے کہ میں یہ کردوں گا وہ کردوں گا اور وہ اس بات کو بھول جاتا ہے کہ یہ جوانی تو ادھار کا مال ہے جو ادھار کے مال پر فریفتہ ہوتا پھرے، اسے دیوانہ کہتے ہیں۔ ہمیں اس جوانی پر فریفتہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ وہ دریا ہے جس میں ہر ایک کیلئے طوفان آتا ہے پھر آ کر اتر جاتا ہے بلکہ مومن کو چاہیے کہ جس طرح اس مال کی زکوۃ دیتا ہے جس کا نصاب پورا ہو چکا، اسی طرح اپنے جسم کی بھی زکوۃ دے دوسروں کی خدمت کرکے۔

جوانی گئی بڑھاپا آیا:

میرے دوستو! جوانی ادھار کا مال ہے اس پر کیا مان کرنا۔ یہ ہمتیں ایک دن ٹوٹ جائیں گی، جوش ختم ہو جائے گا بدن پر بڑھاپا آ جائے گا جب زندگی کے یہ سارے مراحل طے ہو جاتے ہیں تو پھر انسان کو وقت کی قدر آتی ہے اور اپنی زندگی کا رخ موڑنے کی کوشش کرتا ہے۔

ہم خود ہی راست ہو گئے جب پیر ہو گئے ...... قد جب کمان ہو گیا تو ہم تیر ہو گئے

اسی مضمون کو کسی اور نے یوں بیان کیا:

خم جب سے قد راست میں آیا سنبھل گئے ...... سیدھے ہوئے ہم ایسے کہ سب بل نکل گئے

بڑھاپے میں بھی گناہ............!!!

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو خود تو بوڑھے ہوتے چلے جاتے ہیں مگر ان کی خواہشات جوان

ہو رہی ہوتی ہیں۔ اپنی پیرانہ سالی میں اپنی عزت و آبرو کا بھی خیال نہیں رکھتا۔ ان کے سفید بال بھی انہیں غیرت دلا رہے ہوتے ہیں مگر وہ بے دھڑک ہو کر گناہوں میں مست رہتے ہیں۔ حسرت ہے اس بوڑھے پر جو جوانی گنوا بیٹھا لیکن پھر بھی نیکی کی طرف راغب نہ ہوا اس لئے کہ اے دوست!

پیری عیاں ہوئی نہ ہو مائل گناہ پر......موئے سفید ہنستے ہیں روئے سیاہ پر

جوانی کی تلاش:

موت کی تیاری کرنا ہمارا مقصد زندگی ہے۔ تھوڑے دن کی بات ہے آج بچپن ہے، لڑکپن ہے، جوانی ہے اور پھر بڑھاپا ہے۔ ہر ایک کی ترتیب اسی طرح ہے۔ ایک بوڑھا جا رہا تھا اس کی کمر ٹیڑھی تھی، ہاتھ میں لاٹھی تھی، عینک لگی ہوئی تھی، نیچے دیکھ رہا تھا۔ ایک نوجوان قریب سے گزرا۔ اس نے مذاق کے لہجے میں کہا، بڑے میاں کیا ڈھونڈ رہے ہو؟ اس نے اس نوجوان کی طرف دیکھا اور کہنے لگا بیٹا میں جوانی ڈھونڈ رہا ہوں، تم بھی میری طرح جوانی ڈھونڈا کرو گے۔

قیامت کا خوف:

کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے ان سے کہا کہ ہم آپ پر تب ایمان لائیں گے جب ہمیں آپ کوئی نشانی دکھائیں۔ آپ نے فرمایا، کیا؟ کہنے لگے کوئی مردہ زندہ کر کے دکھائیں۔ آپ ان کو ایک قبر پر لے گئے۔ اور قبر پر لے جا کر آپ نے مردے سے کہا، قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ تو اللہ کے اذن سے کھڑا ہو جا، اللہ تعالیٰ نے اس مردے کو تھوڑی دیر کیلئے زندہ کر دیا۔ آپ نے دیکھا کہ ایک نوجوان قبر میں سے اٹھا اور اس کے بال سفید تھے مگر اس کا چہرہ جوانوں جیسا لگ رہا تھا۔ پوچھا، تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میں نوح علیہ السلام کا نیک بیٹا ہوں۔ ایک بیٹے کا تو کفار کے ساتھ حشر ہوا اور وہ ڈوب گیا تھا۔ آپ نے فرمایا اچھا تمہیں مرے ہوئے کتنا وقت گزر چکا۔ اس نے کہا، چار ہزار سال ہو گئے ہیں۔ پھر پوچھا، بتاؤ تمہارے ساتھ قبر میں کیا معاملہ ہوا؟ کہنے لگا کہ میں قبر میں تھا تو سخت سزا تھی۔ لیکن جب مجھے قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ کہا گیا تو میں یوں سمجھا کہ قیامت قائم ہو گئی تو قیامت کے خوف سے میرے تمام بال سفید ہو گئے ہیں۔

میں سمجھا کہ شائد مجھے قیامت کیلئے کھڑا کیا جارہا ہے۔ وہ ایسا دن ہوگا کہ

﴿ يَوْمَ يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ﴾

جس دن کی سختی بچوں کو بھی بوڑھا کر کے رکھ دے گی۔ اب بتایئے کہ اس وحشت کے دن میں ہمیں اپنے پروردگار کے حضور کھڑا ہونا ہے اور انسان کے نیک عملوں کا اسکے سر کے اوپر سایہ ہوگا۔

نعمتوں کی واپسی:

جب جوانی کا یہ طوفان اترتا ہے تو زندگی کا یہ دریا پھر اسی طرح آہستہ آہستہ بہنا شروع کر دیتا ہے۔ یعنی جوانی میں جو نعمتیں ملی ہوتی ہیں اللہ رب العزت ان کو آہستہ آہستہ کر کے واپس لینا شروع کر دیتے ہیں۔ جوانی میں اس کی نظر SIX by SIX (بالکل ٹھیک) تھی مگر بڑھاپے میں نظر کم ہونا شروع ہوگئی۔ حتی کہ پہلے ایک آنکھ نے دیکھنا بند کر دیا، پھر دوسری نے دیکھنا بند کر دیا۔ جوانی میں دانت ٹھیک ہوتے تھے۔ بڑھاپے میں پہنچ کر ایک دانت ٹوٹا، پھر دوسرا ٹوٹا، پھر تیسرا ٹوٹا۔ اس طرح نعمتوں کی واپسی شروع ہو جاتی ہے۔

شیخ سعدی کا جواب:

حضرت شیخ سعدیؒ ایک دفعہ کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں ایک دوست ملا کہنے لگا حضرت آپ کا حال کیسا ہے؟ آپ نے عجیب بات ارشاد فرمائی فرمایا اس کی نعمتیں کھا کھا کر دانت ٹوٹ گئے ہیں لیکن زبان اس کی ناشکری کرنے سے باز نہیں آئی۔ اللہ اکبر۔

نعمتوں کی قدردانی پر اجر:

ہمیں یہ نعمتیں کچھ وقت استعمال کرنے کیلئے عطا ہوئی ہیں۔ اگر ہم ان نعمتوں کا صحیح استعمال کریں گے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان نعمتوں میں بہت ہی زیادہ اضافہ فرما دیں گے۔ دنیا میں اگر ہم نگاہوں کی حفاظت کریں گے تو آخرت میں اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی نگاہیں دیں گے جو پروردگار عالم کا مشاہدہ کریں گی جو انبیائے کرام کے چہروں کی زیارت کیا کریں گے۔ جو اولیاء کرام کے چہروں پر پڑتی رہیں گی۔ اگر دنیا کے اندر ہم اپنی پیشانی رب العزت کے حضور

جھکائیں گے، سربسجود ہونگے تو اللہ رب العزت قیامت کے دن یہ اعزاز عطا فرمائیں گے کہ ہمارے سروں پر نور کا تاج پہنا دیں گے اور فرمائیں گے کہ یہ میرا وہ بندہ ہے جو اپنے سر کو میرے سامنے جھکا دیا کرتا تھا۔ اگر ہم نے جوانی کے اندر اپنی عزت وعصمت کی حفاظت کی تو جب ہم پروردگار کے حضور جائیں گے اس وقت دھوپ کا وقت ہوگا سورج چمک رہا ہوگا، لوگ اپنے پسینے کے اندر ڈوبے ہوئے ہونگے پریشان ہونگے تو اللہ رب العزت فرمائیں گے اے میرے بندے جس نے جوانی میں نیکی کی اور جوانی میں اپنے دامن کو پاک رکھا میں اس پر اپنی رحمت کی ایسی چادر پھیلاؤں گا اور اس کے سر پر عرش کا ایسا سایہ کروں گا کہ اسے پتہ بھی نہ چلے گا کہ گرمی تھی یا نہیں۔ اگر ہم نے نیکوکاری کی زندگی اختیار کی تو قیامت کا دن جو پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا وہ دوسرے لوگوں کیلئے تو لمبا ہوگا مگر ہمیں مشک کے بنے ہوئے ٹیلوں پر بھیج دیا جائے گا۔ ہم بھی ان خوشبو کے ٹیلوں پر پھر رہے ہوں گے۔ ہمیں اتنی دیر محسوس ہوگی جتنی دیر میں بکری کا دودھ نکالا جاتا ہے۔ میرے دوستو! اگر ہم نے ان نعمتوں کو صحیح استعمال کیا حتی کہ اللہ رب العزت کو راضی کرلیا اور اسی حال میں اللہ رب العزت کے حضور پیش ہو گئے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے اے میرے بندے، تمہارے جسم کے بال ایمان کی حالت میں سفید ہوئے اس لئے تمہارا حساب لیتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ اس طرح بندے کو اللہ رب العزت بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل فرمادیں گے۔ سبحان اللہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اظہار افسوس:

حضرت علیؓ کے ایک شاگرد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ صبح کی نماز پڑھا کر دائیں جانب منہ کر بیٹھے۔ آپ پر رنج اور پریشانی غالب تھی۔ سورج طلوع ہونے تک آپ بیٹھے رہے۔ اس کے بعد ہاتھ افسوس کے ساتھ پلٹ کر فرمایا، خدا کی قسم، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کو دیکھا آج کوئی بات بھی ان کی مشابہت کی نہیں دیکھتا وہ حضرات اس حالت میں صبح کرتے تھے کہ ان کے بال بکھرے ہوئے ہوتے چہرے غبار آلود اور زرد ہوتے تھے وہ ساری رات اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے میں پڑے رہتے تھے یا اسکے سامنے کھڑے قرآن پڑھتے رہتے تھے۔ کھڑے کھڑے کبھی ایک پاؤں پر سہارا لیتے تھے کبھی دوسرے پاؤں پر۔ جب وہ اللہ

تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے تو ایسے مزے میں جھومتے تھے کہ جیسے ہوا میں درخت حرکت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خوف اور شوق سے ان کی آنکھوں سے اتنے آنسو بہتے کہ ان کے کپڑے تر ہو جاتے تھے اب لوگ بالکل ہی غفلت میں رات گزار دیتے ہیں غور کیجئے جب حضرت علیؓ اس دور کے لوگوں پر اظہار افسوس کر رہے ہیں جس دور میں صحابہ کرام بھی موجود تھے تو موجود دور کی غفلت کیا درجہ رکھتی ہوگی۔

غفلت کا نتیجہ:

اگر ہم نے ان نعمتوں کو صحیح استعمال نہ کیا تو پھر ذلت کا سامنا کرنا پڑیگا۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں کہ اے میرے بندے اگر تم دنیا میں مجھے بھول گئے خواہشات نے تمہارے اوپر غلبہ پائے رکھا، شیطان نے تمہیں فریب دیا، تم نے آنکھوں پر خواہشات کی پٹی باندھ لی، غفلت میں پڑے رہے، میرے حکموں کو توڑے رکھا، میرے در سے منہ موڑے رکھا اور اپنی نظروں کی حفاظت نہ کی تو یاد رکھو کہ

﴿ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَعْمٰى ﴾ ...... قیامت کے دن اندھا کھڑا کروں گا

﴿ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى ﴾ ...... پوچھے گا اے پروردگار، مجھے اندھا کیوں کھڑا کیا وقد کنت بصیرا میں تو دنیا میں آنکھوں والا تھا۔

﴿ قَالَ كَذٰلِكَ ﴾ ...... کہا جائے گا۔ ایسا ہی ہے۔ مگر

﴿ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ﴾ ...... تمہارے پاس ہماری نشانیاں آئیں تم نے ان کو بھلا دیا

﴿ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴾ ...... اے بندے آج تجھے بھلا دیا جائے گا۔ تو نے دنیا میں میری پرواہ نہیں کی آج میں بھی تیری پرواہ نہیں کروں گا۔

چنانچہ فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ میرے اس بندے کو دھکے دے دے کر جہنم میں الٹا پھینک دیا جائے۔ قرآن کریم گواہی دے رہا ہے

﴿ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ ﴾ ...... فرشتے آئیں گے اور جس طرح کسی کو ذلیل کر کے دھکے دے دے کر لے جاتے ہیں اس طرح اس بندے کو دھکا دے کر جہنم میں پھینک دیں گے۔

میرے دوستو! یہ جوانی ہمیشہ رہنے کیلئے نہیں آتی یہ تو آزمائش بن کر آتی ہے نیک لوگ اس

میں اپنے پروردگار کو راضی کر لیتے ہیں اور غفلت میں پڑنے والے اپنے نامہ اعمال میں سیاہیاں بھر لیتے ہیں۔ وہ جانوروں سے بدتر بن جاتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ قرب قیامت میں ایسے لوگ ہوں گے جو پرندوں کی طرح کمزور دل ہوں گے مگر درندوں کی سی عقل کے مالک ہوں گے۔

سفید اور سیاہ چہرے:

روز محشر نیکوں کے چہرے سفید کر دیئے جائیں گے اور گنہگاروں کے چہرے سیاہ کر دیئے جائیں گے۔ آج اگر کسی عورت کے چہرے پر ذرا سی مٹی لگی ہوئی ہو اس کو دیکھئے کہ جب تک وہ چہرہ دھو نہ لے اس وقت تک کو اس کو چین نہیں آتا۔ اگر کوئی داغ پڑ جائے تو بیچاری آئینے کے سامنے کھڑی دیکھتی رہتی ہے۔ ایک سے بڑھ کر ایک کریم لگاتی ہے تاکہ کسی طرح یہ داغ دھبے مٹ جائیں۔ اے بہن جس چہرے کو مخلوق نے دیکھنا ہے تجھے اس کی صفائی کی اتنی فکر ہے اور جبکہ تیرے دل کے چہرے کو قیامت کے دن دیکھیں گے اس کی تجھے پرواہ نہیں ہے۔ گناہوں پر گناہ کرتی پھرتی ہے۔ بے پردہ باہر بھاگتی پھرتی ہے تجھے احساس ہی ہیں کہ اس طرح تیرے دل پر کتنے داغ لگ رہے ہیں۔ جبکہ رب کریم کی طرف سے بار بار تجھے بتلایا جا رہا ہے کہ اے بندی تم کہاں جا رہی ہو؟ ذرا سیدھے راستے پر آؤ رب کریم فرماتے ہیں

﴿ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ ﴾ ...... اے بنی آدم! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا

﴿ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ﴾ ...... کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرو گے

﴿ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾ ...... وہ تمہارا ظاہر باہر دشمن ہے۔

﴿ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ﴾ اور میری عبادت کرنا

﴿ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾ ...... یہی سیدھا راستہ ہے۔

انسان کا دھوکہ:

عجیب بات ہے کہ آج قرآن و حدیث سنا کر ہمیں جھنجھوڑا جاتا ہے مگر جاگتے نہیں ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں۔ ہم یوں سمجھتے ہیں کہ شاید یہ ہماری دنیاوی زندگی اسی طرح گزرتی چلی جائے گی۔ موت تو دوسروں کو آنی ہے ہمیں شاید نہیں آئے گی۔ یا جب

موت آئے گی تو ملک الموت ہم سے پوچھیں گے کہ میں اس وقت روح قبض کروں یا نہ کروں۔ یہی انسان کو دھوکہ ہوتا ہے اور وہ اسی انتظار میں رہتا ہے جبکہ اس کا نام مردوں کی فہرست میں شامل ہو چکا ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا فرمان:

ہم زندگی میں لمبی لمبی امیدیں باندھتے پھرتے ہیں۔ کبھی کار کوٹھی کے خواب دیکھتے ہیں کبھی اپنا عہدہ بڑھانے کی فکر میں ہوتے ہیں کبھی اپنے حریفوں کے سامنے بلند بانگ دعوے کر رہے ہوتے ہیں۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کی ایسی جماعت تیار کر دی تھی جو ہر دن کو زندگی کا آخری دن سمجھتی تھی وہ ہر وقت اپنے رب کے حضور جانے کیلئے تیار رہتے تھے۔ بلکہ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے تھے:

" اِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ اِذَا اَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ وَعِدْ نَفْسَکَ مِنَ الْاَمْوَاتِ"

کہ جب تو صبح کرے تو شام کا انتظار نہ کر اور جب تو شام کرے تو صبح کا انتظار نہ کر اور موت کیلئے اپنے سانس گنتا رہ۔

روزانہ کے اعداد و شمار:

اخباری اعداد و شمار کے مطابق ہر دن رات میں پندرہ لاکھ انسان پوری دنیا میں مرتے ہیں کیا پتہ کہ موت آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ہماری دہلیز تک پہنچ چکی ہو۔

امام غزالیؒ کا فرمان:

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اے دوست! کتنی بار دیکھا گیا کہ تو شادی بیاہ میں مصروف تو اپنے کاروبار میں مشغول، تو اپنے گھر کے کام کاج میں مشغول ہوتا ہے جبکہ تیرا نام مردوں میں شامل ہو چکا ہوتا ہے اور ملک الموت تجھے لینے کیلئے آرہے ہوتے ہیں۔ بلکہ امام غزالی ایک عجیب بات لکھتے ہیں کہ اے دوست تجھے کیا معلوم کہ بازار میں وہ کپڑا پہنچ چکا ہو جسے تیرا کفن بننا ہے۔

تو خوشیاں منانے میں لگا ہوا ہے جبکہ تیرا کفن تو بازار کی دوکان میں پہنچ چکا ہے، جو عنقریب تجھے پہنایا جائے گا۔

قبر کی تنہائی:

میرے دوستو! ہم موت کو بھول جاتے ہیں موت ہمیں نہیں بھولتی۔ایک روایت میں آیا ہے کہ ہر انسان کی قبر دن میں ستر بار اسے یاد کرتی ہے اور کہتی ہے، اے انسان انا بیت الوحدۃ میں تنہائی کا گھر ہوں اَنَا بَیْتُ الظُّلُمَاتِ میں اندھیرے کا گھر ہوں اَنَا بَیْتُ الْحَیَّۃِ وَالْعَقَارِبِ میں سانپوں اور بچھوؤں کا گھر ہوں۔ذرا میرے اندر تیاری کر کے آنا۔یہاں تو گلستان کالونی میں کوٹھی بنوالی۔یہاں تو کسی اچھے نگر میں کوٹھی بنالی، ذرا اس خاموش کالونی کو بھی یاد کر لے۔وہاں جا کر تو پھنسے گا کوئی تیرا ہمسایہ تجھ سے گفتگو نہیں کرے گا وہاں تو صرف تیری قبر ہوگی اور فرشتے ہوں گے وہاں تجھے اپنا حساب خود دینا ہوگا۔تجھے دنیا میں اپنے رشتہ داروں کا مان ہوتا ہے، آل اولاد کا مان ہوتا ہے مگر یاد رکھ کہ پروردگار عالم فرماتے ہیں ﴿ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴾ قیامت کے دن نہ مال کام آئے گا نہ اولاد کام آئے گی ﴿اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ﴾ وہاں تو سنورا ہوا دل کام آئے گا۔

حضرت عثمان پر گریہ کا عالم:

حضرت عثمان غنی قبر کو دیکھتے تو اتنا روتے کہ آپ کی ریش مبارک تر ہو جاتی تھی۔کسی نے کہا ،حضرت قبر کو دیکھ کر اتنا کیوں روتے ہیں؟ فرمایا یہ آخرت کی منزلوں میں سب سے پہلی منزل ہے۔جس کا معاملہ یہاں ٹھیک ہوا، اس کیلئے آگے کی منزلیں آسان ہونگی اور جس کا معاملہ یہاں ٹھیک نہ ہوا اس کے لئے آگے کی منزلیں اور بھی زیادہ سخت ہونگی۔

عذاب قبر کی دو وجوہات:

ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے ہمراہ دو قبروں کے قریب سے گزرنے لگے ۔اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری بدکنے لگی۔صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا

اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی سواری کیوں پریشان ہو رہی ہے؟ فرمایا ان دونوں قبروں والے آدمیوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ جس کی وجہ سے یہ پریشانی ہو رہی ہے۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کن گناہوں کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے؟ فرمایا، ایک کو غیبت کرنے کی وجہ سے اور دوسرے کو پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے۔

ایک عبرتناک واقعہ:

زرقانی (شرح موطا امام مالک) میں ایک بڑا عجیب واقعہ لکھا ہے کہ مدینہ منورہ کے گردونواح میں ایک ڈیرے پر ایک عورت فوت ہوگئی، دوسری اسے غسل دینے لگی۔ جو غسل دے رہی تھی جب اس کا ہاتھ مری ہوئی عورت کی ران پر پہنچا تو اس کی زبان سے نکل گیا میری بہنو! (جو دو چار ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں) یہ جو آج عورت مرگئی ہے اس کے تو فلاں آدمی کے ساتھ خراب تعلقات تھے غسل دینے والی عورت نے جب یہ کہا تو قدرت کی طرف سے گرفت آگئی۔ اس کا ہاتھ ران پر چپٹ گیا، جتنا کھینچتی وہ جدا نہیں ہوتا۔ زور لگاتی ہے مگر ران ساتھ ہی آتی ہے۔ دیر لگ گئی۔ میت کے ورثاء کہنے لگے بی بی جلدی غسل دو۔ شام ہونے والی ہے ہم نے جنازہ پڑھ کر اسے دفنانا بھی ہے وہ کہنے لگی کہ میں تو تمہارے مردے کو چھوڑتی ہوں مگر وہ مجھے نہیں چھوڑتا۔ رات پڑ گئی مگر ہاتھ یونہی چمٹا رہا۔ دن آگیا پھر بھی ہاتھ چمٹا ہوا۔ اب مشکل بنی تو اس کے ورثاء علماء کے پاس گئے۔ ایک مولوی سے پوچھتے ہیں ہاں مولوی صاحب، ایک عورت دوسری مردہ عورت کو غسل دے رہی تھی اس کا ہاتھ اس میت کی ران کے ساتھ چمٹا رہا، اب کیا کیا جائے۔ وہ فتوی دیتا ہے کہ چھری کے ساتھ اس کا ہاتھ کاٹ دو غسل دینے والی عورت کے وارث کہنے لگے کہ ہم تو اپنی عورت کو معذور نہیں کرانا چاہتے ہم اس کا ہاتھ نہیں کٹنے دیں گے۔ انہوں نے کہا فلاں مولوی کے پاس چلیں۔ اس سے پوچھا تو وہ کہنے لگا کہ چھری لے کر مری ہوئی عورت کا گوشت کاٹ دیا جائے مگر اس کے ورثاء کہنے لگے کہ ہم اپنا مردہ خراب نہیں کرنا چاہتے۔ تین دن اور تین راتیں اسی حالت میں مسلسل ہوگئیں۔ گرمی بھی تھی دھوپ بھی تھی۔ بدبو پڑنے لگی۔ گردونواح کے کئی دیہاتوں تک خبر پہنچ گئی۔ انہوں نے سوچا کہ یہاں یہ مسئلہ کوئی حل

نہیں کرسکتا چلو مدینہ منورہ میں جاتے ہیں۔ وہاں حضرت امام مالکؒ اس وقت قاضی القضاۃ کی حیثیت میں تھے۔ وہ حضرت امام مالکؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے حضرت ایک عورت مری پڑی تھی اور دوسری اسے غسل دے رہی تھی اس کا ہاتھ اس کی ران کے ساتھ چمٹ گیا چھوٹتا ہی نہیں تین دن ہو گئے، کیا فتویٰ ہے امام مالکؒ نے فرمایا مجھے وہاں لے چلو۔ وہاں پہنچے اور چادر کی آڑ میں پردے کے اندر کھڑے ہو کر غسل دینے والی عورت سے پوچھا، بی بی، جب تیرا ہاتھ چمٹا تھا تو تو نے زبان سے کوئی بات تو نہیں کہی تھی۔ وہ کہنے لگی میں نے اتنا کہا تھا کہ یہ جو عورت مری ہوئی ہے اس کے فلاں مرد کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے امام مالکؒ نے پوچھا بی بی جو تو نے تہمت لگائی ہے کیا اس کے چشم دید گواہ تیرے پاس تھے۔ کہنے لگی نہیں پھر فرمایا کیا اس عورت نے خود تیرے سامنے اپنے بارے میں اقرار جرم کیا تھا؟ کہنے لگی، نہیں۔ فرمایا، پھر تو نے کیوں تہمت لگائی؟ وہ کہنے لگی کہ میں نے اس لئے کہہ دیا تھا کہ وہ گھڑا اٹھا کر اس کے دروازے پر سے گزر رہی تھی۔

یہ سن کر امام مالکؒ نے وہیں کھڑے ہو کر پورے قرآن میں نظر دوڑائی۔ پھر فرمانے لگے۔ قرآن پاک میں آتا ہے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً ﴾

جو عورتوں پر ناجائز تہمتیں لگاتے ہیں ان کے پاس چار گواہ نہیں ہوتے ان کی سزا ہے کہ ان کو زور سے اسی کوڑے مارے جائیں تو نے ایک مردہ عورت پر تہمت لگائی، تیرے پاس کوئی گواہ نہیں تھا میں وقت کا قاضی القضاۃ حکم کرتا ہوں، جلاد و! اسے مارنا شروع کر دو جلادوں نے اسے مارنا شروع کر دیا۔ وہ کوڑے مارتے جا رہے ہیں۔ ستر کوڑے مارے مگر ہاتھ یونہی چمٹا رہا، پچھتر کوڑے مارے مگر ہاتھ پھر بھی یونہی چمٹا رہا اناسی کوڑے لگے تو ہاتھ پھر بھی نہ چھوٹا۔ جب اسی واں کوڑا لگا تھا اس کا ہاتھ خود بخود چھوٹ کر جدا ہو گیا۔

دل کا جنازہ:

آج دل ہی کا تو جنازہ نکلا ہوا ہے دل ہی تو داغدار ہو چکا ہے۔

دل ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

ہم نے دل پر گناہوں کے کتنے داغ لگا لئے ہیں۔ بھلا کہاں کہاں ہم مرہم رکھتے پھریں گے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم دل کے حجرے کو دھونے، چمکانے اور سجانے کی کوشش کریں

منہ دیکھ لیا آئینے میں پر داغ نہ دیکھے سینے میں
دل ایسا لگایا جینے میں مرنے کو مسلماں بھول گئے
جس دور پہ نازاں تھی دنیا ہم اب وہ زمانہ بھول گئے
غیروں کی کہانی یاد رہی ہم اپنا فسانہ بھول گئے
تکبیر تو اب بھی ہوتی ہے مسجد کی فضا میں اے انور
جس ضرب سے دل ہل جاتے تھے وہ ضرب لگانا بھول گئے

آج کہاں ہیں وہ نوجوان جو رات کے آخری پہر میں اٹھا کرتے تھے، لا الہ الا اللہ کی ضربیں لگایا کرتے تھے ان کے سینوں میں دل کانپتے تھے۔ ان کے دل محبت الٰہی سے لبریز ہوتے تھے۔ ان کے دل اللہ رب العزت کی ہیبت سے کانپتے تھے۔ قرآن پڑھتے تھے ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے تھے، وہ قرآن سنتے تھے ان کو لطف اور مزہ آتا تھا۔ وہ سجدے میں جاتے تھے اور سر اٹھانے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ ایسے نوجوان آج نظر نہیں آتے۔ بلکہ رات کے آخری پہر میں آپ شہر میں سے گزر کر دیکھیں سارا شہر آپ کو شہر خموشاں نظر آئے گا یوں لگتا ہے جیسے انسانیت اپنے کندھوں پر ضمیر کا جنازہ اٹھا کر چلتی جا رہی ہے، سب گھوڑے بیچ کر سو رہے ہوتے ہیں۔

تہجد کے وقت فرشتہ کا اعلان:

حدیث پاک میں ہے کہ تہجد کے وقت رب کریم کی طرف سے ایک فرشتہ اعلان کرتا ہے

"هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَقَدْ أُعْطِىْ لَهُ"

کوئی سوال کرنے والا ہے کہ میں اس کو عطا کروں؟ مگر ہم مانگنے والے میٹھی نیند سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔ دن ہوتا ہے تو مخلوق کے سامنے شکوے کرتے پھرتے ہیں کہ خالق دیتا نہیں۔ ان کیلئے رات ایک بجے تک ٹی وی دیکھنا تو آسان ہوتا ہے مگر جب تین چار بجے تہجد کا وقت ہوتا ہے اس وقت چھوٹے بڑے سب سو جاتے ہیں۔ ایک وقت تھا کہ رات کے آخری پہر

میں جب لوگ آبادی سے گزرتے تھے تو گھروں سے قرآن پاک کی تلاوت کی اس طرح آوازیں آرہی ہوتی تھیں جیسے مکھیوں کے بھنبھنانے کی آوازیں ہوتی ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ آخرت کی تیاری کیلئے ابھی سے کوشش کرنا شروع کردیں کیونکہ معلوم نہیں کہ زندگی کتنی باقی ہے ہم تو موت کے بارے میں کچھ نہیں جانتے، بس اتنا پتہ ہے کہ بالآخر جانا ہے۔

امت محمدیہ کی اوسط عمر:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری امت کی اوسط عمریں:

"بَیْنَ سَبْعِیْنَ وَسِتِّیْنَ"

ساٹھ اور ستر سال بنے گی۔ کوئی بچپن میں مرے گا کوئی سو سال سے اوپر جا کر مرے گا لیکن اوسط اتنی ہی بنے گی وہ تمام لوگ جو اس وقت چالیس سال سے اوپر کی زندگی گزار رہے ہیں وہ سب اپنی زندگی کا ظہر عصر کا وقت گزار رہے ہیں اے میرے دوستو! عصر کے بعد مغرب ہوتے ہوئے زیادہ دیر نہیں لگا کرتی۔ اس لئے جو کچھ کرنا ہے آج سے ہی کرنے کی نیت کر لیجئے۔ معلوم نہیں پھر فرصت ملے گی یا نہیں۔

قلب مومن کی عظمت:

حدیث پاک میں آتا ہے لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ میں نہ زمینوں میں سماتا ہوں اور نہ آسمانوں میں سماتا ہوں۔

"وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِ مُؤْمِنٍ"

میں تو اپنے مومن بندے کے دل میں سما جاتا ہوں۔ اس لئے تو اللہ تعالیٰ نے بندہ مومن کے دل کو اپنا عرش کہا ہے۔ فرمایا، دل تو میرے تخت کی مانند ہے میری اس پر تجلیات ہوتی ہیں میری نگاہ ناز اس پر پڑتی ہے۔ اس دل کو ہمیں صاف کرنے کی فکر نہیں ہوتی بلکہ اس پر گناہوں کے دھبے پہ دھبے لگتے جاتے ہیں اور ہمیں پرواہ نہیں ہوتی۔ آج یہ دل بت خانے بنے ہوئے ہیں صنم خانے بنے ہوئے ہیں، بلکہ سچ بات تو یہ ہے کہ آج یہ دل گندخانے بنے ہوئے ہیں۔ شریعت کا مسئلہ ہے کہ جس گھر میں تصویر ہو اس گھر میں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا اور جس دل میں کسی غیر کی تصویر ہو بھلا

اللہ رب العزت اس گھر میں آنا کیسے پسند فرائیں گے۔اس لئے دل کو مخلوق سے خالی کر لیجئے اور ایک اللہ کیلئے وقف کر دیجئے۔اگر بندہ اس کیلئے ارادہ کر لے تو دل بنانا آسان ہے لیکن افسوس اس بات پر ہے کہ شیطان اس طرف آنے نہیں دیتا بہکاتا رہتا ہے کہ اللہ تعالی نے کسی کو تو معاف کرنا ہی ہے یہی دھوکا لگا رہتا ہے حتی کہ اس حال میں موت آجاتی ہے۔

غافل آدمی کے شب و روز کی مثال:

امام غزالیؒ انسان کی غفلت کی ایک عجیب مثال دیتے ہیں، فرماتے ہیں ایک بادشاہ تھا اس کا ایک باغ تھا اس باغ کے کئی درجے تھے۔اس نے ایک آدمی کو بلایا اور کہا کہ یہ ٹوکری لے جاؤ اور میرے باغ میں ایک طرف سے داخل ہو جاؤ اور اس میں سے پھل بھر کر میرے سامنے لے آؤ۔ مگر شرط یہ ہے کہ جس درجے سے گزر جاؤ گے اس میں دوبارہ تمہیں جانے کی اجازت نہیں ہوگی اس نے کہا بہت اچھا یہ تو آسان کام ہے۔ چنانچہ باغ کے ایک درجے سے وہ داخل ہوا کیا دیکھتا ہے کہ وہاں کے درختوں پر کوئی اچھے پھل نہیں ہیں۔اس نے سوچا کہ اگلے درجے سے توڑ لوں گا۔ جب اگلے درجے میں پہنچا تو دیکھا کہ پھل کافی بہتر ہیں مناسب ہے کہ یہیں سے توڑ لوں۔مگر پھر سوچنے لگا نہیں اگلے درجے میں جا کر دیکھتا ہوں۔ وہاں جا کر دیکھا تو پتہ چلا کہ پھل بہت ہی اچھے ہیں۔دیکھ کر دل خوش ہو گیا۔طبیعت نہال ہوئی۔ کہنے لگا میں یہاں سے پھل توڑ لیتا ہوں پھر خیال آیا کہ اگلے درجے میں جا کر بہترین پھل توڑوں گا۔ یہ اگلے درجے میں جا کر دیکھا تو پھل واقعی بہترین تھے۔دل میں کہا کہ یہیں سے ٹوکری بھر لوں۔ پھر سوچنے لگا کہ جیسے جیسے آگے بڑھتا ہوں پھل بہتر ہوتے جاتے ہیں۔آخری درجہ باقی ہے وہاں سے پھل توڑوں گا۔ جب آخری درجے میں قدم رکھا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہاں کے درختوں پر پھل ہی نہیں لگے ہوئے تھے۔ اب وہ شرمندی سے رونے لگ گیا، کہنے لگا افسوس میں بادشاہ کو جا کر کیا منہ دکھاؤں گا کہ میں خالی ٹوکری لے کر آ گیا ہوں۔امام غزالیؒ فرماتے ہیں اے دوست بادشاہ سے مراد تیرا پروردگار حقیقی ہے اس بندے سے مراد تیری ذات ہے، ٹوکری سے مراد تیرا نامہ اعمال ہے، باغ سے مراد تیری زندگی ہے اور اس کا ہر ہر دن تیرے باغ کے ایک ایک درجے کی مانند ہے، رب کریم نے تیرے ذمے لگایا کہ ہر دن میں نیکیوں کے پھل توڑتا رہ اور نامہ اعمال کی ٹوکری میں جمع کرتا رہ۔

مگر تم روزانہ اس انتظار میں رہتے ہو کہ کل پھل توڑلوں گا تیری کل کل گزرتی رہے گی۔ایک وقت آئے گا کہ جب تیری زندگی میں کل نہیں آئے گی پھر تمہیں آج ہی جانا پڑے گا پھر خالی ٹوکری ہوگی۔اس دن تو پریشان اور شرمندہ کھڑا ہوگا کہ کاش میں نے کوئی نیکی کرلی ہوتی۔

دوانسانوں پر زمین کا تعجب:

کتابوں میں لکھا ہے کہ زمین دوانسانوں پر بڑا تعجب کرتی ہے ایک وہ انسان جو نرم بستر بنا کر سورہا ہوتا ہے۔زمین اس آدمی پر تعجب کرتی ہے کہ واہ فوم کے گدے پر سونے والے،تو بستر کو نرم بناتا ہے یاد کر کہ ایک دن تو نے میرے اندر بھی آنا ہے۔وہاں تیرا کیا حال ہوگا۔اور دوسرا یہ کہ اگر کوئی زمین کا ٹکڑا ہو اور اس پر لوگ جھگڑ رہے ہوں۔ایک کہے کہ میری زمین اور دوسرا کہے کہ میری زمین تو زمین ان پر تعجب کرتی ہے کہ میری ملکیت میں جھگڑا کرنے والوں تم سے پہلے بھی بڑے بڑے آئے جو میرے وارث بنے،سب چلے گئے،میرا مالک تو اللہ ہے۔

عذابوں کا سمندر:

کتنی بار دیکھا کہ دنیا میں جو انسان اس انتظار میں تھا کہ میں نیک بن جاؤں گا وہ سنجیدہ نہیں ہوتا تھا۔آجکل ...... آج کل کرتا رہتا تھا۔بالآخر اس کو اچانک چلا جانا پڑا۔قرآن پاک میں ہے

﴿ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَا اِلٰى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ﴾

تمہیں اتنی بھی استطاعت نہیں ہوگی کہ تم اپنے اہلخانہ کے پاس لوٹ کر جاسکو۔ارے گھر کے باہر کھڑے ہوئے تمہیں اندر جانے کی اجازت نہیں ہوگی ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں جانے کی فرصت نہیں ہوگی اگر لیٹے ہوگے تو تمہیں چارپائی سے اٹھنے کی سکت نہیں ہوگی۔ جب تمہارا وقت آئیگا تو تمہیں اللہ رب العزت کے حضور پیش ہونا پڑے گا۔

سب ٹاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارہ

جب یوں کھڑے پیر اس دنیا سے بے سروسامانی کے عالم میں جانا پڑ گیا تو یوں سمجھو کہ تم نے بغیر کشتی کے سمندر میں چھلانگ لگادی۔یہ عذابوں کا سمندر کیسے جھیلو گے۔تمہاری تو آگے حالت خراب ہوگی وہ گت بنے گی کہ دنیا نے دیکھی نہ ہوگی۔اس لئے بہتر ہے کہ تیاری کرلو اس سے پہلے کہ دنیا سے جانے کا بلاوا اور پیغام آجائے۔

موت کی تیاری کا مطلب:

اب ہم سوچیں کہ کیا ہم نے موت کیلئے تیاری کر لی ہے؟ کیا ہم نے اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کو بسا لیا ہے؟ کیا دل میں اللہ تعالیٰ کا عشق اتر گیا ہے؟ یہ زبان کا اللہ اللہ کہنا تو کام نہیں آئے گا۔ قیامت کے دن تو دل کو کھولیں گے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی محبت دیکھی جائے گی وحصل ما فی الصدور اور جو سینوں میں ہوگا اس کو کھول دیا جائے گا زبانی جمع خرچ کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

اللہ کو دل میں بسالو:

ایک بزرگ صاحب نے طوطا پالا ہوا تھا اور اس طوطے کو اللہ اللہ کہنا سکھایا ہوا تھا۔ وہ طوطا اللہ اللہ کرتا تو ان کو بڑی خوشی ہوتی۔ ایک دن پنجرہ کھلا رہ گیا۔ ایک بلی ادھر آ نکلی اس نے طوطے کو دبوچا اور لے کر بھاگی تو طوطا ٹیں ٹیں کرنے لگ گیا وہ بڑے حیران ہوئے کہ میں نے تو اسے اللہ اللہ سکھایا تھا اب یہ ٹیں ٹیں کر رہا ہے اتنے میں ایک بزرگ انہیں ملنے آئے۔ انہوں نے سارا واقعہ ان کو کہہ سنایا۔ وہ فرمانے لگے چونکہ آپ نے طوطے کو اللہ اللہ کہنا سکھایا تھا اس لیے طوطے کی زبان پر تو اللہ اللہ تھا مگر اس کے دل میں ٹیں ٹیں تھی یہی وجہ ہے جب اس کو موت آنے لگی اور بلی نے اسے پکڑا تو وہی کچھ اس کی زبان سے نکلا جو اس کے دل میں بھرا ہوا تھا۔ آج ہمارے دل میں کیا بھرا ہوا ہے؟

بر زبان تسبیح در دل گاؤ آخر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

لہذا آج اگر دل میں اللہ نہیں سمائے گا، ہم اپنے دل میں اللہ کو نہیں بسائیں گے، اس کے انوارات کو نویں بھریں گے، ہمارے اندر رچ نہیں اترے گا تو پھر موت کے وقت ہماری زبان سے اللہ کیسے نکلے گا۔ اس کیلئے محنت کرنا پڑتی ہے اور اس محنت کیلئے پوری زندگی دی گئی ہے۔

ایک نصیحت آموز واقعہ:

میرا ایک جوان عمر کلاس فیلو تھا۔ تقریباً چوبیس سال کی عمر میں اس کی شادی ہوگئی کاروبار اپنا تھا

اور والدین کے گھر کے قریب ہی اس کا اپنا گھر تھا۔ اللہ نے اسے ایک بیٹی دی، پھر دوسری بیٹی دی، پھر بیٹا دیا۔ بیٹے کی پیدائش کے وقت اس کی بیوی فوت ہوگئی، شہادت کا رتبہ پا گئی کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ زچہ اگر ولادت کے وقت فوت ہوجائے تو وہ شہید بنا دی جائے گی۔

لوگوں نے کہا کہ شادی کرلو۔ وہ کہنے لگا، میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، میں ان کا باپ بھی بنوں گا اور ماں کا پیار بھی دوں گا کیونکہ معلوم نہیں آنے والی ماں ان کا کیا حشر کرے گی۔ چنانچہ اس نے بچوں کو اپنے پاس رکھ کر پالنا شروع کردیا۔ اب جب وہ اپنے کام پر جاتا تو بچوں کو اپنے ماں باپ کے گھر میں چھوڑ کر جاتا، شام کو واپس آتا تو کھانا تو پکا ہوا ہوتا تھا، کچھ چیزیں بازار سے بھی لے آتا۔ بچوں کو ماں باپ کے گھر سے لے کر آتا، بیٹھ کر کھانا کھاتا۔ بچے کچھ ہنسی خوشی میں لگ جاتے اور اس کا اپنا دل بہل جاتا اور پھر سو جاتے۔ اگلے دن پھر اسی طرح معاملہ چلتا تھا۔

ابھی اس کی بیوی کو فوت ہوئے مشکل سے ایک سال گزرا ہوگا، بچے نے کچھ تھوڑا تھوڑا بولنا شروع کیا ہوگا کہ عجیب واقعہ پیش آیا۔ گرمیوں کے موسم میں ایک دن وہ اپنے بچوں کو لے کر عشاء کے وقت گھر پر آیا، کھانا کھایا صحن میں چارپائی بچھی ہوئی تھی اس پر لیٹ گیا۔ بچے اس کے گرد کھیل رہے تھے اسی حال میں اس پر دل کا دورہ پڑا۔ جب وہ تڑپا تو بچیاں بھاگ کر اس کے قریب آگئیں اور پوچھنے لگیں ابو! کیا ہوا؟ ابو! کیا ہوا؟ مگر ابو جواب نہیں دیتا۔ چھوٹا بچہ پاس ہی تھا اس نے جب بہنوں کو دیکھا کہ وہ پوچھ رہی ہیں تو وہ بھی باپ کے سینے پر چڑھ کر لیٹ گیا۔ کہتا ہے ابو! آپ بولتے کیوں نہیں؟ میں بھی آپ سے نہیں بولتا۔ اب بیٹا روٹھ گیا باپ سے وہ اپنے باپ کے ساتھ نازو انداز میں ہے، وہ ضد کر رہا ہے۔ اور اس کا باپ خاموش پڑا ہے۔ اسے کیا پتہ کہ یہ باپ آج کے بعد کبھی نہیں بولے گا۔ جب بڑی بچی بھاگ کر اپنی دادی کو بلا کر لائی اور اس نے جب دیکھا اس نے بچوں سے کہا کہ، بچو! تم ماں کی شفقت سے پہلے ہی محروم تھے آج باپ کا سایہ بھی تم سے دور ہوگیا ہے۔

چمن اجاڑ کے آندھی تو جا چکی لیکن
پرندے شاخ پہ بیٹھے ہیں سوگوار اب تک

انسان کا دنیا سے گزرنا:

عقل مند ہیں وہ لوگ جو دنیا میں نیکی کرتے نہیں تھکتے ۔ ہر وقت اپنی آخرت کو سنوارنے کی تیاری میں لگے رہتے ہیں ۔ انکا ہر دن عبادت میں گزرتا ہے اور ان کی ہر رات اپنے رب کے سامنے راز و نیاز کرتے گزرتی ہے ۔ انسان کو دھوکا یہ لگا ہے کہ وقت گزر رہا ہے

وقت نے کیا گزرنا ہے ، میاں تم خود گزر رہے ہو تمہارا بچپن گزر گیا ، تمہارا لڑکپن گزر گیا ، تمہاری جوانی گزر گئی یہ سفید بال اب تمہارے بڑھاپا ہے ، یہ بھی گزر جائے گا اس لئے اسی کی تیاری کرنے کی ضرورت ہے ۔

موت کے سامنے شکست:

ہمارے اسلاف نے تو اس طرح ڈٹ کر عبادتیں کیں کہ وہ اپنی زندگی کا کوئی بھی لمحہ فارغ نہیں گزارتے تھے ۔ ہر وقت نیکی میں مصروف رہتے تھے ۔ ہر کام اللہ رب العزت کی رضا کے مطابق کرتے تھے ۔ ہر کام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق کرتے تھے ۔ وہ جانتے تھے کہ جب موت کا وقت آجاتا ہے تو پھر یہ ٹلا نہیں کرتا ۔ دنیا میں بڑے بڑے حکمران آئے ، جرنیل آئے لیکن موت سے کوئی مقابلہ نہ کر سکا ۔ سب نے شکست کھائی ۔ دنیا کو فتح کرنے والے ، فاتح عالم کہلانے والے بھی جب موت کے مقابلہ میں آئے تو موت نے ان کو بچھاڑ دیا بڑے بڑے رستم زماں دنیا میں آئے اور جن کو موت آتی ہے ان کیلئے قیامت قائم ہو جاتی ہے حدیث کے الفاظ ہیں کہ: مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهُ ...... (جو مر گیا اس کی قیامت ہو گئی) اس پر صادق آتی ہے ۔

دانائی کی بات:

ایک بیوہ عورت کا اکلوتا بیٹا مر گیا ۔ وہ تجہیز و تدفین کیلئے مانتی نہ تھی اور حکیم صاحب کو مجبور کرتی کہ علاج کرو ، دوائی دو ، حکیم صاحب دانا انسان تھے انہوں نے اس عورت سے کہا کہ تمہارا بیٹا تو مر چکا ہے مگر میں اسے دوبارہ زندہ کرنے کی تدبیر و کوشش کرتا ہوں ۔ بیوہ عورت بہت خوش

ہوئی۔حکیم صاحب نے کہا کہ مجھے نسخہ بنانے کیلئے اسے گھر سے پانی لاکر دو جہاں پر کسی کو موت نہ آئی ہو۔ بیوہ عورت بیچاری پیالہ لے کر گھر گھر گئی۔ سارا شہر چھان مارا مگر کوئی گھر ایسا نہ ملا جہاں کسی کو موت نہ آئی ہو۔ جب ناکام واپس ہوئی تو حکیم صاحب نے سمجھایا کہ جب سارے شہر میں کوئی ایسا گھر نہیں جہاں موت نے پنجے نہ گاڑے ہوں تو یہی معاملہ تمہارے بیٹے کے ساتھ پیش آیا ہے۔تب عورت کو اعتبار آیا۔

پیام مرگ سے اے دل ترا کیوں دم نکلتا ہے
مسافر روز جاتے ہیں یہ رستہ خوب چلتا ہے

حضرت حسن بصریؒ کی توبہ:

حضرت حسن بصری جوانی کی عمر میں کاروبار کیا کرتے تھے۔ان کا مال تجارت مختلف ملکوں سے آتا تھا۔ایک دفعہ کسی ایک ملک میں پہنچے تو وہاں کے بادشاہ نے ان سے کہا کہ ہمارا ایک فنکشن ہے،آیئے آپ کو اس فنکشن میں لے چلیں۔حسن بصریؒ ان کے ساتھ چلے گئے۔انکا قافلہ اس بادشاہ کے بیٹے کی قبر کے قریب جا کر رک گیا۔وہاں پر انہوں نے ایک عجیب منظر دیکھا کہ کچھ نوجوان اس قبر کے گرد چکر لگا رہے تھے۔پھر کچھ لڑکیوں نے جن کے ہاتھ میں ہیرے جواہرات تھے اس قبر کے گرد چکر لگایا،پھر حسین وجمیل لڑکیوں نے اس قبر کے اردگرد چکر لگایا۔پھر بوڑھوں نے قبر کے اردگرد چکر لگایا۔

حسن بصریؒ نے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے:انہیں بتایا گیا کہ جن نوجوانوں نے قبر کے گرد چکر لگایا وہ گویا یہ کہہ رہے تھے کہ اے شہزادے!اگر موت کو ٹالا جا سکتا تو ہم اپنی جوانی کو قربان کر دیتے اور تجھے مرنے سے بچا لیتے۔

جو لڑکیاں ہیرے جواہرات لے کر کچھ گا رہی تھیں وہ گویا یہ کہہ رہی تھیں اے شہزادے!اگر موت کو جواہرات سے ٹالا جا سکتا تو ہم انکو قربان کر دیتیں مگر تجھے نہ مرنے دیتیں۔

حسین وجمیل لڑکیاں گا کر یہ کہہ رہی تھیں کہ اے شہزادے!اگر موت کو حسن و جمال سے ٹالا جا سکتا تو ہم اپنے حسن و جمال کو قربان کر دیتیں مگر تجھے نہ مرنے دیتیں۔

اس کے بعد بوڑھے بھی یہی کہہ رہے تھے کہ اگر موت کو بڑھاپے کے ذریعے سے ٹالا جا سکتا

تو ہم اپنے بڑھاپے کے عوض تمہاری جان بخشی کروا لیتے۔

جب حسن بصریؒ نے یہ سنا تو دل پر ایک چوٹ لگی اور وہیں کھڑے کھڑے دل میں یہ فیصلہ کیا کہ اب من چاہی زندگی گزارنے کے بجائے رب چاہی زندگی گزاروں گا۔ چنانچہ پھر اتنی عبادت کی کہ مشہور تابعین میں شمار ہوئے۔

موت سے دفاع ناممکن ہے:

یاد رکھئے! اگر موت کو حکومت کے ذریعہ ٹالا جا سکتا تو فرعون کو کبھی موت نہ آتی۔

اگر موت کو دولت کے ذریعے ٹالا جا سکتا تو قارون کو کبھی موت نہ آتی۔

اگر موت کو حکمت اور دانائی سے ٹالا جا سکتا تو حضرت لقمانؑ کو موت نہ آتی۔

اگر موت کو ہمت اور جوانمردی سے ٹالا جا سکتا تو رستم وسہراب کو موت نہ آتی۔

اگر موت کو دواؤں سے ٹالا جا سکتا تو افلاطون اور جالینوس کو موت نہ آتی۔

اگر موت کو حسن سے ٹال جا سکتا تو دنیا کے حسینوں کو موت نہ آتی۔

اگر موت کو محبت سے ٹالا جا سکتا تو کوئی ماں اپنی گود میں پڑے بچے کو مرنے نہ دیتی۔

اگر موت کو وفاؤں سے ٹالا جا سکتا تو کوئی بھی نیک بیوی اپنے خاوند کو اپنی آنکھوں کے سامنے نہ مرنے دیتی۔

مگر موت ایسی حقیقت ہے کہ بالآخر آکر رہتی ہے۔

میرے دوستو! جب موت ایک اٹل حقیقت ہے تو ہمیں بھی دل میں استحضار رہے کہ ہمیں بھی جانا ہے، ہمیں بھی آگے کیلئے تیاری کرنی ہے۔ اس کو کہتے ہیں

اَلتَّجَافِی عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ

یہ جو دھوکے کا گھر ہے اس سے انسان کا دل کٹ جائے،

وَالْاِنَابَةُ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ

اور آخرت کی طرف دھیان لگ جائے

وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ

اور موت کے آنے سے پہلے انسان اس کی تیاری کرلے۔

حضرت سلیمانؑ کی وفات:

سیدنا سلیمانؑ اللہ تعالیٰ کے ایک جلیل القدر پیغمبر ہیں۔جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کی شاہی بھی عطا کی اور دنیا کی بادشاہی بھی عطا کی۔ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ ان جیسی شاہی نہ آج تک دنیا میں کسی کو ملی اور نہ ہی کبھی کسی کو ملیگی۔انسانوں کے بادشاہ،حیوانوں کے بادشاہ، پرندوں کے بادشاہ جنوں کے بادشاہ، ہوا کے اوپر حکم چلتا تھا۔ان کے بارے میں آتا ہے کہ وہ اللہ کا گھر بیت المقدس بنا رہے تھے اس کام کیلئے انہوں نے جنوں کو لگایا ہوا تھا اس دوران ان کی موت کا وقت آ گیا۔اب ان کو اتنی مہلت نہیں ملی کہ آپ میرے پیغمبر ہیں اور آپ میرا گھر بنا رہے ہیں اور میرا گھر جب بن جائے پھر آپ کو بلائیں گے۔نہیں۔

جب موت کا وقت آیا تو عین اسی حال میں اللہ رب العزت نے ان کو اپنے پاس بلا لیا۔اور مسجد مکمل ہونے کا یہ معاملہ تو یہ رہا کہ آپ کو موت تو آ گئی مگر وہ اپنی لاٹھی کے سہارے کھڑے رہے۔جن یہ سمجھتے رہے کہ شاید یہ نیند میں ہیں۔وہ کام میں لگے رہے جب کام مکمل ہو گیا تو اس وقت آپ کے عصا کو دیمک نے کھایا اور آپ کی نعش نیچے گری۔تب جنوں کو پتہ چلا کہ آپ تو پہلے ہی فوت ہو چکے ہیں۔اگر اللہ کے پیغمبر جو اتنی محبوب ہستی ہیں ان کو اس حال میں حاضری دینا پڑتی ہے تو میں اور آپ کس باغ کی مولی ہیں۔ہم کن کاموں میں لگے ہوئے ہیں کہ ہمیں مہلت مل جائے گی۔جی مجھے بی اے کرنا ہے ایم اے کرنا ہے میں نوکری کی تلاش میں ہوں، میری ابھی ابھی شادی ہوئی ہے۔یہ سب فضول باتیں ہیں۔وقت آئیگا تو انسان کو کھڑے پیر جانا پڑ جائے گا۔کوئی نہیں پوچھے گا کہ تو نے اپنے کام کو سمیٹا ہے یا نہیں۔فرمائیں گے کہ تمہیں تو پہلے بتا دیا تھا کہ تمہیں جانا ہے تم نے تیاری کیوں نہیں کر لی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا سفر آخرت:

شادی کے وقت حضرت عبداللہ کی عمر ۲۱ سال تھی اور بی بی آمنہ کی عمر ۲۰ سال تھی۔حضرت عبداللہ حضورؐ کی ولادت باسعادت سے قبل ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔جب حضور اکرمؐ کی عمر چند ہوئی تو ایک مرتبہ حضرت آمنہ کو حضرت عبداللہ کی یاد نے ستایا۔چنانچہ حضرت آمنہ نے

فرمایا، بیٹے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تجھے تیرے ابو کی قبر پر لے چلوں۔اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آمنہ: جب میں سفر سے واپس آؤں گا تو اونٹ کی گردن کی گھنٹی بجے گی لہذا تو میرا استقبال کرنا میں تمہارے لئے تحفہ لاؤں گا۔اس کے بعد بڑے قافلے آئے مگر نہ گھنٹی بجی نہ ہی عبداللہ آئے بلکہ موت کی گھنٹی بج چکی تھی۔

پھر حضرت آمنہ نے بیٹے کو حضرت عبداللہ کی قبر پر لے جا کر کہا کہ عبداللہ تم نے وعدہ کیا تھا۔ میں راہ تکتی رہی۔دو سال گزر گئے مگر آپ نہ آئے۔رو رو کر میری آنکھیں سرخ ہوگئیں۔عبداللہ! تیرا بیٹا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تجھے ملنے آیا ہے۔ذرا نکل کر اس کے حسن کو دیکھ۔یہ کہہ کر حضرت آمنہ بہت روئیں اور بے ہوش ہوگئیں۔جب حضرت آمنہ نے حضور کے سامنے آپکے والد کا نام لیا تو آپ نے ادھر ادھر دیکھا مگر باپ نظر نہ آیا جو شفقت سے سینے لگاتا۔اس کے بعد بی بی آمنہ نہ بول سکیں اور بالآخر جان جان آفرین کے سپرد کردی۔میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ولادت سے پہلے ہی باپ کی شفقت سے محروم ہوگئے اور اب ماں کی محبت بھی گئی۔

سیدہ خدیجہ کی بہن کا اکرم:

حضور اکرم کو اپنی پہلی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ سے اس قدر محبت تھی کہ ان کی موجودگی میں دوسری شادی نہ کی۔جس سال حضرت خدیجہؓ اور حضرت ابو طالب کا انتقال ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال کو عام الحزن کہا۔سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ایک عورت گھر آئی جس کی آواز حضرت خدیجہ سے ملتی تھی۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا صدیقہ! عرض کیا لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، پوچھا یہ عورت کون ہے؟ عرض کیا خدیجہؓ کی بہن یہ سن کر آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمایا مجھے خدیجہؓ کی یاد تازہ ہوگئی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بٹھایا، دودھ پلایا اور بڑا اکرام کیا۔

چل چلاؤ کا گھر:

موت سے کسی حال میں بھی فرار ممکن نہیں۔ارے! جب وجہ کائنات، فخر موجودات، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ اس دنیا سے پردہ فرما گئے تو پھر کسی اور کیلئے یہ دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ کیسے بن سکتی ہے اللہ

تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا کہ بیشک آپ بھی مرنے والے ہیں اور وہ سب بھی مرنے والے ہیں یہاں پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ اس لئے کیا گیا تا کہ لوگوں کو فی الجملہ تسلی رہے بہرحال یہ دنیا چل چلاؤ کا گھر ہے۔

وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت حضرت فاطمہؓ کی حالت:

بخاری شریف کی روایت ہے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض وفات کے وقت بے ہوشی طاری ہوئی تو حضرت فاطمہؓ عرض کرنے لگیں وَاکَرْبَ اَبَتَاهُ ہائے میرے ابا جان کی تکلیف۔ یہ سن کر حضور اکرم نے فرمایا "لَیْسَ عَلٰی اَبِیْکَ کَرْبٌ بَعْدَ الْیَوْمِ" آج کے بعد تیرے باپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی پھر جب آپ کا وصال مبارک ہوا تو حضرت فاطمہؓ کہنے لگیں۔

" یَا اَبَتَاهُ اَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ یَا اَبَتَاهُ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَاْوَاهُ یَا اَبَتَاهُ اِلٰی جِبْرَئِیْلَ نَنْعَاهُ"

اے میرے ابا جان! آپ نے اپنے رب کے بلاوے کو قبول کیا اے میرے پیارے ابا جان! جنت الفردوس آپ کا ٹھکانہ ہے اے میرے پیارے ابا جان! ہم جبرائیل امین کی طرف تعزیت پیش کرتے ہیں (وحی کے ختم ہونے پر)۔

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر دیا گیا تو حضرت فاطمہؓ نے صحابہ اکرمؓ سے کہا

اَطَابَتْ اَنْفُسُکُمْ اَنْ تَحْثُوا عَلٰی رَسُوْلِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَلتُّرَابَ

تمہارے دلوں نے کس طرح چاہا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالیں؟۔

حضرت معاذؓ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جدائی:

جب حضرت معاذؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف روانہ فرمایا تو اس وقت کے بارے میں آتا ہے کہ "مُعَاذٌ رَاكِبٌ وَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ اٰخِذٌ بِلِجَامِهٖ" معاذؓ سوار تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لگام پکڑی ہوئی تھی) اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آپ واپس آئیں گے تو شائد آپ کو میرا منبر اور میری قبر ملے گی۔ یعنی منبر ملے گا مگر

زینت منبر نہ ہوگا، مزار ہوگا مگر یار نہ ہوگا۔ یہ سن کر حضرت معاذ صلی اللہ علیہ وسلم

بَکٰی مِنْ فِرَاقِ رَسُوْلِ اللّٰہِ

جدائی کی خبر سن کر سسکیاں لے کر رونے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معاذ گھبراؤ نہیں

" اَنَّ اَوْلٰی بِی یَوْمَ الْقِیَامَةِ الْمُتَّقُوْنَ اَیْنَ مَا کَانُوْا حَیْثُ مَا کَانُوْا"

قیامت کے دن میرے قریب ترمتقی لوگ ہوں گے جہاں کہیں بھی ہونگے اور جیسے بھی ہونگے ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا " اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ "

ہر آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جسے کے ساتھ جس کی محبت ہوگی۔

حضرت ابوطلحہؓ کے بیٹے کی وفات:

حضرت ابوطلحہؓ کا ایک بیٹا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی ان کے گھر تشریف لے جاتے تو اس بچے سے ہلکی مذاق بھی کیا کرتے تھے۔ اتفاق سے وہ بچہ فوت ہوگیا۔ حضرت ابوطلحہؓ کی بیوی نے اپنے بیٹے کو غسل دیا، کفن پہنایا اور چارپائی پر لٹادیا۔ ابوطلحہؓ کا روزہ تھا ان کی بیوی نے ان کیلئے کھانا تیار کیا اور خود اپنے آپ کو آراستہ کیا اور خوشبو وغیرہ لگائی۔ رات کو ابوطلحہؓ جب آئے تو کھانا کھا کر پوچھا، مَابَالُ الْوَلَدِ کا کیا حال ہے؟ کہنے لگی 'قَدْ ھَدَاءَ نَفْسُہٗ'' کہ اس کے سانس کو آرام آگیا، رات کو ابوطلحہؓ نے اپنی بیوی سے صحبت بھی کی صبح اٹھے تو کہنے لگیں، اگر کسی سے کوئی چیز لی جائے اور پھر وہ واپسی کا مطالبہ کرے تو کیا وہ چیز اسے واپس کردینی چاہئے یا دینے سے انکار کردینا چاہئے۔ وہ کہنے لگے کہ ضرور واپس کردینی چاہئے، روکنے کا سوال ہی پیدا ہی نہیں ہوتا یہ سن کر کہنے لگی تمہارا لڑکا جو اللہ کی امانت تھا وہ اللہ نے واپس لے لیا ہے ابوطلحہؓ کو یہ سن کر بہت افسوس ہوا اور کہنے لگے کہ تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ ابوطلحہؓ نے سارا ماجرا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر بتایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بَارَکَ اللّٰہُ فِیْمَا فَعَلْتُمَا فِیْ اللَّیْلِ اللہ تمہارے رات کے عمل میں برکت ڈالے۔ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی بابرکت دعا سے رات کے عمل سے عبداللہ بن ابی طلحہؓ پیدا ہوئے جن کے نو بیٹے پیدا ہوئے۔ وہ سب قرآن کے قاری بنے۔ سبحان اللہ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعزیتی خط:

حضرت معاذ بن جبلؓ کے صاحبزادے کی وفات پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تعزیتی خط لکھا اس کا ترجمہ آپ کو سناتا ہوں ۔ السلام علیکم! تمام تعریفیں اللہ تعالی کیلئے ہیں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اما بعد! اللہ تعالی اس تکلیف پر اجر عظیم ، صبر جمیل اور ہم سب کو شکر کی توفیق عطا فرائے ۔ ہماری جانیں ، اہل عیال اور اموال اسباب سب اللہ تعالی کا مبارک عطیہ اور امانت ہے جن سے ہم مقررہ وقت تک فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور وقت معین پر امانت واپس لے لی جاتی ہے ۔ ہر انسان پر ان نعمتوں کے ملنے پر شکر اور واپسی پر صبر ضروری ہے تمہارا بیٹا بھی بطور امانت تمہارے پاس تھا اللہ تعالی نے بڑی مسرت وخوشی کے ساتھ تمہیں دیا اور اجر عظیم کے وعدے کے ساتھ واپس لے لیا ۔ اے معاذ جزع وفزع نہ کرنا ایسا نہ ہو کہ رونا دھونا تمہارے ثواب کو ضائع کر دے ۔ اس سے نہ مرنے والا ہی واپس آ سکتا ہے اور نہ غم کم ہوگا ۔ اس مصیبت کو اس تصور سے ہلکا کرو کہ کل مجھے بھی مرنا ہے ۔

سیدنا صدیق اکبرؓ کی صداقت:

''البدایہ والنہایہ'' کے اند بڑی عجیب حکایت لکھی ہوئی ہے ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کیلئے جارہے تھے ۔ روانہ ہونے سے پہلے مدینہ منورہ کی ایک انصار بڑھیا آئی ۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا بیٹا ہاتھ میں تلوار لے کر آپ کے خلاف ورزش کر رہا ہے کہتا ہے کہ (نعوذ باللہ) محمد کا سر قلم کر دوں گا ، میں آپ کی خادمہ ہوں اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس کی ہدایت کی دعا فرما دیجئے ،، ۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ۔ وہ نوجوان بیٹا جو گھر میں مالش کر کے اسلام کے خلاف ورزش کر رہا تھا اس کا دل اللہ رب العزت نے بدل دیا وہ وہی تلوار اٹھا کر دوڑ کر آیا اور آقا کے بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا ۔ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کلمہ پڑھا دیجئے ۔ اس صحابی کا نام مالک بن سنان تھا ۔

وہ کہنے لگا ، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ! کیا مجھے بھی ساتھ آنے کی اجازت ہے؟ فرمایا ، آجاؤ ، میدان جہاد میں گئے ۔ نیا نیا اسلام کا جذبہ تھا ۔ لہذا جاتے ہی شہید ہو گئے ۔ کچھ دنوں کے

بعد صحابہ کرام واپس آئے ۔ مدینہ کی عورتیں استقبال کے لیے نکلیں ۔ اس نوجوان انصاری مالک بن سنان کی ماں بھی باہر نکلی ۔ بہنیں بھائیوں سے ملیں ، عورتیں خاوند سے ملیں ، مائیں بچوں سے ملیں اور وہ بڑھیا بھی کھڑی ہو گئی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو اس بڑھیا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ! مجمع میں میرا بیٹا نظر نہیں آرہا وہ کہاں گیا ؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا چہرہ بھانپا اور فرمایا ، اماں ! ذرا صبر کر ، پیچھے ابو بکرؓ آرہے ہیں ان سے پوچھ لیں ۔ ایک اور صحابیؓ گزرنے لگے اس نے اس سے بھی اپنے بیٹے کے بارے میں پوچھا ۔ انہوں نے بھی کہا کہ پیچھے ابو بکرؓ آرہے ہیں ان سے پوچھ لیں ۔ جو صحابیؓ بھی گزرتا وہ اس بوڑھی عورت کو یہی جواب دیتا ۔ وہیں کھڑی رہی ۔

جب ابو بکرؓ گزرنے لگے تو کہنے لگی ابو بکرؓ ! میرا بیٹا کہاں گیا ؟ سیدنا صدیق اکبرؓ خاموش رہے ۔ اپنے پوچھا ۔ اماں ! اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم گزرے تھے انہوں نے کیا فرمایا تھا ؟ وہ کہنے لگی کہ آپ نے فرمایا تھا کہ ابو بکرؓ سے پوچھ لینا ۔ یہ سن کر سیدنا صدیق اکبرؓ حیران ہوئے ۔ وہ سوچ میں پڑ گئے اگر میں یہ کہتا ہوں کہ وہ شہید ہو گیا ہے تو شاید وہ برداشت نہ کر سکے ۔ وہ گھبرا کر کہنے لگی ، کیا میرا بیٹا مر گیا ہے ؟ سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا ، اماں ! صبر کر تیرا بیٹا پیچھے پیچھے آرہا ہے ۔ اب وہ تو کھڑی رہی مگر صدیق اکبر چل پڑے اور جھولی پھیلائی اور رب العالمین کے ساتھ تعلق قائم کر لیا آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے عرض کیا اے اللہ تو جانتا ہے کہ صدیق کا لقب مجھے تیرے نبی نے دیا تھا یا اللہ ! صدیق اسے کہتے ہیں جس نے کبھی جھوٹ نہ بولا ہو ۔ یا اللہ ! اگر قیامت کے دن میرا یہ جھوٹ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لیا تو میں کیا چہرہ دکھاؤں گا ۔ اے اللہ ! اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے کے تو مردوں کو زندہ کر سکتا ہے تو میں بھی تو تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں ۔ اللہ ! تجھے تیری ذات کا واسطہ مالک ابن سنانؓ کو زندگی عطا کر دے ۔ روتے بھی جا رہے ہیں اور دعا بھی کرتے جا رہے ہیں ۔ بڑے غمگین تھے ۔ جب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچے تو پیچھے جوتوں والی جگہ پر بیٹھ گئے ۔

وہ عورت کھڑی رہی ۔ دیکھتی ہے کہ ایک آدمی آرہا ہے ۔ جب قریب آیا تو اس نے دیکھا کہ سچ مچ اس کا بیٹا مالک بن سنانؓ انصاری تھا ۔ ماں نے گلے لگایا ۔ ماں نے رخسار کا بوسہ دیا ۔ ماں بیٹے نے انگلی پکڑی اور وہ بھی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچ گئے ۔ ان کو دیکھ کر صحابہؓ حیران

ہو گئے ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی حیران ہو گئے کہ یہ تو شہید ہو گیا تھا اور ہم اسے دفن کر کے آئے تھے ۔ اللہ رب العزت نے جبرائیل کو بھیجا ۔ اس نے آ کر پیغام دیا کہ حیران ہونے کی ضرورت نہیں ، تیرے صدیقؓ کی زبان سے نکل گیا تھا کہ اماں ! صبر کر تیرا بیٹا پیچھے آ رہا ہے ۔ خداوند قدوس نے صدیقؓ کی زبان کو سچا کرنے کے لئے مالک کو دوبارہ زندگی عطا کر کے لباس پہنا کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا ہے ۔ سبحان اللہ ۔

سیدنا صدیق اکبرؓ کی آخری وصیت :

سیدنا صدیق اکبرؓ نے ساری زندگی زہد اور تقویٰ کے ساتھ گزاری ۔ کبھی کبھار خشیت الٰہی کی وجہ سے فرماتے یَالَیْتَنِی کُنْتُ عُصْفُوْرًا کہ اے کاش ! کوئی پرندہ ہوتا ۔ اور کبھی فرماتے یَالَیْتَنِی کُنْتُ شَجَرَۃً کہ اے کاش ! میں کسی درخت کا پتہ ہوتا ۔ زندگی کے آخری دم تک آپ کی یہی کیفیت رہی ۔ جب صدیق اکبرؓ دنیا سے جانے لگے تو اپنی بیٹی حضرت عائشہؓ کو بلا کر فرمایا ! بیٹی عائشہ ! میں دنیا کو چھوڑ کر جا رہا ہوں میری دو وصیتوں پر عمل کرنا ۔

حضرت عائشہ نے عرض کیا ، ابا جان ! فرمایئے کون سی دو وصیتیں ہیں ۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا ، بیٹی عائشہ ! جب میں فوت ہو جاؤں اور صحابہؓ غسل دیں تو میرے کفن کے لئے تیار کپڑا نہیں لینا ، میری دونوں پرانی چادریں دھو کر انہی کے ساتھ مجھے کفن دینا ہے ۔

اور دوسری وصیت یہ ہے کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو میری چارپائی کو اٹھا کر گنبد خضریٰ کے سامنے رکھ دینا اور درود و سلام پڑھنا ۔ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کا دروازہ بند رہے تو میری قبر جنت البقیع میں بنا دینا اور اگر اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کا دروازہ کھل جائے تو مجھے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن کر دینا ۔ امی عائشہؓ عرض کرنے لگیں ، ابا جان ! پہلی وصیت پر تو عمل نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ خلیفۃ المسلمین ہیں ۔ بیت المال کے اندر کپڑا موجود ہے ۔ ابا جان ! مدینہ کا غریب سے غریب تر آدمی اگر مر جائے اس کے لئے بھی تیار کپڑا خریدا جاتا ہے ۔ اس لئے ابا جی ! میں پرانی چادروں میں کفن نہیں دوں گی ، میں نیا کپڑا لے لوں گی ۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا ، بیٹی ! تو بھی صحیح کہہ رہی ہے لیکن میں اس لئے وصیت کرتا ہوں کہ بیت المال کا نیا کپڑا جو میرے کفن پہ لگنا ہے وہ مدینہ کے یتیموں کے

کپڑے بن جائیں گے، میں تو پرانی چادروں میں بھی دفنایا جا سکتا ہوں۔ تاریخ گواہ ہے کہ ساری دنیا کے لوگوں کے کفن کے لئے نیا کپڑا خریدا جاتا ہے لیکن صدیق اکبرؓ کا کفن پرانی چادروں سے دیا گیا۔

صدیق اکبرؓ کی تدفین:

جب سیدنا صدیق اکبرؓ کو غسل دے کر کفن پہنایا گیا تو صحابہ کرامؓ نے چارپائی کو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کے سامنے رکھا اور باہر سے صلوۃ وسلام پڑھنا شروع کر دیا اِنْشَقَّ الْقُفْلُ تالا ٹوٹ گیا، وَفُتِحَ الْبَابُ دروازہ کھل گیا اور آواز آئی اُدْخُلُوْا الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ دوست کو دوست کے ساتھ جلدی سے ملا دیجئے۔ چنانچہ سیدنا صدیق اکبرؓ کو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں سلا دیا گیا۔ سبحان اللہ

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

بی بی اسماءؓ کا صبر:

جب مسلمانوں نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو یہودیوں نے مشہور کر دیا کہ ہم نے مسلمانوں کی نس بندی کر دی ہے اس لئے بچے نہیں ہوتے۔ کچھ عرصہ بعد سیدہ اسماء بنت ابی بکرؓ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ اس بچے کی پیدائش پر مسلمانوں کو بے حد خوشی ہوئی۔ اس بچے کا نام عبداللہ بن زبیر تھا۔ وہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے منہ بولے بیٹے تھے اس لئے عائشہ صدیقہؓ کی کنیت ام عبداللہ انہی کی نسبت سے تھی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو حجاج نے دمشق کے چوک میں پھانسی دی۔ لاش وہیں لٹکی رہی۔ سیدہ اسماءؓ نے بیٹے کی لٹکتی ہوئی لاش کو دیکھا تو فرمایا، میرا بیٹا! تو اللہ تعالیٰ اور ماں کے سامنے سرخرو ہوا ہے۔ لوگو! دیکھو، میرا بیٹا تختہ دار پر نہیں بلکہ منبر پر کھڑا خطبہ دے رہا ہے۔ میرے بیٹے! تو نے میری لوری کا حق ادا کر دیا۔ سبحان اللہ

ایک صحابیؓ کی وفات:

کنز العمال میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنگ سے واپس آ رہے تھے۔ یمن کا ایک آدمی اونٹنی پر سوار وہاں سے گزرنے لگا۔ کہنے لگا، اے نوجوانو! اے مسافرو! میں نے مدینہ میں

جاتا ہے میری رہنمائی کریں۔ صحابہؓ نے کہا ہم بھی وہیں جارہے ہیں، ہمارے ساتھ آجائیں۔ انہوں نے اس سے پوچھا، کیوں جارہے ہو؟ اس یمنی آدمی نے کہا کہ سنا ہے کہ وہاں ایک پیغمبر آئے ہیں جن کا نام نامی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ انہیں دیکھنے کے لئے جارہا ہوں۔ صحابہؓ نے کہا، پھر تو تمہاری مراد پوری ہوگئی ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمارے اندر موجود ہیں۔ صحابہؓ نے اشارہ کیا کہ اس اونٹنی پر آقا صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہیں اس نے اپنی اونٹنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کے ساتھ لگادی۔ کجاوے میں کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک کتاب کھولی اور کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ دیکھا، دوسری کھولی اور آقا کا چہرہ دیکھا، حتیٰ کہ چار کتابیں کھول کو رکھ دیں اور کہنے لگے، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ اپنا ہاتھ مبارک بڑھائیے اور مجھے پڑھا دیجئے

" لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ "

آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، اتنی جلدی میں کلمہ بھی پڑھ لیا؟ کہنے لگا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ! میں تورات وانجیل کا عالم ہوں۔ ان میں کو آپ کے اوصاف لکھے ہوئے تھے، مجھے ہو آپ میں ایک ایک نظر آیا ہے، آپ کی پیغمبری میں کوئی شک نہیں۔ اس کے بعد وہ کہنے لگا، میں آپ کے ساتھ چند دن کے لئے مدینہ منورہ جاؤں گا۔ وہاں چند دن آپ کے ساتھ رہ کر دین کے احکام سیکھ کر اپنے علاقہ میں آکر دین کی تبلیغ کروں گا۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم ! نے فرمایا، اچھا چلیں۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوایکڑ چلا ہوگا پہاڑی علاقہ تھا۔ اونٹنی کا پاؤں ایک غار میں پھنسا، اونٹنی گری، اوپر سے وہ بھی گرا اس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہیں اس کی روح پرواز کرگئی۔ رحمۃ اللعالمین آقا صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی سے اتر آئے۔ صحابہؓ نے بھی سواریاں روک لیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میت کو اٹھا کر اپنی گود میں لٹالیا اور اس کے سر میں انگلی کے ساتھ کنگھی کرنے لگے۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک آنسو اس کے چہرے پر گر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، اے مرنے والے مسافر! ابھی تو تو نے اپنا نام بھی نہیں بتایا تھا، تو نے اپنے کنبے قبیلے سے بھی ہمیں آگاہ نہیں کیا تھا، لیکن میرے صحابیو! دیکھو کہ کتنا خوش نصیب ہے کہ

"عَمَلٌ قَلِیلٌ وَاَجْرٌ کَثِیرٌ"

عمل تو اس نے تھوڑا کیا مگر اس کو اجر یہ دیا گیا ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کی روح کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل چکے ہیں۔ ہر ہر دربان کہہ رہا ہے، او جنگل میں مرنے والے مسافر کی روح! کس دروازے سے چاہے تو جنت میں داخل ہو سکتی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ:

ترمذی شریف میں ہے کہ ایک یہودی عورت مسلمان ہوئی، اس کی ایک نوجوان بیٹی تھی وہ مر گئی ہے اور ہم نے اسے دفنا دیا ہے۔ اب ہمیں برادری والے طعنہ دیتے ہیں۔ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، چلو اس کی قبر دکھاؤ کہ کہاں ہے۔ وہ کہنے لگے، اس اونچی پہاڑی پر اس کی قبر ہے نیچے کھڑے ہو کر اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"یَا اَمَةَ اللّٰہِ یَدعُوکِ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ"

(اے اللہ کی بندی! تجھے اللہ کا پیغمبر بلا رہا ہے) اس نوجوان لڑکی کی قبر پھٹ گئی۔ وہ ماں باپ سے ملی اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اس لڑکی سے پوچھتے ہیں کہ اب تو بتا کہ تو جہاں سے آئی ہے وہاں جانا چاہتی ہے یا اپنی امی ابو کے پاس رہنا چاہتی ہے؟ وہ نوجوان لڑکی کہنے لگی، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ دعا فرما دیجئے کہ میرے ماں باپ کے دل سے میری محبت نکل جائے، میں جہاں سے آئی ہوں وہاں جانا چاہتی ہوں کیونکہ میں نے خدا کو ان سے بہتر پایا ہے۔

باپ کے ہاتھوں بیٹے کی موت کا سامان:

جھنگ شہر کے ریلوے سٹیشن کے قریب ایک پھاٹک ہے۔ وہاں سے ایک آدمی صبح کی اذانوں کے وقت اپنی بھینس لے کر اپنے زرعی رقبے میں باندھنے کے لئے جا رہا تھا۔ بھینس چلتے ہوئے گوبر کر رہی تھی۔ اچانک اس کے پاؤں کے نیچے ایک سانپ آ گیا۔ سانپ کے سر پر گوبر گر پڑا جبکہ باقی حصہ سر سے کٹ کر تڑپنے لگ گیا۔ اس آدمی نے اپنی لاٹھی سے تڑپتے ہوئے سانپ کو موت کی نیند سلا دیا۔ جب دوپہر کو واپس اس جگہ آیا تو اس خشک گوبر میں اسے مرا ہوا سانپ نظر آیا۔ بھینس کا پاؤں پڑنے سے اس سانپ کا باقی جسم سر سے جدا ہو گیا اور سر گوبر

میں اس طرح پھنسا رہا کہ اس کا منہ اوپر سے نظر آتا تھا۔ اس نے وہ گوبرا ٹھالیا اور دکھانے کیلئے گھر لے آیا۔ قریب کے پڑوسی بھی اس سانپ کا سر دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے۔ اس کا ایک ہی کم سن بیٹا تھا۔ اچانک اس نے سانپ کے منہ پر انگلی رکھ کر پوچھا، ابو! یہ کیا ہے؟ بس اس کا ہاتھ لگنا ہی تھا کہ سانپ کا زہر پورے جسم میں سرایت کر گیا اور بچہ وہیں دھڑام سے گر گیا۔ اس آدمی کو کیا معلوم تھا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کی موت کا سامان اپنے ہاتھوں سے گھر لے کر جا رہا ہے۔

ایک دلہن کی موت:

ایک شخص نے اپنی بیٹی کی شادی پر بہت جہیز دیا۔ چند دن بعد دلہن کی وفات ہو گئی۔ باپ کو اس کا بہت زیادہ صدمہ ہوا۔ اس الم رسیدہ باپ نے اپنے دل کی بھڑاس نکالتے ہوئے یہ شعر کہا،

یہ آیا یاد اے آرام جاں اس نامرادی میں
کفن دینا تمہیں بھولے تھے ہم سامان شادی میں

کسی اور شاعر نے کہا

خوشی کے ساتھ دنیا میں ہزاروں غم بھی ہوتے ہیں
جہاں بجتی ہے شہنائی وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں

ایک مزدور کی موت کا منظر:

کراچی میں ایک جگہ پانچ منزلہ عمارت تعمیر ہو رہی تھی۔ ایک مزدور پانچویں منزل سے گرا لیکن سلامت رہا۔ اس کے ساتھیوں نے دیکھا تو جسم پر خراش تک کا نشان نہ تھا۔ دوست احباب نے کہا کہ اس بچ جانے کی خوشی میں مٹھائی کھلاؤ۔ ٹھیکیدار نے اپنی جیب سے اسی وقت سو روپے کا نوٹ نکال کر دیا۔ وہ خوشی خوشی مٹھائی لینے جا رہا تھا کہ سڑک پار کرتے ہوئے گاڑی نے ٹکر ماری اور وہیں اس کا انتقال ہو گیا۔

ایک ڈرائیور کی پراسرار موت:

ایک دفعہ ایک ویگن لاہور سے فیصل آباد آ رہی تھی کہ شیخوپورہ سے آگے ایک سفید ریش

بزرگ نے ویگن کو رکنے کا اشارہ کیا۔ ڈرائیور نے ویگن روک لی اور تھکاوٹ کی وجہ سے سٹیرنگ پر سر رکھا۔ کنڈیکٹر نے باہر جھانک کر دیکھا تو کوئی آدمی بھی نہ تھا۔ اس نے ڈرائیور کو گاڑی چلانے کے لئے گھنٹی دی مگر ڈرائیور نے سر نہ اٹھایا۔ بالآخر ایک آدمی نے ڈرائیور کو ہلایا تو پھر بھی سر نہ اٹھایا۔ جب دیکھا گیا تو وہ ڈرائیور فوت ہو چکا تھا۔ دیکھیں کہ صرف ایک ڈرائیور کی موت کا وقت تھا اس لئے اللہ تعالی نے دوسری سواریوں کی حفاظت کے لئے ملک الموت کو مجسم انسانی حالت میں بھیجا۔

ایک فوجی کا پراسرار سفر آخرت:

دریائے چناب اور جہلم کے درمیان کھجوروں کے بہت سے باغات ہیں۔ وہاں ایک جگہ پر کھجور کا ایک بہت ہی اونچا درخت تھا۔ اس درخت کی کھجوریں دوسرے درختوں کی نسبت بہت زیادہ میٹھی تھیں۔ اس لئے علاقے کے لوگ اس درخت کی کھجوریں بہت زیادہ پسند کرتے تھے۔

ایک دفعہ ایک بڑا سا سانپ اس درخت پر چڑھ گیا اور اس نے وہیں درخت پر بسیرا کر لیا۔ پہلے تو لوگ کھجوریں کھانے کے لئے اوپر چڑھ جاتے تھے لیکن اس کے بعد لوگ ان میٹھی کھجوروں سے محروم ہو گئے۔ اس کھجور کے قریبی علاقے میں ایک نوجوان جس کا دماغی توازن کمزور تھا وہ چلتے پھرتے اس کھجور کے پاس آیا۔ وہ پہلے کی طرح اب بھی اس درخت پر چڑھ گیا۔ جب وہ سانپ کے قریب پہنچا تو اس سانپ نے اپنے دھڑ کے ساتھ اس کے جسم کو اپنے گھیرے میں لے کر جکڑ لیا اور اس کے منہ کے بالمقابل اپنا منہ کر کے اس نے پھنکارنا شروع کر دیا۔ اب وہ نوجوان حیران پریشان۔ وہ نیچے تو اتر نہیں سکتا تھا۔ اور اگر وہیں رہتا تو سانپ کے ڈسنے کا خطرہ تھا۔

اتنے میں ایک آدمی اس کھجور کے قریب سے گزرنے لگا تو اس کی نظر نوجوان پر پڑی۔ وہ دوڑتا ہوا اس نوجوان کے گھر گیا اور اس کے بھائیوں کو سارا ماجرا کہہ سنایا۔ وہ ایک بندوق لے کو وہاں پہنچے۔ علاقے کے دوسرے لوگوں کو پتہ چلا تو وہ بھی وہاں پہنچ گئے۔ بندوق سے انہوں نے نشانہ باندھنا چاہا مگر جس طرف سے بھی نشانہ باندھتے، سانپ کے ساتھ وہ نوجوان بھی گولی کی زد میں دکھائی دیتا۔ کسی طرف سے بھی نشانہ باندھنا خطرے سے خالی نہ تھا۔

اس علاقے کا ایک فوجی چھٹی لے کر گھر آیا ہوا تھا۔ اس کو پتہ چلا تو وہ بھی وہاں پہنچ گیا۔ اس

نے کہا کہ لاؤ میں نشانہ لگانے کی کوشش کرتا ہوں ۔مگر ساتھ ہی اس کے بھائیوں کو کہہ دیا کہ بھئی! اگر یہ یہیں درخت پر رہے گا تو سانپ اس کو ڈس لے گا۔ میں تو اس کی جان بچانے کی کوشش کر رہا ہوں ۔ اگر خدانخواستہ نشانہ خطا ہو جائے تو میں بری الذمہ ہوں گا۔ انہوں نے کہا، ٹھیک ہے ۔ پہلے تو وہ بھی سوچتا رہا کہ کس زاویے سے فائر کروں ۔جس جگہ وہ کھڑا تھا اس نے سوچا اسے ذرا پیچھے سے نشانہ ٹھیک لگے گا۔کھیت میں پانی لگا ہوا تھا۔اس نے بوٹ پہنے ہوئے تھے جیسے ہی وہ کھیت میں داخل ہوا تو اسکا پاؤں کیچڑ میں دھنس گیا۔اس نے جوتوں کو وہیں اتارا اور بالکل مخالف سمت میں جا کر اس ایسی مہارت کے ساتھ نشانہ باندھ کر گولی چلائی کہ سیدھی سانپ کے سر پر جا لگی ۔اس کا سر کٹ کر نیچے گر پڑا اور باقی جسم اس نوجوان کے جسم سے چھوٹ کر نیچے لڑھکنے لگا۔ یہ دیکھ کر سب لوگوں کے دلوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ۔سب لوگ اس کے بھائیوں کو مبارکباد دینے لگے اور اس فوجی کو بھی اٹھا کر داد شجاعت دینے لگے۔

اللہ کی شان دیکھئے کو اس سانپ کا سر کٹ کر فوجی کے جوتے میں آ پڑا۔اس فوجی نے کسی سے کہا کہ میرا جوتا لے کر آئے ۔ وہ جوتا اٹھانے گیا تو اسے جوتا نہ ملا ۔ وہ فوجی خود اپنا جوتا اٹھانے گیا۔اس نے بے احتیاطی سے جوتوں میں پاؤں ڈال دیئے ۔ جیسے ہی اس نے کوتوں میں پاؤں ڈالے ، زہر اس کے پورے جسم میں سرایت کر گیا ۔وہ فوراً گر پڑا اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ اللہ اکبر تھوڑی دیر پہلے جس نے کسی کی جان بچا کر داد شجاعت حاصل کی دوسرے ہی لمحے خود رب العزت کے حضور پیش ہو گیا۔

کسی کا کندہ نگینے میں نام ہوتا ہے
کسی کے کفن دفن کا انتظام ہوتا ہے
عجب چیز ہے دنیا بھی میرے مولا
کسی کا کوچ کسی کا مقام ہوتا ہے

ایک کسان کی موت کا منظر:

سیالکوٹ کا واقعہ ہے کہ کسی راستے پر، اڑنے والے سانپ نے ڈیرہ ڈال لیا۔ دراصل وہ سانپ اڑنے والا نہیں ہوتا بلکہ وہ چھلانگ لگاتا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ وہ اڑ رہا ہے۔ وہ ایک جگہ

سے چھلانگ لگا کر پندرہ بیس فٹ تک دور چلا جاتا ہے۔اس کی لمبائی ۶ انچ ہوتی ہے اور زرد رنگ کا ہوتا ہے۔اس سانپ نے راستے پر ایسا ڈیرہ ڈالا کہ لوگ پریشان ہو گئے۔اس نے ایک آدمی کو ڈسا تو وہ مر گیا، دوسرے کو ڈسا تو وہ بھی مر گیا۔لوگوں نے اس راستے سے آنا جانا ہی چھوڑ دیا۔حتیٰ کہ اس راستے کی بجائے اور متبادل راستہ بنالیا۔

ایک دفعہ ایک اجنبی بھکاری اسی راستے پر جا نکلا۔اس نے اس سانپ کو دیکھا تو سمجھا کہ سانپ کا بچہ سو رہا ہے، لہٰذا اس نے اپنی چھڑی اس کی دم پر لگائی۔سانپ نے چھلانگ لگائی اور پندرہ بیس فٹ دور چلا گیا۔اس منظر کو دور سے ہل چلانے والے ایک آدمی نے دیکھا۔وہ پریشان ہوا کہ کہیں سانپ اس بھکاری کو ڈس نہ لے۔اس نے وہیں سے اس بھکاری کو آواز دی کہ اس راستے سے نہ گزرے۔مگر اس نے بات تک نہ سنی۔وہ تقریباً پندرہ بیس فٹ قریب تک آیا تا کہ وہ آواز سن کر راستہ چھوڑ دے ۔اسی اثناء میں اس سانپ نے کسان کی طرف چھلانگ لگائی اور اس کے ماتھے پر ڈس لیا۔جیسے ہی اس نے ڈسا تو کسان وہیں گر کر فوت ہو گیا۔اسے کیا معلوم تھا کہ میں اس بھکاری کی جان بچانے کی بجائے اپنی جان سے ہاتھ دھونے جا رہا ہوں۔

موت کے وقت رشتہ داروں کی کیفیت:

کئی بار دیکھنے میں آیا کہ انسان بہت زیادہ محنت اور محبت سے گھر بناتا ہے اور ابھی اس گھر کے اندر آئے ہوئے چند ہی دن گزرتے ہیں کہ اس کی موت کا وقت آجاتا ہے۔اب سب رشتہ دار اس کے گھر جمع ہو جاتے ہیں اور یہ چارپائی پر لیٹا ہوتا ہے۔باپ آگے بڑھ کر کہتا ہے، بیٹے! تمہیں کیا ہوا ہے؟ مجھے بتاؤ تو سہی میں ابھی ڈاکٹروں کو بلواتا ہوں۔مگر بیٹا باپ کی کسی بات کا جواب نہیں دیتا۔پھر بہن آگے بڑھ کو کہتی ہے، میرے ویر تجھے کیا ہوا؟ مجھے بتا کہ تمہیں کہیں درد تو نہیں۔مگر وہ اپنی بہن کا جواب نہیں دیتا۔بیٹی آگے بڑھ کر ابا جان! کہتی ہے۔رو رو کر کہہ رہی ہوتی ہے، ابا جان مجھے کس کے حوالے کر کے جا رہے ہیں۔آپ میرے سر کا سایہ تھے اٹھ رہے ہیں میرے سر پر شفقت کا ہاتھ کون پھیرا کرے گا؟ مگر باپ اس کی بات کا جواب نہیں دیتا۔بالآخر بوڑھی ماں آگے بڑھتی ہے۔کہتی ہے میرے نور نظر! میرے لخت جگر! تمہیں کیا ہوا؟ مجھے بتا تو سہی میں تیری ماں ہوں۔میں ابھی ڈاکٹر کو بلواتی ہوں، ہم تمہیں ایسی دوائی دیں گے

کہ تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔ مگر بیٹا خاموش پڑا رہتا ہے۔ جب ماں دیکھتی ہے کہ اب کوئی جواب نہیں آ رہا تو اپنے بوڑھے ہاتھوں کے ساتھ اپنے بیٹے کی آنکھوں کو بند کر رہی ہوتی ہے۔ اس ماں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ جس بچے کو اس نے معصومیت کے حال میں گود میں پالا تھا۔ کتنی محبت سے اس کو دیکھا کرتی تھی۔ عین شباب میں جائے گا تو وہ بوڑھی ماں کی آنکھوں کے سامنے رخصت ہو رہا ہوگا اور ماں اس کی آنکھوں کو بند کر رہی ہوگی۔ جی ہاں دنیا کا دستور ہی ایسا ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد سامنے آتا ہے

﴿ فَلَوْلَا اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ وَ اَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴾

سب کھڑے ہوتے ہیں اور جانے والا جا رہا ہوتا ہے

اگر رشتہ دار مرنے والے سے اس طرح جان نثاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک بھلا اور بھی کریں اور سورۃ یٰسین بھی پڑھ دیں اس میت کی منزلیں آسان ہو جائیں گی۔ ابن عماد نے روایت کیا ہے کہ جس مسلمان کے پاس موت کے وقت سورۃ یٰسین پڑھی جائے گی ہر ہر حرف کے مقابلے دس دس ہزار فرشتے اتر کو سامنے صف باندھے کھڑے ہوں گے، اس کے لئے دعائے رحمت و استغفار کریں گے اور اس کے غسل وکفن دفن میں شریک ہوں گے۔ سنت یہ ہے کہ مرنے والے کی آنکھیں بند کرتے وقت پڑھیں

''بِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ''

ابھی تھوڑی ہی دیر گزرتی ہے کہ سب کہنے لگ جاتے ہیں کہ میت کو جلدی جلدی نہلا دو۔ تھوڑی دیر پہلے کوئی اسے بیٹا کہہ رہا تھا کسی نے اسے بھائی کہا کسی نے اسے خاوند کہا، کسی نے اسے بیٹا کہا، اب کیا ہوا؟ سب نے میت کہنا شروع دیا، کیوں؟ یہ وہی چھ فٹ کا نوجوان ہے مگر یہ جسم تو ایک مکان ہے مکین اس میں سے رخصت ہو گیا، اب اس مکان کو بھی دفنانے کی تیاری کرنی ہے۔ ارے یہ مکان اس نے کتنی محبت سے بنوایا تھا، کتنی دیر مستری کے پاس کھڑا سوچتا رہتا تھا، کہتا تھا کہ میں اپنی پسند کی چپس ڈلواؤں گا، میں اپنی پسند کا پتھر لگواؤں گا۔ میں اس کا باتھ روم ایسا بنواؤں گا، میں ڈرائنگ روم کو ایسے سجاؤں گا۔ ارے! اس نے تو اس مکان کو بنانے میں اتنے جتن کاٹے، کچھ عرصہ کیلئے اسے اس مکان میں رہنے دیتے۔ وہ کہتے ہیں، نہیں

اس کا اصلی انسان تو چلا گیا، اب یہ نقلی انسان ہے۔ اس کی منزل کوئی اور ہے اس کو اس کے اصلی گھر پہنچا کر آئیں گے۔

پھر اس کو غسل دیا جاتا ہے تاکہ اپنے محبوب حقیقی سے ملنے کے لئے تیار ہو جائے۔ مگر افسوس کہ اس وقت غسل دینے والے اپنی موت سے غافل ہوتے ہیں۔ اے روتی آنکھوں سے میت کو غسل دینے والے غافل! یاد رکھ کہ فرشتے بھی ملک الموت سے اس طرح گھبراتے ہیں جس طرح لوگ پھاڑ کھانے والے درندے سے گھبراتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد دروازے پر مجمع لگا ہوا ہوتا ہے۔ کوئی ان لوگوں سے پوچھے تو سہی کیوں آئے ہو؟ کہتے ہیں جی ہم اس کو لینے آئے ہیں، بھئی! کیوں لینے آئے ہو؟ جی ہم اسے قبر تک پہنچا کر آئیں گے ارے کیا تم اس کے دشمن ہو؟ کہتے ہیں نہیں ہم اس کے دوست ہیں ہم اس کے بھائی ہیں، ہم اس کے رشتہ دار ہیں۔ قبر میں اتار رہا ہے۔ شریعت کا مسئلہ یہ ہے کہ جو زیادہ قریبی ہو وہی قبر میں اتارے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ بیٹے کی لاش باپ اپنے ہاتھوں میں لے کر قبر میں اتر رہا ہوتا ہے۔ وہ باپ جو اپنے بیٹے کے جسم پر میلا کپڑا دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا، آج اپنے بیٹے کو ہاتھوں میں لے کر زمین کے اوپر اس طرح رکھ دیتا ہے کہ سر کے نیچے کوئی سرہانہ بھی نہیں ہوتا، گدا یا تکیہ نہیں، اس کے لئے بجلی کا کوئی کنکشن نہیں، کوئی ایئر کنڈیشنر نہیں۔ بس ایسے ہی زمین پر لٹا دیتے ہیں۔ جب میت کو قبر کے اندر رکھ دیتے ہیں تو باہر نکل کر لحد کو کچی اینٹوں سے بند کر دیتے ہیں۔ پھر سب مٹی ڈالنا شروع کر دیتے ہیں۔ بھائی بھائی کی قبر پر مٹی ڈال رہا ہوتا ہے، دوست دوست کی قبر پر مٹی ڈال رہا ہوتا ہے، نوجوان بیٹے کی قبر پر اس کا باپ مٹی ڈال کر کہہ رہا ہوتا ہے

﴿ مِنهَا خَلَقنٰكُمْ وَ فِيهَا نُعِيدُكُمْ وَ مِنهَا نُخرِجُكُمْ تَارَةً اُخرٰى ﴾

منو مٹی کے اندر دبا رہے ہوتے ہیں۔ قیامت کے دن ایک شخص اس وجہ سے بخش دیا جائے گا کہ اس نے کسی مومن کی قبر پر ایک مٹھی مٹی کی ڈالی ہوگی۔ مٹی کے اندر دبا کر کہتے ہیں:

لے او یار حوالے رب دے

اس کو اللہ کے حوالے کر کے آتے ہیں۔ ارے دوست! جب ایک وقت آئے گا کہ تجھے تیرے عزیز و اقارب اللہ کے حوالے کر کے آئیں گے، پھر تو اپنے آپ کو آج ہی اللہ کے حوالے کیوں نہیں کر دیتا؟ آج وقت ہے، اگر اپنے آپ کو اللہ کے حوالہ کر دو گے تو پھر تمہاری قدر دانی

کی جائے گی۔اس لئے تو آج ہی اپنے دل میں عہد کر لے کہ

﴿ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ﴾

کہ اے اللہ! میں نے ساری دنیا سے اپنے تعلقات کو توڑا اور ایک تجھ سے اپنا تعلق جوڑا، اب میں تیرے حکموں کے مطابق زندگی گزاروں گا۔جب اس حال میں پروردگار کے سامنے پیش ہوگا تو وہ تیری مہمان نوازی کرے گا۔اور اگر تو نیکوکاری کی زندگی نہیں اپنائے گا تو پھر یاد رکھنا کہ پروردگار کے سامنے تو پہنچنا ہی ہے۔وہاں تیری گت بنائی جائے گی۔

موت کو سمجھے ہے ناداں اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

اللہ کا ایک نرالا قانون:

دنیا کا قانون ہے کہ کسی مجرم کو پکڑوانا ہو تو حکومت پولیس بھیجا کرتی ہے۔واہ اللہ! تیرے قانون بھی نرالے ہیں کہ تیرا کوئی مجرم ہوا اور تو نے اسے پکڑنا ہو تو اس کے رشتہ داروں اور دوستوں کو بھیج دیتا ہے اور یوں مجرم کو گرفتار کر لیا جاتا ہے۔

نیک آدمی کی اللہ کے ہاں قدر دانی:

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب نیک آدمی کی موت واقع ہو جاتی ہے تو آسمان کے وہ دروازے روتے ہیں جہاں سے اس کے لیے رزق اتارا جاتا تھا۔زمین کے وہ ٹکڑے روتے ہیں جہاں بیٹھ کر نیکی اور عبادت کیا کرتا تھا۔اس کی موت کی وجہ سے فرشتوں کو حکم کیا جاتا ہے کہ یہ میرا نیک بندہ تھا اس کا جنازہ اٹھایا جائے گا۔جس راستے سے جنازہ گزرے گا تم اس راستے کے دونوں طرف استقبال کے لئے کھڑے ہو جاؤ، میرے عاشق کا جنازہ خوب اعزاز و اکرام کے ساتھ گذرے۔سبحان اللہ کتنی عجیب بات ہے کہ گھر سے لیکر قبر تک دونوں طرف فرشتے استقبال کر رہے ہوتے ہیں۔حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضرت سعد کے جنازہ میں شرکت کے لئے اتنے فرشتے اترے کہ نبی علیہ السلام پنجوں کے بل چل رہے تھے کسی نے پوچھا اے اللہ کے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ! یہ کیا؟ فرمایا، اتنے فرشتے آسمان سے اتر آئے ہیں کہ مجھے پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں مل رہی۔ نیک لوگوں کے جنازے اتنی شان سے اٹھتے ہیں۔

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

آپؓ کی وفات پر اللہ تعالیٰ کا عرش بھی رو دیا۔ مگر ضغطہ قبر آپ کو بھی پیش آیا۔

میت پر نوحہ کرنے پر وعید:

اکثر عورتیں میت پر بین کر کے روتی ہیں، اس کو نوحہ کہتے ہیں۔ اس نوحہ کرنے پر بہت زیادہ وعید نازل ہوئی ہے۔ جو عورتیں میت پر نوحہ کرتی ہیں روز محشر ان کی دو قطاریں، آمنے سامنے بنا دی جائیں گی وہ پچاس ہزار سال تک کتوں کی طرح بھونکتی رہیں گی۔

جنازہ دیکھ کر دعا پڑھنے پر اجر:

حضرت انسؓ نے روایت کیا ہے کہ جو شخص جنازہ دیکھ کر

" اَللہُ اَکْبَرُ صَدَقَ اللہُ ھٰذَا مَا وَعَدَ اللہُ وَرَسُوْلُہٗ اَللّٰھُمَّ زِدْنَا اِیْمَانًا وَّ تَسْلِیْمًا

(کہ اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سچا ہے، یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ ہے۔ اے اللہ! ہمارے ایمان اور تسلیم کو اور بڑھا دے)۔ پڑھے تو پڑھنے کے روز سے لیکر قیامت تک روزانہ اس کے لئے بیس نیکیاں لکھی جایا کریں گی۔

جب امام مالکؒ کی وفات ہوئی تو بعد میں کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک کلمہ کی وجہ سے بخش دیا ہے۔ اس نے پوچھا، حضرت وہ کلمہ کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ وہ کلمہ ہے جس کو جنازہ دیکھنے کے وقت حضرت عثمانؓ پڑھا کرتے تھے۔ وہ کلمہ یہ ہے:

" لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ سُبْحَانَ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ "

جنازہ پڑھنے والوں کی بخشش:

نیک آدمی کا جنازہ پڑھنے والے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اس آدمی کی برکت سے بخش دیا کرتے

ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جب کسی جنتی کا انتقال ہوتا ہے تو جتنے لوگ اس کا جنازہ اٹھاتے ہیں یا اس کے ساتھ جاتے ہیں یا اس کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں ان سب کو عذاب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو حیا آتی ہے۔

دفن کرنے کے بعد:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کو دفناتے تو دعا کرتے کہ اے اللہ! اسے شیطان، قبر اور سوال جواب کے وقت ثابت قدم فرما۔ حضرت عمر ابن الخطابؓ نے وصیت فرمائی کہ میرے دفن کے بعد سرہانے کی طرف سورۃ فاتحہ اور پائنتی کی طرف سورۃ البقرہ کی آخری آیات پڑھی جائیں۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے وصیت فرمائی کہ جب میں مروں تو دفن کے بعد تھوڑی دیر قبر پر ٹھہرے رہنا تاکہ مجھے منکر نکیر کے سوال و جواب میں مانوسیت رہے۔ تو معلوم ہوا کہ دفن کرنے کے بعد دفن کرنے والے اگر قبر کے پاس رہ کو تھوڑی دیر کے لئے ذکر وغیرہ کرتے رہیں تو وہ میت کے لیے آسانی کا باعث بن جاتا ہے۔

قبر میں اکرام:

جب اس نیک بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اللہ رب العزت فرشتوں سے فرماتے ہیں، اے میرے فرشتو! میرا یہ بندہ تھکا ماندہ آیا ہے لہٰذا اس سے کہہ دو کہ نَم کَنَومَۃِ العُرُوس یعنی تو دلہن کی نیند سو جا۔ سبحان اللہ یہ ایسے الفاظ ہیں، ان کو سن کر انسان کی ساری تھکاوٹ دور ہو جائے گی۔

ایک عجیب نکتہ:

اب یہاں پر محدثین نے ایک عجیب نکتہ لکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ کیوں نہ کہا کہ میٹھی نیند سو جاؤ بلکہ یہ کہا کہ تو دلہن کی نیند سو جا۔ اس میں بھی ایک حکمت ہے کہ دلہن جب سوتی ہے۔ تو اس کو وہی جگاتا ہے جو اس کا محبوب ہوتا ہے۔ یہ مومن آج قبر میں سو رہا ہے اور جب روز محشر ہوگا تو اس کو بھی وہی جگائے گا جو اس کا محبوب ہوگا۔ چنانچہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب

مومن بندہ قیامت کے دن اٹھے گا تو وہ اپنے رب کو دیکھ کو مسکرائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ کر مسکرائیں گے اور ایک طرف سے آواز آرہی ہوگی

﴿ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ، ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً، فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَ ادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ﴾

موت کے بعد ہے بیدار دلوں کو آرام
نیند بھر کر وہی سویا جو کہ جاگا ہوگا

آیت اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ کے معارف:

عزیز و اقارب کی موت کا صدمہ ایسا ہوتا ہے کہ ہم جیسے کمزور آدمی برداشت نہیں کر سکتے۔ اس پر شریعت نے ہمیں ایک آیت سکھائی ہے اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ فرمایا ﴿ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ﴾ یہ ایک ایسی آیت ہے جو صرف اس امت کو عطا کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ کسی امت میں یہ مضمون نہیں اتارا گیا۔ یہ دو حصے ہیں مگر ان میں ایک انمول راز ہے۔ وہ یہ کہ پہلے حصے کے الفاظ ہیں اِنَّا لِلّٰهِ یعنی ہم اللہ کے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا مالک اللہ ہے۔ اب دیکھیں کہ یہاں یہ نہیں کہا گیا کہ ہمارا خالق اللہ ہے حالانکہ وہ خالق بھی ہے یہ آیت پڑھ کر ہم گویا کہ اقرار کر رہے ہیں کہ اللہ ہی ہمارا مالک ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ اگر ہم اپنے گھر میں فرنیچر لائیں تو ہمیں اختیار ہوتا ہے کہ جب تک چاہیں ایک کمرے میں سجائیں اور جب جی چاہے اسے اٹھا کر دوسرے کمرے میں سجالیں کوئی آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم نے فرنیچر کو اٹھا کر ادھر کیوں رکھ دیا ہے تم نے تو بڑا ظلم کیا ہے۔ اسی طرح اللہ رب العزت نے انسان کو بنایا، وہ اس کا مالک ہے اور وہ جب چاہتا ہے بندے کو اس دنیا میں سجاتا ہے اور جب چاہتا ہے اٹھا کر اگلے جہان میں پہنچا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی کو جوانی میں موت آتی ہے تو کوئی نہیں کہتا کہ اللہ رب العزت کے اختیار میں ہے کہ کسی کو لڑکپن میں موت دے یا کسی کو بچپن ہی میں اپنے پاس بلا لے۔ تو یہ آیت کا پہلا حصہ ہوا۔ اس طرح اس بات کی تو سمجھ آ گئی کہ ہم اللہ کے ہیں اور وہ مالک ہے سو اس کو اختیار ہے جو کچھ وہ کرتا ہے ٹھیک کرتا ہے، مگر کسی قریبی عزیز کی موت سے صدمہ تو دل میں ہوتا ہے، انسان کو پوری تسلی تو نہیں ہوتی اس لئے دوسرے حصے میں یہ بات بھی ارشاد فرما دی۔

﴿ وَاِنَّـا اِلَيْـهِ رٰجِعُوْنَ ﴾ ہم نے اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اب اس میں راز یہ ہے انسان چلا گیا اب اس سے ملاقات کی دو صورتیں ممکن ہیں ایک تو یہ کہ وہ یہاں آئے اور دوسری یہ کہ ہم وہاں چلے جائیں۔ اب اس میں راز یہ ہے کہ جو انسان چلا گیا اب اس سے ملاقات کی دو صورتیں ایک تو یہ ہے کہ وہ یہاں آئے اور دوسری کہ ہم وہاں چلے جائیں۔ اب اس کا یہاں آنا تو محال ہے کیونکہ جو ایک دفعہ دنیا سے چلا گیا وہ لوٹ کو دنیا میں نہیں آئے گا، لہذا یہ تو امکان ہی ختم اب دوسری صورت باقی رہ گئی کہ جہاں وہ چلا گیا ہم بھی وہاں چلے جائیں تو ہماری ملاقات ہو سکتی ہے۔ تم اس سے پریشان نہ ہو، اگر وہ دنیا سے چلا گیا ہے تو عنقریب ایک وقت آئے گا کہ تمہیں بھی دنیا سے جانا ہوگا، بس آخرت میں تمہاری ملاقات ہو جائے گی۔ لہذا وہ پڑھیں: ﴿ اِنَّـا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴾ اس میں ان کے لئے تسلی ہے کہ اگر والد صاحب چلے گئے تو ہم بھی ہمیشہ یہاں نہیں رہیں گے یہ جدائیاں ہمیشہ کی نہیں ہیں۔ ہم اگر نیکی کی زندگی گزاریں گے تو ہم بھی اسی منزل پر پہنچ جائیں گے۔ جہاں ہمارے والد چلے گئے۔

ایک مثال سے وضاحت:

یو بات ایک مثال سے اچھی طرح سمجھ میں آجائے گی۔ فرض کریں کہ دو آدمیوں نے سعودی عرب جانا ہے۔ ایک کی فلائٹ پہلے ہے اور دوسرے کی فلائٹ دو چار دن بعد ہے تو بھلا کیا دوسرا آدمی پہلے کو جہاز پر سوار کراتے ہوئے روئے گا؟ نہیں، اس لئے کہ اس کو یقین ہے کہ آج یہ جا رہا ہے اور دو چار دن بعد میری فلائٹ ہے، جہاں یہ پہنچے گا میں بھی وہیں پہنچوں گا۔ اسی طرح اگر ہمارے بھی دل میں موت کا استحضار ہو اور پکا یقین ہو تو موت کے وقت اتنا غم نہیں ہوگا۔ دل کہے گا جی ہاں اس کی فلائٹ پہلے آگئی، وہ جا رہا ہے۔ جہاں منزل اس کی ہے فلائٹ تو میری بھی وہیں جانی ہے، چند دن بعد وہ بھی جانے والی ہے۔ پھر انسان کے لیے یہ جدائی والا دکھ جھیلنا آسان ہو جاتا ہے۔

بیٹے کی وفات پر بیت الحمد کی تعمیر:

جب کسی ماں کی گود سے خوبصورت بچے کی روح قبض کی جاتی ہے تو اللہ تعالی حضرت

عزرائیل سے پوچھتے ہیں

"هَل قَبَضتَ مرَّةَ فُؤَادَ عَبدِیْ مَا قَالَ العَبدُ"

کیا تو نے میرے بندے کے دل کا پھل چھینا ہے؟ اس بندے نے اس کے رد عمل میں کیا کہا ہے؟ حضرت عزرائیل کہتے ہیں

حَمِدَکَ وَاسْتَرْجَعَ ...... اس نے تیری تعریف کی ہے اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ...... پڑھا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے اس بندے کے لئے بَيْتُ الْحَمْدِ ......تیار کر دیا جائے۔

انسان کے تین بھائی:

انسان کی موت سے پہلے اس کے تین بھائی ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک بھائی اس کے مرتے ہی اس کی جان چھوڑ دیتا ہے۔ وہ انسان کا مال ہے۔ دوسرا بھائی اس کے عزیز رشتہ دار ہیں جو اسے قبر تک چھوڑ آتے ہیں اور تیسرا بھائی جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کے ساتھ رہے گا، جنت میں ہوگا یا دوزخ میں ہوگا وہ اس کے ساتھ رہے گا۔ وہ انسان کے اعمال ہیں۔ اگر نیک اعمال ہوئے تو جنت میں جائے گا اور اگر برے اعمال ہوئے تو پھر جہنم اس کا مقدر بنے گی۔

افسوس کی ایک جائز صورت:

کسی رشتہ دار یا دوست کی موت پر ہم روئیں گے تو جانے والے کو کیا فائدہ ہوگا۔ عقلمند انسان کسی کے مرنے کے پہلے دن وہی کچھ کرتا ہے جو عام انسان تیسرے دن کرتے ہیں۔ مرنے کے تیسرے دن ہی ہم نے صبر کرنا ہے تو پھر مرنے کے بعد پہلے دن ہی صبر کیوں نہیں کر لیتے؟ یہ سمجھانے کی بات ہے۔ بات اپنی جگہ پر حقیقت ہے کہ مرنے والے پر دکھ اور افسوس ہوتا ہے۔ مگر اس کے مرنے کا نہیں، کیونکہ ہر بندے کو موت تو آنی ہی ہے۔ آج وہ تشریف لے گئے کل بعد والوں نے جانا ہے۔

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

افسوس تو اصل میں اس بات پر ہوتا ہے کہ یہ مرنے والا نیک بندہ تھا، ہم اس کی خدمت نہ کر سکے۔ ہم نے خدمت کر کے جو اجر کمانا تھا ہم اس سے محروم ہو گئے۔ ہم ان کی دعاؤں سے محروم ہو گئے۔ ہمیں اس کی دعاؤں سے جو حصہ ملا کرتا تھا وہ حصہ ملنا بند ہو گیا۔

ملک الموت کا میت کے گھر والوں سے خطاب:

حدیث پاک میں آیا ہے کہ ملک الموت جب کسی کی روح قبض کرتا ہے اور گھر والے رونا شروع کر دیتے ہیں تو ملک الموت ایک کونے میں کھڑا ہو کر کہتا ہے، تم اس کی موت پر رو رہے ہو۔ ابھی تو مجھے اس گھر میں بار بار آنا ہے۔ جب تک ایک آدمی بھی اس گھر میں باقی ہے میں آؤں گا اور ہر جی کو یہاں سے لے کر جاؤں گا۔ اگر ہم اس آواز کو سن لیں تو اس میت پر رونا بھول جائیں اور اپنی فکر میں لگ جائیں۔

أَلَا يَا سَاكِنَ الْقَصْرِ الْعُلٰى
سَتُدْفَنُ عَنْقَرِيبٍ فِي التُّرَابِ
لَهُ الْمَلِكُ يُنَادِي كُلَّ يَوْمٍ
وَلِدُوْا لِلْمَوْتِ وَابْنُوْا لِلْخَرَابِ

خبردار اے عالیشان محلات کے رہنے والے۔ تم عنقریب مٹی میں دفن کئے جاؤ گے۔ اسے ایک فرشتہ روزانہ پکارتا ہے کہ تم پیدا ہوتے ہی مرنے کے لئے اور مکان بناتے ہو گرنے کے لئے

جنت یا دوزخ...... دنیاوی زندگی کا نتیجہ:

میرے دوستو! جس کی زندگی محمود اس کی موت بھی محمود، جس کی زندگی مذموم اس کی موت بھی مذموم۔ کیوں کہ حدیث پاک میں آیا ہے: "كَمَا تَعِيشُوْنَ تَمُوْتُوْنَ"
یعنی تم جس حال میں زندگی گزارو گے تمہیں اسی حال میں موت آئے گی۔ فسق و فجور پر زندگی گزاریں گے تو فسق و فجور پر موت آئے گی۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ جنتی اور دوزخی اسی دنیا میں بنتے ہیں اور اگلے جہان جا کر دونوں میں فرق کر دیا جائے گا۔ دونوں کے راستے الگ الگ کر دیئے جائیں گے۔

﴿ وَامۡتَازُوا الۡیَوۡمَ اَیُّهَا الۡمُجۡرِمُوۡنَ ﴾

اے مجرمو! آج کے دن میرے نیک بندوں سے تم جدا ہو جاؤ۔ ایک ہی گھر میں رہنے والے دونو جوان، ایک ہی ماں کے دو بیٹے، ایک مؤمن ہوگا اور دوسرا ایمان میں شک رکھتا ہوگا، قیامت کے دن دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا جائے گا۔ اسی لئے قرآن نے یوم محشر کو یَوۡمُ التَّغَابُنِ کہا ہے

﴿ یَوۡمَ یَجۡمَعُکُمۡ لِیَوۡمِ الۡجَمۡعِ ذٰلِکَ یَوۡمُ التَّغَابُنِ ﴾

وہ ایسا دن ہوگا کہ پروردگار عالم سب انسانوں کو جمع کریں گے۔ وہ فیصلے کا دن ہوگا۔ اے انسان! اس دن تو یا تو زندگی کی بازی جیت جائے گا یا زندگی کی بازی ہار جائے گا۔ مگر آج انسان ایسا غافل بن جاتا ہے کہ آنکھوں پر پٹی بندھ جاتی ہے بھلا ایک پرندہ کسی بلی کو آتا دیکھے اور اپنی آنکھوں کو بند کر لے تو کیا وہ بلی سے بچ جائے گا؟ نہیں، بلکہ اس کی آنکھ اس وقت کھلے گی جب بلی اس کی گردن کو دبوچے گی۔ اسی طرح اگر ہم موت کو بھول جائیں گے تو ہماری آنکھ اس وقت کھلے گی جب ملک الموت آ کر گردن دبوچے گا۔

نیک آدمی کا نامہ اعمال:

قیامت کے دن جب نیک آدمی کے ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا تو وہ خوش ہو کہ اسے پڑھے گا اور دوسروں سے کہے گا ﴿ هَآؤُمُ اقۡرَءُوۡا کِتٰبِیَهۡ ﴾

کہ تم بھی میرے نامہ اعمال کو پڑھو ﴿ اِنِّیۡ ظَنَنۡتُ اَنِّیۡ مُلٰقٍ حِسَابِیَهۡ ﴾

دنیا میں میرا ہر وقت یہی گمان رہتا تھا یہی سوچ رہتی تھی کہ مجھے اپنے پروردگار سے جا کر ملنا ہے اور اپنے عملوں کا حساب دینا ہے۔ ایسا آدمی خوش نصیب ہوگا۔

برے آدمی کا نامہ اعمال:

اور جس نے دنیا میں فسق و فجور پر زندگی گزاری تو قیامت کے دن جب فرشتوں کے ہاتھ سے نامہ اعمال پائے گا تو پریشان ہوگا۔ ﴿ وَوُضِعَ الۡکِتٰبُ ﴾ جب نامہ اعمال پیش کر دیا جائے گا ﴿ فَتَرَی الۡمُجۡرِمِیۡنَ مُشۡفِقِیۡنَ مِمَّا فِیۡهِ ﴾ تو دیکھے گا کہ جو نامہ اعمال میں لکھا ہے مجرم

لوگ اس کو دیکھ کر پریشان ہوں گے۔ ایسے لوگ کیا کہیں گے؟

﴿وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَا لِهٰذَا الْكِتَابِ﴾ ہائے ہماری بدبختی یہ کیسی کتاب ہے

﴿لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصٰهَا﴾ کوئی چھوٹا یا بڑا عمل ایسا نہیں جو اس میں درج نہ کودیا گیا ہو

﴿وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا﴾ جو دنیا میں کیا ہوگا ہر چھوٹا یا بڑا کام اس میں دیکھیں گے ﴿وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ تیرا رب تو کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

نیکیوں کا باغ:

یہ پکی بات ہے کہ جو انسان سیب کا پودا لگائے اس پر کیکر کے کانٹے نہیں لگا کرتے اور جو کیکر کا درخت لگائے اس پر سیب کبھی نہیں لگا کرتے "اَلدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ"

دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ آج آپ کا جی چاہے تو نمازیں پڑھ کر کھیتی لگا یئے، تلاوت کر کے کھیتی لگا یئے، سچ بول کر کھیتی لگا یئے یہ آپ کے لئے نیکیوں کا باغ لگ رہا ہوگا، کسی عورت نے اپنے پردے کا خیال رکھا اس نے شریعت وسنت کی پوری پابندی کی، یہ سب نیکیوں کے پھول لگ رہے ہوتے ہیں اور قیامت کے دن یہی نیکیاں پھولوں کا ایک گلدستہ بنا کر گویا اللہ تعالی کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔ نیک آدمی یہی تمنا کرتے ہیں۔

میری قسمت سے الٰہی پائیں یہ رنگ قبول
پھول میں نے کچھ چنے ہیں ان کے دامن کے لئے

جنت کی نعمتیں:

اللہ رب العزت نے اپنے ان نیک بندوں کے لئے جنت کو سجایا ہوا ہے۔ فرمایا کہ اس کے اندر ایسی نعمتیں ہیں کہ ...... مَالَا عَيْنٌ رَأَتْ

کسی آنکھ نے اس کو دیکھا نہیں ...... وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ

کسی کان نے اس کے بارے میں سنا نہیں ...... وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ

اور کسی بشر کے دل پر اس کا گمان بھی نہیں گزرا۔ گویا وہ جنت ایسی ہے جو ہماری سوچ اور

گمان سے بھی بڑی اور بلند و بالا ہے۔ ہم اس کی حیثیت کو سمجھ بھی نہیں سکتے۔ یہ اللہ والوں کے لئے رب کریم کی طرف سے ایک مہمان گاہ بنائی گئی ہے۔ دنیا میں جتنے لوگ نیک اعمال کریں گے اگر ان کا خاتمہ ایمان پر ہوا تو وہ سب کے سب اللہ رب العزت کے فضل سے جنت میں جائیں گے۔

فرشتوں کی طرف سے مبارکباد:

جب روز محشر اللہ تعالیٰ نیک بندوں کے اعمال کو پزیرائی بخشیں گے اور ان عملوں کو شرف قبولیت عطا فرمائیں گے تو ان کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں رہے گا کہ ہم جس کے لئے ساری زندگی مجاہدہ کرتے رہے، محنت کرتے رہے آج ہمیں اس محنت کا پھل مل گیا۔ جنت میں فرشتے بھی ان کو مبارکباد دیں گے۔ قرآن پاک میں آیا ہے کہ جب جنتیوں کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا تو اس وقت...... ﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ﴾ فرشتے ہر دروازے سے ان کی طرف نکل آئیں گے اور ان سے کہیں گے ﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ﴾ تم پر سلامتی ہو تم نے صبر کیا ﴿فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾ اور یہ آخرت کا کتنا اچھا گھر تمہیں اس کے مقابلے میں ملا۔

غافل انسان کی پریشانیوں میں اضافہ:

اگر دنیا کے اندر غفلت کی زندگی گزاری، انسان اپنی من مانی کرتا رہا، جی چاہا تو نماز پڑھ لی، ذرا کوئی بہانہ ملا تو نماز قضا ہو گئی، ذرا بہانہ ملا تو اعمال چھوٹ گئے، ذرا موقع ملا تو سنت پر عمل کرنے کی بجائے رسموں پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ اگر اس قسم کی غفلت کی زندگی بسر کی ہو گی تو پھر انسان قبر میں بھی پریشان ہو گا حشر میں بھی پریشان ہو گا اور آگے ہر منزل پر پریشان ہو گا۔ آنے والی ہر منزل اس کی پریشانی میں اضافہ ہی کرتی چلی جائے گی۔ لہذا آج کی زندگی کا وقت بہت اہم ہے۔

زندگی کی قدر:

نیک لوگ اس زندگی کے وقت کو یوں سمجھتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے ہماری ہاتھ میں ہیرے

اور موتی دیئے ہوئے ہیں اور ان ہیروں اور موتیوں کو ہم نے بڑی احتیاط کے ساتھ خرچ کرنا ہے۔ وہ اپنے وقت کو ضائع نہیں کرتے، وہ فضول باتیں نہیں کرتے، وہ اِدھر اُدھر غیبت کرتے اور سنتے نہیں، وہ کسی کو ایذا نہیں پہنچاتے، وہ اپنی زبان، دل، دماغ، آنکھوں اور کانوں کو گناہ سے بچاتے ہیں، ان کو اللہ کی یاد سے فرصت نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہر وقت ان کے پیش نظر رہتا ہے۔ ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى﴾ جو کوئی بھی نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت ﴿وَهُوَ مُؤْمِنٌ﴾ اور وہ ایمان والا ہو ﴿فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً﴾ تو ان کو اللہ تعالیٰ پاکیزہ زندگی عطا فرمائیں گے۔ یہ اللہ رب العزت کی رحمتیں ہیں کہ وہ اپنے نیک بندوں کو ایسی زندگی عطا فرما دیتے ہیں کہ ان کو دنیا میں بھی عزتیں ملتی ہیں اور آخرت میں بھی عزت افزائی کی جائیگی۔

پانچ چیزوں کی قدر:

اسی لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَ حَيٰوتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ وَفِرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ"

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھ لو اور ان کی قدر کر لو یہ نہ ہو کہ وہ نعمتیں چھن جائیں اور پھر ہاتھ ملنے پڑیں۔ جوانی کی قدر کرو بڑھاپے سے پہلے، صحت کی قدر کرو بیماری سے پہلے خوشحالی کی قدر کرو تنگدستی سے پہلے، زندگی کی قدر کرو موت سے پہلے اور فراغت کی قدر کرو مشغولیت سے پہلے۔

میرے دوستو! یہ سو فیصد سچی بات ہے کہ جو ان پانچ نعمتوں کی قدر ان کی موجودگی میں نہیں کرتا تو پھر اسے اس کے مقابل کی پانچ آفتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے آج سے ہی فیصلہ کر لیں کہ ان پانچ نعمتوں کو اللہ رب العزت کی رضا کے حصول کے لئے استعمال کرنا ہے۔ اور یاد رکھیں کہ جو آدمی ان پانچ نعمتوں کو اللہ رب العزت کی رضا کے لئے استعمال کرتا ہے وہ حقیقی معنوں میں عقل مند ہے۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ جاہل کی زندگی اور عاقل کی موت پر دنیا آنسو بہاتی ہے۔

روز محشر کس کی بادشاہی ہوگی؟

میرے دوستو! آج تو ہم اپنی مرضی کی زندگی گزار رہے ہیں، نیکی کی باتیں ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حکموں کی پروا نہیں کرتے، مگر یہ نہیں دیکھتے کہ ہم اپنے پروردگار کو اپنی بدعمالیوں سے ناراض کر رہے ہوتے ہیں۔ بالآخر ہمیں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے۔ روز محشر تو بادشاہ اور فقیر ایک ہوں گے۔ کسی کو دم مارنے کی جرأت نہیں ہوگی۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

" يَطْوِى اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَاخُذُهُنَّ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا الْمَلِكُ ، اَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ اَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ؟"

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ساتوں آسمانوں کو لپیٹ دیں گے۔ پھر ان کو اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑ کر فرمائیں گے کہ میں بادشاہ ہوں کہاں ہیں جابر لوگ؟ کہاں ہیں تکبر کرنے والے؟

یہ سن کر صحابہ کرامؓ کی کیا حالت ہوئی، کہتے ہیں: " ذَرَفَتْ مِنْهُ الْعُيُوْنُ...وَجِلَتْ مِنْهُ الْقُلُوْبُ"(اس سے ان کی آنکھیں بہہ پڑیں اور ان کے دل ڈر گئے)

روز محشر کس کی بادشاہی ہوگی:

ایک روایت میں آیا ہے کہ روز محشر اللہ تعالیٰ ایک نوجوان کو کھڑا فرمائیں گے، اس کی نیکیاں اور گناہ کبیرہ برابر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے اے میرے بندے! تیرے پاس اگر ایک نیکی اور ہوتی تو ہم اپنی رحمت سے تجھے جنت میں بھیج دیتے۔ وہ نوجوان کہے گا یا اللہ! مجھے اجازت دے دیں، میں اپنے عزیز و اقارب سے ایک نیکی لے کر آتا ہوں۔ اسے اجازت دے دی جائے گی۔ اس نوجوان کے دل میں اپنے رشتہ داروں کے بارے میں بڑا مان ہوگا۔ وہ سوچے گا کہ میرے رشتہ دار دنیا میں میری ہر مصیبت میں کام آتے تھے اور میں ان کے کام آتا تھا وہ ضرور مجھے ایک نیکی دے دیں گے۔

بھائی سے مایوسی:

چنانچہ وہ سب سے پہلے اپنے بھائی کے پاس جائے گا اور اس سے کہے گا، میرے بھائی! ہم

دنیا میں اکٹھے رہتے تھے۔ ہماری خوشی ایک تھی، ہماری غمی ایک تھی، ہم ایک دوسرے کے دست و بازو بن کر رہتے تھے۔ آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو میں پوری کر دیتا تھا اور مجھے کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو آپ پوری کر دیتے تھے۔ آج مجھے ایک نیکی کی ضرورت ہے آپ مجھے ایک نیکی دے دیں۔ مگر بھائی کہے گا، جناب! آج کے دن میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا ہے کیونکہ کیا معلوم کہ میری نیکیاں کم رہ جائیں اور مجھے پریشانی کا سامنا کرنا پڑے۔ وہ ایک نیکی سے انکار کر دے گا۔ وہ بھائی سے مایوس ہو کر باپ کے پاس آئے گا۔

باپ سے مایوسی:

یہ نوجوان اپنے ابو کے پاس جا کر کہے گا، ابو جان! میں آپ کا بیٹا ہوں، آپ کا نور نظر ہوں، آپ کا لخت جگر ہوں۔ مجھے ایک نیکی کی ضرورت ہے آپ مجھے عطا کر دیجئے مگر باپ نیکی دینے سے انکار کر دے گا۔ وہ بار بار کہے گا، ابو جان! دنیا میں کوئی مشکل پیش آتی تھی تو میں آپ ہی کے پاس آتا تھا۔ ابو! آپ میرے سر کا سایہ تھے، آپ ہی میرا سہارا تھے، مجھے نقصان ہوتا تھا تو میں آپکے سامنے ہی آ کر دل کھول دیتا تھا اور آپ میری ہر ممکن مدد کرتے تھے، آپ تو مجھے دنیا میں تسلی دیتے تھے اور کہتے تھے کہ بیٹا! میں تیرے ساتھ ہوں۔ ابو! آج بھی مشکل گھڑی مجھ پر آ پہنچی ہے، آپ مجھے صرف ایک نیکی دے دیں۔ مگر باپ بھی نیکی دینے سے انکار کر دے گا۔ اس سے بیٹے کی مایوسی اور بڑھ جائے گی۔

بہن سے مایوسی:

پھر وہ اپنی بہن کے پاس جائے گا۔ کہے گا میری بہن! میں تیرا بھائی ہوں، تو دنیا میں مجھے اپنا ویر کہتی تھی۔ تو کہتی۔ کہ اے میرے ویر! میں تیرے لئے سب کچھ قربان کر دوں گی۔ تو مجھ پر داری واری جاتی تھی۔ میں تیرا وہی بھائی ہوں۔ میرے پاس ایک نیکی کی کمی ہے۔ آپ کے پاس نیکیاں بہت زیادہ ہیں، مجھے ایک نیکی دے دیں۔ مگر بہن بھی نیکی دینے سے انکار کر دے گی۔

بیوی سے مایوسی:

وہ نوجوان اپنی بیوی کے پاس جائے گا۔اس کے دل میں بڑا یقین ہوگا کہ بیوی تو ضرور نیکی دے دے گی۔ یہ بڑی نیکیاں کرتی تھی، نمازیں پڑھتی تھی، میں سستی کر جایا کرتا تھا۔ وہ بیوی سے جا کر کہے گا، دیکھو! میں نے تمہاری چاہتوں کو پورا کیا، تمہارا ذرا سا اشارہ ہوتا تھا تو میں اپنا مال خرچ کر دیتا تھا، جو کپڑا چاہتی تھی میں نے سلوا کر دیا، جو گھر چاہتی تھی میں نے خرید کر دیا۔ جیسے سجانا چاہتی تھی میں نے سجا کر دیا۔ میں دنیا میں تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتا تھا۔ تمہاری خوشی کو اپنی خوشی سمجھتا تھا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے دکھ سکھ کے ساتھی تھے۔ آج ایسا وقت ہے کہ آپ کے پاس نیکیاں زیادہ ہیں میرے پاس ایک کی کمی ہے لہذا تو مجھے ایک نیکی دے دے۔ جب وہ نیکی مانگے گا تو بیوی بھی ایک نیکی دینے سے انکار کر دے گی۔

ماں سے مایوسی:

پھر اس کے دل میں پکا یقین ہوگا کہ ایک ہستی ایسی ہے جو دنیا میں بھی میرے لئے رحیم و کریم تھی۔ میں اس کے پاس جاتا ہوں۔ چنانچہ وہ اپنی ماں کے پاس آ کر کہے گا۔ امی جان! میں آپ کا بیٹا ہوں، آپ کا نور نظر ہوں، آپ کا لخت جگر ہوں مجھے ایک نیکی دے دیں مگر ماں اس کو ایک نیکی دینے سے انکار کر دے گی۔ یہ روئے گا، چیخے گا، چلائے گا اور کہے گا امی جان! آج آپ کا بیٹا آپ کے سامنے فریادی بن کر کھڑا ہے، آپ کے سامنے دامن پھیلائے کھڑا ہے، آپ سے ایک نیکی کی بھیک مانگ رہا ہے، امی!! اپنے بیٹے پر ترس کھائیے، اپنے بیٹے پر رحم کیجئے اپنے بیٹے کا خیال کیجئے۔ امی! دنیا میں تو آپ مجھے دھوپ میں کھڑا نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ آج میں جہنم میں ڈال دیا جاؤں گا، آپ مجھے ایک نیکی دے دیجئے۔ مگر امی پھر بھی نیکی نہیں دے گی اور انجان بن کر انکار کر دے گی۔

پھر پچھتائے گا:

جب امی بھی انکار کر دے گی تو اس کو بڑا دکھ ہوگا اور غم کی وجہ سے اپنی انگلیوں کو چبانا شروع

کر دے گا اور چباتے چباتے اپنے بازو کو کہنیوں تک چبا دے گا۔ اور کہے گا اے کاش! مجھے پتہ ہوتا کہ آخرت میں ان میں سے کوئی میرے کام نہیں آئے گا

﴿ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا

اے کاش! میں رسول کے راستے پر چلا ہوتا۔

﴿ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا ﴾

اے کاش! میری بدبختی، میں نے فلاں کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا۔ وہ پریشان ہوگا مگر اس کو اس وقت کوئی نیکی دینے والا نہ ہوگا کیونکہ رب کریم نے دنیا ہی میں پیغام بھیج دیا تھا فرمایا

﴿ یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ ﴾

وہ ایسا دن ہوگا کہ نہ بھائی کام آئے گا، نہ ماں کام آئے گی نہ باپ کام آئے گا نہ بیوی کام آئے گی اور نہ ہی اولاد کام آئے گی۔

جہنم سے خلاصی کا نیا حربہ:

قرآن کہتا ہے کہ انسان کی اپنی حالت اس دن یہ ہوگی کہ کاش! میرے بدلے ساری دنیا کے انسانوں کو جہنم میں ڈال دیا جائے اور مجھے بچا لیا جائے۔

﴿ یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِئِذٍ بِبَنِیْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِیْهِ وَفَصِیْلَتِهِ الَّتِیْ تُؤْوِیْهِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ یُنْجِیْهِ ﴾

دنیا میں جتنے انسان ہیں ان سب کو جہنم میں ڈال دے اور مجھے بچا دے مگر کلا ہرگز نہیں، رب کریم نے پہلے ہی کہہ دیا تھا

﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ﴾

کوئی کسی دوسرے کے بوجھ کو نہیں اٹھائے گا۔ آج جو گناہوں کی گٹھریاں اکٹھی کر رہے ہیں، وہ اپنے سر پر خود اٹھانی پڑیں گی۔ اے انسان! آج تو تیری یہ حالت ہے کہ ایک مٹی کی بالٹی اپنے سر پر نہیں اٹھا سکتا مگر پہاڑوں جیسے وزنی گناہوں کو تو نے سر پر اٹھایا ہوا ہے۔ اگر اسی طرح اپنے گناہوں کو لے کر دنیا سے چلے گئے تو آخرت میں وہ حشر ہوگا کہ ایسا حشر کسی نے دیکھا نہیں پروردگار عالم فرماتے ہیں ﴿ اِنِّیْ اُعَذِّبُهٗ ﴾ پھر میں ایسا عذاب دوں گا ﴿ لَا اُعَذِّبُهٗ

اَحَدًا مِنَ الْعَالَمِیْنَ﴾ کہ جہاں والوں میں سے کوئی ایسا عذاب نہیں دے سکتا۔

جہنم میں بھوک اور پیاس کا علاج:

جہنم میں ایک آدمی بھوک کی وجہ سے فرشتوں سے کہے گا کہ مجھے کچھ کھانے کے لئے دیں۔ فرشتہ اس کو لے کر انگاروں کے ایک پہاڑ پر چڑھ جائے گا اور چوٹی پر سے اسے دھکا دے دے گا۔ وہ انگاروں پر گرتا ہوا نیچے آئے گا۔ زخم اس کو تکلیف دے رہے ہوں گے جسم جل رہا ہوگا یہاں تک کہ نیچے وادی تک آکر گرے گا نیچے اٹھ کر کھڑا ہوگا، جسم میں تکلیف ہوگی، درد ہوگا، بھوک ہوگی، پیاس ہوگی اور وہ فرشتے سے فریاد کرے گا کہ مجھے کچھ تو کھانے کے لئے دے دو تو فرشتہ زقوم کا ایک پودا لے کر آئے گا جس میں کانٹے ہونگے، کڑواہٹ ہوگی۔ وہ اسے کھانے کے لئے دے گا اسے اتنی بھوک لگ رہی ہوگی کہ وہ اسے کھانا شروع کردے گا حتی کہ اس کا زہر اس کی کڑواہٹ اس کے کانٹے اس کے پورے جسم میں پھیل جائیں گے، تکلیف اور زیادہ ہو جائے گی۔ وہ منت سماجت کرے گا کہ مجھے پانی لاکر دو۔ فرشتہ ایک پیالہ لے کر آئے گا جس میں ابلتی ہوئی کوئی چیز ہوگی۔ وہ پانی نہیں ہوگا کچھ اور ہوگا۔ قرآن سے پوچھئے کہ جہنمیوں کو کیا پلائیں گے، قرآن کہہ رہا ہے ﴿وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِیْنٍ﴾

جہنم میں جہنمیوں کے زخموں سے جو خون گرے گا اور پیپ گرے گی اللہ تعالی اس کو جمع کروادیں گے اور جب پینے کے لئے کوئی جہنمی پانی مانگے گا تو فرشتے خون اور پیپ کا پیالہ بھر کر لائیں گے اور اس کو پینے کے لئے دیں گے مگر اس آدمی کو پیاس اتنی ہوگی کہ پیالے کو منہ سے لگا کر پینا شروع کردے گا۔ اے مشروبات پینے والو! اے دنیا کے ذائقہ دار پانی پینے والو! اے دنیا کی اچھی غذائیں کھانے والو! سوچو تو سہی کہ اگر جہنم میں چلے گئے تو وہاں کیا کھاؤ گے کیا پیو گے؟ آج تو پیپ کسی جگہ پر پڑی ہو تو انسان سے بو سونگھی نہیں جاتی اور وہاں پیپ پینی پڑ جائے گی۔ وہ آدمی وہی پیپ پیتا رہے گا۔ وہ اتنی گرم ہوگی۔ پھر کہ اس کی آنتیں کٹ جائیں گی اور بالآخر جسم سے باہر نکل جائیں گی۔ پھر اللہ تعالی اسے ٹھیک کردیں گے۔ پھر اس کو دوبارہ بھوک لگے گی پھر فرشتے اس کو انگاروں کے پہاڑ پر لے جائے گا۔ یہی منظر ہمیشہ چلتا رہے گا۔

جہنمیوں کی آوازیں کتوں جیسی:

ایک روایت میں آیا ہے کہ جہنمی جہنم میں ایک ہزار سال تک روتے رہیں گے۔ حتیٰ کہ ان کی آوازیں کتوں کے بھونکنے جیسی آوازیں بن جائیں گی۔ مگر اللہ رب العزت کو پھر بھی ترس نہیں آئے گا۔ اے دوست! آج تیری آنکھ کا ایک آنسو اللہ کی رحمت کو کھینچ سکتا ہے، تو وہ آنسو بہائے گا تو اللہ تعالیٰ تیرے گناہوں کو دھو کر رکھ دیں گے۔ اگر آج اس دنیا میں نہیں روئے گا تو پھر جہنم میں ہزاروں سال رو رو کر بھونکنے والے کتوں جیسی آواز بن جائے گی مگر اللہ تعالیٰ کو پھر بھی رحم نہیں آئیگا۔

جہنم کی ایک غار کا منظر:

حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے لکھا ہے کہ جہنم میں کچھ غار بنے ہونگے جن میں بچھو ہونگے۔ ایک آدمی کو فرشتہ پکڑ کر بچھوؤں والے غار میں لے جائے گا۔ وہ اس غار کا دروازہ کھول کر اس آدمی کو اندر دھکیل دے گا اور دروازے کو بند کر دے گا۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ بچھو اس آدمی کے جسم پر ایسے چڑھ دوڑیں گے جس طرح شہد کے چھتے پر شہد کی مکھیاں بیٹھی ہوتی ہیں۔ اتنے بچھو ایک وقت میں اس کے جسم پر کاٹیں گے۔ یہ روئے گا، چلائے گا، فریادیں کرے گا۔ مگر وہاں تو کوئی فریاد سننے والا نہیں ہوگا، کوئی آنے والا نہیں ہوگا، اکیلا ہوگا۔ آج تو ایک مکھی کاٹتی ہے تو اتنا واویلا کرنا شروع کر دیا جاتا ہے کل اتنے بچھو کاٹیں گے مگر اس وقت یہ ہزاروں سال تک تکلیف برداشت کرنی پڑ جائے گی۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ آج تو انسان معمولی لذتوں کی خاطر، معمولی آسائشوں کی خاطر، معمولی نفس پرستی کی خاطر آخرت کے ہمیشہ ہمیشہ کے عذاب کو گلے لگالے تو پھر اس سے زیادہ بدبختی اور شقاوت کیا ہو سکتی ہے۔

فرشتوں کے ساتھ جہنمیوں کی گفتگو:

قرآن پاک میں آتا ہے کہ جہنمی کہیں گے کہ اے اللہ! ہمیں موت دے دے۔ وہ پریشان ہو کر یہ مطالبہ کریں گے مگر ان کو کہا جائے گا:

﴿لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا وَّاحِدًا وَّادْعُوا ثُبُورًا كَثِيرًا﴾

تم ایک موت نہ مانگو کئی موتیں مانگو مگر آج تمہیں موت نہیں آئے گی۔ تمہیں اسی طرح سزا دی جائے گی کہ دنیا میں تم نے بات ہی نہیں سنی تھی۔ فرشتے بھی حیران ہو کر پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا جو تمہیں جہنم کی باتیں کھول کھول کر سناتا اور جہنم سے ڈراتا۔ وہ کہیں گے کہ ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا مگر ہم نے اس کو جھٹلا دیا، ہم نے کہا کہ تو جھوٹا ہے، ایسے ہی باتیں بتاتا ہے، ہم آخرت میں جائیں گے تو دیکھی جائے گی۔ اور وہ یہ کہیں گے اگر ہم ان باتوں کو توجہ سے سنتے اور ہمارے پاس عقل ہوتی تو پھر ہم جہنم والوں میں سے نہ ہوتے۔

جہنمیوں کی دو نشانیاں:

معلوم ہوا کہ جہنمیوں کی دو خاص نشانیاں قرآن بتا رہا ہے کہ وہ ہدایت کی بات توجہ سے نہیں سنتے اور اگر سن بھی لیتے ہیں تو پھر سوچتے نہیں کہ ہمیں عمل کرنا ہے۔ اس بات کو دماغ میں جگہ نہیں دیتے۔ قرآن کے یہ دو الفاظ بڑے اہم ہیں

﴿لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ﴾

اے کاش! کہ اگر ہم سنتے اور اس پر دھیان دیتے تو ہم جہنم والوں میں سے نہ ہوتے۔ اب بتایئے کہ آج ہم ان نیکی کی باتوں کو سنتے تو ہیں مگر ان پر کتنا عمل کرتے ہیں۔ فقط سننے سے جان نہیں چھوٹے گی۔ سننا ایک عمل ہے اور اس کے بعد اس پر عمل کرنا دوسرا قدم ہے۔ اس لئے جو کچھ ہم سنیں اس پر عمل کریں۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے اس بات پر بیعت لی تھی کہ تم جو کچھ سنو گے تم اس پر عمل کرو گے

﴿سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا﴾

اے اللہ! ہم نے جو کچھ سنا ہم نے اس کی اطاعت کی۔

آخرت میں نیک اعمال کی اہمیت:

آج تو دو چار اچھے کپڑے پہن کر ہم سمجھ لیتے ہیں کہ شاید ہم دنیا کے اتنے اچھے لوگ ہیں کہ

قیامت کے دن ہماری اچھی personality (شخصیت) کو دیکھ کر ہمیں معاف کر دیا جائے گا۔ حالانکہ وہاں پر ظاہری شکل وصورت کو کوئی نہیں دیکھی گا۔ وہاں تو بڑے بڑے حسن والوں کی مٹی پلید ہو رہی ہوگی۔ کیا شکستہ قبر کو نہیں دیکھتے کہ کیسے کیسے حسینوں کی مٹی خراب ہو رہی ہوتی ہے۔ وہاں پر تو سب برابر کر دیئے جائیں گے۔ ہاں نیک اعمال ہونگے جو اللہ رب العزت کے حضور کام آئیں گے۔

حضرت مالک بن دینارؒ کی توبہ کا واقعہ:

حضرت مالک بن دینارؒ سے کسی نے ان کی توبہ کا واقعہ پوچھا۔ ایک دفعہ میں ایک سپاہی تھا اور مجھے شراب کی عادت پڑی ہوئی تھی۔ ایک دفعہ میں نے ایک باندی خریدی، وہ بہت حسین جمیل تھی، مجھے اس سے بہت محبت تھی۔ اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ وہ لڑکی مجھ سے بہت محبت کرتی اور میں بھی اس کو بہت پیار دیتا تھا۔ جب وہ چلنے لگی تو اکثر میرے پاس ہی رہتی تھی۔ اس کی ایک عجیب سی عادت بن گئی کہ جب بھی شراب کا گلاس منہ سے لگانے لگتا تو وہ میرے ہاتھ سے چھین کر کپڑوں پر شراب گرا دیتی۔ میں اسے محبت کی وجہ سے ڈانتا بھی نہیں تھا۔ جب وہ دو سال کی ہوگئی تو وہ فوت ہوگئی، اس پر مجھے بہت سخت صدمہ ہوا ایک مرتبہ پندرہ شعبان کی رات تھی میں شراب پی کر مست ہو گیا عشاء کی نماز کا بھی ہوش نہ رہا حتی کہ اسی حال میں نیند آ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ روز محشر برپا ہے۔ لوگ قبروں سے نکل کر میدان حشر کی طرف جا رہے ہیں۔ میں بھی انہی لوگوں کے ساتھ جا رہا ہوں۔ میں نے اپنے پیچھے سے آواز سنی۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک کالے رنگ کا بڑا اژدھا میرے پیچھے بھاگ رہا تھا میں بہت خوف زدہ ہو کر بھاگ کھڑا ہوا وہ بھی میرے پیچھے بھاگنے لگا۔ اسی دوران میں نے دیکھا کہ ایک نفیس لباس پہنے ہوئے ایک بوڑھے میاں میرے سامنے ہیں۔ سلام و جواب کے بعد میں نے ان سے کہا کہ خدا کے واسطے مجھے اس بلاء سے بچائیے۔ وہ کہنے لگے کہ مجھ میں تو اتنی ہمت نہیں ہے کہ میں اس کو پکڑ سکوں۔ البتہ بھاگتا رہ ہو سکتا ہے کہ آگے چل کر تیری مدد کا کوئی سبب بن جائے۔ میں بھاگتا رہا آخر کار ایک ٹیلے پر چڑھ گیا۔ جب اس ٹیلے پر چڑھا تو وہاں مجھے جہنم کی دہکتی ہوئی آگ نظر آئی۔ اتنے خوفناک مناظر کے باوجود اژدھے کے خوف کی وجہ سے میں بھاگتا ہی چلا گیا۔ قریب تھا کہ میں جہنم میں جا گرتا

کہ ایک آواز سنائی دی کہ پیچھے ہٹ تو جہنمی لوگوں میں سے نہیں۔

میں پیچھے کو دوڑا وہ سانپ بھی میرے پیچھے دوڑا، کیا دیکھتا ہوں کہ وہی بوڑھے میاں پھر سامنے ہیں۔ میں نے انہیں پھر التجا کی کہ مجھے اس اژدھے سے بچائیں۔ بوڑھے میاں رونے لگے اور کہنے لگے اس کے مقابلے میں میں بہت کمزور و ناتواں ہوں تو ایسا کر کہ سامنے والی دوسری پہاڑی پر چڑھ جا وہاں پر مسلمانوں کی امانتیں ہیں ہوسکتا ہے کہ تیری بھی کوئی امانت موجود ہو جس کی مدد سے تو اس اژدھے سے چھٹکارا حاصل کر لے میں اس پہاڑی پر چڑھ گیا وہ سانپ بھی میرے پیچھے پیچھے چلا آیا۔ وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک گول پہاڑ ہے، اس میں بہت سی کھڑکیاں ہیں جن پر پردے ہیں۔ ہر کھڑکی کے دونوں دروازے سونے کے ہیں جو یاقوت اور موتیوں سے مزین ہیں۔ ہر کواڑ پر ریشمی پردہ ہے۔ جب میں اوپر چڑھا تو فرشتے نے کہا کہ کواڑ کھول کر پردے اٹھا کر باہر نکل آؤ شاید تم میں سے کوئی امانت اس مصیبت زدہ شخص کی مدد کر سکے جب کواڑ کھلے اور پردے اٹھے تو ان میں سے چمکتے چہروں والے بہت سے بچے نکلے۔ اس دوران اژدھا میرے بہت قریب آ گیا۔ بچے چیخنے لگے اور کہنے لگے کہ جلدی جلدی سب نکل آؤ۔ اس پر بہت سے بچے نکل آئے۔ اچانک میری نظر اپنی اس دو سالہ بچی پر پڑ گئی جو مر گئی تھی۔ وہ مجھے دیکھ کر رونے لگی۔ اور اس نے کہا، خدا کی قسم! یہ تو میرے ابا ہیں۔ پھر وہ ایک نور کے پلڑے پر چڑھ گئی۔ پھر اپنے بائیں ہاتھ سے مجھے سنبھالا دیا اور دایاں ہاتھ جیسے ہی سانپ کی طرف بڑھایا تو وہ سانپ پیچھے بھاگنے لگا۔ مجھے بٹھا کر وہ میری گود میں بیٹھ گئی اور میری داڑھی پر ہاتھ پھیرنے لگی، اور کہنے لگی:

﴿ اَلَمۡ یَاۡنِ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُہُمۡ لِذِکۡرِ اللّٰہِ ﴾

کیا ایمان والوں کے لئے اس بات کا وقت ابھی تک نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ رب العزت کے ذکر کے لئے اور اس حق بات کے واسطے جو ان پر نازل ہوئی جھک جائیں۔

اس کی بات سن کر میں رونے لگا اور پوچھا کہ تم قرآن شریف کو جانتی ہو؟ تو اس نے کہا کہ ہم سب قرآن شریف کو تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ جب میں نے اس اژدھے کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ آپ کے گناہ تھے جو آپ کو جہنم میں ڈالنے پر تلے ہوئے تھے پھر میں نے سفید لباس والے بزرگ کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ آپ کی نیکیاں تھیں جو اتنی

کمزور ہو گئیں کہ وہ اس سانپ کا مقابلہ نہ کر سکتی تھیں۔ میں نے پوچھا کہ تم اس پہاڑ پر کیا کرتی ہو اس نے بتایا کہ ہم سب مسلمانوں کے بچے ہیں جو قیامت تک یہاں رہیں گے اور اس وقت ہم آپ کی سفارش کریں گے۔اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

اٹھنے کے بعد بھی اژدھے کی دہشت مجھ پر سوار تھی۔ میں نے اسی وقت اللہ رب العزت سے اپنے سابقہ گناہوں کی معافی مانگی اور برے کاموں کو چھوڑ کر نیک کام کرنے لگا۔

احسان کا بدلہ:

دنیا میں انسان جو بھی عمل کرے گا وہ اس کے نامہ اعمال میں محفوظ رہے گا چاہے اس کو بھول ہی کیوں نہ گیا ہو۔اگر وہ کسی پر احسان کرے گا تو اسے یقیناً اس کا فائدہ ہوگا۔قیامت کے دن جہنمی ایک صف میں کھڑے کیے جائیں گے۔ان کے سامنے سے اللہ کے ایک ولی گزریں گے۔اس صف میں سے ایک آدمی ان کے قریب آکر کہے گا کہ آپ میرے لئے سفارش کر دیں۔وہ پوچھیں گے،تو کون ہے؟ وہ جہنمی کہے گا،تو مجھے نہیں جانتا، میں نے دنیا میں تجھے فلاں وقت پانی پلایا تھا۔وہ بزرگ اس کا ہاتھ پکڑ کر اللہ رب العزت کے حضور لے جائے گا اور عرض کرے گا، یا اللہ! اس کا مجھ پر فلاں احسان ہے لہذا اس کی مغفرت فرما دے۔اللہ تعالی اس بزرگ کی سفارش کو قبول کر کے اس کی مغفرت فرما دیں گے۔سبحان اللہ

جہنمیوں کا لباس:

جہنمیوں کا لباس کیسا ہوگا؟ آپ ذرا سوچئے تو سہی کہ اگر ہم ایک گلی سے گزر رہے ہوں اور ایک کتا مرا پڑا ہو تو وہاں کتنی بدبو ہوتی ہے۔گزرا نہیں جاتا۔اگر گدھا مرا پڑا ہو تو پورے محلے میں بدبو پھیل جاتی ہے۔ایک جانور کی لاش اگر گل سڑ جائے تو اتنی بدبو ہوتی ہے۔فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر ساری دنیا کے انسانوں، حیوانوں، چرندوں، پرندوں، مچھلیوں، حتی کہ ساری مخلوق کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے اور سب کو موت دے دی جائے اور ان کی لاشیں گل سڑ جائیں تو جتنی بدبو اس جگہ پر ہوگی۔جہنمی کو جو کپڑے پہنائے جائیں گے ان کی بدبو اس سے بھی زیادہ ہوگی۔

اے دوست! تو آج اتنی خوشبوئیں استعمال کرتا ہے کبھی فرانس کی poison کبھی

u.k کی فلاں خوشبو۔ سوچ تو سہی کہ کل جہنم کے اندر ایسی پوشاک پہنا دیں گے جس میں سے اتنی بدبو آ رہی ہوگی۔ سوچئے تو سہی کہ آگ کا مکان ہوگا، پریشانی ہی پریشانی ہوگی اس لئے عقلمند کو چاہیے کہ آج ہی نصیحت حاصل کر لے۔

جہنمیوں کی پکار:

جہنمی جہنم کی تکلیفوں سے تنگ آ کر کہیں گے

﴿ رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا ﴾......اے ہمارے پروردگار! ہماری بدبختی غالب آ گئی

﴿ وَ كُنَّا قَوْ مًا ضَآلِّيْنَ ﴾...... ہم تو بڑے ظالم تھے۔

﴿ رَبَّنَا اَخْرِ جْنَا مِنْهَا ﴾......اے ہمارے پروردگار! ہمیں جہنم سے نکال دے

﴿ فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴾......اے اللہ! اگر ہم دوبارہ گناہ کرنے والے بنے تو ہم واقعی ظالم ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا غصہ:

مگر اللہ تعالیٰ اتنا ناراض ہونگے کہ فرمائیں گے: ﴿ قَالَ اخْسَـؤُا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنَ ﴾ اے مردودو! دفع ہو جاؤ، میرے سامنے سے ہٹ جاؤ اور مجھ سے بات تک نہ کرو۔ دنیا میں کتنے تمہیں سمجھانے والے آئے، ایمان والوں نے تمہیں سیدھا راستہ دکھانا چاہا مگر تم ان کی بات سنتے ہی نہیں تھے۔ اگر ایک کان سے سنتے تھے تو دوسرے سے نکال دیتے تھے۔ وہ تمہیں دین کی طرف بلاتے تھے تم دور بھاگتے تھے۔ وہ تمہیں اسلام کی طرف بلاتے تھے تم کفر کی رسموں کی طرف بھاگتے تھے تمہیں تو دھیان ہی نہیں آتا تھا۔ بلکہ

﴿ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُ وْنَ ﴾ ......تم تو ایمان والوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ آج تمہیں احساس ہوگا کہ وہی لوگ دنیا میں سچے تھے۔

صدقہ کی برکات:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصے کو بھی روکتا ہے اور بری

موت سے بھی حفاظت کا سبب ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جہنم کی آگ سے بچو چاہے آدمی کھجور ہی سے کیوں نہ ہو۔ اور فرمایا گیا کہ صدقہ خطاؤں کو ایسے بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوگا۔ یعنی جس قدر آدمی کے صدقہ کی مقدار زیادہ ہوگی اتنا ہی گہرا سایہ اس سخت دن میں ہوگا جس میں گرمی کی اتنی شدت ہوگی کہ منہ تک پسینہ آیا ہوا ہوگا۔ اس لئے جو آدمی یہ چاہے کہ روز محشر اللہ رب العزت کی ناراضگی اور جہنم کی آگ سے بچ جائے وہ کثرت سے صدقہ دیا کرے۔

قرآن مجید کی فریاد:

آج ہم سکول و کالج کی دوسری کتابیں تو پڑھ اور سمجھ لیتے ہیں مگر قرآن کو سمجھنے کے لئے ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ جب کہ قرآن خود پکار پکار کر کہہ رہا ہے

﴿ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴾

ہم نے قرآن کو پڑھنے کے لئے آسان کر دیا ہے، ہے کوئی اسے پڑھنے اور سمجھنے والا۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ قرآن کو قیامت کے دن ایک خوبصورت نوجوان کی شکل میں پیش کیا جائے گا اور قرآن جھگڑا کرے گا۔ کہے گا، اے اللہ آپ نے مجھے ان لوگوں کے پاس بھیجا تھا۔ میں ان کے گھر میں پڑا ہوتا تھا۔ گھر کا مالک سارا دن بیٹھ کر ٹی وی دیکھا کرتا تھا، اخبار جہاں پڑھتا تھا، اس کو انگلش ڈائجسٹ اور اردو ڈائجسٹ سے فرصت نہیں ہوتی تھی۔ میں ایک الماری میں پڑا ہوتا تھا۔ میرے اوپر گرد مٹی پڑی ہوتی تھی۔ یہ صفائی کرتے ہوئے میرے اوپر سے جھاڑ پھونک تو کر دیتا تھا مگر اس نے کبھی غلاف نہیں کھولا تھا، کبھی اس نے مجھے پڑھا نہیں تھا۔ اس نے اتنا اجنبی بن کر زندگی گزاری کہ میرے لئے فرصت نہیں ملتی تھی۔ اے اللہ میرا حق مجھے دلا دے۔ اللہ رب العزت پوچھیں گے کہ تیرا حق کیا ہے؟ وہ کہے گا آج اس کو اس کے گناہوں کی سزا دی جائے۔ چنانچہ اس شخص کو اوندھے منہ جہنم کے اندر ڈال دیا جائے گا۔ سوچئے تو سہی کہ ہم قرآن کا حق پورا کرتے ہیں اور نہ ہی رحمن کا حق پورا کرتے ہیں۔ قیامت کے دن ہمارا کیا بنے گا؟

اللہ تعالیٰ کی مہمان نوازی:

میرے دوستو! جو بندہ دنیا میں نیکوکاری کی زندگی گزارے گا اور پھر آخرت میں جا کر اپنے مدارج دیکھے گا تو اسے دنیا کی سب چیزیں بھول جائیں گی۔ اسے ایسی عزت ملے گی کہ اس کے بعد ذلت نہیں ہوگی۔ ایسی شاہی ملے گی جس کے بعد فقیری نہیں ہوگی۔ ایسی بلندی ملے گی جس کے بعد پستی نہیں ہوگی۔ ایسے پیار ملیں گے جن کے بعد نفرتیں نہیں ہوں گی۔ سبحان اللہ، یہی ہے کامیاب انسان جس نے دنیا کی زندگی میں چند دن تو مشکل میں کاٹ لئے۔ نمازیں پڑھ لیں، روزے رکھے، تلاوت کی، پردے میں وقت گزارا، نیکی، تقویٰ اور پرہیزگاری میں وقت گزارا، شریعت کے مطابق زندگی کو ڈھالا اور اب اس کے لئے نیک بختیوں کے دروازے کھل گئے۔ سبحان اللہ! یہ مہمان بھی بنا تو کس کا؟ اپنے پروردگار کا۔ ارے! ہر میزبان اپنی شان کے مطابق میزبانی کرتا ہے۔ رب کریم نے مہمان نوازی کے لئے جنت کو سجا رکھا ہے سبحان اللہ

جب انسان کو اتنی نعمتیں مل جائیں گی تو وہ پھر دنیا لوٹ کر آنا پسند نہیں کریگا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں مومن کی مثال پیٹ کے بچے کی مانند ہے۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو روتا ہے لیکن روشنی دیکھنے کے بعد رحم میں واپس جانا پسند نہیں کرتا۔ اسی طرح مومن موت سے گھبراتا ہے لیکن جب اپنے پروردگار کے پاس پہنچ جاتا ہے تو پھر دنیا میں لوٹ کر آنا پسند نہیں کرتا۔

اللہ کی رحمت:

اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنے مریدین ومتوسلین کے سامنے سولہ سال تک اللہ رب العزت کی رحمت کا تذکرہ کیا۔ اس کے بعد ایک دن اپنے درس میں آپ نے عذاب کا تذکرہ شروع کیا۔ آپ کو فوراً الہام ہوا کہ اے عبدالقادر! کیا میری رحمت ختم ہوگئی ہے کہ تم نے میرے عذاب کا ذکر شروع کر دیا ہے۔

حضرت ابو امامہ باہلیؓ کے پڑوسی نے اپنے بھتیجے کو موت کے قریب سخت ڈانٹا۔ اس نے کہا کہ اگر آپ مجھے میری ماں کے سپرد کر دیتے تو وہ مجھے کہاں بھیجتی؟ انہوں نے کہا جنت میں۔ تو

جوان کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ تو ماں سے ستر گنا زیادہ مہربان ہے۔

قیامت کے دن ایک نیک شخص کو جہنم میں پھینکنے کا حکم ہوگا۔ وہ اپنی نیکیاں ڈھونڈے گا۔ اسے فرمایا جائے گا کہ آج میں تمہیں اپنی رحمت سے اسی طرح مایوس کروں گا۔

فکر معاش کے غم پر اجر:

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ

﴿ تِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ﴾

انسان پر دن اول بدل کر آتے رہتے ہیں کبھی خوشحالی کے دن نصیب ہوتے ہیں اور کبھی تنگدستی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر خوشی کے دنوں میں انسان اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے خوب خرچ کرے اور تنگدستی کے ایام میں صبر و ضبط سے کام لے تو اسے ان ہر دو صورتوں میں اجر ملے گا۔ انسان جب اپنی روزی کی تلاش کرتا ہے اور غمزدہ ہوتا ہے تو اس پر بھی اسے اجر و ثواب دیا جاتا ہے۔ یاد رکھیں کہ گناہوں میں سے بعض گناہوں کا کفارہ نماز روزے سے نہیں ہوگا بلکہ طلب معاش کے غم سے ہوگا۔

بلاحساب جنت میں داخلہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے علیؓ! جو کوئی روزانہ پڑھے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِيْ فِي الْمَوْتِ وَ فِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ"

اے اللہ! میری موت میں اور موت کے بعد کی حالت میں برکت دے)

تو اللہ تعالیٰ نے اس کو دنیا میں جو نعمتیں دی ہوں گی ان کا اس سے حساب نہ لیا جائے گا۔

عشاق کی موت:

عشق الٰہی سے لبریز دلوں والے اہل اللہ جانتے ہیں۔ کہ موت کے بعد وصال یار ہوگا لہٰذا وہ موت کی خبر سن کر خوش ہوتے ہیں۔ حضرت خواجہ باقی باللہ کو کوئی آکر بتاتا کہ فلاں آدمی فوت ہوگیا ہے تو فرماتے، الحمدللہ اس کی جان چھوٹ گئی۔ سبحان اللہ۔ اللہ والے جانتے ہیں کہ یہاں کا

ایک ایک دن امتحان کا دن ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موت کے وقت ان کی زبان سے نکلتا ہے

فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ...... رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔ سبحان اللہ! گویا وہ تو موت کے انتظار میں ہوتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ

اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ

موت ایک پل ہے جو ایک دوست کو دوسرے ودست سے ملا دیا کرتی ہے۔ یہ بات بھی ان کے پیش نظر رہتی ہے کہ

"اَلْمَوْتُ تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ"

موت مومن کا تحفہ ہے۔ ان کے لئے موت خوشی کا دن ہوتا ہے۔ جی ہاں، ان کے لئے موت سلامتی کا دن ہوتا ہے۔

﴿وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَ يَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا﴾

(سلام ہو مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن میں دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا)

انسانی زندگی میں تین دنوں کی اہمیت:

تین دن انسانی زندگی بڑی اہمیت کے حامل ہیں ایک وہ دن جس میں وہ دنیا میں آتا ہے۔ اللہ کرے کہ کوئی نیک بندہ پاس ہو جو گھٹی ڈال دے اور اذان و اقامت کہہ دے کیونکہ اس کے بھی اثرات ہوتے ہیں۔ اور ایک وہ دن جب اس دنیا سے جانا ہوتا ہے۔ وہ دن اس کے لئے بڑی مصیبت کا دن ہوتا ہے لیکن اگر نیکی پر زندگی گزاری ہوگی تو وہ دن اس کے لئے عید کا دن بن جائے گا۔ اور تیسرا وہ دن جب انسان اللہ رب العزت کے حضور کھڑا ہوگا۔

حضرت ممشاد دینوریؒ کا جنت سے انکار:

حضرت ممشاد دینوریؒ ایک بزرگ ہیں۔ ان کی وفات کا وقت قریب آیا۔ ایک آدمی پاس تھا وہ کہنے لگا، اے اللہ رب العزت! ممشاد کو جنت کی نعمتیں نصیب فرما دے۔ حضرتؒ نے اس کی طرف غصے سے دیکھا۔ وہ کہنے لگا، حضرت! مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے؟ فرمایا، ہاں پچھلے تیس

سال سے جنت میرے سامنے پیش کی جا رہی ہے مگر میں نے ایک لمحہ بھی اللہ سے نظر ہٹا کر جنت کی طرف نہیں دیکھا، تم میرے لئے جنت کی دعائیں مانگتے ہو۔ جی ہاں، یہ وہ حضرات ہیں جنہیں ہر لمحہ اپنے پروردگار کا مشاہدہ نصیب ہوتا ہے۔

حضرت ابن فارضؒ کا جنت سے انکار:

حضرت ابن فارضؒ ایک بزرگ گزرے ہیں۔ وہ ایک عجیب کامل انسان تھے۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان کے سامنے جنت پیش کی گئی انہوں نے جنت سے چہرہ موڑ کر دوسری طرف کرلیا۔ وہ ہماری طرح نہیں تھے بلکہ ان کی نظر اللہ کی ذات پر رہتی تھی۔ جب انہوں نے اپنی نگاہیں دوسری طرف کرلیں تو اس وقت انہوں نے عربی کا بڑا عجیب شعر پڑھا۔ غور کرنے والوں کے لئے اس میں بڑا لطف ہے۔

اِن کَانَ مَنْزِلَتِیْ فِی الْحُبِّ عِنْدَ کُمْ

مَا قَدْ رَأَیْتُ فَقَدْ ضَیَّعْتُ اَیَّامِیْ

کہ اے اللہ! میری ساری زندگی کا اجر تیرے نزدیک یہ ہے کہ تو مجھے جنت دے دے گا تو پھر میں نے کیا پایا۔ میں نے تو پھر اپنی زندگی تباہ کرلی۔ اے اللہ! مجھے ان نعمتوں کی نہیں بلکہ تیرے مشاہدے کی ضرورت ہے۔ مجھے تو اس پیغام کی ضرورت ہے کہ تیری طرف سے یہ انعام مل جائے کو میرے بندے تیری گزری ہوئی زندگی پر میں راضی ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی وفات کا منظر:

مؤمن موت سے نہیں ڈرتا بلکہ موت مومن سے ڈرتی ہے۔ ملک الموت حضرت سیدنا ابراھیم کے پاس آئے۔ عرض کیا، اے ابراہیم خلیل اللہ! آپ کو اللہ رب العزت نے یاد فرمایا ہے۔ پوچھا کیا مطلب؟ عرض کیا جی میں آپ کی روح قبض کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا

"ھَل رَأَیْتَ خَلِیْلًا یَقْبِضُ رُوْحَ خَلِیْلِہٖ"

کیا آپ نے کسی ایسے دوست کو دیکھا ہے جو اپنے دوست کی روح قبض کررہا ہو ملک الموت

نے یہی بات اللہ رب العزت کے حضور پیش کر دی تو اللہ رب العزت نے اس کا جواب ارشاد فرمایا کہ جا کر ابراہیم خلیل اللہ سے کہو وہل رایت خلیلا یکرہ لقاء خلیلہ کیا آپ نے کسی ایسے دوست کو دیکھا ہے جو اپنے دوست سے ملاقات سے انکار کر رہا ہو؟ سیدنا ابراھیم خلیل اللہ سمجھ گئے کہ مجھے موت آئے تو اللہ رب العزت سے ملاقات نصیب ہو جائے گی۔ چنانچہ کہنے لگے، ملک الموت!

عَجِلْ عَجِلْ ...... جلدی کر جلدی کر میری روح کو قبض کر لے، مجھے اللہ سے واصل کر دے۔ سبحان اللہ۔

خوش نصیبوں کے شب وروز:

دنیا کی زندگی آخرت کے مقابل میں بہت مختصری ہے۔ سیدنا نوح جنہوں نے ساڑھے نوسو سال تبلیغ کی۔ پوری زندگی تو اس سے بھی زیادہ تھی۔ آپ کے بارے میں آتا ہے کہ جب آپ نے اس دنیا سے پردہ فرمایا تو اللہ رب العزت نے پوچھا، اے میرے نبی! آپ نے اپنی زندگی کو کیسا پایا۔ عرض کیا، یا اللہ! یوں معلوم ہوتا تھا کہ ایک مکان ہے جس کے دو دروازے ہیں۔ میں ایک دروازے سے داخل ہوا ہوں اور دوسرے دروازے سے باہر نکل آیا ہوں۔ اس کے پیش نظر ہماری پچاس یا سو سال کی زندگی، یہ بھی لمحے دو لمحے کی بات نظر آئے گی۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس زندگی کے ہر ہر لمحے میں اللہ کو یاد کرتے ہیں ان کے اعضاء و جوارح اللہ تعالی کے حکموں کے مطابق اپنی زندگی گزارتے ہیں۔ یہ لوگ تنگی بھی برداشت کر لیتے ہیں۔ تنگی میں ناشکری کے الفاظ زبان پر نہیں لاتے اور اگر ان کو فراوانی اور کشائش کے حالات نصیب ہو جائیں تو وہ اس پر مغرور اور متکبر نہیں ہوتے وہ اپنی اوقات کو جاننے والے ہوتے ہیں۔ اپنی زبان سے کوئی بڑا بول نہیں بولتے۔ ہر دم ان لوگوں کی کوشش مالک حقیقی جل شانہ کی رضا کا حصول ہوتا ہے۔ یہ وہ اونچی شان والے لوگ ہیں جو اپنی رضا کو اللہ جل شانہ کی رضا میں گم کر چکے ہوتے ہیں جن کی اپنی پسند نہیں ہوتی جن کا اپنا چناؤ نہیں ہوتا۔ یہ وہ خوش نصیب ہیں جن کی مکروہات طبعیہ مکروہات شرعیہ کے بالکل مطابق ہو جایا کرتی ہیں۔

سڑی ہوئی بدبودار دنیا سے نجات:

ایسے اللہ والوں کی موت ان کے لئے خوشیوں کا پیغام بن کر آتی ہے۔ وہ ملک الموت کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں کہ دنیا سے جان چھوٹ گئی۔ ایک بزرگ فوت ہوئے کچھ عرصہ کے بعد کسی کو خواب میں ملے۔ اس نے پوچھا حضرت! آگے کیا معاملہ پیش آیا؟ فرمایا تمہاری سڑی ہوئی بدبو دار دنیا سے نجات مل گئی۔ جی ہاں، وہ اس لئے خوش ہوتے ہیں کہ وہ جس کے پاس جارہے ہیں وہ ان دنیا والوں سے زیادہ بہتر ہے۔

ایک بزرگ کی موت کا عجیب وغریب منظر:

اگر ہم بھی محنت کریں گے تو موت کا دن غم کا نہیں بلکہ خوشی کا دن بن جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ والوں کو موت کا خوف ہی نہیں ہوتا۔ وہ موت کو تلوار کی طرح نہیں سمجھتے جو کہ سر پر لٹک رہی ہو بلکہ ان کو موت آرام سے آجاتی ہے۔

حضرت خواجہ فریدالدین عطارؒ ایک بزرگ تھے۔ ان کی عطر کی دوکان تھی چھوٹی چھوٹی شیشیوں میں عطر رکھا ہوا ہوتا تھا۔ ایک اللہ والا آیا۔ اسنے بڑی حیرانی سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے نظریں اٹھائیں۔ یہ اس وقت نوجوان تھے زندگی میں عجیب شان تھی، مستانی زندگی تھی۔ انہوں نے پوچھا کہ بڑے میاں! کیا دیکھتے ہو؟ کہنے لگے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اتنی شیشیوں میں تیری روح اٹکی ہوئی ہے، تجھے موت کیسے آئے گی؟ انہوں نے غصے میں کہا جیسے تجھے موت آئے گی۔ بڑے میاں نے کہا، اچھا مجھے تو پھر ایسے موت آئے گی۔ بڑے میاں وہیں لیٹ گئے، کپڑا اوپر لیا کلمہ پڑھا اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ان کے دل پر چوٹ لگی کہ اوہو! بڑے میاں نے موت کے لئے کتنی تیاری کی ہوئی تھی کہ اتنی آسانی سے چلے گئے، میں نے تو تیاری نہیں کی۔ چنانچہ انہوں نے سچی توبہ کی نیک بنے حتی کہ تذکرۃ الاولیاء کے مصنف بن گئے۔ سبحان اللہ۔

مرنے کے لئے اچھی جگہ کی تلاش:

حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ ہم بیٹھے تھے۔ ایک آدمی آکر کہنے لگا، یہاں کوئی ٹھنڈی

اچھی جگہ ہے جہاں کوئی مر سکے؟ ہم نے کنویں کی طرف اشارہ کر دیا۔ اس نے جا کر کنویں کے پانی سے غسل کیا، نفل پڑھے اور سو گیا۔ کافی دیر کے بعد نماز کا وقت ہوا تو ہم بھی وہاں پہنچے۔ ہم نے وضو کیا اور سوچا کہ اس کو بھی جگا دیں۔ چنانچہ جب اس کو جگانے لگے تو دیکھا کو وہ تو اللہ کو پیارا ہو چکا تھا۔

حضرت ذوالنون مصریؒ سے کسی نے انتقال کے قریب پوچھا کہ کچھ فرماتا ہے، کوئی خواہش ہو تو بتا دیں۔ فرمایا، صرف یہ خواہش ہے کہ مرنے سے پہلے اس کی معرفت حاصل ہو جائے۔

شیخ ابو یعقوب سنوسیؒ کے پاس ان کا ایک مرید آیا اور کہنے لگا کہ میں کل ظہر کے وقت مر جاؤں گا۔ جب دوسرا دن آیا تو ظہر کے وقت مسجد حرام میں آیا طواف کیا تو تھوڑی دیر کے بعد مر گیا۔ ان کے پیر و مرشد نے اس کو غسل دیا اور دفن کر دیا۔ جب اس کو قبر میں رکھا گیا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ شیخ نے پوچھا، کیا مرنے کے بعد بھی زندہ ہو؟ وہ کہنے لگا، ہاں میں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر عاشق زندہ ہی رہتا ہے۔

امام غزالیؒ کا قابل رشک سفر آخرت:

امام غزالیؒ اپنے وقت کے بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ مکاشفۃ القلوب اور احیاء العلوم انکی مشہور تصانیف ہیں۔ وہ ایک مرتبہ سوموار کے دن فجر کی نماز سے فارغ ہوئے تو اپنے لئے کفن منگایا۔ اس کو چوما، آنکھوں پر رکھا اور کہا کہ بادشاہ کی خدمت میں حاضری کے لئے بڑی خوشی سے حاضر ہوں۔ یہ کہہ کر قبلہ رخ ہو کر لیٹ گئے اور فوراً جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ سبحان اللہ، جنہوں نے موت کی تیاری کی ہوتی ہے وہ یوں خوشی خوشی اپنے خالق و مالک کے حضور کے پیش ہونے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

اذان کا احترام کرنے پر بخشش:

اللہ تعالیٰ کی رحمت بخشنے کے لئے بہانے ڈھونڈتی ہے۔ ایک جاہل عورت مرتے وقت کچھ بول رہی تھی۔ گھر والوں نے غور کیا تو محسوس ہوا کہ عربی زبان میں بات کر رہی ہے وہ ایک مولوی صاحب کو بلا کر لائے انہوں نے جب غور سے سنا تو وہ عورت کہہ رہی تھی

" اِنَّ ھٰذَیْنِ رَجُلَیْنِ یَقُوْلَانِ اُدْخُلِیْ الْجَنَّۃَ"

یہ دو آدمی مجھے کہہ رہے ہیں کہ جنت میں داخل ہو جا۔ مولوی صاحب نے یہ سنا تو بڑے حیران ہوئے۔ انہوں نے گھر والوں سے پوچھا کہ اس کا خاص عمل کیا تھا؟ سب گھر والوں نے بتایا کہ وہ بالکل جاہل تھی مگر اذان کے وقت کام چھوڑ دیتی تھی۔ سبحان اللہ۔

تصدق اپنے خدا کے جاؤں کہ مجھ کو آتا ہے پیار اتنا
ادھر سے ایسے گناہ پیہم ادھر سے یہ دم بدم عنایت

امام ابوایوب سلیمان کی مغفرت کیسے ہوئی؟

امام ابوایوب سلیمان بن داؤد شاذؒ (متوفی ۲۳۴ھ) کا جب انتقال ہوا تو بعد میں کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ اس نے پوچھا کیا آپ کی مغفرت ہو گئی ہے آپ نے فرمایا میری مغفرت ہو گئی ہے پوچھا اللہ کو آپ کا کونسا عمل پسند آیا جس کی وجہ سے آپ کی بخشش ہو گئی؟، آپ نے فرمایا، ایک دفعہ میں کتابیں لے کر آرہا تھا، راستے میں بارش شروع ہو گئی، کوئی چھت بھی قریب نظر نہ آئی، چنانچہ میں نے کتابوں کے اوپر دوہرا ہو کر بارش اپنی کمر پر جھیل لی مگر کتابیں نہ بھیگنے دیں، اللہ تعالیٰ نے اسی عمل کی بناء پر مغفرت فرمادی۔

حضرت بایزیدؒ بسطامی کا قبر میں فرشتوں کو جواب:

اللہ والوں کے ساتھ قبر میں عجیب معاملہ ہوتا ہے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ وفات کے بعد کسی کو خواب میں نظر آئے۔ اس نے پوچھا، حضرت! آگے کیا معاملہ بنا؟ حضرت نے فرمایا کہ جب میں پیش ہوا تو فرشتے آئے اور کہنے لگے، او بڈھے! تم کیا لائے ہو؟ میں نے کہا کہ جب کوئی شہنشاہ کے دربار میں آتا ہے تو یہ نہیں پوچھتے کہ تم کیا لے کر آئے ہو بلکہ یہ پوچھتے ہیں کہ تم کیا لینے آئے ہو۔ فرشتے میرا جواب سن کر واپس چلے گئے۔

رابعہ بصریہؒ کا فرشتوں کو جواب:

رابعہ بصریہ اللہ کی نیک بندی تھیں وفات کے بعد کسی کو خواب میں ملیں پوچھا، اماں! آگے کیا

بنا؟ کہنے لگیں میرے پاس منکر نکیر آئے اور کہنے لگے مَنْ رَبُّکَ تیرا رب کون ہے؟ میں نے جواب دیا کہ اللہ رب العزت سے جا کر کہو، اے اللہ! تیری اٹھارہ ہزار قسم کی مخلوق ہے اور تو مجھ بڑھیا کو نہیں بھولا، میرا تو تیرے سوا کوئی ہے ہی نہیں بھلا میں تجھ کو کیسے بھول جاؤں گی، اللہ اکبر

حضرت جنید بغدادی کا فرشتوں کو جواب

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کی وفات کے بعد انکو کسی نے خواب میں دیکھا، اس نے پوچھا، حضرت آگے کیا بنا؟ فرمایا منکر نکیر آئے اور کہنے لگے مَنْ رَبُّکَ تیرا رب کون ہے؟ میں نے کہا میرا رب وہی ہے جس نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو۔ میرا جواب سن کر وہ کہنے لگے کہ چلو چلو اس کو پہلے سے ہی سبق یاد ہے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا فرشتوں کو جواب:

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے حالات زندگی میں لکھا ہے اپنی وفات کے بعد کسی کو خواب میں نظر آئے اس نے کہا، حضرت! کیا بنا؟ فرمایا فرشتے میرے پاس آئے اور کہنے لگے مَنْ رَبُکَ تیرا رب کون ہے؟ تو میں نے ان سے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ کہنے لگے، عرش الٰہی کے نیچے سے آئے ہیں۔ میں نے کہا کہ تم عرش الٰہی سے اتنا فاصلہ طے کر کے نیچے آئے ہو اور اللہ کو نہیں بھولے، میں تو زمین کی سطح سے چند ہاتھ نیچے آیا ہوں تو کیا میں اللہ کو بھول جاؤں گا؟

مدینہ منورہ میں مرنے کی تمنا:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہو سکے تو مدینے میں آکے مرجا۔ ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا

"مَنْ دُفِنَ فِیْ مَدِیْنَتِیْ فَهُوَمِنْ جَارِیْ"

جو کوئی میرے مدینہ میں دفن ہوا وہ میرا ہمسائیہ ہے جب فرامین رسول صلی اللہ علیہ وسلم اکابرین امت تک پہنچتے تھے تو ان کی زندگی کی سب سے بڑی تمنا یہ ہوتی تھی کہ دیار محبوب صلی

اللہ علیہ وسلم میں موت آئے۔حضرت عمر اکثر کہا کرتے تھے:

"وَاجْعَلْ قَبْرِیْ فِیْ بَلَدِ حَبِیْبِکَ"

اے اللہ! میری قبر اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں بنانا

حضرت امام مالکؒ نے ساری زندگی میں صرف ایک حج کیا حالانکہ مدینہ منورہ میں رہتے تھے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں خوف لگا رہتا تھا کہ کہیں مدینہ منورہ سے باہر موت نہ آ جائے۔اس تمنا کے باوجود ادب اتنا تھا کہ سرزمین مدینہ میں بول و براز نہیں کرتے تھے۔اس کے لئے وہ یوں کرتے تھے کہ مدینہ منورہ کی آخری حدود تک چلے جاتے اور رفع حاجت کیلئے اس طریقہ سے بیٹھتے کہ آپ خود مدینہ منورہ کی حدود میں بیٹھتے اور بول و براز مدینہ کی حدود سے باہر گرتا۔ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ مجھے تین چیزیں پسند ہیں

"اَلْمُجَاوَرَۃُ بِرَوْضَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَالْمُدَارَسَۃُ بِحَدِیْثِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَالدَّفْنُ فِیْ بَلْدَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ"

روزہ رسول کی مجاورت، حدیث نبوی کی تدریس کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں دفن ہونا۔سبحان اللہ سبحان اللہ محبت و ادب کا حسین امتزاج بہت کم دیکھا گیا ہے۔

حضرت مولانا قاسم نانوتوی نے ایک مرتبہ سفر حج سے واپسی پر اپنے دل کی تمنا کو کاغذوں پر یوں کھول کر رکھا:

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن سب سے بڑی امید ہے یہ
کہ ہو سگان مدینہ میں میرا نام شمار
جیوں تو ساتھ سگان حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھے مور و مار

مرنے کے بعد ثواب پہنچنے کی تین صورتیں:

میرے دوستو! حدیث پاک میں آیا ہے کہ

"اِذَامَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَمَلُہٗ اِلَّاثَلَاث"

(جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں سوائے تین عملوں کے) سبحان

اللہ بندہ فوت ہو جاتا ہے مگر اس کے نامہ اعمال کے تین کھاتے کھلے رہتے ہیں۔

ایک کھاتہ صَدَقَةٌ جَارِيَةٌ ......اگر اس نے دنیا میں کوئی ایسا کام کیا تھا جو صدقہ جاریہ تھا تو یہ کھاتا کھلا رہے گا، اس کا ثواب اس کو پہنچتا رہے گا۔

دوسرا کھاتہ ایسا علم ہے کہ جس سے اس نے دوسروں کو فائدہ پہنچایا یعنی دوسروں کو نیکی کی طرف بلایا۔

اور تیسرا وَلَدٌ صَالِحٌ ...... یعنی نیک اولاد ہے پس ہمیں چاہئے کہ اولاد کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دیں تاکہ وہ نیک بن کر ہمارے لئے دنیوی شرافت اور اخروی نجات کا ذریعہ بنے۔

لمحہ فکریہ:

میرے دوستو! اللہ کے نیک بندے اپنے انوارات اور برکات سمیت تیزی سے اس دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں اور یہ جگہ ظلمات سے بھر رہی ہے، شیاطین اس خلا کو پر کر رہے ہیں اور یوں لگتا ہے کہ یہ دنیا اپنے انجام کو پہنچا چاہتی ہے آپ دیکھیں کہ جو بزرگ آج دنیا سے جا رہے ہیں بعد والوں میں ان جیسے کوئی نظر نہیں آتے۔

آج وہ وقت ہے کہ جن اولیاء کے دلوں میں احد کے پہاڑ کے برابر ایمان ہے وہ بھی ڈرتے ہیں، تھرتھراتے ہیں اور کانپتے ہیں کہ کہیں مرتد ہو کر نہ موت آ جائے اور ایک ہم جیسے غافل ہیں کہ جنکے دلوں میں ذرہ برابر ایمان ہے ہم اس کی حفاظت سے بھی غافل ہوئے بیٹھے ہیں۔ اللہ رب العزت ہمیں سمجھ عطا فرمائے تاکہ ہم اپنے ایمان کی حفاظت کر سکیں۔ ہمیں اپنے ایمان کی حفاظت آخری لمحہ تک کرنی ہے امام قرطبیؒ نے فرمایا کہ موت تو بہت بڑی مصیبت ہے مگر اس سے بھی بڑی مصیبت یہ ہے کہ موت سے غفلت کی جائے اور اس کیلئے عمل نہ کیا جائے۔

دل کی صفائی:

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ زندگی اپنی بندگی کیلئے دی ہے۔ ہمیں چاہئے کہ جیسے دنیا کے کام کاج کیلئے کوشش کرتے ہیں اسی طرح آخرت کیلئے بھی کوشش کر لیں۔ آج کی نوجوان لڑکی صبح صبح اٹھتی ہے تو اسے فکر ہوتی ہے کہ مجھے ناشتہ بنانا ہے۔ پھر گھر میں صفائی کرنی ہے مجھے

یہاں وائپر لگانا ہے مجھے فرنیچر صاف کرنا ہے مجھے پردے دھونے ہیں بیچاری دن کے کئی گھنٹے اسی قسم کے کاموں میں لگا دیتی ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ یہ صفائی کیوں کر رہی ہو تو کہے گی کہ لوگ کیا کہیں گے کہ یہ کتنے گندے لوگ ہیں۔ لوگوں کی نظر میں اچھا بننے کے لئے ہم چار پانچ گھنٹے لگا دیتے ہیں لیکن اگر پروردگار نے کہہ دیا کہ اے میرے بندے! تیرا دل بھی تو میرا گھر تھا تجھے اس کی صفائی کرنے کیلئے دس منٹ نہ ملے۔ استغفار کرنے کیلئے تجھے چند منٹ نہ ملے۔ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کیلئے تجھے کچھ فرصت بھی نہ ملی۔ تجھے میرے سامنے سجدہ ریز ہونے کیلئے وقت ہی نہ ملا تو بتائے کہ ہم اس وقت اللہ رب العزت کو کیا جواب دیں گے۔

اللہ سے تعلق بنا کر رکھو:

ایک آدمی نے اگر کہیں مہمان جانا ہو اور ان کے ساتھ لڑائی کر لے۔ اور پھر مہمان کے طور پر جائے تو پھر کیا وہ مہمان نوازی کریں گے؟ ارے دنیا میں مہمان نوازی نہیں ہوتی تو جس نے اللہ رب العزت سے بگاڑ لی اور پھر اللہ رب العزت کے حضور پہنچ گیا تو پھر اس کا کیا حال ہوگا۔

جہنمی کا پسینہ:

حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے تھے کہ جس آدمی نے موت کی تیاری کئے بغیر اس دنیا سے آگے قدم اٹھایا وہ ایسا ہی ہے جیسے اس نے مصیبتوں کے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ دنیا کے غم اور مصیبتیں آخرت کی پریشانیوں کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ آج دیکھو، باہر نکلتے ہیں تو گرمی گرمی کرتے ہیں۔ گرمی کی کیا حیثیت ہے؟ اگر جہنمی کے پسینے کا ایک قطرہ مشرق میں رکھ دیا جائے اور آدمی کو مغرب میں کھڑا کیا جائے تو اسے مغرب میں کھڑے ہوئے گرمی محسوس ہوگی۔ جس کی وجہ سے دنیا میں وہ آدمی پسینہ پسینہ ہو جائے گا۔ اگر پسینے کے قطرے کی اتنی گرمی ہے تو سوچئے کہ جو خود جہنم میں ہوگا اس کا کیا حال ہوگا۔

اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کرنا:

انسان کو بالآخر اس فانی دنیا سے کوچ کر کے اللہ رب العزت کے حضور پیش ہونا ہے۔ کاش

کہ یہ انسان اپنی زندگی میں کہتا کہ اے رب کریم! میری محبتوں کی انتہا تیرے لئے، میری چاہتیں تیرے لئے، میری تمنائیں تیرے لئے میری آرزوئیں تیرے لئے

﴿ اِنَّ صَلٰوتِی وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ﴾

(اے اللہ میری مالی عبادتیں، میری جانی عبادتیں، میرا جینا اور میرا مرنا سب تیرے لئے ہے)۔ کاش! ہم دنیا ہی میں یوں اپنے آپ کو سپرد کردیتے پھر دیکھتے کہ ایک ایک عمل پر سونے کا بھاؤ لگایا جاتا۔

مری زندگی کا مقصد تری دیں کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے نمازی

خوش نصیب انسان:

خوش نصیب انسان وہی ہے جو موت کے وقت کامیاب ہو جائے اور اگر موت کے وقت ناکامی ہوئی تو وہ حقیقت میں بہت زیادہ ناکام انسان ہے۔ دنیا کی چاندنی چار دنکی ہے مگر پھر اندھیری رات ہو تو سوچے تو سہی کہ پھر کیا بنے گا

اب تو گھبرا کر کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

انسان کی قبر میں بے سروسامانی:

انسان کو دنیا میں تکلیفیں، بیماریاں، الجھنیں اور پریشانیاں آتی ہیں تو انسان یہی سوچ لیتا ہے کہ آخر یہ ایک نہ ایک دن کٹ جائیں گی لیکن اگر قبر میں انسان کیلئے مصیبتیں آگئیں تو وہاں کیا بنے گا؟ قبر کے اندر تنہائی ہوگی کوئی سننے والا نہیں ہوگا۔ قبر کے اندر خاموشی ہوگی کوئی بات کرنے والا نہیں ہوگا۔ اے اچھے کپڑے پہننے کی دلدادہ اور شوقین بہن! ذرا قبر کے لباس (کفن) کو یاد کر لے۔ اے محفلوں میں بیٹھ کر مسکراہٹیں دینے والی! ذرا موت کے وقت کی خاموشی کو بھی یاد کر لے۔ اے دنیا کی لذتیں لینے والی! ذرا موت کی تکلیفوں کو بھی یاد کر لے۔ اے دنیا میں عالیشان مکان اور خوبصورت کپڑوں میں زندگی گزارنے والی! ذرا قبر کی بے سروسامانی کو بھی

دیکھ لے۔آج دنیا میں تیری کوٹھی یا تیرا گھر ساز وسامان سے بھرا ہوتا ہے پھر بھی سوچتی ہے کہ ابھی میری ضرورتیں زیادہ ہیں اور سامان تھوڑا ہے مگر قبر میں تیرے پاس سامان بھی نہیں ہوگا فقط نیکیاں کام آئیں گی۔

بے نمازی کی قبر میں سزا:

حدیث پاک میں آتا ہے کہ قبر میں ایک فرشتہ متعین کر دیا جائے گا۔اگر کسی نے ظہر کی نماز قضا کی ہوگی تو وہ فرشتہ اسے گرز سے مارے گا حتی کہ عصر کا وقت ہو جائے گا اگر عصر کی نماز قضا کی ہوگی تو مغرب تک۔اگر مغرب کی قضا کی ہوگی تو عشاء تک اور اگر عشاء کی قضا کی تو صبح تک اور اگر صبح کی نماز قضا کی ہوگی تو ظہر تک فرشتہ اس کو گرز مارے گا اور جب فرشتہ مارے گا تو میت قبر میں ستر ہاتھ تک زمین میں دھنس جائے گی پھر نکلے گا اور فرشتہ پھر مارے گا اس طرح مار پڑ رہی ہوگی اس وقت چیخیں گے، چلائیں گے مگر کوئی آواز سننے والا نہیں ہوگا کوئی بہن پاس نہیں ہوگی کوئی ماں پاس نہیں ہوگی تیرے پاس کوئی اپنا نہیں ہوگا جسے تو غم سنا سکے گا ، جسے دل کے دکھڑے بتا سکے گا۔وہاں فرشتہ ہوگا اسے اللہ تعالی سے جو حکم ملے گا وہ اس کے مطابق کرتا چلا جائے گا۔

قبر میں اژدھا:

بعض لوگوں کے لئے قبر میں ایک اژدھے کو مسلط کر دیا جائے گا۔وہ اژدھا کاٹتا رہے گا، دنیا میں اگر شہد کی مکھی کاٹ لے تو تکلیف سے کیا حال ہوتا ہے۔اگر قبر میں اس اژدھا نے کاٹنا شروع کر دیا تو قیامت تک کاٹتا رہے گا۔

قبر کی گرمی:

اگر قبر کو جہنم کا گڑھا بنا دیا گیا تو وہاں کی تپش کا کیا معاملہ ہوگا۔آج تو عورتیں اپنے چولہے کے پاس تھوڑی دیر بیٹھتی ہیں تو کہتی ہیں کہ ہم سے گرمی میں نہیں بیٹھا جاتا۔بھلا قبر کی گرمی کیلئے کیا کر چکی ہو؟ قبر کی گرمی کیلئے کیا بندوبست کیا ہے؟

جوان لڑکیوں کی غلط فہمی:

آج دنیا میں نمازیں پڑھنا مشکل، تلاوت کرنا مشکل، پردے کے ساتھ زندگی گزارنا مشکل، نیکوکاری میں زندگی گزارنا مشکل ہے۔ جب کسی لڑکی سے کہا جاتا ہے کہ خدا کی بندی! دنیا کا علم تو حاصل کرلیا اب دین کا علم بھی حاصل کر لے تو جواب دیتی ہے ابھی میری عمر ہی کیا ہے۔ میں کون سی دادی اماں بن گئی ہوں گویا بچیوں کے ذہن میں یہ تصور ہے کہ اماں دادی بن کر نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ کیا دیکھتی نہیں کہ دنیا میں جوان عمر لڑکیوں کو بھی موت آتی ہے اور وہ بھی قبر میں پہنچادی جاتی ہیں۔ اگر آپکو بھی اسی حال میں موت آ گئی تو پھر سوچئے کہ پھر آگے جا کر کیا بنے گا۔

ہارون الرشیدؒ کی ہاں استاد کا مقام:

ہارون الرشیدؒ ایک نیک بادشاہ گزرا ہے۔ علماء کا بڑا قدر دان تھا اور چاہتا تھا کہ میری اولاد بھی نیک بنے۔ اسکے دو بیٹے تھے مامون الرشید اور امین الرشید، انہیں اس نے امام ابو یوسفؒ کی خدمت میں بھیجا کہ ان کی دینی تعلیم و تربیت کریں تا کہ یہ دیندار بن جائیں۔ ہارون الرشیدؒ ایک مرتبہ مدرسہ میں گیا تو کیا دیکھا کہ اس کا بیٹا اپنے استاد کو وضو کروا رہا تھا وہ پانی ڈال رہا تھا او استاد اپنے پاؤں دھو رہے تھے بادشاہ خوش ہونے کی بجائے ناراض ہونے لگا اور امام ابو یوسفؒ سے کہنے لگا، حضرت! میں نے تو بھیجا تھا کہ آپ میرے بیٹوں کو ادب سکھاتے۔ آپ نے فرمایا کہ ادب ہی سکھایا ہے کہ یہ شہزادہ ہونے کے باوجود میرے پاؤں دھلا رہا ہے۔ کہنے لگا نہیں مزہ تو تب آتا جب یہ ایک ہاتھ سے پانی ڈالتا اور دوسرے ہاتھ سے آپ کے پاؤں دھو رہا ہوتا۔ غور کریں کہ وہ خود بادشاہ ہے اور اسے اپنی اولاد کو ادب سکھانے کا اتنا شوق ہے۔

ہارون الرشید اور اس کی بیوی کی سخاوت:

ہارون الرشید کے بارے میں ہی آتا ہے کہ وہ ایک سال حج کیا کرتا تھا اور دوسو علماء کو اپنے ساتھ اپنے خرچ پر لے جایا کرتا تھا۔ او دوسرے سال جہاد کرتا تھا اور جس سال جہاد کرتا تھا اس

سال چار سو علماء کو اپنے خرچ پر حج کے لئے بھیجا کرتا تھا کہ میں تو جہاد پر جا رہا ہوں اس لئے دو سو کی بجائے چار سو آدمیوں کو حج کیلئے بھیجا کرتا تھا۔اس کی بیوی زبیدہ خاتون بھی ایک نیک عورت تھی جس نے نہر زبیدہ بنوائی ۔دونوں نیک تھے مگر چونکہ وقت کا بادشاہ تھا اس لئے اس کو دنیا کی بہت سی مصروفیات تھیں۔

ہارون الرشید کے بیٹے کی قابل رشک زندگی:

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ ہارون الرشید کا ایک بیٹا تھا۔اسے اللہ والوں کی صحبت مل گئی تھی اور اسے یہ سمجھ لگ گئی تھی کہ واقعی مجھے دنیا میں اپنے پروردگار کو راضی کرنا ہے اور سب سے پہلے مجھے موت کی تیاری کرنی ہے۔اس لئے وہ ہر وقت نیکی اور عبادت میں لگا رہتا تھا۔اٹھتی جوانی تھی اس کے چہرے پر نور تھا مگر وہ سادہ لباس میں رہتا۔شہزادوں کی پوشاکوں سے اسے نفرت تھی کوئی آن بان اور ٹھاٹھ باٹھ اس میں نہیں تھی وہ زہد کے ساتھ زندگی گزارتا۔وہ محل میں رہتے ہوئے کوئی مرغن غذا نہیں کھاتا تھا۔وہ دستر خوان پر ایک کونے پر بیٹھ جاتا اور خشک روٹی کھا کر گزارہ کرتا ۔لوگ پوچھتے کہ تم دستر خوان کی باقی نعمتوں کو کیوں نہیں کھاتے۔وہ جواب دیتا کہ مجھے حساب بھی دینا پڑے گا۔اس لئے میں فقط خشک روٹی کھاتا ہوں وہ زمین پر بستر بچھا کر سوتا۔سب گھر والے حیران تھے کہ پتہ نہیں اس نوجوان کو کیا ہو گیا ہے اسے وزراء سمجھاتے ،امراء سمجھاتے اور دوسرے لوگ سمجھاتے کہ تم آخر شہزادے ہو بڑے بڑے لوگ یہاں آتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ بادشاہ کا بیٹا ایسا ہے تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید یہ پاگل ہو چکا ہے یہ مجنون بن چکا ہے، بادشاہ کو اسی طرح باتیں سننا پڑتی ہیں اس لئے بہت بہتر یہ ہے کہ تم اپنی ظاہری شکل وصورت کو شہزادوں کی طرح بنا کر رکھو۔وہ آگے سے جواب دیتا ہے کہ میں ان کے سامنے ظاہری شکل وصورت کیا بنا کر پھروں گا ،مجھے تو اپنی شکل وصورت کو اللہ کیلئے بنانا ہے تاکہ میرا مولا مجھ سے راضی ہو جائے ، میں نے دنیا کو راضی کر بھی لیا تو میں کامیاب نہیں ہوں گا ،میری کامیابی کا تعلق اللہ رب العزت کی رضا میں ہے لہٰذا میں تو سادہ زندگی گزاروں گا اور اپنے مولا کو راضی کروں گا مجھے موت کا پتہ نہیں کہ کب آجائے۔میں تو ہر وقت موت کیلئے تیار رہوں تاکہ موت کے وقت مجھے جاتے ہوئے تکلیف نہ ہو تم

بھی زندگی کی اس روش کو چھوڑ دو، یہ تکلفات، یہ دنیا کی راہ و رسم اور یہ دنیا کی زیب و زینت سب فانی ہیں، یہیں رہ جائیں گی تم موت کو مت بھولو چنانچہ عجیب سی محفل ہو جاتی۔ جس میں لوگ خوشی کی باتیں کر رہے ہوتے وہاں یہ شہزادہ آجاتا جس کی وجہ سے انکو چپ ہونا پڑتا اور یوں محفل کا رنگ بدل جاتا۔ لوگ بادشاہ کو کہتے کہ جی آپ حکیموں سے اس کا علاج کروائیں کچھ اس کو سمجھائیں پتہ نہیں کیا ہے کہ سوکھ کر کانٹا بنتا جا رہا ہے نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ دنیا سے کوئی واسطہ رکھتا ہے اور نہ کسی سے بات کرتا ہے، بس ہر وقت تسبیح پڑھتا ہے۔ مصلے پہ بیٹھتا ہے نمازیں پڑھتا ہے تلاوت کرتا۔ اس کو گویا دنیا میں کسی اور سے کوئی غرض نہیں اس لئے لگتا ہے کہ یہ کچھ بیمار ہے۔

ایک دن بادشاہ نے اسے بلایا اور سوچا کہ میں اس بیٹے کو سمجھاؤں گا۔ اس لئے بیٹے کو بٹھا کر کہا بیٹا دیکھو کہ میں بادشاہ ہوں میرے پاس رعایا کے ہر بڑے چھوٹے نے آنا ہوتا ہے لوگ تمہیں محل میں دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ تم مجنون اور پاگل ہو، مجھے باتیں سننا پڑتی ہیں، مجھے تیری وجہ سے دوسروں کے سامنے ذلت اٹھانا پڑتی ہے، تم ذرا اپنی ظاہری شکل وصورت کو بدلو ہمیں اللہ نے بہت دیا ہوا ہے اچھے کپڑے پہن سکتے ہو، یہ سب نعمتیں اللہ کی ہیں تم نیک بن کر بھی اللہ کی یہ نعمتیں حاصل کر سکتے ہو۔ وہ کہنے لگا ابا جان! بات یہ ہے کہ میں ان نعمتوں کو استعمال کر وں گا تو مجھے حساب بھی دینا پڑے گا

﴿ وَاَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ ﴾

اللہ رب العزت کی نعمتوں کا شکر بھی ادا کروں گا تو بھی

﴿ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ ﴾

قرآن پاک گواہی دے رہا ہے کہ قیامت کے دن تم اس سے نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اس لئے ابا جان میں تو قیامت کے دن سوال کا جوب نہیں دے سکوں گا۔ اس لئے چاہتا ہوں کہ میں دنیا میں جتنا کم کھا سکتا ہوں کھاؤں، جتنا سادہ پہن سکتا ہوں پہنوں میں دنیا سے دل لگانے کی بجائے آخرت سے دل لگاؤں، وہاں اللہ تعالیٰ مجھے پوشاک پہنا دیں گے او روہاں مجھے اللہ رب العزت اچھی زندگی عطا فرما دیں گے، اصل کامیابی یہ کامیابی ہوگی۔ جب کافی طویل بات ہوگئی تو باپ نے ناراض ہو کر کہا، بیٹا! تم نے مجھے دنیا کے سامنے بے عزت کر دیا ہے مجھے پریشان کر دیا ہے۔ جب اس نوجوان نے یہ سنا تو کہنے لگا، ابا جان اگر میری وجہ سے

آپ کو اپنی بے عزتی برداشت کرنی پڑتی ہے تو پھر میں یہاں سے کہیں دور چلا جاتا ہوں تا کہ آپ کو کوئی پریشانی نہ ہو۔ میری اپنی زندگی کا معاملہ ہے قیامت کے دن میں اللہ کے حضور اکیلا کھڑا ہوں گا۔ ابا جی! نہ آپ میرے ساتھ ہوں گے نہ میری ماں میرے ساتھ ہوگی نہ یہ امراء وزراء میرے ساتھ ہوں گے

﴿ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾

ہم اپنے بندوں کو ایک ایک کر کے اپنے سامنے بلائیں گے جیسے قطار میں کھڑے ہوئے ایک ایک کر کے آتے ہیں اور ان سے حساب پوچھیں گے۔ ابا جان جب مجھے اکیلے ہی جواب دینا ہے تو پھر میں کیوں نہ وہ زندگی گزاروں جس کا جواب میں دے سکوں، مجھے ان نعمتوں کی کوئی ضرورت نہیں، مجھے فقط پروردگار کی رضا چاہئے۔ میں تو اپنی زندگی میں عبادت کروں گا میں اپنا وقت دنیا کی چیزوں میں کیوں ضائع کروں۔

جب بیٹے نے یہ بات کی تو بادشاہ نے پھر اسے سمجھایا۔ لیکن آپ نے کہہ دیا ہے کہ میری وجہ سے آپ کو ذلت اٹھانا پڑتی ہے اس لئے اب میں اس گھر میں نہیں رہوں گا میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔ یہ بات کہہ کر وہ نوجوان کھڑا ہوا۔ باپ نے بڑی منت سماجت کی تا کہ رک جائے مگر وہ کہنے لگا اب راستے جدا ہیں میں جا کر عبادت کروں گا تا کہ اللہ رب العزت کی حضور کامیاب ہو جاؤں۔ جب جانے لگا تو بادشاہ کی بیوی کو پتہ چلا۔ اس نے اس کو چاندی کی ایک انگوٹھی دے دی تا کہ سفر میں ضرورت پڑنے پر کام آسکے اور اس کو ایک قرآن پاک دیا اور کہا کہ بیٹا تمہیں قرآن پڑھنے کا شوق ہے تم گھٹنوں بیٹھ کر قرآن پڑھتے ہو تم اس قرآن کو پڑھو گے تو تمہیں اپنی ماں بھی یاد آئے گی کہ امی نے میرے ہاتھ میں قرآن دیا تھا۔ تم ماں کی یاد بھی اپنے دل میں رکھنا، چونکہ ماں کو تم بھول نہیں سکتے، ماں کا دل بھی تمہارے لئے تڑپتا رہے گا، اس طرح یاد کا تعلق درمیان میں رہے گا۔ بیٹے نے انگوٹھی اور قرآن لے لیا۔ وہاں سے چل دیا۔ دور کسی بستی میں ایک اللہ والے رہتے تھے۔ وہ وہاں چلا گیا۔ وہاں اس نے اپنی زندگی گزارنا شروع کر دی۔ وہ وہاں مسجد کے اندر اعتکاف کی نیت سے رہتا اور وہاں سارا دن ذکر و عبادت کرتا ہفتے میں فقط ایک دن وہ مزدوری میں جو کچھ پیسے ملتے اس کی سات روٹیاں بنتی تھی، روزانہ ایک روٹی خرید کر پانی کے ساتھ کھا لیتا اور گزارہ ہو جاتا۔ ایک آدمی کو مکان بنوانا تھا اس نے مزدوروں کی جگہ پر

جا کر دیکھا کہ کوئی مزدور مجھے مل جائے۔اسے وہاں بیٹھا پایا۔اس نے کہا کہ میں آپکو مزدوری کیلئے اپنے گھر لے جانا چاہتا ہوں۔اس نے کہا کہ اچھا میری کچھ شرائط ہیں۔اس نے پوچھا کہ کیا شرائط ہیں تو نوجوان نے جواب دیا کہ جب نماز کا وقت ہو جائے گا تو میں نماز ضرور پڑھوں گا، میں نماز نہیں چھوڑ سکتا۔اس نے کہا بہت اچھا شہزادے نے کہا کہ میں کام کروں گا تو آپ مجھے پوری آزادی دیں گے۔اس نے کہا کہ بہت اچھا۔خیر وہ اس کو لے کر چلا گیا۔اس نوجوان کو دیوار بنانا تھی۔اس نے شام تک اتنی بڑی دیوار بنادی کہ مالک نے سوچا کہ دو آدمی مل کر بھی اتنی دیوار نہیں بنا سکتے۔اس خدا کے بندے نے نمازیں بھی پڑھیں، کام بھی کیا اور دوگنا کام کر کے جانے لگا اس نے اس کی جتنی رقم طے ہوئی تھی اس سے زیادہ دینا چاہی مگر اس نے انکار کر دیا کہنے لگا میں زیادہ رقم لے کر کیا کروں گا۔اس نے کہا میں خوش ہو کر دے رہا ہوں تم نے زیادہ کام کیا ہے۔یہ کہنے لگا میں تو اتنی رقم لوں گا جتنی مجھے ضرورت ہے مجھے تو اتنے پیسے چاہیں کہ ہر دن مجھے ایک روٹی مل جائے۔چنانچہ اس نے طے شدہ رقم ہی لی اور چلا گیا۔

اس آدمی نے سوچا کہ یہ کتنا نیک نوجوان ہے کہ کہتا ہے کہ مجھے دنیا سے کیا واسطہ ہے میں تو تھوڑا سا کھانا کھا کر گزارہ کر لیتا ہوں باقی وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزارتا ہوں تو اس نیک کے ہاتھوں سے میرا مکان بننا چاہیۓ۔چنانچہ اس نے اگلے دن کوئی مزدور نہ بلایا۔وہ پھر بازار گیا اور کہا مجھے مزدوری کے لئے فلاں نوجوان چاہیۓ لوگوں نے بتایا کہ وہ تو ہفتے میں صرف ایک دن مزدوری کرتا ہے اور باقی چھ دن اللہ کی عبادت میں مصروف رہتا ہے اس نے کہا بہت اچھا جب وہ دن آئے گا تو میں اس کو پھر گھر لے جاؤں گا، چنانچہ اگلے ہفتے وہ اسی دن پہنچا۔پھر وہی نوجوان ملا وہ اسے لے کر گھر آ گیا۔اب جب وہ نوجوان کام کرنے لگا تو اس مالک نے سوچا میں ذرا اس کو چھپ کر دیکھتا ہوں کہ یہ کام کیسے کرتا ہے اس نے میرا دوگنا کام کیا تھا۔اس نے دیکھا کہ وہ نوجوان ایک ہاتھ سے گارا اس دیوار کے اوپر رکھتا اور جیسے ہی اینٹ اٹھا کر اوپر رکھتا تو وہ خود بخود ایڈجسٹ ہو جاتی اسکو درست نہ کرنا پڑتی وقت ضائع نہ ہوتا بس گارا رکھا اور اینٹ کو اٹھا کر رکھتا گیا اور اینٹیں نگینے کی طرح جڑتی گئیں وہ کہنے لگا کہ اس بندے کے ساتھ خدائی مدد ہے کہ اللہ تعالیٰ تھوڑے وقت میں اس سے زیادہ کام لے رہے ہیں۔چنانچہ بڑا خوش ہوا کہ کتنا نیک نوجوان ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے جوانی میں عبادت کا شوق دیا ہے۔

اگلا ہفتہ آیا تو وہ پھر وہاں گیا تا کہ اس کو لا سکے ۔لوگوں نے بتایا کہ وہ تو بیمار ہے آج وہ مزدوری کیلئے نہیں آیا، پوچھا کہ وہ کہاں ہوگا ؟انہوں نے کہا جناب فلاں مسجد کے قریب رہتا ہے آپ جایئے وہاں جا کر دیکھئے یہ وہاں گیا تو دیکھا کہ نوجوان زمین پر لیٹا ہوا تھا۔اس کو بخار ہے جس کی وجہ سے اس کی حالت خراب ہو چکی تھی ۔اس نے لڑکے سے کہا کہ نوجوان تم بڑے بیمار ہو میرے ساتھ میرے گھر آؤ میں تمہارے لئے دوائی کا بندوبست کرتا ہوں وہ کہنے لگا نہیں مجھے شفا دینے والے نے ہی بیمار کیا ہے ۔میرے لئے تو اب موت کے سوا کوئی دوائی کام نہیں کرے گی میں تو اب جانے کے قریب ہوں میری مہلت زندگی اتنی ہی تھی میں اب دنیا سے جا رہا ہوں بس مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ میں اپنا ایمان بچا کر لیجا رہا ہوں میں نے دنیا کی زندگی پر کبھی بھروسہ نہیں کیا کبھی دنیا سے دل نہیں لگایا میں جانتا تھا کہ یہ چیزیں عارضی ہیں اس لئے میں دنیا سے ہمیشہ ۔دور بھاگتا تھا آخرت کی تیاری کرتا تھا آج الحمدللہ میں اچھے حال میں جا رہا ہوں اس نے کہا کہ مجھے بتاؤ میں تمہارے کیلئے کیا کر سکتا ہوں کہنے لگا میرے پاس امانت ہے تم یہ امانت ان کو پہنچا دینا جنہوں نے مجھے دی تھی ۔وہ کہنے لگا کیا ہے؟اس نے اپنی انگلی سے انگوٹھی نکال کر دی اور قرآن پاک حوالے کیا اور کہا کہ وقت کے بادشاہ کے پاس چلے جانا اور اسے کہہ دینا کہ ایک پردیسی نے یہ دو چیزیں امانت لی تھیں اب واپس بھیجی ہیں ان کو قبول کر لیں ۔جیسے ہی اس نے سنا کہ یہ ہارون الرشید کی بات کر رہا تب اسے احساس ہوا کہ ہاں ہم سنتے تھے کہ بادشاہ کا ایک بیٹا ہے جو دیوانہ اور پاگل ہے کہیں یہ وہ تو نہیں ۔اتنے میں اس نوجوان نے کلمہ پڑھا اور اللہ کو پیارا ہو گیا ۔اب اس کا دل غمزدہ تھا ۔اس نے اس کو کفنا دیا اور دفنا دیا اور پھر قرآن اور انگوٹھی لے کر چلا گیا کہ میں ہارون الرشید کو دے آؤں ۔

جب شہر میں پہنچا تو دیکھا پولیس آرہی ہے اور لوگوں کو ہٹا رہی ہے ۔ہٹو بچو کی صدائیں آرہی ہیں ۔بادشاہ کی سواری آرہی ہے ۔چنانچہ تھوڑی دور پیچھے بادشاہ اپنے وزراء کے ساتھ آرہا تھا جس سواری پر بادشا سوار تھا جب وہ اس کے پاس پہنچی تو اس نے کہا بادشاہ سلامت آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت داری (رشتہ داری) کا واسطہ آپ میری بات سن لیجئے ۔چنانچہ ہارون الرشید نے اپنی سواری کو کھڑا کر دیا ۔اس نے انگوٹھی اور قرآن اس کو دکھایا اور کہا ایک پردیسی نے آپ کی طرف بھیجا ہے بادشاہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہا ۔اے مخاطب تو میرے ساتھ آ اور

مجھے گھر آ کر باتیں ذرا بتا دیں میں وہاں تجھ سے یہ چیزیں لوں گا چنانچہ بادشاہ اپنے محل میں آیا تو اس نے اس آدمی کو بلوایا اور کہا کہ اے مخاطب مجھے لگتا ہے کہ تو مجھے غم کی کوئی خبر سنائے گا لیکن بتا تو سہی کہ میرے جگر گوشے کا کیا حال ہے؟ تو نے اسے کس حال میں دیکھا؟ وہ کہنے لگا کہ وہ نوجوان تھا چہرے پر نور تھا وہ ہفتے میں ایک دن مزدوری کرتا تھا۔ میں نے بھی دو بار اس سے مزدوری کروائی۔ وہ پورے دن میں ایک روٹی کھاتا تھا، باقی سارا دن عبادت کرتا تھا، سوکھ کر کانٹا بن گیا تھا۔ اس طرح اس نے زندگی گزاری۔ میں نے اسے آخری لمحے میں دیکھا اسے کلمے پر موت ہوئی اس نے کہا تھا کہ یہ امانتیں میرے باپ تک پہنچا دے۔ بادشاہ دیکھ کر رونے لگا اور کہنے لگا تمہیں بھی خیال نہ آیا کہ ایک شہزادے سے تم اپنا مکان بنواتے رہے۔ اس نے کہا بادشاہ سلامت اگر مجھے پتہ ہوتا کہ آپکا بیٹا ہے تو میں کیوں اس سے مکان بنواتا۔ مگر وہ تو اپنے آپکو فقیر سمجھتا تھا وہ تو اپنے آپ کو درویش سمجھتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے آخرت کی فکر ہے میں نے اس کی تیاری کرنی ہے۔ میں وہاں کے محلات میں رہوں گا تو بادشاہ نے رو کر اس سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے میرے بیٹے! تو چھوٹی عمر میں تھا اور میں تیرا باپ بڑی عمر میں تھا تیرے بال کالے تھے اور میرے سفید مگر مقصدِ زندگی کو تو نے سمجھ لیا تھا میں نہیں سمجھ سکا تھا بیٹے! میں دھوکے میں پڑا رہا، میں نے زندگی کے دن ضائع کر دیئے میرے پاس آخرت کی کوئی تیاری نہیں۔ اے میرے نوجوان بیٹے! تو نے جوانی میں دنیا کی حقیقت کو سمجھ لیا تھا تو نے دنیا میں دل نہیں لگایا، تو دنیا کی لذتوں کے پیچھے نہیں بھاگا، دنیا کی آسائشوں کے پیچھے نہیں بھاگا۔ بیٹے! تو نے موت کو یاد رکھا ہر لمحے یہ بات ذہن میں رہی کہ اللہ کے حضور جانا ہے۔ بیٹے! تو سچا تھا تیرا باپ جھوٹا۔ تو ہدایت پر تھا تیرا باپ بھٹکا ہوا تھا آج تو ہدایت لے کر دنیا سے چلا گیا تیرا باپ اپنے بالوں کو سفید کر بیٹھا مگر گناہوں سے اپنے چہرے کو سیاہ کر بیٹھا۔ میں اپنے مالک کے سامنے کیا لے کر جاؤں گا یہ دنیا کے محلات، یہ دنیا کی رونقیں، یہ دنیا کی ساری نعمتیں سب یہیں رہ جائیں گی۔ بیٹے! تیرے باپ کا کیا حال ہوگا جب زنجیروں میں باندھ کر اسے پیش کیا جائے گا اور کہیں گے اے دنیا کے حکمرانو! اب تمہاری زنجیریں تب کھلیں گی جب تو ثابت کرے گا کہ تو نے نعمتوں کی قدر کی تھی اور ہمارے حکموں کے مطابق زندگی گزاری تھی۔ بیٹے! اس دن میں غریب ہوں گا اور تیری حیثیت بادشاہ والی ہوگی

۔آج دنیا مجھے بادشاہ کہتی ہے مگر آخرت کا میں فقیر ہوں وہ باتیں بھی کرتا رہا اور روتا بھی رہا پھر اس نے کہا میں واقعتاً اپنی زندگی کو بدل کر اللہ رب العزت کی رضا حاصل کروں گا۔

مراقبہ ءموت:

خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ نے مراقبہ موت کے عنوان سے اشعار لکھے ہیں۔ان میں سے کچھ اشعار آپ کو سنا دیتا ہوں ان اشعار کو اکثر پڑھتے رہنا چاہیے

کیسے کیسے گھر اجاڑے موت نے
کھیل کتنوں کے بگاڑے موت نے
پہلواں کیا کیا پچھاڑے موت نے
سروقد قبروں میں اتارے موت نے
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے
ہے یہاں سے تجھ کو جانا ایک دن
قبر میں ہوگا ٹھکانا ایک دن
اب نہ غفلت میں گنوانا ایک دن
منہ خدا کو ہے دکھانا ایک دن
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے
ہو رہی ہے عمر مثل برف کم
چپکے چپکے رفتہ رفتہ دم بدم
سانس ہے اک رہرو ملک عدم
دفعتاً اک روز یہ جائے گا تھم
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ایسی غفلت یہ تیری ہستی نہیں
دیکھ جنت اس قدر سستی نہیں
رہ گزر دنیا ہے یہ بستی نہیں
جائے عیش وعشرت ومستی نہیں
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے
یہ حسینوں کی چٹک اور یہ مٹک
دیکھ کر ہرگز نہ رستے سے بھٹک
ساتھ ان کا چھوڑ ہاتھ اپنا جھٹک
بھول کر بھی پاس ان کے نہ بھٹک
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے
حسن ظاہر پہ اگر جائے گا
یہ منقش سانپ ہے ڈس جائے گا
عالم فانی سے دھوکہ کھائے گا
رہ نہ غافل یاد رکھ پچھتائے گا
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے
دار فانی کی سجاوٹ پہ نہ جا
نیکیوں سے اپنا اصلی گھر سجا
پھر وہاں بس چین کی بنسی بجا
انہ قد فاز فوزاً من نجا
ایک دن مرنا ہے آخر موت وے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

خلاصہ کلام:

میرے دوستو! آج ہمارے سامنے دو راستے ہیں ایک خواہشات اور شہوات یعنی شیطان کا راستہ ہے اور دوسرا نیکی اور پرہیزگاری یعنی رحمٰن کا راستہ ہے فیصلہ ہمارے اختیار میں ہے۔ جو راستہ اختیار کریں گے منزل وہی بنے گی یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ زندگی تو فسق و فجور میں گزرے اور مرتے وقت بایزید بسطامی اور جنید بغدادی جیسی موت آجائے۔ کیونکہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

كَمَا تَعِيْشُوْنَ تَمُوْتُوْنَ (تم جیسے زندگی گزارو گے اسی حال میں موت آئے گی) اور جس حال میں تمہیں موت آئے گی تُحْيَوْنَ اسی حال میں تم اللہ کے سامنے کھڑے کئے جاؤ گے ۔ جس ڈھب پر زندگی گزر رہی ہے اسی ڈھب پر موت آئے گی لہٰذا اپنی زندگی کے رخ کو بدل لیجئے ، نیکوکاری کی زندگی اپنا لیجئے ۔ یہ تھوڑے دنوں کی بات ہے اس کے بعد ہمارے لئے سعادتوں کے دروازے کھلنے والے ہیں۔

حضرت نثار فتحی کی عجیب بات:

نور میں ہو یا نار میں رہنا☆ہر جگہ یاد یار میں رہنا
چند جھونکے خزاں کے بس سہہ لو ☆ پھر ہمیشہ بہار میں رہنا

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو نیکوکاری اور پرہیزگاری کی زندگی گزارتے ہیں اور موت کے وقت ان کیلئے ابدی خوشیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں ۔ اللہ تعالی ہمیں اسلام پر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور ایمان کے ساتھ موت عطا فرما کر آگے کی منزلوں کو آسان فرمائے ۔

﴿ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴾ ...... (یہ کام اللہ تعالی کیلئے کوئی مشکل نہیں ہے)۔

دعا ہے کہ رب کریم ہمیں آخرت کی کامیابیاں نصیب فرمادے ، دنیا کی عزتیں نصیب فرما دے اور ہمیں ایمانی ، اسلامی اور قرآنی زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمادے آمین ثم آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

مراقبہ موت

تو برائے بندگی ہے یاد رکھ ۔ بہر سرافگندگی ہے یاد رکھ
ورنہ پھر شرمندگی ہے یاد رکھ ۔ چند روزہ زندگی ہے یاد رکھ
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے ۔ کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے
تو نے منصب بھی اگر پایا تو کیا ۔ گنج سیم وزر بھی ہاتھ آیا تو کیا
قصر عالی شاں بھی بنوایا تو کیا ۔ دبدبہ بھی اپنا دکھلایا تو کیا
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے ۔ کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے
قیصر اور سکندر وجسم چل بسے ۔ زال اور سہراب ورستم چل بسے
کیسے کیسے شیر وضیغم چل بسے ۔ سب دکھا کر اپنا دم خم چل بسے
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے ۔ کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے
کیسے کیسے گھر اجاڑے موت نے ۔ کھیل کتنوں کے بگاڑے موت نے
پیل تن کیا کیا پچھاڑے موت نے ۔ سروقد قبروں میں گاڑے موت نے
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے ۔ کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے
کوچ ہاں اے بے خبر ہونے کو ہے ۔ تابہ کے غفلت سحر ہونے کو ہے
باندھ لے توشہ سفر ہونے کو ہے ۔ ختم ہر فرد بشر ہونے کو ہے
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے ۔ کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے
نفس اور شیطان ہیں خنجر در بغل ۔ وار ہونے کو ہے اے غافل سنبھل
آنہ جائے دین وایماں میں خلل ۔ باز آ ، باز آ ، اے بدعمل
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے ۔ کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

دفعۃً سر پر جو آپہنچے اجل پھر کہاں تو اور کہاں دارالعمل
جائے گا یہ بے بہا موقع نکل پھر نہ ہاتھ آئے گی عمر بے بدل
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تجھ کو غافل فکر عقبیٰ کچھ نہیں کھا نہ دھوکا عیش دنیا کچھ نہیں
زندگی چند روزہ کچھ نہیں کچھ نہیں، اس کا بھروسہ کچھ نہیں
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ہے یہاں سے جانا تجھ کو ایک دن قبر میں ہوگا ٹھکانہ ایک دن
منہ خدا کو ہے دکھانا ایک دن اب نہ غفلت میں گنوانا ایک دن
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے کرلے جو کرنا ہے آخر موت .ہے

سب کے سب ہیں رہ رو کوئے فنا جارہا ہے ہر کوئی سوئے فنا
بہہ رہی ہے ہر طرف جوئے فنا آتی ہے ہر چیز سے بوئے فنا
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

چند روزہ ہے یہ دنیا کی بہار دل لگا اس سے نہ غافل زینہار
عمر اپنی یوں نہ غفلت میں گزار ہوشیار اے محو غفلت ہوشیار
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ہے یہ لطف وعیش دنیا چند روز ہے یہ دور جام ومینا چند روز
دار فانی میں ہے رہنا چند روز اب تو کرلے کار عقبیٰ چند روز
یک دن مرنا ہے آخر موت ہے کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

عشرت دنیائے فانی ہیچ ہے پیش عیش جاودانی ہیچ ہے
مٹنے والی شادمانی ہیچ ہے چند روزہ زندگانی ہیچ ہے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے
ہو رہی ہے عمر مثل برف کم چپکے چپکے رفتہ رفتہ دم بدم
سانس ہے اک رہرو ملک عدم دفعۃً اک روز یہ جائے گا تھم
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے
آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور
عمر یہ اک دن گذرنی ہے ضرور قبر میں میت اترنی ہے ضرور
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے
آنے والی کس سے ٹالی جائے گی جان ٹھیری جانے والی جائے گی
روح رگ رگ سے نکالی جائے گی تجھ پہ اک دن خاک ڈالی جائے گی
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے
تو سن عمر رواں ہے تیز رو چھوڑ سب فکریں لگا مولی سے لو
گندم از گندم بروید جوزجو از مکافات عمل غافل مشو
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے
بزم عالم میں فنا کا دور ہے جائے عبرت ہے مقام غور ہے
تو ہے غافل یہ ترا کیا طور ہے ؟ بس کوئی دن زندگانی اور ہے
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے جائے عبرت ہے مقام غور ہے
سخت سخت امراض گو تو سہہ گیا چارہ گر گو سخت جاں بھی کہہ گیا
کیاہوا کچھ دن جو زندہ رہ گیا اک جہاں سیل فنا میں بہہ گیا
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے
لاکھ ہو قبضہ میں تیرے سیم وزر لاکھ ہوں بالیں پہ تیرے چارہ گر

لاکھ تو قلعوں کے اندر چھپ مگر　　موت سے ہرگز نہیں کوئی مفر
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے　　کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

روزبہ تیرا نہ بل کام آئے گا　　اور نہ یہ طول امل کام آئے گا
کچھ نہ ہنگام اجل کام آئے گا　　ہاں مگر اچھا عمل کام آئے گا
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے　　کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

سرکشی زیر فلک زیبا نہیں　　دیکھ جانا ہے تجھے زیر زمیں
جب تجھے مرنا ہے اک دن بالیقین　　چھوڑ فکر این وآں کر فکر دین
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے　　کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

بہرغفلت یہ تری ہستی نہیں　　دیکھ جنت اس قدر سستی نہیں
رہ گذر دنیا ہے بستی نہیں　　جائے عیش وعشرت ومستی نہیں
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے　　کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

عیش کر غافل نہ تو آرام کر　　مال حاصل کر نہ پیدا نام کر
یاد حق دنیا میں صبح وشام کر　　جس لیے آیا ہے تو وہ کام کر
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے　　کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

مال ودولت کا بڑھانا ہے عبث　　زائد از حاجت کمانا ہے عبث
دل کا دنیا سے لگانا ہے عبث　　رہ گذر کو گھر بنانا ہے عبث
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے　　کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

عیش وعشرت کے لیے انساں نہیں　　یاد رکھ تو بندہ ہے مہماں نہیں
غفلت ومستی تجھے شایاں نہیں　　بندگی کر تو اگر ناداں نہیں
اک دن مرنا ہے آخر موت ہے　　کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

حسن ظاہر پر اگر تو جائے گا　　عالم فانی سے دھوکا کھائے گا
یہ منقش سانپ ہی ڈس جائے گا　　رہ نہ غافل یاد رکھ پچھتائے گا
اک دن مرنا ہے آخر موت ہے　　کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

دفن خود صدہا کئے زیر زمیں　　پھر بھی مرنے کا نہیں حق الیقیں
تجھ سے بڑھ کر بھی کوئی غافل نہیں　　کچھ تو عبرت چاہئے نفس لعیں
اک دن مرنا ہے آخر موت ہے　　کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

یوں نہ اپنے آپ کو بے کار رکھ　　آخرت کے واسطے تیار رکھ
غیر حق سے قلب کو بے زار رکھ　　موت کا ہر وقت استحضار رکھ
اک دن مرنا ہے آخر موت ہے　　کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تو سمجھ ہرگز نہ قاتل موت کو　　زندگی کا جان حاصل موت کو
رکھتے ہیں محبوب عاقل موت کو　　یاد رکھ ہر وقت غافل موت کو
اک دن مرنا ہے آخر موت ہے　　کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تو ہے اس عبرت کدہ میں بھی مگن　　گو ہے یہ دارالمحن بیت الحزن
عقل سے خارج ہے تیرا چلن　　چھوڑ غفلت عاقبت اندیش بن
اک دن مرنا ہے آخر موت ہے　　کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

گرتا ہے تو دنیا پہ پروانہ وار　　گو تجھے جلنا پڑے انجام کار
پھر یہ دعویٰ ہے کہ ہم ہیں ہوشیار　　کیا یہی ہے ہوشیاری کا شعار؟
اک دن مرنا ہے آخر موت ہے　　کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

حیف دنیا کا تو ہو پروانہ تو　　اور کرے عقبیٰ کی کچھ پروا نہ تو
کس قدر ہے عقل سے بیگانہ تو　　اس پہ بنتا ہے بڑا فرزانہ تو

اک دن مرنا ہے آخر موت ہے کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے
دار فانی کی سجاوٹ پر نہ جا نیکیوں سے اپنا اصلی گھر سجا
پھر وہاں بس چین کی بنسی بجا إنہ قد فاز فوزا من نجا
اک دن مرنا ہے آخر موت ہے کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے
کج روؤں کی یہ چٹک اور یہ مٹک دیکھ کر ہرگز نہ ستے سے بھٹک
ساتھ ان کا چھوڑ ہاتھ اپنا جھٹک بھول کر بھی تو نہ پاس ان کے پھٹک
اک دن مرنا ہے آخر موت ہے کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے
یہ تری مجذوب حالت اور یہ سن ہوش میں آ اب نہیں غفلت کے دن
اب تو بس مرنے کے دن ہر وقت گن کس قدر درپیش ہے منزل کٹھن
اک دن مرنا ہے آخر موت ہے کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے
کر نہ تو پیری میں غفلت اختیار زندگی کا اب نہیں کچھ اعتبار
حلق پر ہے موت کے خنجر کی دھار کر بس اب اپنے کو مردوں میں شمار
اک دن مرنا ہے آخر موت ہے کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے
ترک اب ساری فضولیات کر یوں نہ ضائع اپنے تو اوقات کر
رہ نہ غافل یاد حق دن رات کر ذکر وفکر ہاذم اللذات کر
اک دن مرنا ہے آخر موت ہے کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے